حسب ارشاد حضرت سید الطاف محی الدین سجادہ نشین دربار عالیہ قادریہ فاضلیہ

تذکرہ مشائخ قادریہ فاضلیہ

سلسلہ عالیہ قادریہ فاضلیہ کے مشائخ عظام کا مستند تذکرہ

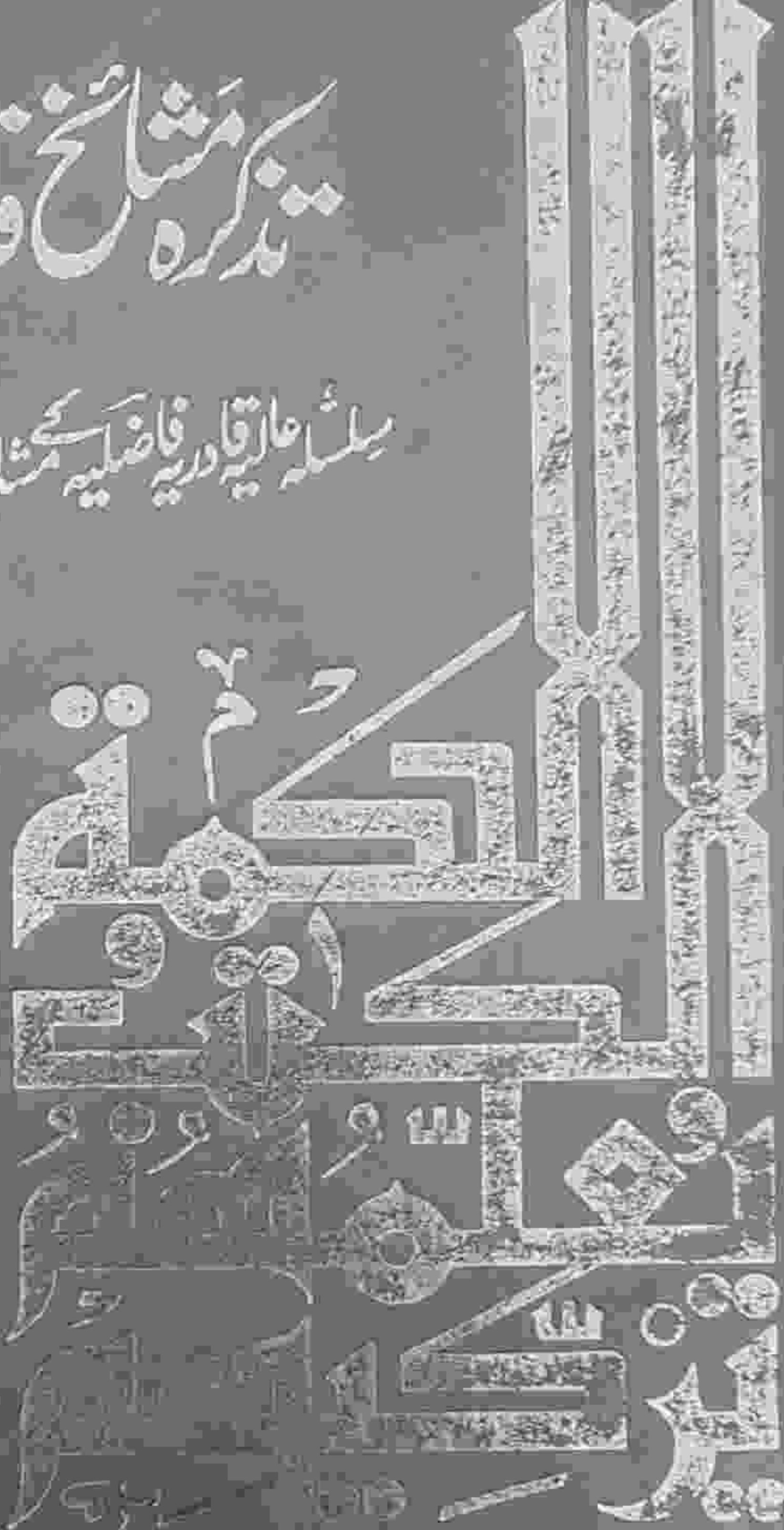

تصوف فاؤنڈیشن

۱۴۱۹ھ

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ
وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (القرآن ۶۲:۲)

تزکیۂ نفس اور کتاب و حکمت کی تعلیم

بعثتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقاصد عظیم تھے!
ان ہی مقاصد کے لیے تصوّف فاؤنڈیشن وقف ہے۔

یُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ

تصوّف فاؤنڈیشن

۱۴۱۹ھ

بانی: ابونجیب حاجی محمد ارشد قریشی

حسبِ ارشادات حضرت سید الطاف محی الدین سجادہ نشین دربار عالیہ قادریہ فاضلیہ

تذکرہ مشائخ قادریہ فاضلیہ

سلسلہ عالیہ قادریہ فاضلیہ کے مشائخ عظام کا مستند تذکرہ

تحقیق و تالیف

اسرار الحنین قادری فاضلی

بسعی واہتمام

ابو النجیب ارشد قریشی، بانی تصوف فاؤنڈیشن

تصوف فاؤنڈیشن

لائبریری ○ تحقیق و تصنیف و تالیف و ترجمہ ○ مطبوعات

۲۴۹ - این سمن آباد - لاہور - پاکستان

بتعاون: شانِ ولایت و شانِ رحمان ٹرسٹ - لاہور

کُتب تصوّف ؛ تذکرے

جُملہ حقوق بحق تصوف فاؤنڈیشن محفوظ ہیں © ۱۹۹۸ء

ناشر : ابونجیب حاجی محمّد ارشد قریشی
بانی تصوف فاؤنڈیشن۔ لاہور

تعاون : کرنل (ر) راجہ محمّد یوسف قادری
بانی شانِ ولایت و شانِ رحمان ٹرسٹ۔ لاہور

طابع : زاہد بشیر پرنٹرز۔ لاہور

سالِ اشاعت : ۱۴۱۹ھ — ۱۹۹۸ء

قیمت : ۱۵۰ روپے

تعداد : پانچ سو

واحد تقسیم کار : المعارف۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور۔ پاکستان

آئی ایس بی این — ۹۶۹ — ۵۰۶ — ۰۲۶ — ۹

تصوف فاؤنڈیشن ابونجیب حاجی محمّد ارشد قریشی اور ان کی اہلیہ نے اپنے مرحوم والدین اور لختِ جگر کو ایصالِ ثواب کے لئے بطور صدقۂ جاریہ اور یادگار یکم محرم الحرام ۱۴۱۹ھ کو قائم کیا جو کتاب و سُنّت اور سلف صالحین و بزرگانِ دین کی تعلیمات کے مطابق تبلیغِ دین، تحقیق و اشاعت کُتبِ تصوف کے لیے وقف ہے۔

فہرست مشائخ عظام

○	پیش لفظ	۷
۱	خاتم النبین حضرت محمد رسول ﷺ	۹
۲	حضرت علی کرم اللہ وجہہ	۱۲
۳	حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ	۲۲
۴	حضرت سید زین العابدین رضی اللہ عنہ	۲۵
۵	حضرت سید محمد باقر رضی اللہ عنہ	۲۸
۶	حضرت سید امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ	۳۰
۷	حضرت سید موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ	۳۳
۸	حضرت سید موسیٰ علی رضا رضی اللہ عنہ	۳۷
۹	حضرت شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ	۴۰
۱۰	حضرت شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ	۴۴
۱۱	حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ	۴۷
۱۲	حضرت شیخ جعفر ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ	۵۵
۱۳	حضرت شیخ ابو الفضل عبد الواحد تمیمی رحمۃ اللہ علیہ	۶۱
۱۴	حضرت شیخ محمد یوسف ابو الفرح طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ	۶۳
۱۵	حضرت ابراہیم ابو الحسن علی ہاشمی ہکار رحمۃ اللہ علیہ	۶۳
۱۶	حضرت شیخ ابو سعید مبارک مخزومی رحمۃ اللہ علیہ	۶۷
۱۷	حضرت غوث الاعظم شیخ سید ابو محمد محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	۶۹
۱۸	حضرت سید عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ	۹۳
۱۹	حضرت سید شاہ شرف الدین قتال رحمۃ اللہ علیہ	۹۶
۲۰	حضرت شیخ سید عبد الوہاب قادری یسوعی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۰
۲۱	حضرت سید بہاء الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۱
۲۲	حضرت سید شاہ عقیل قادری سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۲
۲۳	حضرت سید شمس الدین قادری صحرائی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۴
۲۴	حضرت شیخ گدا رحمٰن باخدا قادری کشمیری رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۵
۲۵	حضرت شیخ شمس الدین عارف قادری سرحدی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۷

۲۶ حضرت سید گدا رحمٰن ثانی قادری رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۹

۲۷ حضرت سید شاہ محمد فضیل قادری ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۱۰

۲۸ حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ ۱۱۷

۲۹ حضرت شاہ سکندر قادری کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۸

۳۰ حضرت شیخ محمد طاہر بندگی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ۱۴۵

۳۱ حضرت ابو محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ ۱۶۱

۳۲ حضرت شیخ محمد افضل کلانوری رحمۃ اللہ علیہ ۱۶۶

۳۳ حضرت ابوالفرح سید محمد فاضل الدین الگیلانی
القادری رحمۃ اللہ علیہ بانی سلسلہ قادریہ فاضلیہ ۱۷۵

۳۴ حضرت سید غلام قادر شاہ قادری فاضلی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین دوم ۲۴۷

۳۵ حضرت سید غلام غوث قادری فاضلی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین سوم ۲۷۷

۳۶ حضرت سید محمد شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین چہارم ۲۹۱

۳۷ حضرت سید احمد شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین پنجم ۲۹۷

۳۸ حضرت سید حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین ششم ۳۰۵

۳۹ حضرت سید حافظ ظہور الحسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین ہفتم ۳۱۴

۴۰ حضرت سید نذر محی الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین ہشتم ۳۲۸

۴۱ حضرت سید بدر محی الدین قادری فاضلی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین نہم ۳۵۲

۴۲ حضرت سید الطاف محی الدین مدظلہ عالی سجادہ نشین دہم ۳۸۷

۴۳ حضرت سید راغب محی الدین قادری فاضلی مدظلہ عالی ۳۸۹

○

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی تربیت اور ہدایت کے لئے انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ تاکہ احکامات الہٰی کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔ چونکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ لہٰذا اب فریضہ تبلیغ و ارشاد علماء و اولیاء کرام کے سپرد ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ "اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس تک پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو" مفسرین و اکابرین امت کے نزدیک وسیلہ سے مراد مرشد و شیخ ہے۔ حدیث قدسی ہے جسے بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا کہ "جب میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو میں اس سے محبت کرتا ہوں اور اس کا کان' آنکھ' ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے سنتا ہے۔ مجھ سے دیکھتا ہے۔ مجھے سے کام کرتا ہے۔ اور مجھ سے چلتا ہے۔" مزید رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حاجت روائی خلق کے لئے خاص فرمایا ہے۔ لوگ گھبرائے ہوئے اپنی حاجتیں ان کے پاس لاتے ہیں۔ یہ بندے عذاب الہٰی سے امان میں ہیں" (طبرانی فی الکبیر بسند حسن) لفظ شیخ کی اصل یہ حدیث نبوی ہے "اپنے قبیلہ میں شیخ اس طرح ہوتا ہے جس طرح ایک نبی اپنی امت ہیں۔" ولایت کا سرچشمہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں جس کی اصل ترمذی کی یہ حدیث ہے کہ "علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں اور میرے بعد ہر مومن کے علی ولی ہیں" یہی وجہ ہے کہ تمام روحانی سلاسل کے منتہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ جس طرح بعض انبیائے کرام کو دیگر انبیائے کرام پر فضیلت دی ہے اس طرح تمام اولیائے کرام میں سے اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا غوث الثقلین محبوب سبحانی حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کو بزرگی اور فضیلت عنایت فرما کر قدمی ھذا علیٰ رقبة کل ولی اللّٰہ" کہنے کا حق عطا کر کے ولایت کے اعلیٰ و ارفع مقام پر مامور فرمایا۔ قدم سے مراد طریقہ ہے اور تمام اولیائے نے جو گردن جھکائی اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ حضرت غوث الثقلین کا طریقہ یا مسلک سب سے اعلیٰ ہے۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ مرکز ولایت ہیں عالم اسلام میں جسے کوئی عظیم روحانی مرتبہ ملا وہ حضرت شیخ عبد القادر قدس سرہ' کی توجہ باطنی سے ملا۔ بے شک حضرت غوث اعظم مرکز ولایت و قطبیت ہیں۔ دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ مقام منتقل ہوتا ہوا آنجناب تک آیا اور

ہمیشہ کے لئے وہیں مخصوص ہو گیا۔"

دین کی سربلندی اور فیض غوثیت کو پھیلانے کے لئے حضور سیدنا غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی اولاد مبارکہ سے نائب غوث اعظم، حضرت سیدنا محمد فاضل الدین الگیلانی القادری رضوان اللہ علیہ نے (بٹالہ شریف) ہندوستان میں سلسلہ قادریہ فاضلیہ کی بنیاد رکھی۔ اور حضرت غوث اعظم نے آپ کو اس سلسلہ کا لواء (جھنڈا) دست خود سے عطا فرمایا اور تاقیامت اس کے قائم و دائم رہنے کی دعا فرمائی۔ بارھویں صدی ہجری سے یہ سلسلہ آج تک پوری آب و تاب سے فیوض و برکات کی ضیاء پاشیاں کر رہا ہے۔ سلسلہ مذکورہ کے شجرہ شریف کے مطابق آنحضور ﷺ کی ذات انور و اقدس سے لیکر حضرت بانی سلسلہ قادریہ فاضلیہ اور آپ کے موجودہ سجادہ نشین تک حالات زندگی اس کتاب میں جمع کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اولیاء کاملین کے فیوض و برکات سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

فقیر اپنی کوشش کو حتمی قرار نہیں دیتا قارئین کرام اور اہل علم حضرات سے استدعا ہے کہ مزید تحقیق کر کے ان مشائخ عظام کی خدمات و تعلیمات کو منظر عام پر لائیں اور تحقیق کا یہ سلسلہ جاری رکھا جائے آخر میں اس کتاب کی تالیف و اشاعت کے سلسلے میں جن حضرات و شخصیات نے فقیر کی راہنمائی اور مدد کی ہے ان کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

فقیر سیدی و مرشدی حضرت سید الطاف محی الدین مدظلہ اور صاحبزادہ سید راغب محی الدین قادری فاضلی مدظلہ کا خاص طور سے شکر گزار ہے جن کے حسب ارشاد اور تصرف سے یہ عظیم الشان کام مکمل ہوا۔ وما توفیقی الا باللہ

اسرار الحسنین قادری فاضلی

فقیر و گدا دربار عالیہ قادریہ فاضلیہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ا۔ خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ

ولادت باسعادت : احمد' بخاری' طبرانی' حاکم' بیہقی اور ابو نعیم میسرۃ الفجر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کب نبی بنائے گئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کی درمیانی حالت میں تھے۔

ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں اور ابو نعیم نے اپنی کتاب "الدلائل" میں قتادہ حسن اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے "واذا اخذنا من النبیین میثاقھم۔ الایہ"۔ کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء سے پہلے پیدا فرمایا اور سب کے آخر میں مبعوث فرمایا۔ اسی لئے خدا نے مجھ سے میثاق بھی سب سے پہلے لیا ہے۔ تمام انبیاء سے نبی کریم ﷺ پر ایمان کی نصرت کا جو وعدہ لیا گیا وہ ایسا ہے جیسے خلافت کے لئے بیعت لی جاتی ہے۔

حاکم' بیہقی اور ابو نعیم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ ﷺ کو کس وقت نبی مقرر کیا گیا۔ فرمایا: اس وقت جب آدم پیدائش اور نفخ روح کے درمیانی مرحلے میں تھے۔

ابو نعیم' ضالحی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے استفسار فرمایا کہ آپ ﷺ کس وقت نبی بنائے گئے؟ فرمایا: اس وقت جب آدم مٹی میں لتھڑے ہوئے تھے۔ یہ حدیث مرسل ہے۔

ولادت باسعادت سے قبل کے واقعات : علامہ ابن جوزی محدث (المتوفی ۵۹۷ھ) نے اس روایت کو اپنی تصنیف "بیان المیلاد النبوی" میں نقل فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا فرما کر زمین کو فرش اور آسمان کو بلندی بخشی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پرتو نور جمال سے ایک مٹھی لے کر فرمایا تو محمد ہو جا تو وہ مشت نور' ستون بن کر اتنا بلند ہوا کہ حجاب عظمت تک پہنچا۔ پھر اس

نور نے سجدہ کیا اور الحمد للہ کہا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نور اس وجہ سے میں نے تجھے پیدا کیا اور تیرا نام محمد (ﷺ) رکھا لہذا تجھی سے خلق کی ابتدا کرتا ہوں اور تجھی پر رسولوں کو ختم کرتا ہوں۔

حضور ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ عالم وجود میں سب سے پہلے کون سا وجود پیدا کیا گیا ہے' فرمایا اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا اور میرے نور سے ساری کائنات کو پیدا فرمایا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ نے مجھے صلب آدم علیہ السلام میں زمین پر اتارا اور مجھے حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار کیا اور مجھے صلب ابراہیم علیہ السلام میں آگ میں ڈالا۔ میں اس طرح اپنے والد حضرت عبداللہ تک ایک صلب سے دوسرے صلب کی طرف منتقل ہوتا گیا۔ وہ نور پنہاں اور تجلی راز جو قدرت کے خزانوں میں ازل سے محفوظ رہا۔ وہ نور مبارک بطن آمنہ میں جلوہ افروز ہوا۔

ولادت باسعادت کے وقت کے واقعات : حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف خصائص کبریٰ جلد اول میں تحریر فرمایا ہے ابونعیم' عطاء بن یسار سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ جس رات نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے' میں نے ایک نور طلوع ہوتے دیکھا جس سے شام کے محل اس قدر روشن ہو گئے کہ میں نے اس روشنی میں شام کے محل دیکھ لئے۔

بعثت نبوت سے قبل کے واقعات : ظہور ولادت سے قبل والد گرامی کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا۔ اور چھ سال کی عمر میں آپ ﷺ کی والدہ محترمہ بھی بمقام ابواء وصال فرما گئیں۔ پھر پرورش حضرت عبدالمطلب کے ذمہ ہوئی۔ ابھی آپ ﷺ آٹھ سال کے ہوئے تھے کہ دادا حضرت عبدالمطلب بھی وفات پا گئے اور یہ خدمت آپ ﷺ کے چچا ابوطالب کے ذمہ لگی۔ بارہ سال کی عمر میں جب آپ ﷺ ابوطالب کے ساتھ ملک شام گئے تو بحیرا نامی ایک راہب نے ابوطالب سے کہا کہ اس صاحبزادے کو واپس لے جاؤ۔ آثار نبوت اس کے چہرہ سے عیاں ہیں۔ دوسرے سفر میں آپ ﷺ حضرت خدیجہ خدیجتہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا

سامان تجارت بصرہ تک لے گئے۔ میسرہ غلام آپ ﷺ کے ہمراہ تھا۔ واپسی پر اس غلام نے تمام حالات سفر بتائے تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے جو اس وقت چالیس سال کی تھیں اور آپ ﷺ پچیس سال کے تھے' رشتہ مناکحت کے لیے پیغام بھیجا۔ پینتیس سال کی عمر میں خانہ کعبہ کی تعمیر کا عظیم الشان معرکہ آپ ﷺ کی ذاتی کوشش سے سرانجام پایا۔

بعثت نبوت : نزول وحی کے ابتدائی دور میں آپ ﷺ بہت زیادہ علیحدگی پسند ہو گئے تھے اور غار حرا میں ریاضت فرمایا کرتے تھے اور کئی کئی راتیں وہاں ہی قیام فرماتے۔ جب چالیس سال کے ہوئے تو اعلان نبوت فرمایا اور اس دور میں آپ ﷺ جس شجر و حجر کے پاس سے گزرتے' سب ہدیہ درود و سلام بطور عقیدت پیش کرتے۔ لاتعداد معجزات آپ ﷺ سے رونما ہوئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ہجرت کی اور مدینہ منورہ کو اپنا مستقر بنا لیا۔

آپ کی مدنی زندگی : ہجرت ۵۳ سال کی عمر میں ہوئی اور ۶۳ سال کی عمر تک مدینہ منورہ اقامت گزیں رہے۔ مدنی زندگی میں ۱۹ غزوات اور ۴ بار عمرہ اور ایک حج کیا۔ ہجرت میں آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عامر بن فہیرہ تھے عامر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے غلام تھے مدینہ پہنچ کر اپنے ننھیال بنی نجار کے گھرانے میں قیام کیا۔

ازواج مطہرات : (۱) حضرت خدیجۃ الکبریٰ (۲) حضرت سودہ (۳) حضرت عائشہ صدیقہ (۴) حضرت حفصہ (۵) حضرت زینب بنت خزیمہ (۶) حضرت ام سلمہ (۷) حضرت زینب بنت جحش۔ (۸) حضرت جویریہ (۹) حضرت ام حبیبہ (۱۰) حضرت صفیہ (۱۱) حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اجمعین۔

اولاد کرام : اس بات پر جملہ مورخین کا اتفاق ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی اولاد کرام کی تعداد سات ہے (۱) حضرت قاسم رضی اللہ عنہ صرف سترہ دن حیات رہے (۲) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا ۱۷ یا ۱۸ ماہ کی عمر میں وصال ہوا۔ (۳) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بچپن ہی میں وفات پا گئے (۴) حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۸ھ (۵) حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال اس دن ہوا جب زید بن حارثہ جنگ بدر میں

کامیابی کی خبر لے کر مدینے آئے۔ (۶) حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ۹ھ میں وفات پائی (۷) حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ۱۱ھ میں وفات پائی۔

تاریخ وصال: تمام علماء سیرت کا اتفاق ہے کہ حضور ﷺ نے بروز دو شنبہ ۱۲۔ ربیع الاول ۱۱ھ کو وصال فرمایا۔ دفن کرنے کے بعد سب سے آخر میں آپ کی قبر مبارک سے حضرت قثم برآمد ہوئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ آخر میں روئے مبارک کو میں نے دیکھا کہ لب مبارک جنبش میں تھے۔ میں نے کان لگا کر سنا تو فرما رہے تھے۔ "رب ھب لی امتی اے میرے رب میری امت مجھے عطا فرما دے" آپ نے وفات کے بعد کوئی ترکہ نہ چھوڑا تھا۔ حضرت عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے اپنی وفات کے وقت نہ درہم و دینار نہ لونڈی و غلام' نہ اور کچھ بلکہ صرف اپنا سفید خچر' ہتھیار اور کچھ زمین جو عام مسلمانوں پر صدقہ کر گئے تھے' چھوڑی تھی۔

۲۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

کنیت اور خطاب: آپ کی کنیت ابوالحسن اور آپ کا خطاب ابوتراب ہے۔ آپ کو ابوتراب سب سے زیادہ پسند تھا۔ آپ کے القاب المرتضیٰ' اسد اللہ' حیدر کرار۔

تاریخ پیدائش: آپ واقعہ فیل سے سات سال بعد تولد ہوئے۔ بعض نے کہا کہ آپ کی ولادت کعبۃ اللہ میں ہوئی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے وقت آپ کی عمر پندرہ سال کی تھی۔ پہلی بات زیادہ صحیح ہے۔

ایک روایت کے مطابق آپ کی تاریخ ۱۳ رجب ۳۰ھ عام الفیل مطابق ۶۰۰ء یوم جمعہ بمقام خانہ کعبہ ہوئی۔ تواریخ اسلام کے مطابق جب فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد کو دردزہ کی تکلیف ہوئی تو آپ خانہ کعبہ تشریف لے گئیں اور طواف کے دوران بارگاہ خدا کی طرف متوجہ ہو کر دعا کرنے لگیں کہ اے اللہ میری مشکل دور کر دے۔ عین اس وقت دیوار کعبہ شق ہو گئی اور فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد داخل کعبہ ہو گئیں۔ ولادت کعبہ کے اندر ہوئی۔

حضرت مولی علی ﷜ پیدا ہوئے تو تین دن آنکھیں نہ کھولیں۔ جب حضور ﷺ نے اپنی آغوش میں لیا تو پہلی نظر جمال رسالت ﷺ پر ڈالی۔ آپ کی پیشانی کبھی بت کے سامنے نہ جھکی اسی لئے آپ کے نام کے ساتھ "کرم اللہ وجہہ" کہا جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی علی ﷜ سے کروں۔

حلیہ: آپ کا رنگ گندمی۔ آنکھیں بڑی۔ سینہ پر بال۔ قدمیانہ۔ داڑھی بڑی اور دونوں شانیں، کہنیاں اور پنڈلیاں پرگوشت تھیں۔ آپ کے پاؤں کے پٹھے مضبوط تھے۔ شیر کے کندھوں کے مانند آپ کے کندھوں کی ہڈیاں چوڑی تھیں۔

والدین کا انتقال: آپ کی والدہ ماجد جناب فاطمہ بنت اسد نے ۱ھ میں اظہار اسلام کیا اور شرف ہجرت سے مشرف ہوئیں۔ ۲ھ میں آپ نے اپنے نور نظر کو رسول ﷺ کی لخت جگر سے بیاہ دیا اور ۴ھ میں انتقال فرماگئیں۔ اپ کے والد ابوطالب نے عبدالمطلب کے انتقال کے بعد جب کہ رسول کریم ﷺ کی عمر مبارک ۸ سال تھی آپ کی پرورش اپنے ذمے لے لی۔ آپ نے رسول کریم ﷺ کی شادی حضرت خدیجہ کے ساتھ کر دی اور خطبہ نکاح خود پڑھا۔ آپ کے انتقال سے رسول اللہ بے حد آزردہ ہوئے۔ آپ نے اس سال کا نام عام الحزن اسی بنا پر رکھا۔

حضرت علی ﷜ کے جنگی کارنامے: اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم اور شجاعت دونوں خوبیوں سے آراستہ کیا تھا۔ جنگ بدر، احد، خندق، خیبر، حنین یا کوئی اور معرکہ، ہرمنزل اور ہر موقع پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذوالفقار چمکتی دکھائی دیتی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ علی ﷜ کے مقابلہ میں کوئی بہادر نکا ہی نہیں۔ آپ نے ایک ہی وار سے حارث، عمرو بن عبدو جیسے بہادروں کو فنا کے گھاٹ اتار دیا۔

خلافت: حضرت عثمان ذوالنورین کی شہادت کے بعد ۳۵ھ بمطابق ۶۵۵ء میں مسند خلافت کو زینت بخشی۔ تقریباً پانچ سال خلیفہ المومنین کے منصب عالی پر فائز رہے۔

آپ خلیفہ چہارم اصحاب رسول اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ آپ سے ۵۸۶ احادیث مروی ہیں۔ ۱۳۴ احادیث بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہیں۔ سرکار مدینہ کے اصحاب شوریٰ میں داخل تھے۔ جب سرکار دو عالم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو چند دنوں کے لئے آپ کو مکہ معظمہ رہنے کا حکم ملا تھا تاکہ لوگوں کو امانتیں اور وصایا جو حضور ﷺ کے ذمے تھے ان کو واپس کر دی جائیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے لوگوں نے سوال کیا کہ حضور کو مردوں میں سب سے زیادہ کس سے محبت تھی؟ فرمایا: علی رضی اللہ عنہ سے ۔ پانچ سال کی مدت خلافت میں آپ نے امور مملکت اور مہمات ملکی کو سلجھانے کے لئے جو گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ ان کی تفصیل سے تاریخ اسلام بھری پڑی ہے۔

علمی فراست : آپ دین اسلام کے رموز و اسرار کے عالم تھے۔ لیکن عملی زندگی کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔ صرف خواص کو آپ نے تصوف کے حقائق و معارف سے نوازا بے مثل تقریر فرماتے تھے اور بڑے بڑے مجمعوں میں فی البدیہہ تقریر فرماتے جو مدلل اور موثر ہوتی تھی۔ روحانیت کے تمام سلاسل آپ پر ختم ہوتے ہیں۔ صحیح احادیث میں آپ کے اشعار بھی موجود ہیں خطبات کا مجموعہ "نہج البلاغت" اور "دیوان علی" شاعری کا مجموعہ آپ کی طرف منسوب ہیں۔ آپ نے عربی زبان کی گرائمرمدون کرنے میں ابو الاسود کی کی مدد کی تھی۔

ابو عمر ابو طفیل سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا: "مجھ سے دریافت کرنا چاہو تو دریافت کر لو۔ کتاب اللہ سے' خدا کی قسم کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس کو میں نہیں جانتا ہوں۔ یہاں تک کہ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ دن میں نازل ہوئی یا رات میں' نرم زمین پر نازل ہوئی یا پہاڑ پر۔"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہم تمام صحابہ میں بہترین فیصلے کرنے والے ہیں۔ اور کبھی یوں بھی ارشاد فرماتے تھے کہ میں ایسے مقدمہ سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں جس کا فیصلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی نہ کر سکیں۔ اسی طرح آپ کے متعلق حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ

کہا کرتے تھے کہ مدینہ منورہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سوا کوئی ایسا صاحب علم نہیں جو یہ کہہ سکے "جس کو جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لے۔" اس طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ باجود اپنے علم و فضل کے اعلانیہ کہا کرتے تھے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے زیادہ فرائض کا جاننے والا اور معاملہ فہم کوئی شخص بھی نہیں ہے۔

عقیدہ اہل سنت : امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے فضائل اور کمالات مسلم ہیں' چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "لوگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔ اسی طرح سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "عقیدہ اہل سنت و الجماعت اس بات پر ہے کہ بے شک امت محمدیہ سب امتوں سے افضل ہے اور تمام امت محمدیہ میں عشرہ مبشرہ افضل ہیں اور وہ دس شخص یہ ہیں۔ حضرت ابوبکر' عمر' عثمان و علی' طلحہ' زبیر و عبدالرحمٰن عوف و وسعد و سعید و ابوعبیدہ الجراح رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں اور ان دس میں سے افضل خلفائے راشدین ہیں اور ان چاروں حضرات میں سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں پھر حضرت عمر' پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ازواج و اولاد:

۱۔ پہلی بیوی حضرت سیدۃ النساء فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جب تک حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں آپ نے کوئی دوسرا نکاح نہیں فرمایا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تین صاجزادے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ' حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت محسن رضی اللہ عنہ اور تین صاجزادیاں ام کلثوم کبریٰ رضی اللہ عنہا' زینب رضی اللہ عنہا' ورقیہ کبری رضی اللہ عنہا تھیں۔ محسن اور رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ایام طفولیت میں ہو گیا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں آئیں۔

۲۔ دوسری بیوی حضرت امامہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی و حضرت بی بی زینب

کی صاحبزادی تھیں۔ حضور اقدس ﷺ ان کو بہت پیار کرتے تھے۔ حضرت شیر خدا نے حسب وصیت سیدۃ النساء ان سے نکاح کیا تھا اور ان سے صرف ایک صاحبزادے محمد اوسط پیدا ہوئے۔

۳۔ تیسری بیوی اسماء بنت عمیس تھیں۔ یہ آپ کے بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی تھیں ان کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے نکاح کیا تھا۔ بعد وفات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ آپ کے نکاح میں آئیں۔ ان سے دو صاحبزادے حضرت عون اور یحییٰ پیدا ہوئے۔

۴۔ چوتھی بیوی حضرت خولہ بنت جعفر بن قیس بن سلمہ تھیں۔ ان سے حضرت محمد اکبر جن کو محمد حنیف اور محمد بن حنیفہ بھی کہتے ہیں پیدا ہوئے۔

۵۔ پانچویں بیوی ام البنین بنت حرام بن خالد بن جعفر بن ربیعہ کلابی تھیں۔ ان سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان اور حضرت عبداللہ پیدا ہوئے۔ یہ چاروں صاحبزادے کربلا میں شہید ہوئے۔

۶ چھٹی بیوی ام حبیب بنت ربیعہ تھیں۔ ان سے ایک صاحبزادے حضرت عمرو اور ایک صاحبزادی رقیہ صغریٰ پیدا ہوئی۔

۷۔ ساتویں بیوی لیلیٰ بنت مسعود تھیں۔ ان سے دو صاحبزادے پیدا ہوئے۔ ایک عبداللہ ثانی جن کو مختار بن ابی عبید نے قتل کیا۔ دوسرے ابوبکر جو معرکہ کربلا میں شہید ہوئے۔

۸۔ آٹھویں بیوی ام سعد بنت عروہ تھیں ان سے دو صاحبزادیاں ام الحسن اور رملہ کبریٰ پیدا ہوئیں۔

اولاد : آپ کے کل صاحبزادے پندرہ تھے جن کے نام اس طرح ہیں، (۱) حضرت حسن، (۲) حضرت حسین، (۳) محسن (۴) محمد اکبر، (۵) محمد اوسط، (۶) محمد اصغر، (۷) عباس، (۸) عثمان، (۹) جعفر، (۱۰) عبداللہ، (۱۱) عبداللہ ثانی، (۱۲) ابوبکر، (۱۳) عمر، (۱۴) یحییٰ، (۱۵) عون رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

صاحبزادیاں کل سترہ تھیں جن کے اسمایہ ہیں: ام کلثوم کبریٰ، زینب، رقیہ کبریٰ، رقیہ صغریٰ، ام الحسن، رملہ کبریٰ، رملہ صغریٰ، ام ہانی، ام کلثوم صغریٰ، میمونہ، فاطمہ، خدیجہ، ام الخیر، ام سلمہ، ام جعفر، حمانہ نفیسہ رضوان اللہ

تعالیٰ عنہما اجمعین۔ آپ کے صاحبزادوں میں صرف پانچ کی نسل باقی ہے۔ حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت عباس، حضرت محمد بن حنفیہ اور حضرت عمر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اور صاحبزادیوں مین سے صرف ایک صاحبزادی زینب بنت فاطمہ کی نسل موجود ہے۔ جن کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا تھا۔

ایک روایت کے مطابق آپ کے اٹھارہ لڑکے اور اٹھارہ لڑکیاں ہیں۔

خلفاء : حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے چھ خلفاء تھے۔ جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں: حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت کمیل بن زیاد، حضرت خواجہ اویس قرنی، حضرت قاضی ابولمقدم شریح بن ہانی زید الحارثی، حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

شہادت : آپ کی شہادت کا واقعہ جو تاریخ اسلام کا درد ناک واقعہ ہے۔ یوں درج ہے کہ تین خارجی عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی، برک بن عبداللہ تمیمی اور عمرو بن بکیر تمیمی یہ تینوں مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے۔ آپس میں یہ فیصلہ کیا کہ حضرت علی، حضرت معاویہ و حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ایک معین تاریخ میں قتل کر دیا جائے۔ صبح آپ گھر سے لوگوں کو نماز کے لئے آواز دیتے ہوئے مسجد کو چلے۔ آپ مسجد میں داخل ہوئے اور ابن ملجم شقی القلب ستون کے پیچھے چھپا ہوا کھڑا تھا۔ ناگہاں دھوکہ سے آپ کی پیشانی پر زہر میں بجھی ہوئی ایسی تلوار ماری کہ آپ کا چہرہ کنپٹی تک کٹتا چلا گیا اور تلوار دماغ میں جا کر رکی۔ شمشیر لگتے ہی آپ نے فرمایا رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ لوگوں نے بدبخت قاتل کو پکڑ لیا اور آپ کے سامنے لایا گیا تو آپ نے فرمایا: قید کرو اس کو۔ اور اچھا کھانا دو اور اس کے لئے نرم بستر تیار کرو۔ اگر میں زندہ رہا تو اپنے خون کے معاف کر دینے کا مختار ہوں چاہے معاف کروں یا قصاص لوں اور اگر میں انتقال کر گیا تو اس کو بھی میرے ساتھ قتل کر دینا اور اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ لے گا۔

آپ اسی زخم کی حالت میں جمعہ اور ہفتہ کے روز تک زندہ رہے اور شب یک شنبہ کو وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

تاریخ وصال: آپ کا وصال ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ مطابق ۴ فروری ۶۶۱ء بعمر ۶۳ سال شب یک شنبہ کو ہوا۔

غسل جنازہ میں حضرت امام حسن ؓ، امام حسین ؓ، حضرت عبداللہ ؓ اور حضرت جعفر ؓ شریک ہوئے۔ کفن تین کپڑوں پر مشتمل تھا۔ نماز جنازہ حضرت امام حسن ؓ نے پڑھائی۔ آپ کا روضہ مبارک نجف اشرف میں ہے۔

مدت خلافت: چار سال آٹھ ماہ ۹ دن ذمہ داری کو سنبھالا۔

فضائل: ۱۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مومن کے ولی ہیں۔ (احمد۔ ترمذی۔ مشکوۃ)

۲۔ حضرت ابو سریحہ یا حضرت زید بن ارقم نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا جس کا میں مولی ہوں حضرت علی بھی اس کے مولی ہیں (احمد۔ ترمذی۔ مشکوۃ)

۳۔ حضرت علی ؓ سے روایت ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ، حضرت ابوبکر پر رحم فرما۔ انہوں نے اپنی صاحبزادی میرے نکاح میں دی، ہجرت کے وقت مجھے اپنی اونٹنی پر سوار کیا اور اپنے مال سے حضرت بلال کو آزاد کیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت عمر پر رحم فرمائے وہ حق کہتے ہیں اگرچہ کڑوا ہو، حق بات نے ان کی یہ حالت کر دی کہ اب ان کا کوئی دوست نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ حضرت عثمان پر رحم فرمائے ان سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت علی پر رحم فرما۔ حضرت علی جدھر رخ کریں حق کا رخ بھی ادھر ہو جائے۔ (ترمذی شریف)

۴۔ حضرت ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں، ہم جماعت انصار، منافقین کو حضرت علی ؓ سے بغض کی وجہ سے پہچانتے تھے۔ (ترمذی شریف)

۵۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اکرم ﷺ فرمایا کرتے کسی منافق کو حضرت علی ؓ سے محبت نہیں ہو سکتی اور کوئی مومن آپ سے بغض نہیں رکھتا۔ (ترمذی احمد۔ مشکوۃ)

۶۔ حضرت ابن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے مجھے چار آدمیوں سے محبت کا حکم فرمایا اور بتایا کہ میں ان چار سے محبت کرتا ہوں۔ عرض

کیا یا رسول اللہ! ہمیں ان کے نام بتائیے۔ آپ نے فرمایا حضرت علی بھی ان میں سے ہیں، تین مرتبہ فرمایا علاوہ ازیں حضرت ابوذر، مقداد اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم ہیں، اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے محبت رکھنے کا حکم دیا اور بتلایا کہ اللہ تعالیٰ بھی ان کو محبوب رکھتے ہیں۔ (ترمذی)

۷۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس حالت میں حاضر ہوئے کہ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے آکر عرض کیا یارسول اللہ! آپ نے صحابہ کرام کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا لیکن مجھے کسی کا بھائی نہ بنایا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو (ترمذی و مشکوۃ)

۸۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں حکمت کا گھر ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں۔ (ترمذی و مشکوۃ)

۹۔ نبی کریم ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے گفتگو فرما رہے تھے اس وقت آپ ﷺ نے انہیں کسی غزوہ کے موقع پر اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ میرے نزدیک تمہارا مرتبہ و مقام وہی ہو جو حضرت موسیٰ کے نزدیک حضرت ہارون علیہ السلام کا تھا البتہ یہ کہ میرے بعد نبوت نہیں۔ حضرت سعد فرماتے ہیں، میں نے خیبر کے موقع پر آنحضرت ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور رسول اس کو محبوب رکھتے ہیں۔ راوی فرماتے ہیں ہم سب اس بات کے منتظر رہے چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو میرے پاس بلاؤ۔ راوی فرماتے ہیں وہ حاضر ہوئے، اس وقت ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے اپنا لعاب مبارک ان کی آنکھوں میں لگایا اور جھنڈا عنایت فرمایا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں خیبر فتح فرمایا۔ نیز یہ آیت نازل ہوئی "ندع ابناء ناوا بناء کم" الخ تو رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا یااللہ یہ میری اہل ہیں۔ (ترمذی و مسلم و بخاری و مشکوۃ)

۱۰۔ حضرت علی بن ابی طالب ﷛ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن اور حسین ﷛ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جو شخص مجھ سے، ان دونوں سے اور ان کے ماں باپ سے محبت کرے وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہو گا۔ (ترمذی شریف)
۱۱۔ حضرت علی ﷛ سے روایت ہے نبی امی ﷺ نے مجھ سے عہد فرمایا کہ تجھ سے مومن ہی محبت رکھے گا اور تجھ سے بغض رکھنے والا منافق ہی ہو گا (مسلم۔ ترمذی۔ مشکوہ)

۱۱۔ روایت ہے حضرت براء ابن عازب اور زید ابن ارقم سے کہ جب رسول اللہ ﷺ خم تالاب پر اترے تو جناب علی کا ہاتھ پکڑا فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ میں مومنوں سے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہوں، سب نے کہا ہاں فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر مسلمان کا والی ہوں اس کی جان سے زیادہ، لوگ بولے ہاں تو فرمایا الٰہی جس کا میں مولی ہوں اس کے علی مولی (دوست) ہیں۔ الٰہی جو ان سے محبت کرے تو اس سے محبت کر اور جو ان سے دشمنی کرے تو اس کا دشمن رہ۔ جناب علی سے اس کے بعد حضرت عمر ملے، بولے اے ابوطالب کے فرزند مبارک ہو کہ تم نے صبح سویرا پایا اس طرح کہ تم ہر مومن مرد عورت کے مولی ہوئے۔ (احمد۔ مشکوۃ)

حضرت علی منبع ولایت ہیں

حضرت مجدد الف ثانی ﷫ اپنے مکتوب ۱۲۳ جلد سوم بنام نور محمد میں تحریر فرماتے ہیں۔

اللہ جل شانہ تک پہنچنے کے دو راستے ہیں۔ ایک راستہ نبوت سے تعلق رکھتا ہے اور اصل الاصل تک پہنچانے والا ہے۔ اس راہ سے پہنچنے والے حضرت انبیاء علیہم السلام اور ان کے اصحاب ہیں اور بعض امتی کو بھی اس راہ سے حق تعالٰی سرفراز فرماتا ہے۔ لیکن ایسے پہنچنے والے بہت تھوڑے ہیں۔ اس راستے میں واسطہ نہیں ہے۔ یہ شخص بلاواسطہ فیض حاصل کرتا ہے۔

دوسرا راستہ قرب حق کا وہ ہے جو ولایت سے تعلق رکھتا ہے۔ تمام قطب، اوتار، ابدال، نجیب اور عام اولیا اللہ سب اسی راستے سے واصل ہوئے

ہیں۔ راہ سلوک اسی راستے سے مراد ہے بلکہ جذبہ متعارفہ بھی اسی میں داخل ہے۔ اس راستے میں واسطہ ضروری ہے۔ اس راہ ولایت کے پیشوا اور ان کے گروہ اور ان بزرگوں کے فیض کے سرچشمہ امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ عظیم الشان مرتبہ انہی کی ذات مبارک سے تعلق رکھتا ہے۔ اس مقام میں گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قدم مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سرمبارک پر ہیں۔ اور حضرت بی بی فاطمہ و حضرات حسنین رضوان اللہ علیہم بھی اس مقام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شریک ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ قبل پیدائش و بعد پیدائش وجود عنصری اس مقام کے مرکز رہے ہیں۔ اس راہ ولایت سے جس کسی کو فیض پہنچتا ہے' انہی جناب کے وسیلے سے پہنچتا ہے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دور ختم ہوا تو یہ عظیم الشان مرتبہ ترتیب وار حضرت حسنین رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوا۔ اور ان کے بعد بارہ اماموں میں سے ہر ایک کے ساتھ ترتیب اور تفصیل وار قرار پایا۔ ان بزرگواروں کے زمانے میں اور ان کے انتقال فرمانے کے بعد جس کسی کو فیض و ہدایت پہنچی وہ انہی بزرگوں کے واسطے سے پہنچتی رہی۔ گو اپنے اپنے زمان کے قطب ابدال وغیرہ ہوتے رہے' لیکن فیض کا مرکز و ملجا و ماوئی یہی بزرگوار ہوتے ہیں۔ کیونکہ اطراف کو مرکز کے ساتھ ملحق ہوئے بغیر چارہ نہیں۔ حتی کہ حضرت شیخ عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ کی نوبت آ پہنچی اور یہ منصب مذکور ان بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے ہوا۔ مذکورہ بالا اماموں کے اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیانی زمانہ میں کوئی بزرگ اس منصب سے مشرف ہونا پایا نہیں جاتا۔ اس راستے میں تمام اقطاب اور نجباء کو فیوض و برکات کا پہنچنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے ہی ذریعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ مرکز سوائے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے کسی کو میسر نہ ہوا۔ اسی واسطے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ غروب ہوا آفتاب پچھلوں کا اور چمکا آفتاب میرا۔ شمس سے مراد فیض و ہدایت ہے اور غروب سے مراد ہے کہ وہ منصب اب میرے سپرد ہے جو پہلے والوں کے سپرد تھا یعنی رشد و ہدایت پہنچنے کا ذریعہ اب آپ کی ذات مبارک ہے اور جب تک فیضان کے وسیلے کا معاملہ برپا ہے۔ وہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلے اور توسل ہی سے پہنچے گا اسی واسطے جو حضرت نے

فرمایا ہے کہ غروب ہوا آفتاب پچھلوں کا وہ درست ہے اور اس الف ثانی میں جو فیض مجدد الف (حضرت امام ربانی) سے پہنچے گا وہ بطور نیابت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے پہنچے گا۔ جیسے کہ چاند کی روشنی سورج کی روشنی سے قائم ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضرت مہدی اس فیضان ولایت سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ یہ فیض جو بیان کیا جا چکا ہے وہ فیضان ولایت ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام و مہدی اس فیض ولایت کے محتاج نہیں۔ وہ فیضان نبوت سے مستفیض ہیں جو راہ ولایت سے الگ ہے اور ولایت سے قوی راستہ ہے جیسے حضرات شیخین حضرت ابوبکر صدیق و حضرت فاروق رضی اللہ عنہما تبعیت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام راہ فیضان نبوت سے مشرف ہوئے ہیں اور اپنے اپنے درجوں میں بوجہ فیضان نبوت شان خاص رکھتے ہیں او ریہ بھی ممکن کہ بتوسل فیضان ولایت فیضان نبوت سے بھی مشرف کیا جائے۔

ماخذ : تاریخ الخلفاء۔ الکمال فی اسماء الرجال۔ ج۔ ا' نور الابصار' شجرہ طیبہ' حالات نسب و عروج الذہب ج۔ ۵' کشف المحجوب' مسلم شریف۔ ترمذی شریف' صحیح بخاری' مدارج النبوۃ' زرقانی ج۔ ۲' جامع المناقب' غنیۃ الطالبین' شواہد النبوۃ' خزینۃ الاصفیا' ازالۃ الخفاء' مقصد دوم' حجۃ اللہ علی العالمین' مرا ۃ شرح مشکوۃ۔ ج۔ ا' عوارف المعارف۔ المنبہات مستدرک۔ فصول مہمہ' تفسیر عزیزی۔ صواعق واضح التواریخ۔ تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ۔

۳۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

ولادت : سرکار امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ۵ شعبان المعظم ۴ھ بروز سہ شنبہ مدینہ منورہ میں ہوئی۔ بعد تولد حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی زوجہ مبارکہ ام الفضل بنت الحارث نے آپ کو دودھ پلایا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دہن مبارک سے ان کی تحنیک کی اور داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر پڑھی اور منہ میں لعاب دہن ڈالا۔ دعائیں دیں اور ساتویں دن حسین نام رکھا اور ایک گوسفند سے عقیقہ کیا اور

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ اس کا سر منڈا کر بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرو۔ جس طرح کہ عقیقہ حسن رضی اللہ عنہ میں کیا تھا۔ کئی کتابوں میں تحریر ہے کہ آپ بطن مادر میں چھ ماہ رہے اور حضرت یحییٰ بن زکریہ علیہ السلام اور آپ کے علاوہ چھ ماہ کا کوئی بچہ جانبر نہیں ہو سکا۔

اسم و کنیت : آپ کا اسم حسین اور کنیت ابوعبداللہ ہے اور القاب سید الشہداء، سبط رسول، سبط اصغر، رشید، ذکی، مبارک اور ریحانۃ الرسول ہے۔ آپ کی ولادت کی خبر جب حضور اقدس ﷺ کو پہنچی آپ اپنی شہزادی سیدہ فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ کیا نام رکھا ہے؟ آپ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میری کیا مجال ہے کہ حضور سے سبقت کروں۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اے علی میں بھی اس کا نام رکھنے کے لئے وحی کا منتظر ہوں اتنے میں جبریل امین حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! حضرت ہارون علیہ السلام کے تینوں بیٹوں کا نام عبرانی زبان میں شبر، شبیر اور مبشر تھا جس کا عربی ترجمہ، حسن، حسین اور محسن ہے۔ بڑے شہزادے کا نام حسن ہے اور ان کا نام حسین رکھئے چنانچہ حضور اقدس ﷺ نے آپ کا نام حسین رکھا۔

حلیہ : آپ سینہ سے قدم مبارک تک بالکل حضور ﷺ کے مشابہ تھے اور ایسے حسین و جمیل اور شکیل تھے کہ جو آپ کو دیکھتا آپ کا شیدا ہو جاتا تھا اور چہرہ مبارک کی چمک دمک ایسی تھی کہ تاریک شب اور تاریک گھر میں مثل ستارہ روشن کے چمکتا اور لوگ اس کی روشنی میں راہ چلتے۔

تعلیم و تربیت : چھ سال کی عمر تک آنحضرت ﷺ کی پرورش اور زیر تربیت رہے۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہ کی تربیت میں آئے۔ رسول پاک ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دونوں میرے لڑکے ہیں۔ دونوں بھائی ہمیشہ رات دن سایہ رسالت پناہ میں موجود رہتے تھے۔ اگر کبھی والدہ مکرمہ کے پاس ہوتے تو فوراً پکار ہوتی۔ فرماتے، فاطمہ! میرے بچوں کو میرے پاس بھیج دو اور جب یہ شہزادگان عالی تبار

آتے تو پیار فرماتے' چومتے اور پہلو میں جگہ دیتے اور فرماتے یہ دونوں دنیا میں میرے عطر ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ میں حسین سے ہوں اور حسین مجھ سے ہے جو حسین کو دوست رکھتا ہے خدا اس کو دوست رکھے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے روایت ہے فرمایا: میں نے سرور دو عالم ﷺ سے سوال کیا: یارسول اللہ! اہل بیت میں سے زیادہ محبوب اور پیارا آپ کے نزدیک کون ہے؟ ارشاد فرمایا حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ۔

آپ کی شہادت: بیہقی دلائل النبوہ میں حضرت ام الفضل بنت حارث (زوجہ حضرت عباس بن عبدالمطلب) سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت رسول خدا ﷺ کے پاس جاکر کہنے لگیں یارسول اللہ! میں نے آج کی رات ایک عجیب و غریب خواب دیکھا ہے' فرمایا وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا وہ خواب بہت سخت ہے۔ پھر فرمایا حضور اقدس ﷺ نے وہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا میں نے دیکھا کہ ایک ٹکڑا آپ کے بدن مبارک سے کاٹا گیا ہے اور میری گود میں رکھ دیا گیا ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا یہ خواب تو' تو نے اچھا دیکھا ہے۔ انشاء اللہ فاطمہ کے یہاں بیٹا پیدا ہو گا اور اس کو تیری گود میں دیں گے۔ چنانچہ فاطمہ کے ہاں حضرت امام حسین پیدا ہوئے اور میری گود میں دیئے گئے' جیسا کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے فرمایا تھا۔ اس کے بعد میں ایک دن حضرت رسول اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور حسین کو اپنی گود سے حضور اقدس ﷺ کی گود میں رکھ دیا۔ پھر میں دوسری طرف دیکھنے لگی تو ناگہاں حضور اقدس ﷺ کی دونوں آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔ میں نے کہا یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان' آپ کو کیا ہوا؟ فرمایا مجھے حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر خبر دی ہے کہ میری امت اس لڑکے کو قتل کرے گی۔ میں نے عرض کیا' کیا اس کو؟ فرمایا ہاں! اوران کے مقتل کی سرخ مٹی بھی مجھے لاکر دی ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس مٹی کو لے کر دیکھا تو وہ سرخ مٹی تھی۔ پھر آپ نے اسے بوتل میں رکھ لیا اور پھر اس بوتل کا سرا اچھی طرح باندھ دیا۔ جب حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے عراق کا سفر اختیار کیا تو میں ہر روز اس شیشی کو باہر لاکر دیکھتی رہی۔ اس میں مٹی ایسی تھی جس طرح کہ میں

اسے دسویں محرم کے دن دیکھا تھا تو اس میں خون تازہ ہو چکا تھا۔ میں سمجھ گئی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ جام شہادت نوش فرما چکے ہیں۔ میں نے بہت آہ زاری کی مگر دشمن کے خوف سے میں گریہ زاری سے رک گئی۔ جب آپ کی شہادت کی خبر ملی تو وہی دن تھا۔

ازواج: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ازواج کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت شہر بانو لقب شاہ زماں بنت یزدگرد شاہ ایران (۲) حضرت لیلیٰ بنت مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی (۳) حضرت قضاعہ (۴) حضرت رباب دختر امراء القیس بن عدی کلبیہ (۵) حضرت ام اسحاق بنت طلحہ بن عبید اللہ تسمیہ۔

اولاد کرام: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے چھ شہزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت علی اکبر (۲) حضرت علی اوسط (۳) حضرت عبداللہ (۴) حضرت علی اصغر (۵) حضرت محمد (۶) حضرت جعفر (۷) حضرت زینب (۸) حضرت سکینہ (۹) حضرت فاطمہ رضوان اللہ تعالیٰ۔

حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ سے آپ کی نسل چلی باقی جتنے شہزادے تھے وہ تمام کے تمام شہادت اور طبعی موت سے حیات پدری ہی میں وصال فرما چکے تھے۔

مزار مبارک: آپ کا مزار مبارک کربلا، عراق میں مرجع خلائق ہے۔

ماخذ: تشریف البشر۔ ج ۱۰، خزینۃ الاصفیا، روح البیان، نزہۃ المجالس، کیمیائے سعادت، الامن والعلی، کشف المحجوب، مشکوۃ شریف، سرالشہادتین، انارۃ البصائر، سچی حکایات، تنقیح الشہادتین، تذکرۃ الاولیا، بیہقی و حاکم، صواعق محرقہ، سورۃ کہف، کربلا کے بعد، نورالابصار۔

۴۔ حضرت سید زین العابدین رضی اللہ عنہ

ولادت: حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ۵ شعبان المعظم

بروز پنج شنبہ ۳۸ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔

اسم مبارک: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بچوں کے نام اظہار عقیدت کے طور پر اپنے والد گرامی کے نام پر رکھتے تھے۔ ہاں البتہ بڑے اور چھوٹے ہونے کی رعایت سے انہیں اکبر، اصغر، صغریٰ اور کبریٰ کے اضافی نام سے پکارا جاتا تھا۔ اسی مناسبت کی بنا پر آپ کا نام بھی علی ہے۔

لقب و کنیت: آپ کی کنیت ابو محمد، ابوالحسن، ابوالقاسم اور ابوبکر ہے۔ اور لقب آپ کا سجاد، زین العابدین، سید العابدین، ذکی اور امین ہے۔

تعلیم و تربیت: آپ نے دو برس تک سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کی آغوش میں پرورش پائی۔ اس کے بعد سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی زیر نگرانی علوم معرفت سیکھا۔ پھر دس برس اپنے چچا سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس اور گیارہ برس اپنے والد ماجد حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس تربیت پا کر علوم و معرفت کی عظیم منازل طے فرمائیں۔

والدہ ماجدہ: آپ کی والدہ ماجدہ ام الولد تھیں۔ یزدگرد (آخری بادشاہ فارس) پسر شہریار بن شیرو بن پرویز بن ہرمز بن کسریٰ نوشیروان کی بیٹی تھیں۔ نام مبارک ان کا سلافہ اور بقول غزالہ اور لقب شاہ زماں و شہربانو تھا۔

حلیہ: آپ اپنے جد امجد حضرت علی شیر خدا مشکل کشا رضی اللہ عنہ کے ہم شبیہ تھے۔ رنگ مبارک گندمی گون تھا اور درمیانہ قد اور لاغر اندام تھے۔ ریش مبارک میں حنا اور کتم سے خضاب کرتے تھے۔

نسب نامہ: علی بن حسین بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔

فضائل: آپ اپنے زمانے میں سب سے زیادہ عبادت گزار کشف حقائق و نطق دقائق میں مشہور تھے۔ امام زہری فرماتے ہیں کہ میں نے کسی قریش کو امام زین العابدین سے افضل و اعلیٰ نہیں دیکھا اور حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ

میری نظر میں ان سے بڑھ کر کوئی صاحب تقویٰ نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس ﷜ جب آپ کو دیکھتے تو فرماتے مرحبا یاحبیب ابن الحبیب یعنی شاباش اے محبوب کے محبوب بیٹے ابوحازم فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ سے زیادہ افضل و فقیہ کسی کو نہیں پایا۔ حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ آپ اہل فضل میں سے تھے۔ ابن ابی شیبہ کا قول ہے کہ حدیث کی سندوں میں سب سے زیادہ صحیح سند وہ ہے جس میں امام زین العابدین اپنے والد امام حسین ﷜ اور وہ اپنے والد حضرت امیرالمومنین علی المرتضیٰ ﷜ سے روایت کریں۔

خصائل : حضرت زین العابدین ﷜ اپنے اسلاف کے اخلاق و خصائل کے پیکر تھے۔ آپ بہت ہی شائستہ اور باادب تھے۔ بڑوں کا احترام کرتے۔ مصیبت زدوں کی فریاد رسی کرتے تھے۔ مفلوک الحال اور غریب لوگوں سے بے پناہ ہمدردی اور شفقت رکھتے تھے۔ عمر ابونصر نے لکھا ہے کہ آپ نے بے شمار غلام خرید کر آزاد کئے۔ آپ اپنے بدترین دشمنوں سے بھی مہربانی کا برتاؤ کرتے تھے۔

مروان ابن الحکم جو آپ کی دشمنی میں ہمیشہ پیش پیش رہتا تھا جب وہ حکومت کے زیر عتاب آیا تو اپنے اہل و عیال کے لئے آپ سے پناہ کا طلب گار ہوا۔ آپ نے بڑی خندہ پیشانی سے اس کے اہل خانہ کو ایک طویل عرصے تک پناہ دی۔ آپ کے اخلاق کریمانہ نے خلق خدا کو آپ کا گرویدہ بنا دیا تھا۔ شعراء نے آپ کی نجابت و شرافت' اخلاق حسنہ اور عبادت گزاری پر بے شمار قصائد کہے ہیں۔

اولاد کرام : حضرت زین العابدین ﷜ کی جملہ اولاد کرام کی تعداد پندرہ تھی۔ جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت محمد کنیت ابی جعفر اور لقب آپ کا باقر ہے (۲) حضرت زید (۳) حضرت عمران (۴) حضرت عبداللہ (۵) حضرت حسن (۶) حضرت حسین (۷) حضرت حسین اصغر (۸) حضرت عبدالرحمٰن (۹) حضرت سلیمان (۱۰) حضرت علی (۱۱) نام معلوم نہیں مگر غنیہ الطالب میں دس لڑکوں کا ذکر ہے اور صاجزادیاں یہ تھیں: (۱۲) حضرت خدیجہ (۱۳) حضرت فاطمہ (۱۴) حضرت علیہ (۱۵) حضرت ام کلثوم رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین۔ نسل آپ کی حضرت محمد باقر' زید' عبداللہ'

حسین اصغر، عمران اور علی رضوان اللہ علیہم سے باقی ہے۔ جن سے کثیر اولاد کرام پیدا ہوئی۔

وصال : آپ کو ولید بن عبدالملک نے زہر دیا۔ اس سے آپ کی شہادت ۱۸ محرم الحرام اور بقول بعض ۱۲ محرم و ۲۲ محرم الحرام یوم شنبہ یا دو شنبہ کو ۵۷ یا ۵۸ سال کی عمر میں ہوئی۔ مدینہ منورہ میں وصال فرمایا اور مزار اقدس آپ کا جنت البقیع میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پہلو میں ہے۔

ماخذ : اصح التواریخ، تاریخ الخلفا، خزینۃ الاصفیا، عوارف المعارف، روض الریاحین، حیواۃ الحیوان، صواعق محرقہ، کربلا کے بعد، العیون العبرا، المقتل سید الشہداء، کشف المحجوب، جامع المناقب، انوار صوفیہ، تشریف البشر،

۵۔ حضرت سید محمد باقر رضی اللہ عنہ

ولادت : آپ مدینہ المنورہ میں واقعہ کربلا کے تین برس قبل بروز جمعہ بتاریخ ۳ صفرالمظفر ۵۷ھ میں پیدا ہوئے۔

اسم و کنیت : آپ کا نام پاک محمد کنیت ابو جعفر و مبارک اور لقب سامی، باقر، شاکر اور ہادی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت : حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو گیا اس وقت وہ کپڑا اوڑھے ہوئے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا، انہوں نے جواب دیا، پھر پوچھا تو کون ہے؟ میں نے کہا محمد بن علی بن حسین بن علی ہوں۔ تو انہوں نے میرے ہاتھ چومے اور کہا اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم مبارک ہو تم کو سلام پیغمبر علیہ السلام کا میں نے کہا والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعدہ میں نے قصہ پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ مجھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو ملاقات کرے گا میرے ایک فرزند سے کہ نام اس کا محمد ہو گا۔ ان سے میرا سلام کہنا۔

حلیہ : آپ کا قد میانہ اور رنگ گندمی گون تھا اور صورت و سیرت میں آپ

مثل اپنے آبائے کرام تھے۔

فضائل : باقر کے معنی ہیں زمین کو پھاڑ کر اس کی مخفیات کو نکال کر ظاہر کرنے والا۔ آپ نے مخفات کنز معارف و حقائق و اشکال و لطائف کو ظاہر فرمایا اس وجہ سے آپ کو باقر کہا گیا۔ آپ طریقت میں دلیل ارباب مشاہدہ کے برہان، امام اولاد نبی، برگزیدہ نسل علی ہیں۔ کتاب الہی کے بیان کرتے وقت علوم کی باریکیاں اور لطیف اشارات کو واضح کرنے میں مخصوص تھے۔ آپ کی کرامتیں مشہور اور روشن نشانیاں تابندہ دلائل سے معروف ہیں صاحب ارشاد کا قول ہے کہ جس قدر عالم دین اور سنن، علم قرآن و سیر اور فنون ادب وغیرہ آپ سے ظاہر ہوتے وہ کسی سے ظاہر نہیں ہوئے۔ تذکرۃ الخواص الامہ میں حضرت قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ نے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں! میں نے ملاقات کی ہے اور ان سے ایک مسئلہ دریافت کیا جس کا جواب اتنا شاندار عطا فرمایا کہ اس سے شاندار جواب میں نے کسی سے نہ سنا نہ دیکھا۔ ایک بار مقام عرفات میں تیس ہزار سوالات مختلف مسائل کے آپ سے کئے گئے۔ آپ نے تمام مشکل مسائل کے ایسے جوابات عنایت فرمائے کہ تمام آپ کے فضائل اور کمالات کے معترف ہو گئے۔

آپ بے حد عابد، زاہد، خاشع، خاضع، پاک طینت اور بزرگ نفس تھے۔ اپنے تمام اوقات کو عبادت وطاعت الہی میں گزارتے تھے۔ آپ کو عارفوں کی سیر و مقامات میں اس قدر رسوخ تھا کہ زبان ان کی صفت سے قاصر ہے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد اکثر آدھی رات گزر جانے کے بعد رویا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نہایت عاجزی فرماتے۔ آپ انتہائی مستجاب الدعوات تھے۔ آپ ایک بار حج کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو بیت اللہ شریف کو دیکھتے ہی اتنے زور سے روئے کہ چیخیں نکلنے لگیں کہ تمام لوگ آپ کی طرف دیکھنے لگے۔ مقام ابراہیم پر نماز پڑھی اور سجدہ کر کے سر اٹھایا تو سجدہ کی جگہ آنسوؤں سے بھیگی ہوئی تھی۔ آپ سے بے شمار کرامات صادر ہوئیں۔

کرامات: ابوبصیر کا بیان ہے کہ میں نے آپ سے عرض کیا کہ کیا آپ مردے زندہ، برص کو اچھا اور اندھے کو بینا کر سکتے ہیں اور بتا سکتے ہیں کہ لوگ اپنے گھروں میں کیا کھاتے کیا جمع کرتے ہیں؟ فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہم بھی کر سکتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ میرے نزدیک آؤ (اور ابوبصیر اس وقت نابینا تھے) جب قریب ہوئے تو آپ نے اپنا دست مبارک چہرا پر پھیرا تو آنکھوں میں پوری بینائی آ گئی۔

وصال: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد ماجد کے پاس تھا۔ وصال کے وقت آپ نے غسل و تکفین و دفن اور دخول قبر کے متعلق چند وصایا فرمائے۔ آپ نے حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے وصیت کی تھی کہ میں جس کپڑے میں نماز پڑھتا ہوں اسی کا مجھے کفن دیا جائے۔ آپ کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ مشہور قول کے مطابق آپ کا وصال مبارک ساتویں ۷ ذی الحجہ ۱۱۴ھ بروز دو شنبہ ۵۷ ستاون سال کی عمر میں سلطنت ہشام بن عبدالملک اموی کے وقت میں ہوا۔ آپ کا مزار مبارک جنت البقیع میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔

اولاد کرام: حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد کے اسم گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ (۲) حضرت امام جعفر صادق (۳) حضرت عبداللہ (۴) حضرت ابراہیم۔ (۵) حضرت عبداللہ (۶) حضرت علی (۷) حضرت زینب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ماخذ: اولیائے رجال الحدیث، خزینۃ الاصفیاء، اصح التواریخ، روض الریاحین، راہ عقیدت، کشف المحجوب، شواہد النبوۃ، رد تقویت الایمان، جامع المناقب، تشریف البشر، مرج البحرین،

۴۔ حضرت سید جعفر صادق رضی اللہ عنہ

ولادت: آپ کی ولادت باسعادت ۱۷ ربیع الاول بروز دو شنبہ ۸۰ھ یا ۸۳ھ مدینہ منورہ میں ہوئی۔

اسم کنیت و لقب: اسم مبارک جعفر بن محمد، کنیت ابو عبداللہ، ابو اسماعیل اور

لقب صادق، فاضل اور طاہر ہے۔

والدہ مکرمہ : آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ام فروہ ہے جو دختر ہیں حضرت قاسم بن محمد بن حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اور قاسم رضی اللہ عنہ کی والدہ اسماء ہیں جو دختر ہیں حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی۔ اسی وجہ سے حضرت امام فخریہ فرمایا کرتے تھے "پیدا کیا ہم کو صدیق نے دو مرتبہ۔"

فضائل : حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے بڑے صاحبزادہ ہیں۔ آپ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں۔ آپ وقت کے امام پیش رو صاحبان عشق و محبت کے پیشوا تھے۔ عابدوں کے مقدم اور زاہدوں کے مکرم تھے۔ آپ کو ہر علم میں حد درجہ کا کمال تھا۔ سب آپ کو پیشوائے مطلق جانتے تھے۔ آپ انتہائی بلند مقام اور نیک خصلت تھے۔ غرباو مساکین کے ساتھ بڑی دلجوئی فرماتے تھے۔ آپ ابن رسول اللہ ہونے کے باوجود یہ ارشاد فرماتے کہ مجھے شرم آتی ہے کہ اپنے اعمال کے ساتھ قیامت کے دن اپنے نانا جان کے سامنے جا کر ان سے آنکھیں چار کر سکوں۔ حضرت داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نصیحت کے لئے عرض کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا اے ابوسلیمان میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے جد محترم صلی اللہ علیہ وسلم میرا گریبان پکڑ کر پوچھنے لگیں کہ تو نے حق متابعت کے ادا کرنے میں کوتاہی کیوں کی؟ تو میں کیا جواب دوں گا؟ حضرت داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کو اس بات پر رونا آگیا اور کہنے لگے کہ یا خدا! وہ شخص جس کی طینت آب نبوت سے مرکب ہے۔ اور جس کی طبیعت کا خمیر برہان و حجت سے اٹھایا گیا ہے جس کے جد امجد پیغمبر خدا ہیں۔ جن کی والدہ ماجدہ حضرت بتول جیسی خاتون ہیں۔ اس بات پر اتنے فکر مند ہیں تو داؤد کی کیا مجال جو اپنے معاملات پر ناز کرے۔ آپ زہد، تقویٰ نیز ریاضت و مجاہدات اور عبادت گزاری میں مشہور تھے۔ حضرت امام مالک کا بیان ہے کہ ایک زمانے تک میں آپ کی خدمت مبارکہ میں آتا جاتا رہا۔ مگر میں نے آپ کو تین عبادتوں میں سے ایک میں مصروف پایا۔ آپ نماز پڑھتے ہوئے ملتے یا تلاوت میں مشغول ہوتے یا روزہ دار ہوتے۔ آپ بلاوضو کبھی حدیث شریف کی روایت نہیں فرماتے تھے۔ جعد ابن درہم جو اس وقت دہریوں کا سردار تھا۔ اس نے کچھ مٹی

اور پانی کو ایک شیشی میں رکھ کر چھوڑ دیا کچھ دیر بعد اس میں کیڑے پیدا ہو گئے اور وہ دہریہ اپنے آپ کو ان کیڑوں کا خالق ہونے کا دعویٰ کرنے لگا۔ آپ نے اسے بلا کر ارشاد فرمایا کہ اگر تو خالق ہے تو بتا یہ کتنی تعداد میں ہیں؟ ان میں کتنے نر اور مادہ ہیں اور جو ان میں سے ایک سمت کو جا رہے ہیں ان کو حکم دے کہ وہ دوسری جانب پلٹ جائیں۔ آپ کا یہ کلام سن کر وہ دنگ رہ گیا اور کچھ جواب نہ دے سکا اور نادم ہو کر واپس چلا گیا۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ملفوظات مختلف کتابوں میں بکھرے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ (۱) جو شخص ہر کس و ناکس کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے وہ سلامت نہیں رہتا (۲) جو برے راستے پر جاتا ہے اسے اتہام لگتا ہے (۳) جو اپنی زبان کو قابو میں نہیں رکھتا وہ پشیمان ہوتا ہے (۴) پانچ آدمیوں کی صحبت سے دور رہنا چاہیے۔ جھوٹے سے جو ہمیشہ تمہیں دھوکے میں رکھے گا۔ احمق سے جو تمہیں فائدہ پہنچانے کی کوشش کرے گا مگر نقصان پہنچائے گا بخیل سے جو اپنے تھوڑے نفع کی خاطر تمہارا بڑا نقصان کر دے گا۔ بزدل جو آڑے وقت پر تمہیں ہلاکت میں چھوڑ جائے گا۔ بد عمل جو تمہیں ایک نوالے پر بیچ ڈالے گا اور اس سے کمتر کی امید رکھے گا۔

اولاد : آپ کے کل چھ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں جن کے اسماء یہ ہیں: ۱۔ حضرت اسماعیل ۲۔ محمد ۳۔ علی ۴۔ عبداللہ ۵۔ اسحٰق ۶۔ موسیٰ کاظم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ صاحبزادی حضرت ام فروہ جن کو ابن الاخضر نے فاطمہ لکھا ہے۔

خلفاء : آپ کے خلفا کرام کی دینی خدمات کی تاریخ پڑھیں تو ہر فرد اپنی جگہ عالمگیر جماعت کی حیثیت رکھتا ہے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں: ۱۔ حضرت امام موسیٰ کاظم ۲۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ ۳۔ حضرت بایزید بسطامی رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ ان کے علاوہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، سفیان بن عینیہ رحمۃ اللہ علیہ، ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ اور امام شعبہ بھی آپ کے شاگرد تھے۔

وصال : سلطنت عباسیہ کے خلیفہ دوم ابو جعفر منصور بن ابوالعباس السفاح کے

عہد میں بروز جمعہ دو شنبہ ۱۵ رجب یا ۲۴ شوال المکرم ۱۴۸ھ مطابق ۷۶۵ء ۶۸ سال کی عمر میں زہر سے مدینہ میں وصال فرمایا۔ ایک روایت کے مطابق آپنے ۶۵ سال عمر پائی۔

مزار: آپ کا مزار مبارک مدینہ منورہ میں جنت البقیع میں والد ماجد حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں ہے۔

ماخذ: روض الریاحین، صواعق محرقہ، جامعہ المناقب، مرج البحرین، انوار صوفیہ، جامع المناقب، تذکرۃ اولیاء۔

۷۔ حضرت سید موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ

ولادت: آپ مقام ابواء جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہے بتارخ ۷ یا ۱۰ صفر المظفر بروز یک شنبہ ۱۲۸ھ کو مروان المماربن محمد بن مروان بن الحکم اخیر خلیفہ بنی امیہ کے عہد میں پیدا ہوئے۔

نام و کنیت: آپ کا نام پاک موسیٰ اور کنیت سامی، ابوالحسن، ابوابراہیم ہے۔

لقب: اور لقب آپ کا صابر، صالح، امین اور مشہور لقب کاظم ہے۔

والدین: آپ کے والد ماجد حضرت سیدنا امام محمد جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہیں اور والدہ ماجدہ بی بی حمیدہ بربریہ ہیں۔

حلیہ: آپ سرو قد لاغر اندام اور نہایت حسین و جمیل تھے۔ رنگ مبارک گندم گون تھا۔

فضائل: آپ عالم تبحر اور ولی اکمل اور صاحب مناقب فاخرہ تھے۔ مستجاب ایسے تھے کہ لوگ آپ کو اپنا وسیلہ گردانتے اور آپ سے دعا کراتے اور ان کی تمام حاجتیں پوری ہو جاتی تھیں۔ یہی وجہ ہے اہل عراق آپ کو باب الحوائج یعنی حاجتوں کو پورا ہونے کا دروازہ کہتے تھے۔ چنانچہ بعد وصال آپ کا مزار مقدس باب الحوائج ہے۔ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت

...موسیٰ کاظم ؓ کی قبر مبارک اجابت دعا کے لئے تریاق اعظم کا حکم رکھتی ہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت امام جعفر صادق ؓ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے تمام فرزندوں میں موسیٰ کاظم بہترین فرزند ہیں۔ وہ ایک موتی ہے اللہ تعالیٰ کے موتیوں سے اور صواعق محرقہ وغیرہ میں ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے آپ سے کہا کہ آپ اپنے کو ذریت حضرت رسول خدا ﷺ سے کیوں کہتے ہیں حالانکہ آپ حضرت علی ؓ کی اولاد ہیں؟ اور آدمی کا نسب دادا سے ہوا کرتا ہے نہ کہ نانا سے؟ تو آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی "ومن ذریته داؤد و سلیمان وایوب و یوسف و موسیٰ و هارون و کذالک نجزی المحسنین ○ وزکریا و یحییٰ و عیسیٰ۔ دیکھو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ نہ تھا اور اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو ملحق بذریت حضرت رسول خدا ﷺ فرمایا ہے اور دوسری دلیل اس کی یہ ہے کہ مباہلہ نصاریٰ کے وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قل تعالوا ندع ابناء نا تو حضرت رسول معظم ﷺ نے حضرت علیؓ حضرت فاطمہ اور حسین و حسن رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اپنے ساتھ لیا۔ تو اس آیت کریمہ سے حضرات حسنین ؓ اولاد حضرت رسول معظم ﷺ کی ہوئی اور ہم اولاد امام حسین ؓ کی ہیں۔ یہ مدلل و مبرہن دلیل سن کر خلیفہ ہارون رشید کو اطمینان ہوا۔

آپ بڑے عابد، زاہد، قائم اللیل اور صائم النہار تھے۔ حلم اور بردباری کی بنا پر آپ کا لقب کاظم ہوا جس کے معنی غصہ پی جانے والے۔ کوئی سائل آتا تو آپ اس کے لب کھولنے سے پہلے ہی اس کے سوال کو پورا فرما دیتے تھے۔ فقرائے مدینہ کو تلاش کر کے ہر ایک کو روپیہ اشرفی وغیرہ راتوں کو پہنچاتے اور وہ لوگ نہیں جانتے تھے کہ یہ کہاں سے آیا ہے۔ آپ سلام کرنے میں سبقت فرماتے۔ آپ اپنے زمانے کے تمام علماء، صلحا، عرفا اور فقہا سے افضل ترین تھے۔

حضرت شفیق بلخی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں دوران سفر حج سرزمین قادسیہ میں جا نکلا۔ وہاں میں نے ایک حسین و جمیل و بلند قامت نوجوان کو دیکھا پشمینہ کے لباس میں ملبوس اور کندھے پر ایک شملہ آویزاں تھا

اور پاؤں میں جوتا پہنے ہوئے تھا۔ وہ بکثرت لوگوں سے ہوتا ہوا ایک جگہ اکیلا آ کر بیٹھ گیا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ یہ نوجوان صوفیاء کے گروہ سے معلوم ہوتا ہے اور آرزو مند ہے کہ اس سفر میں مسلمان اس کی مدد کریں۔ اس لیے بہتر ہے کہ میں اسے جا کر روکوں تاکہ وہ اس کام سے پیچھے ہٹ جائے۔ میں جب اس کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے کہا: "اے شفیق کثیر گمانوں سے پرہیز کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ چل دیا۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ عجب بات ہوئی کہ اس نے میرا نام اور مافی الضمیر کہہ دیا ہے یہ کوئی نہایت نیک اطوار شخص ہے۔ مجھے اس سے معذرت کرنی چاہیے۔ میں آگے بڑھا مگر وہ غائب ہو گیا۔ جب ہم لوگ وادی فضہ میں پہنچے تو اسے نماز میں دیکھا اور اس کے جسم پر لرزہ طاری تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ میں پھر برائے معذرت آپ کی جانب گیا تو پھر اس نوجوان نے کہا:

"اے شفیق اس آیت کی تلاوت کرو۔"

ترجمہ: "اور میں تو ہر اس شخص کو بخشنے والا ہوں جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور صالح عمل کئے۔ پھر ہدایت پائی۔"

یہ کہا اور مجھے چھوڑ کر چل دیا۔ میں نے یہ خیال کیا کہ یہ شخص ابدال ہے جس نے دوبارہ میرے خیال کو بھانپ لیا۔

پھر ایک جگہ ایک کنوئیں پر اس کو پایا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چرمی ڈول تھا جس سے وہ پانی نکالنا چاہتا تھا لیکن وہ ڈول ہاتھ سے کنوئیں میں جا پڑا۔ اس نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔ "تو میرا رب ہے بے شک تو میرے لئے کھانا فراہم کرتا ہے جب میں کھانے کا ارادہ کرتا ہوں اے میرے اللہ اے میرے سردار تیرے غیر کی طرف قدم نہ اٹھے۔"

بخدا میں نے پانی کو اوپر آتے ہوئے دیکھا تو اس نوجوان نے اپنا ہاتھ بڑھا کر ڈول کو پانی پر سے اٹھا لیا اور اس سے وضو کر کے چار رکعت نماز ادا فرمائی۔ پھر وہ ایک ریت کے ٹیلے کی طرف چل پڑا اور اپنی مٹھی میں تھوڑی سی ریت پکڑ کر اس ڈول میں ڈال دی پھر اسے خوب ہلایا اور پی گیا۔ یہ دیکھا تو اس کے پاس گیا اور سلام عرض کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے نوجوان

سے کہا:

"اے نوجوان! مجھے کھانا کھلائیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت کچھ دے رکھا ہے۔" اس نے نوجوان سے کہا:

"اے شفیق! اللہ تبارک و تعالیٰ کی ہمیشہ مجھے ظاہر و باطن کی نعمتیں ملتی رہتی ہیں اس لئے تو اس کے بارے میں نیک گمان رکھ۔"

پھر اس نے مجھے وہی ڈول دیا جس سے میں نے پانی پی لیا اس میں ستو اور شکر تھے۔ اللہ کی قسم اس سے شیریں اور لذیذ پانی میں نے کبھی نہیں پیا اور خوب سیر شکم ہو کر پیا۔

پھر جب ہم مکہ معظمہ پہنچے تو میں نے اسے نماز تہجد میں دیکھا وہ نہایت خشوع سے نماز میں مشغول تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے یہ سلسلہ تمام رات جاری رہا۔

صبح بعد از طواف وہ باہر چلا گیا۔ میں بھی پیچھے چل پڑا اور دیکھا کہ اب اس کے ہاں کئی خادم تھے اور کثیر التعداد افراد اس کے اردگرد تھے اور سلام عرض کر کے یا ابن رسول اللہ! کے نام سے پکار رہے تھے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا تو پتہ چلا کہ یہ حضرت موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسن بن علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب ہیں۔ آپ سے بے شمار کرامات صادر ہوئیں۔

اولاد کرام: اللہ تعالیٰ نے آپ کو کثیر اولاد والا بنایا تھا۔ چنانچہ ابن خضر کا بیان ہے کہ آپ کے بیس صاحبزادے اور اٹھارہ صاحبزادیاں تھیں جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت علی رضا ۲۔ زید ۳۔ عقیل ۴۔ ہارون ۵۔ حسن۔ ۶۔ حسین ۷۔ عبداللہ ۸۔ عبدالرحمٰن ۹۔ اسماعیل ۱۰۔ اسحاق ۱۱۔ یحییٰ ۱۲۔ احمد ۱۳۔ ابوبکر ۱۴۔ محمد ۱۵۔ اکبر ۱۶۔ جعفر اکبر ۱۷۔ جعفر اصغر ۱۸۔ حمزہ ۱۹۔ عباس ۲۰۔ قاسم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

۱۔ حضرت بی بی خدیجہ علیہ ۲۔ اسماء الکبریٰ ۳۔ اسماء الصغریٰ ۴۔ فاطمہ الکبریٰ ۵۔ فاطمہ الصغریٰ۔ ۶۔ زینب کبریٰ ۷۔ زینب صغریٰ ۸۔ ام کلثوم کبریٰ ۹۔ ام فروہ ۱۰۔ ام عبداللہ ۱۱۔ ام القاسم ۱۲۔ آمنہ ۱۳۔ حکیمہ ۱۴۔ محمودہ ۱۵۔

اسامہ ١٦۔ میمونہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہن۔

صاحب تحفۃ الابشر نے کل تعداد اولاد ٤٢ لکھی ہے اور جامع الانساب میں صرف ٢٨ اولاد کا تذکرہ ہے۔

وصال: آپ کو کھجور میں زہر دیا گیا تھا اور کھجور کھانے کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ دشمنوں نے مجھے زہر دیا ہے۔ آپ نے بتاریخ ٥ یا ٢٥ رجب المرجب ١٨٣ھ بروز جمعہ بعمر ٥٥ برس دوران عہد خلافت ہارون رشید خلیفہ عباسی وفات پائی۔

مزار: آپ کا مزار مقدس بغداد شہر میں کاظمین شریف میں واقع ہے۔ آپ کے مزار مقدس کے بارے میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے: "حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر انور دعا قبول ہونے کے لئے اکسیر اور مجرب ہے۔"

ماخذ: مسالک السالکین۔ تاریخ بغدادی تحفۃ الابشر۔

٨۔ حضرت سید موسیٰ علی رضا رضی اللہ عنہ

ولادت: آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں ١١ ربیع الاول بروز پنجشنبہ ١٥٣ھ دوران عہد خلافت ابو جعفر منصور عباسی ہوئی۔

اسم و کنیت: آپ کا نام نامی علی کنیت سامی ابوالحسن اور ابو محمد ہے۔

القاب: القاب آپ کے مختلف ہیں۔ صابر، ولی، ذکی، ضامن، مرتضیٰ اور مشہور لقب رضا ہے۔

والدین: آپ کے والد ماجد حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ ہیں اور والدہ ماجدہ حضرت حمیدہ ہیں جن کے بہت سے نام ہیں مثلاً اروی، نجمہ، شقراء، ام البنین ہے۔

حلیہ: آپ میانہ قد، گندمی رنگ تھے۔ رنگ مبارک آپ کا کالا تھا۔

ولادت کی بشارت: آپ کی والدہ محترمہ بی بی حمیدہ نے [illegible]

خواب میں دیکھا۔ سرکار نے بشارت دی کہ تم ابن کنیز نجمہ کو اپنے بیٹے موسیٰ کاظم کے حوالے کر دو۔ اس سے ایک لڑکا پیدا ہو گا جو بہترین اہل زمین سے ہو گا۔

فضائل : آپ نہایت ذہین فطین اور اعلیٰ درجے کے عالم و فاضل تھے۔ حضرت ابراہیم بن عباس کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے زیادہ علوم و معارف کا جانکار نہیں دیکھا۔ خلیفہ مامون رشید اکثر آپ کو امتحاناً" سوالات کرتا اور آپ بخوبی جواب دیتے اور آپ اکثر اس کے جوابات آیات قرآنی سے دیا کرتے۔

آپ بہت کم سوتے اور اکثر روزہ رکھتے تھے۔ آپ اکثر اندھیری رات میں خیرات کرتے تھے اور جب خلوت میں ہوتے تو فقیرانہ لباس زیب تن فرماتے اور جب دربار وغیرہ میں تشریف لے جاتے تو لباس فاخرہ زیب تن فرماتے۔ خاکساری اور منکسر المزاجی کا یہ عالم تھا کہ موسم گرما میں چٹائی پر اور موسم سرما میں ٹاٹ یا کمبل پر بیٹھا کرتے تھے اور غلاموں کے ساتھ ایک ہی دستر خوان پر کھانا کھاتے۔

آپ علم کا کوہ گراں اور علوم و معارف کا سمندر اور مخلوق نوازی اور رحم و کرم کا مجسمہ تھے۔ خاکساری اس درجہ پر کہ ایک دفعہ ایک فوجی آدمی کے کہنے پر آپ اس کو نہلانے لگ گئے۔ ایک تیسرا شخص آیا جو آپ کو بخوبی جانتا تھا۔ اس نے چیخ ماری اور کہا اے لشکری تو ہلاک ہو' تو ابن رسول اللہ سے خدمت لیتا ہے جب اس لشکری کو آگاہی ہوئی تو فوراً" قدموں میں گر پڑا اور معذرت کرنے لگا کہ حضور جس وقت میں نے آپ کو پانی ڈالنے کے لئے کہا تھا اسی وقت آپ نے انکار کیوں نہیں کر دیا؟ تو آپ نے فرمایا "جس کام میں مجھ کو ثواب ملے وہ کیوں نہ کروں"

عقد : صواعق محرقہ میں ہے کہ آپ سادات کرام میں علم و فضل اور قدر و منزلت میں سب سے برتر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مامون نے اپنی صاحبزادی ام حبیب کا آپ کے ساتھ عقد کر دیا اور اپنی ساری مملکت کا آپ کو شریک و مالک بنا دیا۔ بنی عباس نے اس عقد کی مخالفت کی اور مامون کے دل سے آپ کی عظمت زائل کرنے کے لیے عباسیوں نے ایک جید عالم اور بے نظیر مناظر یحییٰ بن

کثم سے مناظرہ کی ٹھانی۔ مقررہ تاریخ پر تمام اراکین دوست و اہل علم و فضل جمع ہوئے۔ آپ نے یحییٰ کے تمام سوالوں کے جوابات دیئے۔ جب آپ نے سوال کیا تو یحییٰ سوال سن کر بالکل حیران ہو گیا اور کہا کہ اس مسئلہ کو میں نہیں جانتا۔ یہ سن کر سب لوگ حیران رہ گئے۔ مامون نے بنی عباس کی طرف دیکھ کر کہا دیکھ لیا تم لوگوں نے؟ صواعق محرقہ میں علامہ ابن حجر تاریخ نیشاپور سے ناقل ہیں کہ جب نیشاپور تشریف لے گئے تو زائرین کے ہجوم اور کثرت کی وجہ سے لوگوں کا چلنا دشوار ہو گیا تھا۔ آپ ایک خچر پر سوار تھے اور لوگ آپ کے سروں پر چھاتا لگائے ہوئے تھے جس کی وجہ سے لوگوں کو آپ کی زیارت نہیں ہو پا رہی تھی۔ اس وقت ابوزرعہ رازی ۲۶۴ھ اور محمد بن اسلم طوسی ۲۴۲ھ نے جو اس زمانے کے مشہور حافظانِ حدیث تھے آگے بڑھ کر خچر کی لگام تھام لی۔ اس وقت ان کے ساتھ بے شمار طلباء و محدثین تھے۔ ان دونوں نے عاجزی انکساری سے عرض کیا کہ حضور! اپنے جمال با کمال سے لوگوں کو مشرف فرمائیں اور اپنے آبائے کرام کی کوئی حدیث سنائیں۔ تو آپ نے خچر کو روک دیا اور چھتری کو ہٹا دیا۔ خلقت کی آنکھیں آپ کا دیدار کر کے ٹھنڈی ہوئیں۔ یہاں تک کہ لوگ زمین پر گرتے اور بے خود ہو رہے تھے۔ علماء و محدثین نے پکار کر لوگوں کو خاموش کیا اور حافظانِ حدیث کی التماس پر فرمایا کہ "مجھ سے میرے والد حضرت موسیٰ کاظم نے، ان سے ان کے والد ماجد حضرت امام جعفر صادق نے ان سے ان کے پدر بزرگوار حضرت امام محمد باقر نے ان سے ان کے ابو مکرم حضرت امام علی زین العابدین نے ان سے ان کے والد شفیق حضرت امام حسین نے، ان سے ان کے والد ماجد حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے، انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے حدیث بیان کی میرے حبیب اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک حضرت ابوالقاسم رسول اللہ ﷺ نے کہ مجھے آگاہ کیا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہ فرماتا ہے اللہ جل شانہ کہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میرا قلعہ ہے بس جس نے اس کو پڑھا وہ میرے قلعہ میں داخل ہوا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے بے خوف ہوا۔"

حضرت معروف کرخی کا اسلام لانا: آپ کی تبلیغ سے بے شمار افراد اسلام

کے شیدائی بنے۔ آپ ہی کی بدولت حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ اپنے پرانے مذہب سے تائب ہو کر آپ کے دست حق پرست پر ایمان لائے اور آپ کے فیض نے ان کو اولیائے اکابرین کی صف میں کھڑا کر دیا۔ آپ سے بے شمار کرامات صادر ہوئیں۔

اولاد: ابن خشاب نے کتاب موالید اہل بیت میں لکھا ہے کہ حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے پانچ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں جن کے اسمائے مبارک یہ ہیں:

(۱) حضرت محمد جواد (۲) حضرت حسن (۳) حضرت جعفر (۴) حضرت ابراہیم (۵) حضرت حسین (۶) حضرت عائشہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

خلفاء: حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے خلفاء کرام کے اسمائے گرامی یہ ہیں: (۱) حضرت معروف کرخی (۲) حضرت امام تقی (۳) حضرت میرابوالقاسم مکی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم۔

تاریخ وصال: آپ کو انگور میں زہر ملا کر کھلایا گیا جس سے آپ نے ۲۱ رمضان المبارک ۲۰۳ھ بروز جمعۃ المبارک ۵۵ سال کی عمر میں شہادت پائی۔

مزار اقدس: آپ کا مزار انور ایران کے شہر مشہد مقدس میں ہے اور مرجع خلائق ہے۔

ماخذ: شواہد النبوہ، خزینۃ الاصفیاء، المان، تشریف البشر، کشف المحجوب۔

۹۔ حضرت شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: آپ کی ولادت ۲ محرم الحرام ۲۰۰ھ میں کرخ میں ہوئی۔

اسم و کنیت: آپ کا اسم مبارک اسد الدین اور مشہور نام معروف کرخی اور کنیت ابو محفوظ ہے۔

والد: آپ کے والد ماجد کا نام فیروز ہے۔

تعلیم و تربیت: آپ کی تعلیم و تربیت سرکار مدینہ ﷺ کے خانوادے یعنی بارگاہ حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ میں ہوئی اور آپ ہی کی بارگاہ میں سلوک و معرفت و علم و حکمت کی منازل کو طے فرمایا اور خلافت سے سرفراز کئے گئے۔ ابتداء میں آپ غیر مسلم تھے مگر آپ مسلمان بچوں کے ساتھ نماز پڑھتے اور ماں باپ کو اسلام کی طرف راغب کرتے رہتے۔ آپ کے والدین نے ایک عیسائی معلم کے پاس آپ کو تعلیم کے لئے بٹھا دیا۔ مگر بچپن ہی سے آپ کے قلب و جگر میں اسلام کی تڑپ اور جوش و عقیدت موجود تھی اس لئے آپ نے اپنے والدین اور معلم کے مذہب کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ معلم کے کہنے پر والدین نے آپ کو قید کر دیا مگر وہاں سے آپ بھاگ نکلے۔ چونکہ والدین کے اکلوتے لڑکے تھے اس لئے ان کو آپ کی جدائی برداشت نہ تھی اور وہ کہنے لگے کہ تم ہمارے پاس لوٹ آؤ تم جس مذہب کو اختیار کرو گے ہم بھی اپنا دین بدل لیں گے۔ چنانچہ آپ حضرت علی رضا رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست پر اسلام لائے۔ آپ کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے آپ کے والدین بھی مسلمان ہو گئے۔

آپ کی مکمل تعلیم و تربیت حضرت امام علی رضا اللہ تعالیٰ عنہ نے کی۔

اس کے علاوہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ ۱۵۰ھ سے بھی علم حاصل فرمایا۔

فضائل: آپ مقتدائے اہل طریقت' راہنمائے راہ حقیقت' عارف اسرار معرفت' قطب وقت اور سردار عارفان عہد ہیں۔ آپ عارف نہ ہوتے تو معروف نہ ہوتے۔ آپ اذان اس شان سے پڑھتے تھے کہ خوف سے رونگٹے اور داڑھی کے بال کھڑے ہو جاتے تھے اور ایسے معلوم ہوتا کہ ابھی گر پڑیں گے۔ بارہارات بھر آپ کی مسجد سے گریہ زاری کی آواز آتی اور دعا و استغفار میں مشغول رہتے۔ حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے جو کچھ ملا حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ کے طفیل میں ملا ہے۔ حضرت عبدالوہاب کا قول ہے کہ حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ سے بڑا تارک الدنیا میں نے کسی کو نہ دیکھا۔ آپ کے تصرف کا یہ عالم ہے کہ آپ کی قبر مقدس قضائے حاجات کے لئے تریاق مانی جاتی ہے۔

آپ سلسلہ عالیہ قادریہ فاضلیہ کے نویں امام و شیخ طریقت ہیں۔

آپ کو غربا اور یتیموں سے بے پناہ انس تھا۔ آپ ہر وقت باوضو رہتے

تھے۔ وضو ٹوٹ جانے کی صورت میں فوری تیمم فرما لیتے۔ آپ دنیا سے متنفر اور بیزار تھے اور ہر وقت یاد الٰہی میں مشغول رہتے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے موت کے ڈر سے یا قبر کے خوف سے یا دوزخ کے ڈر سے یا پھر جنت کی امید میں خلوت اختیار کی ہے؟ تو آپ نے فرمایا ان سب چیزوں کی کیا حقیقت ہے۔ یہ سب چیزیں اس وحدہ' لاشریک کی ادنیٰ غلام ہیں۔ اگر تو اس کی دوستی کا مزہ چکھ لے تو پھر ان سب چیزوں سے بے رغبتی رکھنے لگے۔ آپ اتنے بلند مرتبے پر فائز ہونے کے باوجود کبھی اپنے آپ کو کوڑے مارنے لگتے اور فرماتے "اے میرے نفس تو اخلاق اختیار کرتا کہ تو اخلاص پا سکے"

کشف و کرامات: حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی بے شمار کشف و کرامات ہیں:

ایک مرتبہ حاکم کے حکم پر ایک ڈاکو کو سولی پر لٹکا دیا گیا اور وہ سولی پر ہی انتقال کر گیا۔ یہ دیکھ کر آپ لرز گئے اور دعائے مغفرت کرنے لگے کہ یکایک غیب سے آواز آئی جو سارے شہر والوں نے سنی کہ جو اس سولی والے شخص کی نماز جنازہ میں شریک ہو گا وہ آخرت میں بڑا رتبہ پائے گا۔ رات کو ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور وہ ڈاکو شاندار لباس پہنے موجود ہے۔ اس سے پوچھا کہ یہ دولت تجھے کس طرح ملی؟ تو اس نے جواب دیا کہ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور بخشش فرما دی۔

حضرت کے ماموں شہر کے حاکم تھے۔ ایک روز ان کا گزر جنگل سے ہوا وہاں پر حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہوئے روٹی تناول فرما رہے ہیں اور قریب ہی ایک کتے کو بھی کھلا رہے ہیں۔ آپ کے ماموں نے کہا کہ کتے کے قریب کیوں روٹی کھا رہے ہو؟ آپ نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ ایک پرندہ ہوا میں اڑ رہا ہے۔ اس کو آواز دی۔ پرندہ حکم پاتے ہی نیچے اتر آیا اور آپ کے ہاتھ پر بیٹھ گیا۔ مگر شرم کی وجہ سے اپنا منہ اور آنکھیں اپنے پروں سے چھپا لیا۔ حضرت نے فرمایا دیکھو جو شخص خدا تعالیٰ سے شرم رکھتا ہے ہر چیز اس سے شرم رکھتی ہے۔ آپ کے ماموں نے یہ شان دیکھی تو بڑے شرمندہ ہوئے۔

آپ کی دعا سے نوجوانوں کی ایک جماعت جو دریائے دجلہ کے کنارے فسق و فجور میں مشغول تھے آپ پر نظر پڑتے ہی ان لوگوں نے اپنے باجے گاجے

کو توڑ دیا۔ شراب کو پھینک دیا اور زار و قطار رونے لگ گئے اور تمام لوگ آپ کے قدموں پر گر پڑے اور صدق دل سے تائب ہو گئے۔

خلفاء: آپ کے مشہور خلفاء حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت شیخ سری سقطی (۲) حضرت شاہ محمد (۳) حضرت شاہ قاسم بغدادی (۴) حضرت عثمان مغربی (۵) حضرت حمزہ خراسانی (۶) حضرت ابونصرابرارد (۷) حضرت شاہ مستعانی (۸) حضرت شاہ ابوسعید (۹) حضرت ابوابراہیم داؤدی (۱۰) حضرت ابوالحسن ہارونی (۱۱) حضرت شاہ جعفر جنیدی (۱۲) حضرت شاہ محمد رومی (۱۳) حضرت شاہ منصور عارف ابوکاتب (۱۴) حضرت شاہ عبدالحق حقائق آگاہ (۵) حضرت شاہ علی رود باری رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

تاریخ وصال: آپ کا وصال ۲ محرم الحرام ۲۰۰ھ بروز جمعہ یا یک شنبہ کو خلافت مامون رشید خلیفہ ہفتم عباسی کے عہد میں ہوا۔

مزار: آپ کا مزار مقدس بغداد شریف میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

خطیب بغدادی رحمتہ اللہ علیہ م۔ ۴۶۳ھ فرماتے ہیں کہ آپ کا مزار مقدس حاجتیں پوری ہونے کے لئے مجرب ہے اور حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تجھے کوئی حاجت درپیش ہو تو قسم دے کہ اے رب بحق معروف کرخی میری حاجت روائی کر' تو اسی وقت دعا قبول ہو جائے گی۔

دیدار بعد از وصال: آپ کے محبوب خلیفہ حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے وصال کے بعد خواب میں دیکھا کہ آپ عرش الٰہی کے نیچے وارفتہ اور خود رفتہ ہیں۔ رب تعالیٰ نے ندا کی کہ اے فرشتو! یہ کون ہیں؟ فرشتوں نے عرض کیا اے رب ذوالجلال تو اس سے بخوبی واقف ہے تیرے سامنے کوئی شے پوشیدہ نہیں۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ معروف کرخی ہے جو ہماری محبت اور دوستی میں بے خود و متوالا ہو گیا ہے اور یہ بغیر دیدار کے ہوش میں نہیں آئے گا اور نہ ہی ہمارے دیدار کے سوا اسے تسلی ہو گی۔

ماخذ: سفینتہ الاولیاء' تاریخ اولیاء' کشف المحجوب' تذکر الاولیاء۔ خز۔ت

الاصفیاء، شجرۃ الکاملین عوارف المعارف، تاریخ بغداد الخطیب،

۱۰۔ حضرت شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: آپ کی ولادت تقریباً" ۱۵۵ھ میں بغداد شریف میں ہوئی۔

اسم: آپ کا نام نامی سترالدین اور کنیت ابوالحسن اور مشہور نام سری سقطی
ہے۔

والد ماجد: آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت مغلس رضی اللہ عنہ ہے۔

بیعت و خلافت: آپ حضرت شیخ معروف کرخی رضی اللہ عنہ کے مرید و خلیفہ تھے اور
انہی سے علوم ظاہر و باطن اکتساب فرمایا۔

فضائل: آپ تصوف کے امام اور اصناف علم میں کمال رکھتے تھے۔ علم و ثبات
کے پہاڑ اور مروت و شفقت میں وہ یکتائے زمانہ تھے اور رموز و اشارات میں
یگانہ روزگار تھے۔ حضرت فضیل ابن عیاض رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید تھے اور آپ تبع
تابعین سے تھے۔ سب سے پہلے آپ نے حقائق اور معارف کو بغداد شریف میں
نشر فرمایا۔ عراق کے بہت سارے مشائخ کے سلسلہ ارادات آپ سے منسلک
تھے۔ آپ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے ماموں اور شیخ طریقت ہیں۔
حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ طریقت جیسا کامل کسی کو
بھی نہیں دیکھا۔ مزید آپ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ سے زیادہ عابد و زاہد
کامل کسی کو نہیں دیکھا اور کسی میں یہ بات نہ دیکھی کہ وہ روزانہ ایک ہزار نفل
پڑھتا ہو۔ اور آپ کی عمر شریف ۹۸ سال کی ہوئی مگر سوائے موت کے وقت
کے آپ کو کبھی لیٹے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ کو دیدار الٰہی کا اس قدر اشتیاق تھا
کہ فرماتے کہ حجاب وہ بلا ہے کہ خود دوزخ میں بھی اس سے زیادہ سخت کوئی
عذاب نہیں ہے۔ ایک مرتبہ آپ صبر کے موضوع پر تقریر فرما رہے تھے کہ ایک
بچھو آپ کے پاؤں پر ڈنگ مارنے لگا تو لوگوں نے عرض کیا کہ حضور! اس کو مار

کر ہٹا دیجئے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ میں جس موضوع پر تقریر کر رہا ہوں اس کے خلاف کروں۔ آپ بے حد منکسر المزاج تھے۔ بازار میں آگ لگ گئی اور آپ کی دکان جلنے سے بچ گئی۔ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو دوسرے مسلمان بھائیوں سے بہتر خیال کیا اور دنیا کی سلامتی پر شکر کیا۔ اس قصور پر آپ مسلسل تیس سال استغفار کرتے رہے۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ ابتدا میں تجارت کرتے تھے اور پانچ فیصد سے زیادہ نفع لینا پسند نہ فرماتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے باداموں کو صرف اس بنا پر فروخت نہ کیا کہ آپ زیادہ منافع پر راضی نہ ہوئے۔

خلیفہ بغداد کے ایک مصاحب احمد بن یزید پر آپ کے ایک وعظ کی مجلس میں اتنا اثر ہوا کہ اس نے رات کو کھانا نہ کھایا اور رات بھر آہ بکا کرتا رہا اور دوسرے دن فقیروں کا لباس پہن کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ نے مزید نصیحت فرمائی۔ احمد بن یزید فوراً کھڑے ہو گئے اور جنگل کی طرف چل دیئے۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد پھر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ کی ہی گود میں ان کا وصال ہو گیا۔

آپ نے ایک مرتبہ ایک شرابی کو دیکھا جو نشے کی حالت میں مدہوش زمین پر گرا ہوا تھا اور نشہ کی حالت میں اللہ، اللہ کہہ رہا تھا۔ آپ نے اس کا منہ پانی سے صاف کر دیا اور فرمایا کہ اس بے خبر کو کیا خبر کہ ناپاک منہ سے کس ذات پاک کا نام لے رہا ہے۔ جب شرابی ہوش میں آیا تو لوگوں نے بتایا کہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تھے اور تیرا منہ دھو کر چلے گئے ہیں۔ وہ باعث شرم و ندامت رونے لگا۔ رات میں حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ندائے غیبی سنی کہ اے سری سقطی! تم نے شرابی کا منہ میری وجہ سے دھویا، میں نے تمہاری خاطر اس کا دل دھو دیا ہے جب حضرت نماز تہجد کے لئے مسجد تشریف لے گئے تو اس شرابی کو تہجد کی نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ یہ انقلاب کیسے آیا تو اس نے جواب دیا کہ آپ مجھ سے کیوں دریافت کر رہے ہیں جب کہ خود آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس پر آگاہ فرما دیا ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ

نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ محبت کیا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ایک جماعت کا کہنا ہے کہ موافقت ہے' دوسری جماعت نے کہا کہ اشارت ہے اور تیسری جماعت نے اور بھی کچھ کہا ہے۔ یہ سن کر آپ نے اپنے دست مبارک کی کھال کو پکڑ کر کھینچا تو ذرا بھی اوپر نہ اٹھی اور ارشاد فرمایا کہ قسم ہے رب کائنات کے عزت و جلال کی کہ اگر میں یہ کہوں کہ یہ کھال اس کی محبت میں سوکھ گئی ہے تو میں سچ کہتا ہوں گا اور یہ کہہ کر بے ہوش ہو گئے۔ آپ کا چہرہ چاندی کی طرح چمکنے لگا اور پھر فرمایا کہ بندہ محبت میں اس درجہ کو پہنچ جاتا ہے کہ اگر کوئی شمشیر لے کر بھی اس کو مارے تو اس کو خبر نہ ہو۔

آپ ایک مرتبہ خواب میں دیدار الٰہی سے مشرف ہوئے اور یہ ارشاد سنا کہ: اے سری! جب میں نے انسان کو پیدا کیا تو بیک زبان سب نے مل کر میری محبت کا دعویٰ کیا لیکن جب میں نے دنیا کو پیدا کر کے انسان کو عالم وجود میں ظاہر کیا تو دس ہزار میں سے نو ہزار نے دنیا کے عیش و آرام کو پسند کر لیا اور مجھ سے فراموشی اختیار کر لی اور جو ایک ہزار باقی رہے جب جنت اور اس کی روح افزا بہاروں کو پیدا کر کے اس کے سامنے پیش کیا تو اس باقی ایک ہزار میں سے نو سو تو جنت کے طالب ہو گئے اور صرف ایک سو ہی باقی رہ گئے۔ پھر میں نے ایک سو کی آزمائش کے لئے انھیں بلاؤں اور مصیبتوں میں گرفتار کیا تو ان سے نوے آدمی ان مصیبتوں کے سبب مجھے بھول گئے اور اس سے صرف دس باقی رہے انھی دسوں سے میرا خطاب ہے:

"اے لوگو! نہ تم نے دنیا کے عیش و آرام کو چاہا اور نہ فقط جنت ہی کے لالچ میں میرے خاص بندے بنے' نہ بلاؤں اور مصیبتوں میں مبتلا ہو کر مجھ سے بھاگے۔ اے سری! اس پر وہ بندے بولے کہ پروردگار عالم ہم اپنے سب سے پہلے عہد "بلی شھدنا" یعنی بے شک تو ہے۔ ہم گواہ ہوئے۔ اس پر قائم ہیں تو پھر اے سری! ہم نے اپنے خاص بندوں کو جواب دیا۔ "جو شخص اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کا ہو جاتا ہے۔"

خلفاء: آپ کے خلفائے کرام کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت ابوالقاسم سیدالطائفہ جنید بغدادی (۲) حضرت شاہ ابومحمد'

(۳) حضرت شاہ عرف شیخ کبیر (۴) حضرت شاہ حربتون (۵) حضرت شاہ ابوالعباس مطروف (٦) حضرت شاہ ابوحمزہ (۷) حضرت شاہ ابوالحسن نوری (۸) حضرت شاہ فتح الموصلی (۹) حضرت شاہ عبداللہ احرار۔ (۱۰) حضرت شاہ سعید ابرار رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین۔

وصال : حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ کچھ وصیت فرمائیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ : خلق کی محبت کی وجہ سے حق تعالٰی سے غافل نہ ہونا اور اس کلمے پر آپ کا وصال ہو گیا۔ آپ کا وصال ۱۳ رمضان المبارک ۲۵۳ھ بروز منگل بوقت صبح صادق ۹۸ سال کی عمر میں بغداد شریف میں ہوا اور یہی مشہور ہے مگر بعض نے ۳ رمضان المبارک ۲۵۰ھ بھی بتائی ہے۔

مزار : آپ کا مزار مقدس بغداد شریف میں مقام شونیز میں مرجع خلائق ہے۔

ماخذ : انوار صوفیہ، مسالک السالکین۔ کشف المحجوب، تذکرۃ اولیاء، شجرۃ الکاملین، عوارف المعارف، خزینۃ الاصفیاء، روض الفائق،

۱۱۔ حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت : آپ کے والد ماجد نہاوند کے رہنے والے تھے مگر آپ کی ولادت تقریباً ۲۱۸ھ میں بغداد شریف میں ہوئی۔

اسم : آپ کا نام و اسم گرامی جنید بغدادی ہے۔

القاب و کنیت : آپ کی کنیت ابوالقاسم اور القاب سیدالطائفہ، طاؤس العلماء قواریری، زجاج، خزاز و لسان القوم ہے۔ قواریری اس لئے کہتے ہیں کہ آپ کے والد ماجد محمد بن جنید شیشہ کا کاروبار کرتے تھے اور خزاز اس وجہ سے کہ چرم فروشی بھی کرتے تھے۔

عہد طفلی : آپ بچپن میں ہی حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا کرتے تھے اور آپ کے ساتھ ہی سات سال کی عمر میں زیارت حرمین شریفین کو گئے۔ بیت اللہ میں چار سو علماء و مشائخ کی موجودگی میں حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کے حکم پر

آپ نے اپنی رائے کا مسئلہ شکر پر اظہار فرمایا کہ جو نعمت تجھے رب تعالیٰ نے عطا کی ہے اس نعمت کی وجہ سے نافرمانی نہ کرے اور اس کی نعمت کو نافرمانی و معصیت کا ذریعہ نہ بنائے۔ تمام نے آپ کی بات کی تصدیق کی۔ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ اے بیٹے! تو نے ایسی مثالیں کہاں سے سیکھی ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ حضور! آپ ہی کی فیض بخش صحبت سے حاصل کیا ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد نے حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں زکوۃ بھیجی جو آپ نے نہ لی جس کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے والد ماجد سے عرض کی کہ وہ مال مجھے دے دیں تاکہ میں حضرت کی خدمت میں دے آؤں۔ آپ وہ درہم لیکر حضرت کی خدمت میں پہنچے تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ مین زکوۃ نہ لوں گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ آپ کو قسم ہے اس رب کائنات کی جس نے آپ پر فضل اور میرے باپ سے عدل کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اے جنید! وہ کون سا عدل ہے جو تیرے باپ کے ساتھ کیا گیا ہے اور کون سا فضل ہے جو مجھ پر کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آپ پر یہ فضل کیا ہے کہ آپ کو درویشی دی اور میرے والد کے ساتھ یہ عدل کیا ہے کہ ان کو دنیا میں مشغول کر دیا۔ اب یہ آپ کی مرضی ہے کہ آپ اسے قبول فرمائیں یا رد کریں۔ حضرت کو یہ بات نہایت پسند آئی اور ارشاد فرمایا کہ اے بیٹا! قبل اس کے کہ میں زکوۃ کو قبول کروں میں نے تم کو قبول کیا اور پھر زکوۃ کو قبول فرمایا اور نہایت درجہ محبت کرنے لگے۔

فضائل: آپ قطب بالاستحقاق، منبع اسرار، مرقع انوار، سلطان طریقت ہیں۔ آپ فروع میں مفتی اور علوم و فنون میں کامل تھے۔ کلمیات عالیہ اور ارشادات لطیفہ میں سب پر سبقت رکھتے تھے۔ سبھی لوگ آپ کی امامت پر متفق تھے۔ آپ کا سخن طریقت میں حجت ہے۔ آپ صوفیا کے سردار و مقتدی تھے۔ آپ شریعت و طریقت میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ آپ عشق و زہد میں بے مثل اور طریقت میں مجتہد عصر تھے۔ آپ کا طریق طریق صحو ہے۔ آپ اپنے وقت میں تمام مشائخ کا مرجع تھے۔ آپ کی تصانیف بہت ہیں جو تمام ارشادات و

معارف میں لکھی ہیں۔

آپ اخلاق اسلامی سے مزین اور کم درجہ لوگوں سے خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ آپ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ مگر جب کبھی آپ کے برادران طریقت آ جاتے تو روزہ افطار کر دیتے اور فرماتے کہ اسلامی بھائیوں کی خاطر و مدارت نفلی روزوں سے افضل ہے۔

آپ شروع میں آئینہ کی تجارت کرتے تھے۔ دکان میں پردہ گرا کر چار سو رکعت نماز نفل ادا کرتے تھے۔ پھر دکان کو چھوڑ دیا اور شیخ طریقت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کی ایک کوٹھڑی میں آپ نے خلوت گزیں ہو کر دل کی پاسبانی شروع کر دی اور حالت مراقبہ میں رہتے۔ اس طرح آپ نے چالیس سال کا عظیم عرصہ گذارا اور تیس سال تک عشا کی نماز کے بعد کھڑے ہو کر صبح تک اللہ اللہ کہا کرتے اور اس وضو سے صبح کی نماز پڑھتے اور بیس برس تک تکبیر اولی فوت نہیں ہوئی۔ نماز میں دنیا کا خیال آ جاتا تو دوبارہ پڑھتے اور اگر بہشت و آخرت کا خیال آتا تو سجدہ سہو ادا کرتے۔

آپ ہمیشہ لباس عالمانہ زیب تن فرماتے۔ ایک بزرگ نے خواب میں سرکار مدینہ ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور دیکھا کہ بارگاہ نبی ﷺ میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بھی حاضر ہیں' اسی دوران ایک شخص حاضر ہوا اور ایک استفتاء آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جنید کو دے دو تاکہ وہ اس کا جواب لکھ دیں۔ اس شخص نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ قربان یارسول اللہ ﷺ آپ کے ہوتے ہوئے جنید کو کیسے دوں؟ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح انبیاء علیہم السلام کو اپنی ساری امت پر فخر تھا مجھ کو جنید پر فخر ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اصول بلاغت میں ہمارے مقتدا و پیشوا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔

جب حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ راہ سلوک میں کامل و اکمل ہو گئے تو حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو وعظ کرنے کا حکم دیا مگر آپ تردد میں پڑ گئے کہ شیخ کی موجودگی میں کس طرح تقریر کروں۔ رات کو آپ نبی کریم ﷺ کی زیارت سے

مشرف ہوئے اور سرکار مدینہ نے بھی آپ کو وعظ کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔
صبح آپ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پہنچے تاکہ خواب بیان کریں مگر وہ پہلے ہی سے آپ کے منتظر تھے اور حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اب تو قاسم نعمت صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ کرنے کے لئے فرما دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس شرط پر وعظ کہوں گا کہ چالیس سے زیادہ آدمی اس میں موجود نہ ہوں۔ چنانچہ آپ نے وعظ شروع کیا تو اٹھارہ آدمی جاں بحق ہو گئے۔ پھر آپ نے زیادہ وعظ نہ کہا اور واپس مکان پر آ گئے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں عظیم خوبی و اثر اندازی تھی اور ان کا کلام عجب شان و شوکت کا ہے جس کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ گویا حق تعالیٰ ان کی زبان سے کہلواتا ہے۔

آپ کے توکل کا یہ عالم تھا کہ ایک شخص نے پانچ سو اشرفیاں لا کر نذر کرنی چاہیں۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ آئندہ تجھے اور مال کی ضرورت ہے یا نہیں۔ اس نے عرض کیا کہ ہاں کیوں نہیں۔ ہر وقت ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اشرفیاں واپس لے جاؤ کیونکہ تو مجھ سے زیادہ محتاج ہے اور میں محتاج سے نہیں لیتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ ایک میرا مولا ہی غنی ہے اور دو جہاں فقیر ہے۔

ایک ضعیفہ اپنے گم شدہ بچے کی واپسی کی دعا کے لئے دو مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ صبر کرو۔ تیسری مرتبہ وہ دیوانوں کی طرح حاضر خدمت ہوئی اور دعا کے لئے عرض کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تو اضطراب و بے قراری میں سچی ہے تو اپنے گھر جا تیرا بچہ انشاء اللہ تجھ کو گھر مل جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اللہ تعالیٰ بے قراروں کی فریاد کو ضرور سنتا ہے اور ان کی تکلیف دور کرتا ہے" اس کے بعد بڑھیا گھر پہنچی تو دیکھا اس کا بیٹا بڑی دیر سے گھر آیا ہوا ہے اور اپنی ضعیفہ ماں کا انتظار کر رہا ہے۔

کشف و کرامات: بصرہ میں آپ کا ایک مرید رہتا تھا۔ اس کے دل میں ایک روز گناہ کا خیال پیدا ہوا۔ یہ خیال آتے ہی اس کا پورا چہرہ سیاہ ہو گیا۔ اس صورت حال سے وہ بہت گھبرایا اور شرم و ندامت سے باہر نکلنا بھی ترک کر دیا۔

تین روز کے بعد منہ کی سیاہی کم ہوتے ہوتے بالکل دور ہو گئی حتیٰ کہ چہرہ روشن ہو گیا۔ اس روز ایک شخص آیا اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا خط دیا۔ جب اس نے خط پڑھا تو اس میں تحریر تھا کہ اپنے دل کو اپنے قابو میں رکھو اور بندگی کے دروازے پر ادب سے رہو۔ اس لئے کہ آج مجھے تین دن اور رات سے دھوبی کا کام کرنا پڑا کہ تمہارے منہ کی سیاہی دور ہو۔

ایک مجوسی گلے میں زنار اور مسلمانوں کا لباس پہن کر آپ کی خدمت میں آیا اور ایک حدیث شریف کا مطلب دریافت کرنے کے لئے آیا۔ اس حدیث میں یہ آیا ہے۔ "مومن کی فراست سے ڈرو اس لئے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔" اس کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے اس سوال کو سن کر تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اپنا زنار توڑ، کفر چھوڑ اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جا۔ مجوسی نے یہ جواب سنا تو فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

آپ کے ایک مرید پر یہ جنون طاری ہو گیا کہ میں اب کامل ہو گیا ہوں۔ ہر رات وہ فرشتوں کو خواب میں دیکھتا جو اسے جنت میں لے جاتے۔ وہ بہت ہی حسین و جمیل آدمیوں کو دیکھتا۔ نہایت نفیس و عمدہ کھانے اور صاف شفاف نہریں پاتا اور کچھ دیر قیام کرتا اور لوگوں کو یہ حالت بتاتا۔ اس کی یہ خبر حضرت تک پہنچی اور آپ خبر گیری کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ کے دریافت فرمانے پر اس نے تمام حال ظاہر کیا۔ آپ نے اس کو سمجھایا کہ آج رات جب تم وہاں پہنچو تو ذرا "لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم" پڑھنا۔ رات کو جب حسب معمول شیطان کی جنت میں پہنچا تو آزمائش کے طور پر لاحول پڑھی۔ اس کا پڑھنا تھا کہ سب چیخ اٹھے اور اس کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس نے صبح اٹھ کر توبہ کی اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت بڑھی تو کچھ فتنہ گرد اور کوتاہ اندیش آپ کی مخالفت کرنے لگے اور خلیفہ کے پاس شکایت کی۔ خلیفہ وقت نے ایک حسین ترین لونڈی جواہرات اور قیمتی زیورات سے آراستہ کر کے حضرت کے پاس یہ سمجھا کہ بھیجی کہ تم ان سے کہنا کہ دنیا سے میرا دل اٹھ گیا ہے۔ میں

آپ کے پاس آئی ہوں مجھ کو قبول کر لیں۔ چنانچہ لونڈی نے حاضر ہوتے ہی اپنے منہ سے نقاب الٹ دیا اور وہ کچھ کہنا شروع کر دیا جس کی خلیفہ نے تعلیم دی تھی۔ آپ نے پوری باتیں سن کر اچانک سر کو اٹھایا۔ آہ' آہ اپنی زبان سے کہا۔ اتنا کہنا تھا کہ لونڈی تاب نہ لا سکی اور نگاہ پڑتے ہی مر گئی۔ ایک خادم نے جو خلیفہ نے اس لونڈی کے ساتھ بھیجا تھا جا کر خلیفہ سے ساری کیفیت بیان کی تو اس کے دل پر شدید چوٹ لگی اور کہا کہ کچھ لوگ مشائخ کے خلاف ایسی باتیں کرتے ہیں جو نہیں کرنی چاہیے۔

ملفوظات : حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے بے شمار ارشادات اور ملفوظات ہیں جو رموز و معارف کا خزینہ اور اہل طریقت کے لئے بہترین گنجینہ ہیں۔ یہاں چند ایک لکھے جاتے ہیں:

آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ صوفی زمین کی مانند ہوتا ہے کہ تمام پلیدی اس پر ڈالی جاتی ہے اور وہ سرسبز ہو کر نکلتی ہے۔ فرمایا کہ تصوف تمام علاقوں کو ترک کر کے حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہوتا ہے۔ فرمایا تصوف وہ ہے جو تجھ کو مارتا ہے اور اپنے سے زندہ کرتا ہے۔ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ توحید کیا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ توحید کے معنی یہ ہیں کہ آدمی اس میں ناپید و گم ہو جائے اور اس میں پوشیدہ ہو جائے۔ فنا و بقا کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ بقا حق کے لئے اور فنا ماسوی اللہ کے لئے ہے۔ تجرید کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ظاہر کا اغراض سے پاک و خالی ہونا اور باطن کا اغراض سے خالی ہونا ہے۔ تفکر کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اس کی کئی قسمیں ہیں اول یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی آیات میں تفکر و غور کیا جائے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ اس سے معرفت پیدا ہوتی ہے دوسرا تفکر یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی نعمتوں اور احسانات میں کیا جائے اس سے حق تعالیٰ کے ساتھ محبت پیدا ہوتی ہے۔ تیسرا تفکر یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے وعدوں میں کیا جائے کہ اس سے ہیبت پیدا ہوتی ہے۔ چوتھا تفکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور احسان میں کیا جائے۔ اس سے حیا پیدا ہوتی ہے۔ فرمایا اخلاص یہ ہے کہ تو نفس کو حق تعالیٰ کے معاملے سے باہر نکال دے کیونکہ وہ ربوبیت کا مدعی ہے۔ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ خوف کی تشریح فرما

دیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہر وقت عذاب کا منتظر رہنا خوف ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ تنہائی کب اختیار کرنی چاہیے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت جب تم کو اپنے نفس سے تنہائی حاصل ہو جائے۔ لوگوں نے پوچھا کہ سب سے زیادہ بزرگ و پیارا کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہ درویش و رضائے الٰہی پر راضی ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ بندہ کون ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو علم کی نگہداشت کرے۔ لوگوں نے پوچھا تواضع کیا شے ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ سر کو جھکانا اور زمین پر سونا۔ نیز فرمایا کہ عالم کی لرزش حال سے حرام کی طرف متوجہ ہونا اور درویش کی لرزش بقا سے فنا کی طرف جھکنا ہے۔ اور عارف کی لرزش کریم سے کرامت کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ نسبت کے متعلق آپ نے فرمایا کہ تمام نسبتوں میں بلند ترین نسبت میدان توحید میں غور و فکر کرنا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ نفس اور شیطان کے وسوسوں اور خدشوں میں یہ فرق ہے کہ نفس جس چیز کی خواہش کرتا ہے جب تک اس کو حاصل نہیں کر لیتا آرام نہیں پاتا تم اس کو کتنا منع کرو۔ اگر اس وقت باز بھی آ جائے تو پھر کسی دوسرے وقت میں رنگ لاتا ہے۔ غرض کہ بغیر اپنی خواہش کے حاصل کئے چین نہیں پاتا مگر شیطان کا وسوسہ لاحول شریف کے پڑھنے سے دور ہو جاتا ہے اور پھر نزدیک نہیں آتا۔

وصال : جب آپ کو اپنے وصال کا علم ہو گیا تو آپ نے حکم دیا کہ مجھے وضو کراؤ۔ وضو کراتے وقت لوگ انگلیوں میں خلال کرنا بھول گئے۔ جب آپ نے یاد دلایا تو لوگوں نے خلال بھی کرایا۔ پھر سجدہ میں جا کر زار و قطار رونے لگے۔ لوگوں نے پوچھا کہ یہ سجدہ کونسا ہے تو آپ نے فرمایا کہ جنید اس وقت سے زیادہ محتاج کسی وقت بھی نہ تھا۔ پھر آپ نے تلاوت قرآن شریف فرمائی تو ایک مرید نے کہا کہ حضور! آپ قرآن شریف پڑھتے ہیں؟ اس کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے لئے اس سے بہتر وقت اور کونسا ہو گا کہ عنقریب میرا نامہ اعمال تہہ کر دیا جائے گا۔ اور میں اپنی ستر سالہ عبادت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں جو ہوا میں ایک باریک سے تار میں لٹک رہی ہے اور ایک تند و تیز ہوا سے ہل رہی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ یہ ہوا وصلیت کی ہے یا قطعیت کی۔ سورۃ

بقرہ کی ستر آیات تلاوت فرمائیں۔ آپ نے حق تعالٰی کی تسبیح کو انگلیوں کے پوروں پر پڑھنا شروع کر دیا۔ جب انگشت شہادت پر پہنچے تو آپ نے ہاتھ اٹھا کر فرمایا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" اور آنکھیں بند فرما لیں اور واصل من اللہ ہو گئے۔

تاریخ وصال : آپ کا وصال ۲۷ رجب المرجب بروز جمعہ ۲۹۷ھ یا ۲۹۸ھ کو ہوا۔ یہ عہد المقتدر باللہ کا تھا۔

خلفاء : آپ کے چار جلیل القدر خلفا ہیں جنہوں نے آپ کے سلسلہ کو فروغ دیا:

(۱) حضرت شیخ ابوبکر شبلی (۲) حضرت منصور ابرار جو انا الحق کہنے کے سبب تختہ دار پر چڑھائے گئے (۳) حضرت شاہ محمد بن اسود دینوری (۴) حضرت شاہ اسمٰعیل العزیز رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین۔

مزار : آپ کا مزار مقدس مقام شونیزیہ جو بغداد شریف میں مرجع خلائق ہے۔ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مزار مقدس کے پاس حاضر تھے ایک شخص نے آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا "مجھے اس شخص سے جو قبر میں ہیں اس طرح شرم آتی ہے جیسا کہ وہ میری طرف نظر کرتے تھے تو مجھے شرم آتی تھی۔

اسی طرح حضرت فرید الدین عطار' م ۶۲۷ھ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بزرگوں کا حال حیات و وفات میں ایک ہی سا رہتا ہے اور مجھے شرم آتی ہے کہ میں ان کی قبر کے سامنے مسئلہ کا جواب دوں جس سے میں زندگی میں شرم کرتا تھا۔

واقعہ بعداز وصال : بعد وصال کسی بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھا اور آپ سے دریافت کیا کہ نکیرین کے سوالات آپ سے کس طرح ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ نکیرین نے آکر مجھ سے کہا۔ تیرا رب کون ہے؟ تو میں نے ہنس کر جواب دیا کہ میرا رب وہ ہے جس نے روز اول میں بلٰی یعنی اقرار بندگی کرایا ہے پس جو شخص بادشاہ کو جواب دے چکا ہو ایک غلام کا جواب دینا کیا

مشکل ہے۔ یہ جب میں نے کہا تو وہ چلے گئے اور کہا کہ یہ تو ابھی تک محبت کے سکر میں ہے اور اس مستی میں پڑا ہے۔

ماخذ: تذکرۃ الاولیاء۔ خزینۃ الاصفیاء۔ شجرۃ الکاملین۔ کشف المحجوب

۱۲۔ حضرت شیخ جعفر ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: آپ کی ولادت باسعادت ۲۴۷ھ مطابق ۸۶۱ء میں بمقام سامرہ جو نواح بغداد میں ہے ہوئی اور وہیں پر آپ کی نشوونما ہوئی مگر یہ قول بھی ہے کہ آپ کی ولادت سرشتہ میں ہوئی۔

اسم و کنیت: آپ کا نام گرامی جعفر ہے اور کنیت ابوبکر ہے۔ شبلی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ موضع شبلہ یا شبلیہ کے رہنے والے تھے۔

علوم اسلامی کی تحصیل: آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے تیس سال تک علم فقہ و حدیث پڑھا یہاں تک کہ علم کا دریا میرے سینے میں موجزن ہو گیا۔ آپ ائمہ اربعہ میں سے حضرت امام مالک کے مقلد تھے اور موطا امام مالک رحمتہ اللہ تعالیٰ آپ کو زبانی یاد تھی۔

فضائل: آپ صاحب علم و حال علوم ظاہری و باطنی اور واقف رموز خفی و جلی ہیں۔ آپ مرید و خلیفہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔ عبادت و مجاہدات و مکاشفات میں آپ کا مقام بہت ہی بلند ہے اور آپ کے نکات اور عبادات اور رموز و اشارات و ریاضات و کرامات احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔ آپ نے علوم طریقت کو بدرجہ کمال حاصل فرمایا۔ آپ کی زبان سے ایسے اسرار و رموز کا اظہار ہونے لگا جو لوگوں کی عقلوں سے بہت بلند و بالا ہوتے جس کی وجہ سے ناواقف لوگ آپ کو دیوانہ بھی کہتے تھے۔

ذکر و مجاہدہ: آپ مجاہدہ کی ابتدا میں آنکھوں میں نمک ڈال لیا کرتے تھے تاکہ تمام رات جاگتے رہیں' اور آنکھوں میں نیند نہ آئے۔ آپ ارشاد فرماتے کہ جو شخص سوتا ہے وہ غافل ہوتا ہے۔ روایت ہے کہ ایک دن آپ اپنی مجلس میں

بیٹھے ہوئے اللہ اللہ کی کثرت کر رہے تھے کہ ایک درویش نے آپ کو کہا لا الہ الا اللہ کیوں نہیں کہتے؟ آپ نے یہ سن کر نعرہ لگایا اور فرمایا کہ میں خوف کرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں لا کہتے ہی میں رہ جاؤں اور اللہ تک پہنچنے سے پہلے ہی میرا دم نکل جائے اور اس وحشت میں دنیا سے چلا جاؤں۔ اس بات سے اس درویش پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی اور لرزہ براندام ہو کر جان پرواز کر گئی۔

ترک امارت نہاوند: آپ نہاوند کی امارت پر فائز تھے۔ ایک مرتبہ خلیفہ وقت نے تمام امراء کو دعوت دی اور جملہ امراء سلطنت کو خلعت سے نوازا۔ اس دوران ایک امیر کو چھینک آئی اور اس نے انہی خلعت سے اپنے منہ اور ناک کو صاف کیا۔ لوگوں نے اس فعل سے خلیفہ کو آگاہ کیا۔ خلیفہ نے خلعت کی بے ادبی پر اسے امارت سے معزول کر دیا۔ آپ اس حال سے آگاہ ہوئے تو سوچا کہ جو شخص مخلوق کے دیئے ہوئے خلعت کے ساتھ بے ادبی کرتا ہے تو اس سے خلعت و رتبہ چھین لیا جاتا ہے۔ پس جو شخص احکم الحاکمین کے ساتھ بے ادبی کرے تو خدا جانے اس کی کیا حالت ہو گی؟ پس آپ نے امارت کو خیرباد کہہ دیا اور حضرت خیر نساج کی مجلس میں آکر توبہ کی۔

شیخ طریقت کی بارگاہ میں حاضری: حضرت خیر نساج نے آپ کو سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ ایک سال تک گندھک فروشی کرو۔ پس آپ نے ایسا ہی کیا جب ایک سال ہو گیا تو پھر فرمایا کہ جاؤ ایک سال تک گداگری کرو۔ وہ بھی اس طرح کہ کسی شے کے ساتھ مشغول نہ ہو۔ پس آپ نے ایسا ہی کیا اور شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ نے ارشاد فرمایا کہ شاید اب تم نے اپنی قدر و قیمت کو سمجھ لیا ہو گا۔ لوگوں کے نزدیک تمہاری کوئی قدر و قیمت نہیں۔ اس لئے اب مخلوق میں دل نہ لگانا۔ پھر شیخ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے شہر نہاوند میں امیری اور حاکمی کے فرائض کو انجام دیا ہے اس لئے جاؤ اور اہل نہاوند سے معافی طلب کرو۔ آپ نے ایسا ہی کیا اور شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو شیخ نے ارشاد فرمایا کہ

ایک سال اور گدائی کرو۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سال اور گدائی کی اور جو کچھ ملتا شیخ کی خدمت میں لے آتا۔ اور شیخ درویشوں میں تقسیم فرما دیتے اور مجھے ہر رات بھوکا ہی رکھتے۔ یہاں تک کہ جب ایک سال گزر گیا تو شیخ نے ارشاد فرمایا کہ اب تم ہماری صحبت کے قابل ہو گئے۔ ایک سال درویشوں کی خدمت کرنے کے بعد شیخ نے سوال کیا اے ابوبکر اب تمہارے نفس کی قدر و قیمت تمہارے نزدیک کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے نفس کو تمام جہان سے کم تر دیکھتا اور جانتا ہوں۔ شیخ نے فرمایا اب جا کر تمہارا ایمان درست ہوا۔ پھر آپ نے شریعت و طریقت میں کمال حاصل کیا۔

بارگاہ رسالت میں آپ کا مقام: حضرت ابوبکر بن مجاہد جو اپنے وقت کے عظیم محدث و فقیہ اور بزرگ ہیں۔ ان کی مجلس میں علماء و فقہا کا مجمع رہتا۔ ایک روز حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کی مجلس میں تشریف لے گئے تو وہ آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے اور سینے سے لگایا اور پیشانی مبارک کو بوسہ دیا۔ ایک ناواقف نے کہا حضرت یہ تو دیوانہ ہے اور آپ اس قدر احترام فرما رہے ہیں۔ تو حضرت ابوبکر بن مجاہد نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تمہیں کیا خبر، میں نے ان کے ساتھ ایسا ہی کیا جیسا کہ میں نے خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ساتھ سلوک کرتے ہوئے دیکھا۔ پھر آپ نے خواب کا واقعہ بیان فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارکہ قائم ہے۔ پھر جس وقت حضرت ابوبکر شبلی اس مجلس میں تشریف لائے تو رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شبلی پر اتنی شفقت و مہربانی کس وجہ سے ہے؟ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ ہر نماز کے بعد لقد جاء کم رسول من انفسکم العظیم پڑھتا ہے اور اس کے بعد تین مرتبہ کہتا ہے: صلی اللہ علیک یامحمد ابن قیم اور مولانا محمد زکریا دیوبندی نے بھی اپنی تصانیف میں یہ حوالہ لکھا ہے

آپ کا اسم اعظم سے عشق: حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بھی عادت مبارکہ تھی کہ آپ جس جگہ اللہ کا نقش دیکھتے تو بوسہ دیتے اور بڑی تعظیم کرتے۔ تو ندا

آئی کہ کب تک اسم کے ساتھ مشغول رہے گا؟ اگر تو مرد طالب ہے تو اس کی تلاش میں قدم رکھ۔ یہاں جب آپ نے آواز سنی تو آپ پر عشق غالب ہو گیا اور اشتیاق و درد نے اتنا غلبہ کیا کہ آپ وہاں سے اٹھے اور اپنے آپ کو دریائے دجلہ میں ڈال دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک موج آئی اور اس نے آپ کو کنارے پر پھینک دیا' پھر اپنے آپ کو آگ میں ڈالا۔ لیکن آگ نے بھی آپ کو نہ جلایا۔ اس طرح آپ نے اپنے آپ کو کئی بار ہلاکت میں ڈالا مگر حق تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کی۔ آپ دیوانگی شوق میں اس مقام پر پہنچ گئے تھے کہ دس دفعہ آپ کو زنجیروں سے باندھا گیا لیکن آپ نے کسی طرح بھی قرار نہ لیا۔ یہاں تک کہ لوگ کہتے کہ شبلی بالکل دیوانہ ہے۔ اس کے جواب میں آپ ارشاد فرماتے کہ میں تمہارے نزدیک دیوانہ ہوں اور تم میرے نزدیک دیوانے ہو۔ خدا کرے میری دیوانگی زیادہ ہو۔ آپ کو دیوانگی کے الزام میں ہسپتال میں داخل کر کے قید کر دیا گیا۔ ایک جماعت آپ کی زیارت کو آئی تو آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ آپ کے محب ہیں۔ تو آپ نے ان کے اوپر پتھر مارا جس سے وہ بھاگنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم میرے محب ہوتے تو میرے مارنے سے کیوں بھاگتے ہو۔ اس لئے کہ محبین دوست کی بلا سے بھاگا نہیں کرتے۔

اور ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ آپ زخمی ہو گئے۔ اس دوران خون کا جو قطرہ گرتا اس سے اللہ کا نقش بن جاتا۔

ایک دفعہ آپ کے دست مبارک میں آگ کا شعلہ تھا اور حالت سکر میں آپ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ جاؤں اور کعبہ کو جلا دوں تاکہ لوگ حق کی طرف بلاعلت کے متوجہ ہوں۔ دوسرے دن آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جو دونوں طرف سے جل رہی تھی اور آپ فرما رہے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ بہشت اور دوزخ کو آگ لگا دوں تاکہ لوگ طمع کی بندگی چھوڑ دیں۔ اسی طرح ایک روز آپ نے چولہے میں ایک لکڑی کو جلتے ہوئے اس طرح دیکھا کہ ایک طرف سے جل رہی تھی اور دوسری طرف سے پانی نکل رہا تھا۔ آپ یہ منظر دیکھ کر رو پڑے اور ارشاد فرمایا کہ لوگو! اگر تم بھی آتش شوق میں جلتے ہو

اور اس دعویٰ میں سچے ہو تو تمہاری آنکھوں سے آنسو کیوں نہیں بہتے۔

ایک مرتبہ آپ نے چار ہزار اشرفیاں دریائے دجلہ میں پھینک دیں۔ لوگوں نے کہا کہ اسے مخلوق خدا میں کیوں تقسیم نہیں فرما دیا؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ سبحان اللہ! اپنے دل سے اس کا حجاب اٹھا کر مسلمان بھائیوں کے دلوں پر ڈال دوں تو میں خدا کو کیا جواب دوں گا کیونکہ دین کی یہ شرط نہیں ہے کہ مسلمان بھائیوں کو اپنے سے بد سمجھوں۔

ایک مرتبہ آپ میدان عرفات میں پہنچے تو بالکل خاموشی اختیار فرما لی اور سورج غروب ہونے تک کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالا۔ یہاں تک کہ اس مقام سے آپ نے منیٰ کی طرف کوچ فرمایا اور جب حدود حرم کے نشانات سے آگے بڑھے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور روتے ہوئے آپ نے عارفانہ اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یوں ہے:

میں چل رہا ہوں اس حال میں کہ میں نے اپنے دل میں تیری محبت کی مہر لگا دی تاکہ اس دل پر تیرے سوا کسی کا گزر نہ ہو۔

اے کاش مجھ میں استطاعت ہوتی کہ میں اپنی آنکھوں کو بند رکھتا اور اس وقت تک کسی کو نہ دیکھتا جب تک تجھے نہ دیکھ لیتا۔

کشف و کرامات: حضرت ابوبکر شبلی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بیمار پڑے۔ علی بن عیسیٰ وزیر کی اطلاع پر خلیفہ نے علاج کے لئے افسر الاطبا کو بھیجا جو نصرانی تھا۔ اس نے بہت علاج کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری دوا کسی اور شے میں ہے۔ طبیب نے عرض کیا کہ وہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تو کفر کو چھوڑ اور مسلمان ہو جا۔ تو طبیب نے فوراً کلمہ شہادت پڑھا۔

حضرت انبازی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ شبلی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ایک ریشمی چادر اوڑھی ہوئی تھی کہ میں نے دیکھا کہ حضرت بہت ہی عمدہ ٹوپی پہنے ہوئے ہیں۔ میں نے چاہا کہ شیخ یہ ٹوپی مجھے عنایت فرما دیں۔ یہ خیال آنا ہی تھا کہ حضرت نے میری چادر اور اپنی ٹوپی کو فوراً آگ میں ڈال دیا اور فرمایا کہ دیدار الٰہی کے سوا کوئی دوسری آرزو دل میں رکھنے کے لائق نہیں ہے۔

آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے حجابات ہٹا دیئے ہیں۔ جب میں بازار سے گزرتا ہوں تو تمام نیک و بد کو پہچان لیتا ہوں اور لوگوں کی پیشانیوں پر سعید و شقی لکھا ہوا دیکھتا ہوں۔

لوگوں نے کہا کہ اے ابو تراب آپ جنگل میں بھوکے ہی رہتے ہیں؟ یہ سن کر آپ نے اپنی نگاہ اٹھائی تو وہ تمام جنگل کھانا ہی کھانا نظر آنے لگا۔ اس کے بعد پھر فرمایا کہ یہ تھوڑی سی مہربانی ہے۔

آپ کے ارشادات : آپ کے بہت سارے ملفوظات وارشادات ہیں لیکن مختصراً" یہاں چند ایک بیان کئے جاتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول مقبول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ بہت سیر ہو کر نہ کھایا کرو' ایسا نہ ہو کہ تمہاری شکم پروری کی وجہ سے نور معرفت تمہارے دل سے نکل جائے۔ ○ فرمایا کہ تصوف ضبط قویٰ ہے اور صوفی وہ ہے جو لوگوں سے منقطع ہو اور حق تعالیٰ سے متصل ہو۔ ○ فرمایا کہ عارف وہ ہے جو کبھی تو ایک مچھر کی تاب نہ لا سکے اور کبھی ساتوں زمینوں اور آسمانوں کو نوک پلک پر اٹھا کر پھینک دے۔ ○ فرمایا کہ محبت یہ ہے کہ ہر چیز کو دوست پر نثار کر دے۔ ○ لوگوں نے پوچھا کہ حضور! سنت کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا کا ترک کرنا۔

پھر زکوۃ کی مقدار کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ کل مال کو اللہ کی راہ میں دے دینا ہی میرے نزدیک اس کی مقدار ہے۔ جب قرآن سے دلیل طلب کی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کے نفسوں اور مالوں کو خرید لیا ہے۔ پس میں نے بیچا ہے مال کو اس لئے اسے کل مال کا حوالہ دینا لازم ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ اس طریقے کے امام کون ہیں تو فرمایا حضرت ابوبکر صدیق ؓ جنہوں نے سب مال اللہ کی راہ میں دے دیا۔

فرماتے ہیں شکر یہ ہے کہ نعمت کو نہ دیکھے بلکہ منعم کو دیکھے۔ اور جو سانس اللہ تعالیٰ کی معرفت میں ہو سب عابدوں کی عبادت سے افضل و بہتر ہے جو وہ قیامت تک کریں۔

فرماتے ہیں کہ شریعت یہ ہے کہ تو اس کی پیروی کرے۔ طریقت یہ ہے

کہ تو اس کی طلب کرے اور حقیقت یہ ہے کہ تو اسے دیکھے۔

وصال: وصال کے وقت آپ نے فرمایا کہ مجھے وضو کراؤ۔ جب آپ کو وضو کرایا گیا تو لوگ داڑھی میں خلال کرنا بھول گئے۔ آپ نے وضو کرانے والوں کو یاد دلایا تو اس کے بعد خلال کرایا گیا۔ انتقال کے وقت آپ فرمانے لگے کہ تعجب ہے کہ مردوں کی جماعت زندوں پر نماز پڑھنے آئی ہے۔ آپ کا وصال ۲۷ ذی الحج ۳۳۴ھ مطابق ۹۵۵ء شب جمعہ ۸۸ سال کی عمر شریف میں ہوا۔ اس وقت المستکفی باللہ کا دور خلافت تھا۔

مزار مبارک: آپ کا مزار مبارک بغداد شریف میں اعظمیہ شریف (جامع ابی حنیفہ) کے نزدیک قبرستان میں ہے۔

خلفائے کرام: حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے دو خلفا کے اسم گرامی دستیاب ہوئے ہیں:

(۱) حضرت خواجہ الواحد ابوالفضل تمیمی رحمۃ اللہ علیہ۔ (۲) حضرت ابوالحسن نالم رحمۃ اللہ علیہ۔

ماخذ: روض الریاحین۔ تذکرہ اولیاء۔ راہ عقیدت۔ کشف المحجوب۔

۱۳۔ حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد تمیمی رحمۃ اللہ علیہ

اسم و کنیت: آپ کا اسم گرامی عبدالواحد تمیمی اور کنیت ابوالفضل ہے۔

والد ماجد: آپ کے والد ماجد کا اسم شریف حضرت شیخ عبدالعزیز تمیمی بن حارث رحمۃ اللہ علیہ ہے عرب میں بنی تمیم ایک قبیلہ ہے۔ اس قبیلے سے تعلق رکھنے کی بنا پر آپ کو تمیمی کہا جانے لگا۔

آپ کے شیخ طریقت: قلائد الجواہر و فتح مبین وغیرہ کتابوں میں ہے کہ آپ نے حضرت شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے خرقہ زیب تن فرمایا مگر ایک قول ہے کہ آپ نے بیعت و خلافت اپنے والد ماجد ہی سے حاصل فرمائی۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۱۰۰ھ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوالفضل عبدالواحد نے اپنے

والد ماجد حضرت شیخ عبدالعزیز بن حارث تمیمی سے خرقہ پہنا اور انہوں نے حضرت ابوبکر شبلی ﷫ سے خرقہ پہنا۔ آپ مرید و خلیفہ اپنے والد بزرگوار کے تھے اور بعد وفات اپنے والد بزرگوار، آپ حضرت ابوبکر شبلی ﷫ کی طرف جو آپ کے والد ماجد کے شیخ طریقت تھے رجوع فرمایا اور ان کی مسند خلافت پر رونق بخشی اور آپ کے والد ماجد کا وصال ۳۳۲ھ میں اپنے شیخ طریقت کی حیات میں ہو گیا۔

فضائل : آپ اپنے زمانے کے ممتاز ترین مشائخ سے تھے۔ آپ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ ﷫ کے مقلد تھے۔ آپ سے بے شمار خلقت نے راہ ہدایت پائی۔ حرمین شریفین کے کئی دورے کئے اور بلاد عرب و عجم کی اکثر سیاحت کی۔ عبادت و ریاضت اور تقویٰ و طہارت میں یکتائے زمانہ تھے۔ آپ عادات اور صفات میں حضرت شیخ ابوبکر شبلی ﷫ کے مطابق تھے۔ سنت نبوی ﷺ کی ہر لحہ حفاظت فرماتے تھے۔ آپ اپنے مرشد اکمل کے وصال کے بعد تقریباً نوے سال تک مسند رشد و ہدایت پر فائز رہے اور اس دوران اپنے پیرو مرشد کے سلسلے کو بہت فروغ بخشا اور خلق کثیر کو ہدایت ظاہری و باطنی سے مرصع فرمایا اور ان کو رشد و ہدایت کا مبلغ و محافظ بنایا۔ آپ نے شریعت و طریقت کی ترویج میں نمایاں کردار ادا کیا۔

تاریخ وصال : آپ کا وصال ۲۶ جمادی الاخر بروز جمعہ ۴۲۵ھ میں ہوا۔ اس وقت القائم بامر اللہ خلیفہ عباسی کا دور خلافت تھا۔

مزار : آپ کا مزار مقدس شہر بغداد میں حضرت امام احمد بن حنبل ﷫ کے مقبرہ شریف میں ہے۔ مگر دونوں مزارات مبارک دریائے دجلہ کی نذر ہو گئے۔ لہٰذا اب ناپید ہیں۔

خلفاء : آپ کے خلفاء کی تفصیل دستیاب نہیں ہے۔ البتہ صرف ایک کا تذکرہ اکثر کتب میں دستیاب ہے۔ ان کا اسم گرامی حضرت شیخ محمد یوسف بن عبداللہ طرطوسی ﷫ ہے۔

ماخذ : قلائد الجواہر۔ فتح المبین۔ تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ۔

۱۴۔ شیخ محمد یوسف ابوالفرح طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ

نام و کنیت: آپ کا اسم گرامی محمد یوسف ہے اور کنیت ابوالفرح ہے۔

والد ماجد: آپ کے والد ماجد کا اسم شریف شیخ عبداللہ طرطوسی ہے۔ شہر طرطوس ملک شام کے عمدہ ترین شہروں میں سے ایک ہے جہاں آپ نے بود و باش اختیار فرمائی اس لئے آپ طرطوسی کے جانے لگے۔

فضائل: آپ ولی کامل اور عالم و فاضل جمیع علوم ظاہری و باطنی ہیں۔ آپ بہت صاحب کرامت بزرگ تھے۔ صبر و توکل میں آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ آپ عظیم خوبیوں کے مالک تھے۔ تجرید و تفرید میں یگانہ وقت تھے۔ اپنے پیر و مرشد کے نقش قدم پر چل کر آپ نے خلق خدا کی ہدایت کا وہ عظیم فریضہ انجام دیا کہ آج بھی آپ کا نقش قدم فیض روحانی کا سرچشمہ ہے۔

تاریخ وصال: آپ کا وصال ۳ شعبان المعظم بروز شنبہ ۴۴۷ھ خلیفہ القائم بامر اللہ عباسی کے عہد میں طرطوس میں ہوا۔

مزار: آپ کا مزار مقدس بمقام طرطوس مرجع خلائق ہے۔

خلفا: آپ کے صرف ایک خلیفہ کا نام کتب میں ملتا ہے جن کا اسم گرامی حضرت شیخ ابوالحسن علی ہکاری رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

ماخذ: انوار صوفیہ، شجرۃ الکاملین، خزینۃ الاصفیاء

۱۵۔ حضرت ابراہیم ابوالحسن علی ہاشمی ہکار رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: آپ کی ولادت باسعادت ۴۰۹ھ مطابق ۱۰۱۷ء میں بمقام ہکار جو موصل کے قریب ایک گاؤں کا نام ہے اس گاؤں میں ہوئی۔ اس وقت بغداد میں عباسی خاندان کے چھبیسویں خلیفہ القادر باللہ کی خلافت تھی جو ۳۸۰ھ سے ۴۲۲ھ تک تخت پر جلوہ گر رہا۔ یہ خلیفہ بڑا عابد و زاہد و فقیہ تھا۔ صاحب

تصنیف تھا۔ فضائل صحابہ و تکفیر معتزلہ میں آپ کی کتاب موجود ہے۔

اسم: آپ کے اسم مبارک کے بارے میں اختلاف ہے اور مختلف روایت سے جو اسماء سامنے آتے ہیں وہ یہ ہیں۔ محمد بن محمود، علی بن محمود، علی بن یوسف، علی بن محمد، چنانچہ علامہ غلام دستگیر صاحب اپنی کتاب "ذکر حسن" میں لکھتے ہیں: ہماری خاندانی کتب میں ابراہیم درج ہے۔ ممکن ہے آپ کا نام ابراہیم ہو۔ لقب یا کنیت ابوالحسن اور باپ کا نام علی ہو مگر چونکہ اکثر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ کا نام نامی علی ابن محمد ہے۔ اس لئے یہ ہی درست سمجھنا چاہیے۔

لقب و کنیت: آپ کا لقب شیخ الاسلام اور کنیت ابوالحسن ہے۔

نسب: آپ کا سلسلہ نسب حضور اقدس ﷺ کے چچازاد اور رضائی بھائی حضرت زید ملقب ابوسفیان سے ملتا ہے۔ تذکرہ حمیدیہ، تذکرہ تعلیہ، اذکار قلندری وغیرہ میں اس طرح شجرہ نسب بتایا گیا ہے: عارف کامل، محبوب باری شیخ الشیوخ ابراہیم ابوالحسن علی ہاشمی الںکاری رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت شیخ محمد جعفر بن حضرت شیخ یوسف بن شیخ محمد بن شیخ شریف عمر بن شیخ شریف، عبدالوہاب بن حضرت ابوسفیان زید رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

تعلیم و تربیت: آپ کی تعلیم و تربیت کے متعلق ابن خلکان تحریر فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنے وقت کے ممتاز ترین علماء و مشائخ کی بارگاہ میں زانوے ادب طے کر کے علم ظاہری و باطنی حاصل کیا۔ علم حدیث و فقہ غرض کہ جملہ علوم پر مہارت تامہ حاصل فرمایا اور شیخ ابوالعلاء معری سے بھی ملے ہیں اور ان سے بھی حدیث سنی ہے۔ آپ کو حضرت بایزید بسطامی کی روح پر فتوح سے بھی فیض پہنچا ہے۔ یہاں تک کہ اپنے زمانے میں شیخ الاسلام کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ اپنے وقت کے فاضل اجل اور عالم بے بدل تھے۔

فضائل: آپ مقتدائے طریقت، واقف اسرار حقیقت اور دانائے اسرار الٰہی ہیں۔ آپ محبوب اللہ الباری، جلوہ ہائے جمال کے مظہر، تجلیات جلال کے مصدر، علم و ادب کے عالم تھے۔ ابتدا میں آپ اپنے پدر بزرگوار حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ کی

صحبت میں رہے۔ آپ بڑے اولوالعزم شیخ تھے۔ آپ کے فیضان کرم سے بے شمار طالبان حق اپنی منزل مقصود تک پہنچے۔ چنانچہ آشنائے بحر توحید حضرت شیخ ابو سعید مبارک مخزومی رحمۃ اللہ علیہ جو جناب فیض ماب حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی غوث صمدانی محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بیعت ہیں۔ آپ ہی کی خدمت میں اٹھارہ سال خدمت گزاری فرما کر اور آپ کی اتباع و پیروی کر کے مسند ارشاد و تلقین پر متمکن ہوئے۔

بیعت و خلافت : آپ کو قطب وقت غوث زماں حضرت ابوالفرح محمد طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت کی سعادت حاصل ہے اور انہی کی نظر کیمیا اثر سے آپ کے قلب و جگر عرفان و ایقان سے روشن و تابناک ہوئے۔ آپ حضرت طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ کے اجلہ خلفاء میں سے ہیں۔

عبادت وریاضت : آپ اپنے وقت کے علم شریعت و طریقت کے امام تھے۔ علم کے ساتھ عمل میں بھی آپ یکتائے روزگار تھے۔ چنانچہ تمام تاریخ نگاروں نے اس بات کو برملا اعتراف کیا ہے کہ آپ ہمیشہ صائم الدہر اور قائم اللیل رہتے اور ہر تیسرے دن پر ہی آپ کھانا تناول فرمایا کرتے تھے اور قیام الیل کا یہ عالم تھا کہ عشا کے بعد آپ اپنے محبوب حقیقی کے کلام کو شروع کرتے اور نماز تہجد کے پہلے ہی دو ختم قرآن مجید کر لیا کرتے تھے۔ یعنی بعد نماز عشاء سے تہجد تک آپ قرآن خوانی ہی میں مصروف رہتے تھے او رکلام الہٰی کی بے پناہ لذتوں سے سرور و کیف کا ساماں مہیا فرماتے۔ گویا آپ ساری رات محو راز و نیاز رہتے۔ سلاسل الانوار میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "یعنی میں بوڑھا ہوں اسلام میں اور میری اولاد و احفاد سے ایک جماعت نکلے گی جو بادشاہوں کے نزدیک پیشی چاہے گی ان کا مرتبہ بلند ہو گا۔ بعض ان میں سے فقراء ہوں گے اور بعض امراء۔" یہ ارشاد ایک قسم کی پیشین گوئی ہے جو پوری ہوئی اور آپ کے فرزند ارجمند حضرت شیخ ظاہر رحمۃ اللہ علیہ جو خلاصہ صاحبان صفا اور زبدہ زمرہ اہل وفا تھے اور آپ کے پوتے شیخ موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے کرستان میں مخلوق خدا کو فیض یاب فرمایا اور ان کے فرزند رشید شیخ ابو علی رحمۃ اللہ علیہ کو کیچ مکران کے باشندوں نے اپنا حاکم

منتخب کر لیا۔ حضرت شیخ ابو علی رحمۃ اللہ علیہ نے جب اپنے فرزند ارجمند رشید الدین رحمۃ اللہ علیہ کو ہونہار دیکھا تو امور جہانداری اس کے حوالے کر کے خود عزلت نشینی اختیار کر لی اور باقی عمر یاد الہٰی میں بسر کر دی۔ آپ نے حضرت سید احمد توختہ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند شاہزادہ بہاء الدین رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ اپنی صاحبزادی بی بی حاج کا نکاح کر دیا جس سے تین فرزند پیدا ہوئے۔

ہمعصر علماء: آپ کا زمانہ علم و ادب کا زمانہ تھا۔ جلیل القدر علماء و فضلا سے لوگ فیض یاب ہو رہے تھے۔ آپ کے ہم عصر علماء کی مختصر فہرست درج ذیل ہے:

(۱) حجتہ الاسلام امام محمد غزالی طوسی ۵۰۵ھ' ۱۱۱۱ء (۲) حافظ دار قطنی (۳) سرتاج نحویاں ابن جنی (۴) سرتاج بلغار بدیع (۵) قدوری شیخ الحنفیہ ۴۲۸ھ (۶) ابن سینا شیخ فلاسفہ ۴۲۷ھ (۷) امام بیہقی (۸) عبدالقادر جرجانی م ۴۷۱ھ (۹) شیخ ابوالحسن خرقانی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

اولاد: آپ کی اولاد امجاد کی کوئی فہرست دستیاب نہیں ہے۔ البتہ ایک صاحبزادے کے نام کا پتہ چلتا ہے جن کو آپ سے خلافت بھی حاصل تھی۔ ان کا اسم گرامی حضرت شیخ ظاہر رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

خلفاء: خلفاء کی بھی فہرست نامکمل ہے۔ (۱) حضرت شیخ ابوسعید مخزومی (۲) دوسرے آپ کے ہی فرزند حضرت شیخ ظاہر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

تاریخ وصال: آپ کا وصال بروز دو شنبہ بوقت صبح صادق یکم محرم الحرام میں ہوا۔ یہ عہد خلافت المستظہر باللہ عباسی کا تھا۔ بعض نے آپ کے وصال کی تاریخ ۲۵ محرم الحرام ۴۸۵ھ ۴۸۴ھ بھی لکھی ہے۔

مزار: آپ کا مزار مبارک بغداد شریف کے ہکار گاؤں میں مرجع خلائق ہے۔

ماخذ: ذکر حسن علامہ غلام دستگیر۔ الدر المنظم فی مناقب غوث الاعظم۔ تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ۔

١٦۔ حضرت شیخ ابو سعید مبارک مخزومی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: آپ کی ولادت باسعادت بغداد شریف میں ہوئی۔

اسم و کنیت: آپ کا اسم گرامی مبارک بن علی بن حسین بن بندار البغدادی المخزومی اور کنیت ابو سعید ہے۔

تعلیم و تربیت: آپ نے ممتاز علماء و مشائخ سے فقہ' حدیث اور علم معقولات و منقولات میں مہارت تامہ حاصل کی۔ آپ نے حدیث شریف کی روایت قاضی ابی یعلی اور فقہ شیخ ابی جعفر بن ابی موسیٰ سے پڑھی۔

بیعت و خلافت: آپ حضرت شیخ ابراہیم ابوالحسن ہکاری رضی اللہ عنہ سے بیعت ہیں اور آپ ہی سے آپ کو خرقہ خلافت عطا ہوا۔

فضائل: آپ سلطان الاولیاء' برہان الاصفیاء قطب عارفان' قبلہ سالکان' واقف حقیقت اور شناور جامع علوم معرفت ہیں۔ آپ عہدۂ قضا پر بھی فائز رہے جسے بعد میں ترک کر دیا۔ آپ ہر وقت یاد الہی میں مصروف رہتے تھے۔ آپ کی توجہ میں اس قدر تاثیر تھی کہ جس پر توجہ خاص ڈالتے تھے یا جس سے معانقہ فرماتے تو وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتا تھا۔ آپ وقت کے ممتاز فقیہ اور بزرگ ترین امام تھے۔ اپ علوم ظاہر و باطن کے منبع تھے۔ آپ علم مناظرہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ آپ فقہ حنبلی کے مقلد تھے۔ آپ نے بغداد شریف میں عظیم الشان مدرسہ باب الازج قائم فرمایا اور اس میں تدریس کے فرائض انجام دیئے آپ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادوں نے بھی اس مدرسہ میں پڑھایا۔

آپ خود فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے خرقہ مجھ سے پہنا اور میں نے ان سے اور ہر ایک نے ایک دوسرے سے تبرک لیا۔ آپ صبر و رضا و توکل و تفویض میں قدم راسخ رکھتے تھے۔ آپ حضرت خضر علیہ السلام کے مصاحب میں تھے۔ آپ صاحب مقامات بلند و کرامات ارجمند تھے۔

حضرت غوث اعظم کو خرقہ پہنانا: حضرت غوث اعظم محبوب سبحانی قطب

ربانی میراں محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں گیارہ سال ایک برج میں بیٹھا عبادت الٰہی میں مصروف تھا' یہاں تک کہ اسی درمیان میں نے عہد کیا کہ کچھ نہ کھاؤں گا جب تک اللہ تعالیٰ نہ کھلائے گا اور کچھ نہ پیوں گا۔ جب تک اللہ تعالیٰ نہ پلائے گا۔ اس طرح چالیس روز تک کچھ نہ کھایا پیا چالیس دن کے بعد ایک شخص آیا اور کچھ کھانا میرے سامنے رکھ کر چلا گیا۔ قریب تھا کہ میرا نفس بھوک کی شدت سے کھانے پر گر پڑے' اس وقت میں نے کہا قسم ہے خدائے ذوالجلال کی جو عہد میں نے خدائے تعالیٰ سے باندھا ہے اس سے نہیں پھروں گا۔ اس کے بعد میں نے باطن سے کسی شخص کی آواز سنی جو الجوع' الجوع کہتا ہے۔ ناگاہ حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزومی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اس آواز کو سن کر فرمایا: اے عبدالقادر! یہ کیسی آواز ہے؟ میں نے کہا یہ نفس کا قلق و اضطراب ہے لیکن روح برقرار ہے۔ اس لئے کہ یہ مشاہدہ خدائے ذوالجلال سے سرشار ہے اس کے بعد حضرت شیخ نے فرمایا کہ میرے مکان پر چلو۔ لیکن میں نہیں گیا اور دل ہی میں کہا کہ باہر نہیں جاؤں گا۔ ناگاہ جناب ابوالعباس حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ اٹھو اور ابوسعید کی خدمت میں جاؤ' جب میں حضرت شیخ کے دولت کدہ پر حاضر ہوا تو دیکھا کہ شیخ دولت کدہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے میرا انتظار کر رہے ہیں۔ شیخ نے فرمایا اے عبدالقادر! میں نے جو تم سے کہا تو کیا کافی نہ تھا؟ جو حضرت خضر علیہ السلام کو کہنا پڑا۔ اس کے بعد پھر مجھے مکان میں لے گئے او رکھانا مہیا کیا اور لقمہ میرے منہ میں رکھا۔ یہاں تک کہ میں آسودہ ہو گیا۔ اس کے بعد مجھے خرقہ پہنایا اور میں نے ان کی صحبت با برکت کو لازم پکڑ لیا۔

آپ کی پیشن گوئی : نفحات الانس مصنفہ حضرت عبدالرحمان جامی رحمتہ اللہ علیہ میں مذکور ہے کہ صاحب معارف و اسرار حضرت شیخ حماد رضی اللہ عنہ جو حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مشائخ سے تھے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عالم شباب میں اپنے شیخ کی بارگاہ میں اکتساب فیض کے لئے حاضر تھے اور مودب طور پر حضرت شیخ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ جب وہاں سے اٹھ کر باہر تشریف لے گئے تو حضرت شیخ نے فرمایا کہ اس عجمی کا ایسا قدم ہے کہ اس کے وقت میں یہ

قدم تمام اولیا اللہ کی گردنوں پر ہو گا اور مامور ہو گا اس امر کے کہنے پر "میرا یہ قدم تمام اولیا اللہ کی گردنوں پر" یہ کلام کہے گا اور تمام اولیاء اللہ اپنی گردنیں جھکا دیں گے۔

خلفاء : آپ کے خلفاء و اولاد و امجاد کے بارے میں اکثر مورخین نے سکوت اختیار کیا ہے تاہم صرف ایک حضرت سیدنا محی الدین محبوب سبحانی عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے اسم گرامی پر ہی مورخین نے اکتفا کیا ہے۔

تاریخ وصال : آپ کا وصال مبارک ۲۷ شعبان المعظم بروز دو شنبہ ۵۱۳ھ میں بغداد شریف میں ہوا۔ بعض نے ۴ شعبان، دس محرم الحرام اور سات شعبان المعظم ۵۰۸ھ بھی تحریر کیا ہے۔

مزار : آپ کا مزار مقدس بغداد شریف میں آپ کے قائم کردہ مدرسہ باب الازج میں مرجع خلائق ہے۔

ماخذ : الدر المنظم فی مناقب غوث الاعظم۔ مقامات دستگیر۔ انوار صوفیہ۔ نفحات الانس شجرۃ الکاملین۔ خزینۃ الاصفیاء، تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ۔

۱۷۔ حضرت غوث الاعظم
شیخ سید ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت : آپؒ کی ولادت باسعادت یکم رمضان المبارک بروز جمعہ ۴۷۰ھ مطابق ۱۰۷۵ء گیلان میں ہوئی۔

اسم : آپ کا اسم گرامی سید عبدالقادر رضی اللہ عنہ ہے۔

لقب و کنیت : آپ کی کنیت ابی محمد اور لقب محی الدین، محبوب سبحانی ہے۔

والدین : آپ کے والد ماجد کا اسم شریف سید ابوصالح موسیٰ جنگی دوست اور والدہ ماجدہ کا نام ام الخیر فاطمہ ہے۔

نسب نامہ: آپ کا نسب نامہ شریف حسنی منجانب والد ماجد اس طرح ہے:
حضرت سید محی الدین عبدالقادر بن سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوست بن سید ابوعبداللہ بن سید یحییٰ زاہد بن سید محمد بن داؤد بن سید موسیٰ ثانی بن سید موسیٰ بن سید عبداللہ ثانی بن عبداللہ محض بن سید حسن مثنیٰ بن سرکار امام حسن بن امیرالمومنین سیدنا علی مرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔
آپ چونکہ نجیب الطرفین ہیں والد کی طرف سے حسنی اور والدہ ماجدہ کی جانب سے حسینی ہیں۔ نسب نامہ شریف منجانب والدہ ماجدہ اس طرح ہے:
حضرت ام الخیر بنت سید عبداللہ الصومعی بن ابوجمال الدین بن سید محمد بن سید ابوالعطا بن سید کمال الدین عیسیٰ بن سید علاؤالدین الجواد بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن سید الشہداء سرکار امام حسین بن سیدنا امیرالمومنین علی مرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

حلیہ: آپ نحیف البدن، میانہ قد، کشادہ سینہ، لمبی چوڑی داڑھی، گندمی رنگ، پیوستہ ابرو، بلند آواز تھے، پاکیزہ سیرت، بلند مرتبہ اور علم کامل کے حامل تھے۔ صاحب شہرت و سیرت اور خاموش طبع تھے۔ آپ کی خصوصیت تھی کہ مجلس میں قریب و بعید بیٹھنے والے کو آپ کی آواز یکساں طور پر سنائی دیتی تھی خواہ ہزاروں کا مجمع ہوتا۔ بڑے سے بڑے سخت دل پر نظر پڑ جاتی تو وہ خشوع و خضوع، عاجزی و انکساری کا مرقع بن جاتا۔

خاندان: آپ کے والد بزرگوار نہایت نیک نفس بزرگ تھے۔ ریاضت اور مجاہدہ میں خاص شہرت کے مالک تھے۔ نام نامی ابوصالح موسیٰ جنگی دوست تھا۔ ان کو جہاد سے بہت الفت تھی۔ اس لئے جنگی دوست کہلاتے تھے۔ غازیوں اور مجاہدین کی امداد ان کا شعار تھا۔ وفات ۴۷۱ھ مطابق ۱۰۷۸ء میں ہوئی اور جیلان میں دفن ہوئے۔ آپ علم و عرفان اور رشد و ہدایت کے نیراعظم تھے۔ حضرت سید عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔
آپ کے نانا سید عبداللہ صومعی جیلان کے شیخ و رئیس تھے۔ نہایت

منکسر المزاج اور صاحب کرامت ولی تھے۔ جیلان میں ان کے باغات تھے۔ آپ کی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔

آپ کی پھوپھی کا اسم گرامی سیدہ عائشہ تھا اور ام محمد کنیت تھی۔ نہایت پارسا اور عابدہ خاتون تھیں۔ جیلان میں ہی وفات پائی۔ جب شہر میں بارش نہ ہوتی یا قحط سالی آ جاتی تو لوگ آپ کی ہی طرف رجوع کرتے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی سیدہ ام الخیر امتہ الجبار فاطمہ بنت سید عبداللہ صومعی تھا۔ نہایت پارسا' عبادت گزار اور زاہدہ تھیں۔ آپ کا شمار عارفات ربانی میں ہوتا تھا۔

آپ کے ایک بھائی بھی تھے جن کا نام نامی سیدابواحمد عبداللہ تھا۔ عمر میں آپ سے چھوٹے تھے' علم تقویٰ کے مجسمہ تھے اور عین عنفوان شباب میں رحلت فرما گئے تھے۔

واقعات ولادت: بعض نے آپ کی تاریخ ولادت ۱۱ ربیع الثانی ۴۷۰ھ مطابق ۱۰۷۷ء تحریر کی ہے اور اس پر زیادہ اتفاق رائے ہے۔ جس وقت آپ کی ولادت ہوئی آپ کی والدہ کی عمر ساٹھ سال تھی اور یہ بھی ایک کرامت ہے کیونکہ اطباء کے نزدیک اس عمر میں اولاد کا ہونا تقریباً" ناممکن ہے۔ مناقب غوثیہ میں لکھا ہے کہ ولادت کی رات آپ کے والد ماجد کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور دیکھا کہ آنحضور ﷺ اپنے اصحابہ کرام کے ہمراہ تشریف لائے اور فرماتے ہیں:

اے! "بوصالح! پروردگار عالم نے تجھے نیک بچہ عطا فرمایا ہے جو میرے بچہ کی مانند ہے۔ وہ میرا بیٹا اور اللہ تعالیٰ کا محبوب ہو گا اور اولیاء اللہ میں اس کا مرتبہ بہت اعلیٰ وارفع ہو گا۔"

ایک دوسری جگہ تحریر ہے کہ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے شانہ مبارک پر نبی اکرم کے قدم مبارک کا نقش موجود تھا۔ پھر یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کی ولادت کے دن سرزمین گیلان میں تمام لڑکے ہی تولد ہوئے۔ لڑکی کوئی پیدا نہیں ہوئی اور اس روز پیدا ہونے والے لڑکوں کی تعداد گیارہ سو بتائی جاتی ہے جو سب کے سب صالح مرد تھے۔ آپ صرف رات کو ہی دودھ پیتے تھے اور

ظہور فجر سے غروب آفتاب تک دودھ کے نزدیک تک نہ جاتے تھے۔

حضرت ام الخیر فاطمہ فرماتی ہیں:

"نصف شب گزر چکی تھی اور میں نے نماز تہجد ادا کی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ زمین سے آسمان تک نور علی نور ہے۔ کسی نے کہا: فاطمہ! یہ وقت ایک آفتاب ولایت کی ولادت کا ہے۔ کچھ دیر کے بعد درد محسوس ہوا اور عبدالقادر پیدا ہوئے اور میں یہ دیکھ کر ششدر رہ گئی کہ نومولود نے اپنا سرزمین پر سجدہ کے لئے رکھ دیا' اور سبحان ربی الاعلیٰ کہا۔ اس وقت ہر طرف انوار کی بارش ہو رہی تھی اور روحانی برکات کا نزول تھا۔"

تمام گیلان میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ سیدوں کے گھر میں ایک صاحبزادہ تولد ہوا ہے جو اوقات صوم میں دودھ نہیں پیتا۔ ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ لوگ چاند نہ دیکھ سکے تو گاؤں کے لوگ آپ کی والدہ کے پاس آئے کہ کیا بچے نے دودھ پیا ہے یا نہیں تاکہ وہ رمضان المبارک کی پہلی تاریخ کا اندازہ لگائیں۔

ابتدائی تعلیم و تربیت: آپ کی ولادت کے تھوڑا عرصہ بعد آپ کے والد ماجد اس دارفانی سے رخصت ہو گئے۔ اس لئے آپ کے نانا سید عبداللہ صومعی کے سایہ میں پرورش پانے لگے۔ جب پانچ برس کے ہوئے تو آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کو گیلان کے ایک مقامی مدرسہ میں بٹھا دیا۔ ابتدائی تعلیم آپ نے اسی مکتب سے حاصل کی۔ دس برس کی عمر میں آپ نے ابتدائی تعلیم پر مکمل دسترس حاصل کر لی تھی۔ جب آپ مکتب جاتے تو اپنے پیچھے عجیب نورانی صورتوں کو چلتا دیکھتے اور جب آپ مدرسہ پہنچتے تو ان صورتوں کو یہ کہتے سنتے کہ "اللہ کے ولی کو جگہ دو۔ اللہ کے ولی کو جگہ دو۔"

آپ کے فرزند ارجمند سیدنا عبدالرزاق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو اپنے ولی ہونے کا کب علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ جب میں دس برس کا تھا اور مقامی مدرسہ میں زیر تعلیم تھا تو فرشتوں کو اپنے پیچھے اور اردگرد چلتے دیکھتا تھا اور جب مدرسہ پہنچ جاتا تو وہ بار بار کہتے کہ "اللہ کے ولی کو جگہ دو۔" اس سے میرے دل میں احساس پیدا ہوا کہ پروردگار

عالم نے مجھے درجہ ولایت پر فائز کر دیا ہے۔ اس مدرسہ میں آپ ابھی زیر تعلیم تھے کہ آپ کے نانا سید عبداللہ صومعی بھی خالق حقیقی سے جا ملے۔ جس سے تعلیم و تربیت کا سارا بوجھ آنجناب کی والدہ ماجدہ پر آ پڑا۔ جنہوں نے نہایت صبر و استقامت سے آپ کی سرپرستی قائم رکھی۔ جب آپ کو آپ کے والد ماجد مکتب میں داخل کرانے کی غرض سے لے کر گئے اور استاد کے سامنے آپ دو زانو ہو کر بیٹھ گئے۔ استاد نے کہا پڑھو بیٹے بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم تو آپ نے بسم اللّٰہ شریف کے ساتھ ساتھ الم ○ سے لے کر مکمل سترہ پارے ازبر استاد کو سنا دیئے استاد نے حیرت سے دریافت کیا کہ یہ تو نے کب پڑھا اور کیسے یاد کیا؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری والدہ ماجدہ سترہ سپارے کی حافظہ ہیں جن کا وہ اکثر ورد کیا کرتی تھیں۔ جب میں شکم مادر میں تھا یہ سترہ پارے سنتے سنتے یاد ہو گئے۔

ورود بغداد شریف : ابتدائی تعلیم کی تکمیل کے بعد ۴۸۸ھ میں جب کہ آپ کی عمر اٹھارہ سال کی تھی بغداد شریف تشریف لائے۔ بغداد شہر آپ کے قصبہ سے چار سو میل دور تھا۔ یہ طویل' صحرائی اور پہاڑی سفر آپ نے ایک قافلے کے ہمراہ کیا۔ دوران سفر ساٹھ مضبوط قذاقوں نے اس قافلہ کو لوٹ لیا۔ آپ نے اپنی والدہ کی تلقین کے مطابق سچ بولتے ہوئے رہزنوں کے سامنے سچ بولا کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں جو میری بغل کے نیچے گدڑی میں سے ہوئے ہیں۔ یہ الفاظ رہزنوں کے سردار کے دل میں اتر گئے۔ قذاقی کے پیشہ سے توبہ کی۔ آپ دنیائے اسلام کے اس سب سے بڑے شہر میں بے یارو مددگار داخل ہوئے جو علوم و فنون کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ آپ نے زمانے کے بڑے محدثین اور اہل فضل و کمال و مستند علماء کرام سے سماع حدیث فرما کر علوم کی تحصیل فرمائی حتیٰ کہ تمام اصولی' فروعی' مذہبی اور اختلافی علوم میں علمائے بغداد ہی سے نہیں بلکہ تمام ممالک اسلامیہ کے علماء سے سبقت لے گئے اور آپ کو تمام علماء پر فوقیت حاصل ہو گئی اور سب نے آپ کو مرجع بنا لیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخلوق کے سامنے ظاہر فرما دیا اور آپ کی مقبولیت تامہ عوام و خواص کے قلوب میں ڈال دی اور آپ کو تقلیت کبریٰ اور ولایت عظمیٰ کا مرتبہ عطا

فرمایا۔ حکمت و دانائی کے چشمے آپ کی زبان سے جاری ہو گئے۔ عالم ملکوت سے عالم دنیا تک آپ کے کمال و جلال کا شہرہ ہو گیا۔ بخشش کے خزانوں کی کنجیاں اور تصرفات وجود کی لگامیں آپ کے قبضہ اقتدار و دست اختیار میں سپرد فرما دیں۔ تمام مخلوق کے دلوں کو آپ کی عظمت و ہیبت کے سامنے سرنگوں کر دیا۔ دنیائے اسلام کی روحانی بارگاہیں آپ ہی کی نگاہ کرم سے منور ہوئیں اور ولایت کے تمام سلاسل آپ ہی سے فیض یاب ہوتے رہے۔ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ کے موسس ضرور ہیں مگر سلاسل اربعہ کے شہنشاہ آپ کے ہی باجگزار ہیں۔

بیعت و خلافت : آپ کو بیعت و خلافت کا شرف حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزومی رضی اللہ عنہ سے حاصل تھا اور اپنے شیخ طریقت کی بارگاہ میں راہ طریقت و سلوک کو حاصل کیا۔ یہ وہ بزرگ تھے جو اپنے وقت کے شریعت و طریقت کے مسلم امام تھے۔ آپ نے بیشتر علوم دینیہ کی تکمیل حضرت حماد دباس رضی اللہ عنہ اور ابوسعید مبارک مخزومی رضی اللہ عنہ سے کی۔

مجاہدات و ریاضات : حضرت محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے علوم ظاہر کی تحصیل و تکمیل کے بعد پچیس سال کی طویل مدت میں ایسے ایسے مجاہدے اور ریاضتیں کیں کہ ان کا تصور کر کے ہی انسان کپکپا اٹھتا ہے۔ کوئی سختی یا مصیبت ایسی نہ تھی جو آپ نے برداشت نہ کی ہو۔ بہجۃ اسرار میں لکھا ہے کہ خود حضرت شیخ فرماتے ہیں میں تنہا عراق کے بیابانوں جنگلوں' ویرانوں اور خطرناک جگہوں پر پھرتا رہا۔ نہ مجھے کوئی جاننے والا تھا اور نہ ہی میں کسی کو پہچانتا تھا اور شب و روز مجاہدات میں معروف رہتا تھا۔ علائق دینوی سے قطع تعلق تھا اور فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول کا مقام حاصل تھا۔ انہی ایام میں میرے پاس رجال الغیب اور جنات حاضر خدمت ہوتے تھے اور میں انہیں علم طریقت کی تعلیم دیا کرتا تھا۔ اس صعوبت و دہشت نوردی میں مجھ پر ہزارہا راز ظاہر ہوئے۔ بسا اوقات تیس سے چالیس دن تک بغیر کھائے پئے گزر جاتے تھے۔" مزید فرماتے ہیں کہ بعض اوقات بھیانک اور ڈراؤنی شکل کے شیاطین و جنات بھی میرے پاس آیا کرتے تھے۔ وہ مجھ سے لڑائی جھگڑا کیا کرتے تھے۔ مگر پروردگار

عالم نے ہمیشہ ان پر میرا غلبہ رکھا۔ فرماتے ہیں کہ میں چالیس سال تک صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھتا یا پندرہ سال تک عشاء کی نماز پڑھ کر ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر صبح تک قرآن مجید ختم کرتا رہا۔ کئی برس تک بغداد کے محلہ کرخ کے ویران اور غیر آباد مکانوں میں رہائش پذیر رہا۔ اس دوران کوندلوں کے سوا کچھ نہ کھاتا تھا۔ اس زمانے میں اپنے نفس کو طرح طرح کی آزمائشوں میں ڈالتا رہا۔ لوگ مجھے دیوانہ کہتے اور میں آہ و زاری کرتا صحرا کو نکل جاتا۔ اکثر و بیشتر بنجر اور خراب خستہ مقامات پر شیاطین سے جنگ ہوتی جو مختلف اشکال میں ہیبت ناک اور ہولناک صورت بنا کر صف بہ صف میرے اشغال میں مخل ہوتے تھے۔ مجھ پر آگ پھینکتے اور لڑا کرتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے عزم' استقلال' پامردی' ثابت قدمی اور اولوالعزمی میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آیا۔ اور میں قطعاً" ان سے محفوظ رہا۔

فضائل : آپ کے فضائل احاطہ طاقت بشری سے بالاتر ہیں۔ آپ مقبول بارگاہ الٰہی' مورد انوار لامتناہی' خلاصہ خاندان مصطفوی' سید صحیح النسب' نور دیدہ شہید کربلا' پشت و پناہ امت خاتم النبیین' محی السنہ' قطب الاقطاب' غوث الاغواث' مظہرولایت خاصہ سرور عالم ﷺ ہیں۔

تلخیص قلائد الجواہر میں حضرت ابو زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی نے ارشاد فرمایا کہ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک تخت مرصع پر جلوہ گر ہو کر تشریف لائے اور مجھے نہایت الفت و محبت سے اپنے پاس بٹھایا اور میری پیشانی پر بوسہ دیا اور اپنے جسم انور سے پیراہن مبارک اتار کر مجھ کو پہنایا۔

ایک مرتبہ محلہ حلبہ میں اپنے مہمان خانے میں وعظ فرماتے ہوئے آپ پر حالت کشفی طاری ہوئی اور آپ نے فرمایا "میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔"

اس مجلس میں عراق کے سب اکابر مشائخ موجود تھے۔ سب نے یہ ارشاد گرامی سن کر اپنی گردنیں خم کر دیں اور تمام کرہ ارض پر جہاں جہاں کوئی قطب' ابدال یا ولی تھا ہر ایک نے آپ کے یہ الفاظ سن کر گردن جھکا دی اور

عارف کامل شیخ علی بن ابونصر الہیتی نے جو مجلس میں حاضر تھے' اٹھ کر آپ کا قدم مبارک اپنی گردن پر رکھ لیا۔ بعد میں انہوں نے اپنے ارادت مندوں کے استفسار پر بتلایا کہ سید عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات ازخود نہیں کہی بلکہ اسے کہنے کا انہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔

خواجہ غریب نواز چشتی کا سر جھکانا: حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں خراساں کے پہاڑوں میں مجاہدات و ریاضات میں مشغول تھے۔ آپ نے بھی روحانی طور پر جناب غوث اعظم ؓ کا مندرجہ بالا ارشاد گرامی سن کر اپنی گردن اسم قدر خم کی کہ پیشانی زمین کو چھونے لگ گئی اور عرض کی قدماک علی راسی و عینی (آپ کے دونوں قدم میرے سر اور آنکھوں پر ہوں) حضرت غوث اعظم ؓ نے اس اظہار نیاز سے متاثر ہو کر مجلس میں فرمایا کہ سید غیاث الدین کے صاحبزادے نے گردن جھکانے میں سبقت کی ہے۔ جس کے باعث عنقریب ولایت ہند سے سرفراز کئے جائیں گے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی کے لیے دعا: حضرت سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی ؓ کی دعا سے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ روحہ پیدا ہوئے' حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؓ کی صحبت میں بھی رہے اور اکتساب فیض کیا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؓ نے آپ سے فرمایا کہ تم عراق کے آخری مشہور بزرگوں میں سے ہو گے۔ مختصراً" آپ نے حضرت سیدنا غوث اعظم ؓ کی صحبت بابرکت میں بڑا رتبہ اور مقام حاصل کیا اور آپ نے جو پیشن گوئی فرمائی تھی چنانچہ ویسا ہی ہوا۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی کے لیے وسیلہ کبریٰ: شیخ عبدالحق مکی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "خوارق الاحباب فی معرفتہ الاقطاب" میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت غوث اعظم نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا کہ ڈیڑھ سو سال بعد بخارا میں ایک درویش بہاء الدین نامی پیدا ہو گا۔ جو ہم سے ایک خاص نعمت کا مستحق ہو گا چنانچہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ نے میدان سلوک میں قدم رکھا تو حضرت خضر علیہ السلام کے اشارے پر حضرت غوث اعظم

کی روحانیت کی طرف متوجہ ہو کر "الغیاث' الغیاث یا محبوب سبحانی" پکارتے ہوئے سو گئے اور خواب میں موافق راہنمائی جناب خضر علیہ السلام حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے جمال جہاں آرا سے مشرف ہوئے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے انگشت ہائے مبارک جو نقش اسم ذات کی مانند ہیں خواجہ نقشبند کو دکھائیں۔ اس کو دیکھتے ہی فوراً نقش پنجہ مبارک سرکار غوث اعظم کا نقش اسم ذات ظاہر و باطن میں حضرت نقشبند کے منقش ہو گیا۔ اس کے بعد آپ کو ہر شے میں نقش اسم ذات ہی محسوس ہونے لگا اور کوب بیتی میں گلکاری کی جگہ اسی نقش اسم کی گلکاری ہوئی۔ جو کوئی مرید ہوتا اس کے دل پر یہی نقش باندھتے تھے۔ آپ کا یہ شعر مشہور ہے۔

بادشاہ ہر دو عالم شاہ عبدالقادر است
سرور اولاد آدم شاہ عبدالقادر است

حضرت حق پسند' خواجہ نقش بند قدس سرہ العزیز سے "میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔" کی کیفیت دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ عارف خواجہ خواجگان خواجہ ابویوسف ہمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت کے زمانہ میں تھے اپنی گردن کو ان کے قدم مبارک کے نیچے کیا اور فرمایا "آپ کے دونوں قدم میرے سر اور آنکھوں پر ہوں۔"

حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے آں جناب رضی اللہ عنہ کو وہ قوت عطا فرمائی کہ دور و نزدیک ہر جگہ یکساں تصرف فرماتے ہیں۔ آپ اپنے ہم عصر اور بعد میں آنے والے تمام اولیا کرام کے لئے حصول ولایت اور وصول فیض کا وسیلہ کبریٰ اور واسطہ عظمیٰ ہیں۔

اگرچہ طریقہ نقشبندیہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے لیکن حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا طریقہ چاروں خلفاء کرام کی طرف منسوب ہے۔ علاوہ ازیں طریقہ قادریہ کو شرف خاص نسبت سیادت یعنی فرزندان رسول انس و جان سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ فقیر اللہ علوی نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مکتوب میں تحریر فرمایا "سلسلہ قادریہ کو سب سلسلوں پر فضیلت حاصل ہے اور اس سلسلے کے مریدین دیگر سلاسل کے مریدین پر فوقیت رکھتے ہیں۔

سلسلہ قادریہ کے مرید کے لئے نامناسب ہے کہ وہ کسی اور سلسلہ کے پیر سے روحانی استفادہ کرے اس لئے کہ تمام سلاسل کے مشائخ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے فیض یاب ہوتے ہیں اور اول و آخر ان ہی کے طفیل ان پر در معرفت وا ہوتا ہے اگرچہ وہ اقطاب و نجبا وقت ہوں۔ ہاں دیگر سلاسل کے لوگوں کا سلسلہ قادریہ کے مشائخ سے استفادہ ان کے فیض کی زیادتی کا موجب ہوتا ہے۔"

حضرت شاہ ابوالمعالی قادری قدس سرہ تحفہ قادریہ میں اس حقیقت کو اپنے انداز میں بیان کرتے ہیں۔

(اردو ترجمہ) شیخ ابوالبرکات موصل سے منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے چچا شیخ عدی بن مسافر سے سنا کہ وہ فرماتے تھے جو کوئی مشائخ کرام کے مریدوں سے مجھ سے خرقہ لینے کی آرزو کرے تو اس کو پہنا دوں مگر شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے مریدوں کو نہیں پہنا سکتا کیونکہ وہ رحمت بے نہایت اور عنایت بے غایت کے دریا میں غرق ہیں۔ ان کو کسی چیز کی ضرورت نہیں وہ کیوں کسی کی طرف التفات کریں۔ کیونکہ کوئی سمندر کو چھوڑ کر حوض کی طرف نہیں آتا۔

حضرت شاہ جیلانی رضی اللہ عنہ کی تعریف و توصیف میں سارا جہان مصروف ہے۔

- شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں۔

"اس میں ذرہ بھر بھی کلام نہیں ہے کہ حضرت غوث اعظم مرکز ولایت ہیں۔ اولیاء اللہ میں ان کو خاص برتری حاصل ہے۔ ان کی برکات کا آفتاب روز حشر تک ضیا باریاں کرتا رہے گا۔"

- سیدنا ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی فرماتے ہیں:

"سیدنا عبدالقادر اس وقت تمام دنیا کے اولیاء اللہ میں ممتاز اور یگانہ حیثیت کے مالک ہیں اور اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ وہ اگر چاہیں تو لوگوں کے مقامات کو سلب کر لیں اور چاہیں تو اصلی حالت پر رہنے دیں۔"

- حضرت شیخ محی الدین ابن عربی اپنی کتاب "فتوحات مکیہ" میں تحریر فرماتے ہیں:

"بغداد میں شیخ الاسلام سید محی الدین عبدالقادر جیلانی کو اس قدر منزلت

اور مرتبت حاصل ہے کہ کل اقطاب' ابدال' اوتاد اور افراد آپ کے زیر نگیں ہیں اور آپ سب کے قائد ہیں۔"

○ علامہ جوزی نے آپ کو "اولیاء اللہ میں سب سے زیادہ سربلند" اصفیاء کے سر کے تاج' "شیخ الاسلام" اور "پیشوا" کے القاب سے یاد فرمایا ہے۔

○ شیخ ابوسعیدی قیلوی فرماتے ہیں:
"کہ میں نے بارہا حضرت شیخ عبدالقادر کی مجلس میں پیغمبر خدا ﷺ اور دوسرے پیغمبروں' فرشتوں اور جنوں کا صف بہ صف مشاہدہ کیا ہے۔"

○ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یاغوث معظم نور ہدیٰ مختار نبی مختار خدا
سلطان دو عالم قطب علی حیران ز جلالت ارض و سما"

○ حضرت قطب الدین بختیار کاکی چشتی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ یوں عرض کرتے ہیں:

قبلہ اہل صفا حضرت غوث الثقلین
دستگیر ہمہ جا حضرت غوث الثقلین

○ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"بادشاہ ہر دو عالم شاہ عبدالقادر است
سرور اولاد آدم شاہ عبدالقادر است
آفتاب و ماہتاب و عرش و کرسی و قلم
نور قلب از نور اعظم شاہ عبدالقادر است"

○ حضرت مجدد الف ثانی نقشبندی سرہندی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں:
"حضرت غوث الثقلین مرکز ولایت ہیں۔ دنیائے اسلام میں جس کسی کو عظیم روحانی مرتبہ ملا وہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی نظر کرم سے ملا اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ آپ مرکز ولایت و قطبیت ہیں۔"

○ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی چشتی فرماتے ہیں:

خداوند بحق شاہ جیلاں

محی الدین غوث و قطب دوراں
بکن خالی مرا از ہر خیالے
ولیکن آنکہ زد پیداست حالے

○ ملا عبدالقادر بدایونی اس طرح کہتے ہیں:
"غوث اعظم بمن بے سروسامان مددے
قبلہ دین مددے کعبہ ایمان مددے"

○ حضرت شاہ محمد سلیمان قادری چشتی پھلواروی فرماتے ہیں:
عاشق خواجہ ہوں میں اور ہوں گدائے غوث پاک
جاں نثار خواجہ ہے اور دل پہ گدائے غوث پاک

○ حضرت مولانا حسرت موہانی اس طرح عرض کرتے ہیں:
دستگیری کا طلب گار ہوں شیئا للہ
میراں بغداد میں ناچار ہوں شیئا للہ

○ سلطان العارفین حضرت سلطان باہو قادری رحمۃ اللہ علیہ گنج الاسرار میں فرماتے ہیں:
شاہ جیلانی محبوب سبحانی میری بانہہ پھڑلو گھٹ کر کے ہو
پیر جنہاں دے میراں باہو اور کدھے لگدے ترکے ہو

○

شو مرید از جان باہو بالیقین
خاکپائے شاہ میراں راس دین

○ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی سہروردی فرماتے ہیں:
بیکساں راکس اگر جوئی تو در دنیا و دین
ہست محی الدین سید تاج سرداران یقین
دست گیر بے کساں و چارۂ بے چارگان
شیخ عبدالقادر است آں رحمتہ اللعالمین

کشف و کرامات: اخبار الاخیار میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

"آپ سے لاتعداد کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ مخلوق کے ظاہر و باطن میں تصرف کرنا۔ انسان اور جنات پر آپ کی حکومت' لوگوں کے راز اور پوشیدہ امور سے واقفیت' عالم ملکوت کے بواطن کی خبر' عالم جبروت کے حقائق کا کشف' عالم لاہوت کے سربستہ اسرار کا علم' مواہب غیبیہ کی عطا' باذن الٰہی حوادث زمانہ کا تصرف و انقلاب' باذن الٰہی مارنے اور جلانے کے ساتھ متصف ہونا' اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنا۔ مریضوں کی صحت' بیماروں کی شفا' طے زمان و مکان' زمین و آسمانوں پر اجرائے حکم' پانی پر چلنا' ہوا میں اڑنا' لوگوں کے تخیل بدلنا' اشیاء کی طبیعت کا تبدیل کرنا' غیب کی اشیاء کا منگانا' ماضی و مستقبل کی باتوں کا بتانا اور اس طرح کی دوسری کرامات مسلسل اور عام و خاص کے درمیان آپ کے قصد و ارادہ سے بلکہ اظہار حقانیت کے طریقے پر ظاہر ہوئے مذکورہ کرامتوں میں سے ہر ایک سے متعلق اتنی روایات و حکایات ہیں کہ زبان و قلم ان کے احاطہ سے قاصر ہیں۔"

حضرت شیخ علی بن ہیتی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: میں نے اپنے زمانہ میں شیخ عبدالقادر سے زیادہ کرامت والا کوئی نہیں دیکھا۔ جس وقت جس کا دل چاہتا آپ کی کرامت کا مشاہدہ کر لیتا اور کرامت کبھی آپ کے بارے میں اور کبھی آپ کی وجہ سے۔

شیخ ابومسعود احمد بن ابوبکر خزیمی اور شیخ ابو عمر عثمان صریفینی نے فرمایا کہ: حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی کرامتیں اس ہار کی طرح ہیں جس میں جواہر پروئے ہیں۔

شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ بادشاہ طریقت اور موجودات میں تصرف کرنے والے تھے اور منجانب اللہ آپ کو تصرف و کرامتوں کا ہمیشہ اختیار حاصل رہا۔ امام عبداللہ یافعی علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ: آپ کی کرامتیں حد تواتر تک پہنچ گئی ہیں اور بالاتفاق سب کو اس کا علم ہے۔ دنیا کے کسی شیخ میں ایسی کرامتیں نہیں پائی گئیں۔

آپ کو کرامات متواتر حاصل تھیں۔ آپ کی کرامات کو لکھنے کے لئے ایک ضخیم کتاب درکار ہے۔ آپ سراپا کرامت ہیں۔ علماء محدثین اور اکابر سلف

کی ایک کثیر تعداد نے آپ کے فضائل اور مناقب میں ضخیم کتب تحریر کی ہیں ان میں سے مندرجہ ذیل یہاں عربی زبان میں دستیاب ہو سکی ہیں اور بعض کے اردو اور فارسی ترجمے بھی شائع ہو چکے ہیں۔

۱۔ نور الناظر فی اظہار شیخ عبدالقادر' از علامہ ابوبکر عبداللہ حسینی عراقی۔
۲۔ بہجۃ الاسرار' از علامہ نورالدین ابوالحسن علی بن یوسف شطنوفی۔
۳۔ راس الفاخر فی مناقب الشیخ عبدالقادر' از امام عبداللہ ابن اسعد الیافعی الشافعی۔
۴۔ درر الجواہر فی مناقب الشیخ عبدالقادر' از علامہ سراج الدین ابو حفص عمر ابن علی۔
۵۔ روضۃ الناظر فی مناقب الشیخ عبدالقادر' از علامہ مجد الدین فیروز آبادی مصنف قاموس اللغت۔
۶۔ الروض الزاہر فی مناقب الشیخ عبدالقادر' از علامہ ابوالعباس احمد قسطلانی صاحب مواہب اللدنیہ۔
۷۔ نزہۃ الخاطر الفاتر فی مناقب الشیخ عبدالقادر' از علامہ علی بن سلطان محمد قاری حنفی۔ "صاحب مرقاہ شرح مشکوۃ شریف"

حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ دنیا کے تمام اولیاء اللہ کے سردار اور نبوت کے بعد ولایت کے اس مقام پر فائز ہیں جہاں اور کسی کو رسائی نصیب نہیں ہوئی۔ آپ نے مردوں کو زندہ فرمایا۔ حضرت شیخ محمد محی الدین ابن عربی اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم الشان شخصیات آپ کی دعاؤں سے پیدا ہوئیں۔

تصانیف: آپ کی درج ذیل تصانیف سے شریعت و طریقت' سلوک و معرفت فنا و بقا' تزکیہ نفس' فرقہ باطلہ کا بھرپور رد اور فقہ اسلامی کی بھرپور اشاعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ۱۔ غنیۃ الطالبین ۲۔ فتوح الغیب۔ ۳۔ فتح ربانی ۴۔ دیوان غوث اعظم۔ ۵۔ جلاء الخاطر فی الباطن و الظاہر ۶۔ یواقیت الحکم ۷۔ کبریت احمر۔ ۸۔ اسبوع شریف ۹۔ قصیدہ غوثیہ ۱۰۔ مکتوبات محبوب سبحانی۔

وصال: قرب وصال کے وقت آپ نے فرمایا کہ تمہارے سوا دوسری خلقت

میرے پاس حاضر ہوئی ہے اس کے لئے جگہ چھوڑ دو اور جگہ کشادہ کر دو اور ان کا ادب کرو اور اپنی حد پر رہو۔ یہاں مہربانی اور بڑی بخشش ہے اس لئے ان کے واسطے جگہ تنگ نہ کرو اور حضرت کی بارگاہ میں مقربوں کی ارواح اور رحمت کے فرشتے حاضر ہو کے سلام عرض کرتے تھے اور حضرت ہر ایک کو تمام دن و رات سلام کا جواب دیتے تھے۔ آخر میں اسم ذات کو تین بار کہا اور روح مقدس جسم مطہر سے پرواز کر گئی۔ یاد رہے کہ آپ بعد از وصال بھی اسی طرح تصرف فرماتے ہیں جس طرح ظاہری حیات مبارکہ میں فرماتے رہے۔

تاریخ: آپ نے ۱۱ ربیع الاخر ۵۶۱ھ مطابق ۱۱۶۶ء شب دو شنبہ بعد نماز عشاء ۹۱ سال کی عمر شریف میں بغداد شریف میں وصال فرمایا۔ آپ کے جنازے میں اتنی کثرت تھی کہ بغداد میں کوئی شخص باقی نہ رہا جو حضرت کے جنازے میں شریک نہ ہوا ہو۔

مزار: آپ کا مزار مقدس آپ کے مدرسہ عالیہ بغداد شریف عراق میں ہے۔ ہر سال عرس کی مقدس تاریخ میں بے شمار مخلوق فیوض روحانی سے مستفید ہو کر لوٹتی ہے۔

اولاد: ابن بخار نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ میں نے آپ کے صاحبزادے حضرت سید عبدالرزاق قدس سرہ سے سنا کہ وہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد کی انچاس اولادیں ہوئیں ستائیس لڑکے اور باقی لڑکیاں۔ بہجۃ الاسرار شریف جو آپ کے مناقب میں مقدم ترین کتاب ہے اس میں لڑکوں کی تعداد دس لکھی ہے۔ باقی کے اسماء نہیں ملتے۔

ایک روایت کے مطابق آپ نے مختلف اوقات میں چار نکاح فرمائے اور ان ازواج سے آپ کے ہاں بیس لڑکے اور انتیس لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ آپ نے پچاس سال کی عمر پا کر نکاح فرمائے آپ کے صاحبزادوں کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

(۱) شیخ سیف الدین عبدالوہاب (۲) شیخ تاج الدین عبدالرزاق (۳) شیخ شرف الدین عیسیٰ (۴) شیخ ابواسحاق ابراہیم۔ (۵) شیخ ابوبکر عبدالعزیز (۶) شیخ

ابوزکریا یحییٰ (۷) شیخ عبدالجبار (۸) شیخ ابونصر موسیٰ (۹) شیخ ابوالفضل محمد (۱۰) شیخ عبداللہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

پوتے: ۔۱) شیخ عبدالسلام بن سید عبدالوہاب (۲) شیخ محمد بن شیخ ابوبکر عبدالعزیز (۳) سید سلیمان بن سید عبدالعزیز (۴) سید عبدالرحیم بن سید تاج الدین عبدالرزاق (۵) سید ابوالحاسن فضل اللہ بن سید تاج الدین عبدالرزاق (۶) سید اسماعیل بن سید تاج الدین عبدالرزاق (۷) سید محمد بن عبدالعزیز (۸) سید عماد الدین ابوصالح نصر بن سید تاج الدین عبدالرزاق (۹) حضرت شیخ جمال الدین بن تاج الدین عبدالرزاق رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

نواسے: شیخ عفیف الدین مبارک رحمۃ اللہ علیہ۔ سب نواسوں سے زیادہ آپ نے شہرت حاصل کی۔

خلفاء: مختلف کتب میں آپ کے تقریباً ۵۱ خلفا کرام کے نام ملتے ہیں جن میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی اور آپ کے صاحبزادہ حضرت سیدنا شیخ عبدالرزاق رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اسم گرامی شامل ہیں اکثر صاحبزادگان کو بھی آپ سے خلافت و اجازت تھی۔

اصحاب ارادت کی فضیلت: آپ کے مریدوں کی فضیلت بھی بے انتہا ہے اور کیوں نہ ہو کہ آقا کی فضیلت سے خادم میں بھی فضیلت آتی ہے۔ شیخ صالح ابوالحسن علی بن محمد بن احمد بغدادی معروف بہ ابن الحامی نے بتایا کہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا عرض کیا یارسول اللہ! دعا فرمایئے کہ مجھے قرآن کریم اور آپ کی نسبت پر موت آئے؟ آپ نے ارشاد فرمایا ایسا ہی ہو گا اور کیوں نہ ہو جب کہ تمہارے شیخ عبدالقادر ہیں۔ وہ شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین مرتبہ یہی درخواست کی اور آپ نے تینوں مرتبہ یہی ارشاد فرمایا۔

شیخ ابوالقاسم بزاز نے بیان کیا ہے کہ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضور اگر کوئی شخص اپنے آپ کو حضور کا مرید کہتا ہو اور حضور کے ساتھ نسبت غلامی کی بتاتا ہو اور دراصل اس نے آپ کے دست اقدس پر

بیعت نہ کی ہو اور نہ ہی یہاں سے خرقہ حاصل کیا ہو۔ تو کیا وہ حضور کے مریدوں میں شمار کیا جائے گا؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت تک جو کوئی ہمارے سلسلہ میں داخل ہو اور اپنے آپ کو ہمارا مرید کہے بے شک وہ ہمارے مریدوں میں داخل ہے۔ ہم ہمیشہ اس کے حامی و ناصر اور دستگیر ہیں۔ مرتے وقت اس کو توبہ کی توفیق رب تعالیٰ بخشے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے وعدہ فرما لیا ہے کہ میرے مریدوں' سلسلہ والوں' میرے طریق کا اتباع کرنے والوں اور میرے عقیدت مندوں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

نیز فرماتے ہیں کہ عزت پروردگار کی قسم میرا دست حمایت میرے مریدوں پر ایسا ہے جیسے آسمان زمین کے اوپر' اگر میرا مرید اچھا نہیں تو کیا ہوا۔ میں تو اچھا ہوں۔ جلال پروردگار کی قسم جب تک میرے تمام مرید جنت میں نہیں چلے جائیں گے میں بارگاہ خداوندی سے نہیں ہٹوں گا اور اگر مشرق میں میرے ایک مرید نام لیوا کا عیب یا گناہ ظاہر ہو گا اور میں مغرب میں ہوں گا تب بھی اس کی حفاظت کا ضامن ہوں گا اور اس کی عیب پوشی کروں گا۔ شیخ عدی مسافر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دوسرے مشائخ کے مرید اگر مجھ سے خرقہ طلب کرتے ہیں تو میں بلا تامل دے دیتا ہوں' لیکن حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے مریدوں کو دینے کی ہمت نہیں ہوتی۔ کیونکہ آپ کے مرید دریائے رحمت میں غرق ہیں اور قاعدہ ہے کہ کوئی شخص دریا کو چھوڑ کر معمولی نہر سے پانی لینے کی کوشش نہیں کرتا۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حسین بن منصور حلاج کے زمانے میں کوئی ان کی دستگیری کرنے والا اور جس لغزش میں وہ مبتلا ہوئے اس سے کوئی بچانے والا نہیں تھا۔ اگر میں ان کے زمانے میں ہوتا تو ان کی دستگیری کرتا اور نوبت یہاں تک نہ پہنچتی۔ قیامت تک میں اپنے مریدوں کی دستگیری کرتا رہوں گا اگرچہ وہ سواری سے گریں۔ اور فرمایا کہ ہر طویلہ میں میرا ایک ناقابل مقابلہ سانڈ اور ایک ناقابل مسابقت گھوڑا رہتا ہے اور فرمایا کہ ہر لشکر پر میرا ایسا تسلط ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں کرتا اور ہر منصب میں ایسا خلیفہ ہے جسے ہٹایا نہیں جا سکتا۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اس وقت تم میرے تعلق سے بارگاہ ایزدی میں سوال کیا کرو۔ جو کوئی شخص مصائب اور مشکلات میں مجھے پکارتا ہے اس کی مصیبت اور مشکل فوراً دور کر دی جاتی ہے۔ جو شخص مجھے وسیلہ بنا کر دعا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے وسیلے سے اس کی مشکل حل کر دیتا ہے۔ جو شخص مندرجہ ذیل طریقے پر بعد نماز مغرب دو رکعت نفل ادا کرے گا اس کی ہر حاجت پوری ہو گی وہ یہ ہے کہ:

"ہر رکعت میں سورۃ اخلاص گیارہ بار پڑھے۔ بعد سلام گیارہ بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھے' پھر گیارہ قدم بغداد شریف کی طرف چل کر میرا نام پکارے اور اپنی حاجت بیان کرے' مجھے اللہ تعالیٰ پر یقین ہے کہ وہ سائل کی حاجت پوری کر دے گا۔"

مناقب حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ
(بانی سلسلہ قادریہ فاضلیہ کے قلم سے)

قطب معظم و نائب غوث اعظم سیدنا و مولانا محمد فاضل الدین الگیلانی القادری رضوان اللہ علیہ اپنی تصنیف بیان الاسرار میں تحریر فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن طفسونجی قدس سرہ منبر پر چڑھے اور کہا میں اولیاء اللہ میں اس طرح ہوں جیسا کہ پرندوں میں پرندہ کرکی' جو لمبی گردن والا ہوتا ہے اور مجلس میں شیخ ابوالحسن علی بن احمد حسینی بھی حاضر تھے اور یہ شیخ بڑے بلند مقام اور بڑے بڑے لوگوں میں بڑے عالی مرتبہ تھے۔ عبدالرحمٰن کی اس بات سے ان کی غیرت کی رگ پھڑک اٹھی۔ آپ کھڑے ہو گئے اور اپنے بدن سے گودڑی اتار ڈالی اور کہنے لگے اے شیخ عبدالرحمٰن آؤ مجھ سے کشتی لڑو تو شیخ عبدالرحمٰن خاموش ہو گئے اور پھر فرمایا اس شخص کے بدن میں کوئی بال بھی عنایت الہیہ سے خالی نہیں دیکھتا اس سے کہو اپنی گودڑی پہن لے' انہوں نے نہ پہنی اور کہا جس سے میں باہر آ گیا ہوں اس میں دوبارہ داخل نہ ہوں گا۔ پھر شیخ نے فرمایا تو کون ہے؟ اور کہاں سے آیا ہے؟ اور تیرا شیخ کون ہے؟ تو ابوالحسن نے کہا میرے شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں تو شیخ عبدالرحمٰن نے کہا میں نے تو تیرے شیخ کا نام صرف

زمین پر ہی سنا ہے اور میں چالیس سال سے قدرت کے دروازہ کی سیڑھیوں تک جاتا ہوں اور میں آپ کے شیخ عبدالقادر کو وہاں نہیں دیکھتا۔ پھر عبدالرحمٰن نے اپنے ساتھیوں سے کہا بغداد کی طرف جاؤ اور ان سے جا کر سوال کرو اور کہو کہ عبدالرحمٰن آپ کو سلام کہتا ہے اور اس کے بعد کہتا ہے کہ میں آپ کو قدرت کے دروازہ کے پاس نہیں دیکھتا' نہ اندر نہ باہر۔ جب ان کے ساتھی راستے میں جا رہے تھے تو شیخ سیدنا عبدالقادر نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا طفسونج کے راستہ کی طرف جاؤ تم کو شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی کے مریدوں کی ایک جماعت ملے گی ان کو جا کر میرا یہ رقعہ ان کے رقعہ کے جواب میں دے آؤ اور وہ جواب یہ تھا اے شیخ عبدالرحمٰن آپ تو قدرت کے باب الدرکات میں ہیں اور میں باب السر میں ہوں جسے مخدع (نہانخانہ) کہا جاتا ہے جو آدمی درکات میں ہو اس آدمی کو کیسے دیکھ سکتا ہے جو مخدع میں ہو۔ آپ مجھ کو دیکھنے سے محجوب ہیں کیونکہ آپ نیچ ہیں نہ کہ بلند اور اگر آپ کو اس میں کچھ شک ہو تو یاد کریں کہ فلاں وقت میں نے تم کو اپنے ہاتھ سے خلعت رضا عنایت کی تھی اور خلعت فتح فرحی جس پر سونے کی تاروں سے سورۃ اخلاص لکھی ہوئی تھی۔ میں نے تم کو بارہ ہزار اولیاء اللہ کی مجلس میں دی تھی وہ میری مجلس اور تصرف سے آپ کو عطا ہوئی۔ کیا آپ اس واقعہ کو بھول چکے ہیں یا محجوب ہو گئے ہیں۔ جب یہ جواب عبدالرحمان طفسونجی کو پہنچا اور اس کو پڑھا تو فرمایا سچ ہے۔ شیخ عبدالقادر وقت کے بادشاہ ہیں صاحب تصرف ہیں۔

کتاب مذکور میں لکھا ہے:

صحیح حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے کہ میں نبی تھا اور آدم ابھی پانی اور مٹی میں تھے۔" اور یہ مرتبہ آنحضرت ﷺ کی ذات میں تو اصلی ہے اور خلفاء اور نائبوں میں ظلی ہے اور اس کی طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اشارہ کیا ہے۔ ان کمالات کے تذکرہ میں جو آپ کو اس جسمانی نشاط سے پہلے حاصل ہوتے تھے جیسے کہ اس قول کے تحت معلوم ہو جائے گا' "وقتی قبل قبلی قد صفالی" اور شیخ بزرگ ترین کے ایک اور قصیدہ میں ہے۔ شعر "میں آدم اور ابراہیم اور موسیٰ اور تمام نبیوں کے ساتھ تھا اور ان کو خطرات اور ہلاکت کے مقاموں

میں مدد دیتا تھا" اور آپ کی یہ مدد نبی ﷺ کی امداد کا ظل تھی تو یہ ایک اچھی توجیہ ہو گی۔

کتاب مذکور میں لکھا ہے:

"شیخ قطب الاقطاب شیخ معین الدین قدس سرہ بزرگ ترین شیخ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس شیخ عثمان ہارونی کی صحبت میں بیس سال تک رہنے کے بعد آئے اور بزرگ ترین شیخ رضی اللہ عنہ کی چھ ماہ اور چند دن صحبت اختیار کی اور اس سے زیادہ فائدہ اٹھایا جو آپ نے بیس سال میں اٹھایا تھا" کتاب مذکور میں حضور سیدنا محمد فاضل الدین رضوان اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"جب شیخ اجل رضی اللہ عنہ وارضاہ کو مریدین سے بیعت لینے کا حکم ہوا تو شیخ اجل رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا نے فرمایا مجھے یہ خوف ہے کہ میرا کوئی مرید جہنم میں داخل نہ کیا جائے تو آپ سے کہا گیا کہ تمہارے مرید دوزخ میں نہیں جائیں گے تو آپ نے عرض کیا اے میرے رب مجھے اس کے متعلق تحریر لکھ دی جائے تو آپ کی دعا منظور ہوئی اور آپ کو ایسی تحریر لکھ دی گئی جس میں آپ رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا کے قیامت تک کے تمام مریدوں کے نام تھے۔ یعنی ہر وہ آدمی جو آپ کے سلسلہ ارادت میں داخل ہو جائے وہ آگ سے محفوظ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے فرمایا ہمارے ایک انڈے کی قیمت ایک ہزار ہے اور ہمارے چوزے کی قیمت کا کوئی اندازہ ہی نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بیان کیا جاتا ہے شیخ اجل رضی اللہ عنہ نے جہنم کے داروغے مالک سے ملاقات کی تو شیخ اجل نے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس میرے ساتھیوں اور مریدوں میں کوئی آدمی ہے؟" تو مالک نے جواب دیا آپ کے مریدوں سے آگ کا کیا کام ہے؟ سبحان اللہ شیخ اور ان کے مریدین کی کیا شان ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ مومن جب آگ پر وارد ہو گا تو آگ اس سے کہے گی اے مومن جلد گزر جا کہ تیرے نور نے میرے شعلے بجھا دیئے۔

آپ فرماتے ہیں کہ اگر میرا مرید اچھا نہیں تو کیا ہوا؟ میں تو اچھا ہوں۔ کیونکہ دریا میں اگرچہ کوئی نجاستوں سے آلودہ اور گندگیوں سے لتھڑا ہوا داخل

ہو تو وہ اس کو اس طرح پاک کر دیتا ہے کہ اس پر کسی طرح کی کوئی میل کچیل باقی نہیں رہتی۔

کتاب مذکور میں لکھا ہے کہ:

ایک دفعہ شیخ اجل ؓ شیخ معروف کرخی کی قبر کی زیارت کے لئے گئے۔ آپ نے ان کی قبر پر ایک گھڑی تک قیام کیا اور ان کی طرف توجہ کی تو مدرسہ کریمہ کی طرف چلنے کا ارادہ کرنے کے بعد آپ نے فرمایا "اے معروف آپ نے ہم کو ایک درجہ سے گزار دیا۔" پھر تھوڑا زمانہ گزرنے کے بعد آپ پھر ان کی زیارت کے لئے آئے اور قیام کیا اور توجہ کی تو فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا "ہم نے آپ کو کئی درجات سے گزار دیا۔" آپ نے اپنے قصیدہ تلیہ میں صاف کہا ہے۔ "پہلے لوگوں کے سورج غروب ہو گئے اور ہمارا سورج ہمیشہ بلند کناروں پر چمکتا رہے گا وہ کبھی غروب نہ ہو گا۔" ایک اور قصیدہ میں آپ نے فرمایا "مجھے میرے مالک بزرگ ترین نے ایسی ولایت بخشی ہے کہ وہ میرے سوا قیامت تک اور کسی کو نہ دی جائے گی" اور آپ نے دارالفنا سے دارلبقاء کی طرف کوچ کرتے وقت فرمایا "مجھے دوسرے اولیاء پر قیاس نہ کرنا میرے اور ان کے درمیان زمین اور آسمان کا فرق ہے۔"

.... ایک اور قصیدہ میں فرمایا "اصل میں میری تربیت میرے نانا رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے۔" شیخ اجل نے فرمایا' رک جاؤ۔ قطب تو میرے خادم اور غلام ہیں۔ شیخ اجل ؓ نے فرمایا "کہ میرا نام اسم اعظم کی طرح ہے جس نے میرے نام سے وسیلہ پکڑا وہ نجات پا گیا۔ .... دوسرے اولیا آپ کے اس طرح محتاج ہیں جیسے زمین بادلوں کے فیض کی محتاج ہے۔ قطب معظم و نائب غوث اعظم حضور سیدنا محمد فاضل الدین کتاب مذکور میں آپ کی فضیلت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ: "عقیدہ مقرر یہی ہے کہ کوئی تابعی بھی کسی صحابی کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ ہاں البتہ یہ ممکن ہے کہ آپ ؓ امام مہدی سے افضل ہوں۔ اس میں عقیدے کا خلاف بھی نہیں ہے۔ باقی رہے چاروں امام یعنی ابو حنیفہ اور مالک اور شافعی اور احمد بن حنبل رضوان اللہ علیہم اجمعین تو اجتہاد کے مرتبہ اور امامت کے لحاظ سے وہ یقیناً آپ سے افضل اور

کامل ہیں اور قرب اور ولایت کے لحاظ سے ان کو بھی ان لوگوں میں شمار کرنے سے کوئی مانع نہیں ہے جن کی گردنوں پر آپ کے قدم ہیں اور اس بات کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جو بیان کیا جاتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذہب کی طرف جانے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے امام احمد کو خواب میں دیکھا کہ آپ سمندر کی گہرائی میں ڈوب رہے ہیں تو شیخ رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو سمندر کی گہرائی سے نکالا تو شیخ حیران رہ گئے کہ یہ کیا معاملہ ہے تو پھر شیخ نے اللہ عزوجل کی طرف مراقبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا امام کی روح سے پوچھو۔ جب پوچھا تو امام احمد نے فرمایا، اے شیخ آپ نے چونکہ میرے مذہب سے نکل جانے کا ارادہ فرمایا تھا تو میں حیرت کے سمندر میں غرق ہو گیا۔ پھر جب آپ نے میرا ہاتھ پکڑا تو میرے مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف انتقال نہ کرنا، میں تمہارے ساتھ اپنے مذہب پر فخر کرتا ہوں کہ آپ میرے مذہب پر ہیں۔ تو پھر شیخ بزرگ ترین امام صاحب کے مذہب پر ٹھہرے رہے۔ پاک ہے وہ اللہ جس نے آپ کی شان کو بلند فرمایا اور اگر ہم یہ بھی تسلیم کر لیں کہ چاروں امام بھی اس سے مستثنیٰ ہیں تو یہ بھی کیوں جائز نہیں ہو سکتا؟ اور حقیقت حال کو اللہ ہی خوب جانے، جن لوگوں نے قدم کو وقت اور کمال جزی کے ساتھ مقید کیا ہے آپ رضی اللہ عنہ کے کلام کے موافق نہ ہونے کے علاوہ تخصیص بالا مخصص تھے جیسا کہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے" اور بہت بڑے عالم شیخ یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، "خدا نے آج تک نہ تو عبدالقادر کی مثل کوئی پیدا کیا ہے اور نہ آئندہ پیدا کرے گا ماسوائے اصحاب کے اور یہ خود بھی صحابہ کی جماعت میں شامل ہیں۔ "تکملہ" میں شیوخ کاملین سے صحیح اسناد کے ساتھ اسی طرح مروی ہے۔

مزید تحریر فرماتے ہیں کہ

بیان کیا جاتا ہے کہ جب شیخ اجل رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ میرے یہ قدم اولیاء میں سے ہر ایک ولی کی گردن پر ہیں تو اس وقت تمام پہلے اور پچھلے انبیاء اور اصحاب اور اولیا علیہم السلام کی روحیں حاضر تھیں کہ ان میں سے کوئی پیچھے نہ رہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی روح شریف کے ساتھ دیکھتے اور خوش ہوتے اور

فرماتے' اے میرے نیک بیٹے اللہ تجھے برکت دے اور اولیا کرام اپنے اجسام کے ساتھ آپ کے پاؤں کو اپنی گردنوں پر رکھتے تھے اور سب سے پہلا شخص جس نے آپ کی طرف جلدی کی' وہ علی بن ہیتی اور ابوسعید قیلوی اور ماجد الکراری تھے اور پھر یہاں تک کہ زندہ اولیا میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا مگر ایک شیخ اصفہان میں تھا' اس نے تکبر کیا اور اس قول کو قبول نہ کیا تو وہ معزول ہو گیا۔

اور باقی رہے آپ رضی اللہ عنہ کے وہ تصرف جو ابراہیم اور ایوب اور موسیٰ اور داؤد اور اسماعیل علیہ السلام وغیرہ ہم انبیاء علیہم السلام کے وقت ان کی اعانت کے طور پر واقع ہوئے جیسا کہ آپ نے قصائد میں ذکر کیا ہے تو یہ ثابت ہیں ان میں انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ ان کا انکار کوئی مغرور دجال منافق ہی کرے گا۔ اگر آپ اس پر یہ اعتراض کریں کہ اس تصرف سے لازم آتا ہے کہ انبیاء علیہ السلام کہ اولیاء کی امداد کے محتاج ہوں اور یہ وہ معاملہ ہے کہ اسے طبیعت ہی قبول نہیں کرتی۔ پھر شریعت اسے کیسے جائز قرار دے سکتی ہے؟ تو میں "فاضل الدین رضوان اللہ علیہ" اس کے جواب میں کہوں گا کہ نہایت افسوس کی بات ہے اس سے یہ بالکل لازم نہیں آتا' اولاً تو بزرگ ترین شیخ نے وضاحت کر دی ہے کہ یہ تصرفات نبی حجازی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حاصل شدہ ہیں تو پھر یہ امداد نبی حجازی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہوتی ہے اور بزرگ ترین شیخ رضی اللہ عنہ کی حیثیت آپ کے امرا میں سے ایک امیر کی ہے جیسا کہ اگر کوئی بادشاہ اپنے بیٹے یا بھائی کی امداد کرنا چاہتا ہے تو اپنے لشکریوں میں سے کسی لشکری کو بھیج دیتا ہے اور اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ لشکری بادشاہ کے بیٹے یا اس کے بھائی سے افضل ہے۔ ہاں اس سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ اس بادشاہ کے نزدیک اس لشکری کو بہت اعتبار حاصل ہے اور بادشاہ کے بھائی یا اس کے بیٹے کے پاس اس کی بزرگی کا اظہار بھی ہو جائے گا بلکہ تمام زمانوں اور تمام لوگوں کے سامنے بزرگی کا اظہار ہو جائے گا۔

ابوالقاسم بن احمد بن محمد بغدادی حریمی قدس سرہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور شیخ ابوسعید حریمی اور شیخ ابوالحسین بن محفوظ اور شیخ ابوالحفص لکمانی اور شیخ

ابوالعباس و سکاف اور بزرگ ترین شیخ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سیف الدین سید عبدالوہاب ہم سب شیخ اجل رضی اللہ عنہ و ارضاہ و عنا کے پاس ۵۶۰ھ کے جمادی الاول کے آخری جمعہ کے روز بیٹھ کر باتیں کر رہے تھے کہ ایک خوبصورت نوجوان آیا اور بیٹھ گیا اور کہا اے اللہ کے ولی آپ پر سلام ہو۔ میں رجب کا مہینہ ہوں میں آپ کے پاس آیا ہوں کہ جو کچھ مجھ میں بھلائی اور سعادت ودیعت کیگئی ہے اس کی آپ کو اطلاع دوں اور اس سے خبردار کروں۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے رجب میں بھلائی ہی پائی اور اس طرح رجب کا مہینہ گزرنے کے بعد شعبان ایک نہایت بدشکل آدمی کی صورت میں آیا اور اس نے کہا اے اللہ کے ولی آپ پر سلام ہو' میں شعبان کا مہینہ ہوں۔ آپ کے پاس آیا ہوں کہ آپ کو ان چیزوں کی خبر دوں جو مجھ میں مقدر کی گئی ہیں کہ حجاز میں مصیبتیں ہوں گی اور بغداد میں وبا ہو گی اور خراساں میں تلوار چلے گی۔ پھر راوی نے کہا کہ اسی طرح ہوا۔ آپ کے بیٹے شیخ کامل سید عبدالوہاب نے فرمایا جو بھی مہینہ ہوتا اس کا جلال آپ کے پاس آتا اور ان کو آکر خبر دیتا۔ اگر اچھی ہوتی تو اچھی اور اگر بری ہوتی تو بری۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج کو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بزرگ ترین شیخ رضی اللہ عنہ کی گردن پر قدم رکھا اور فرمایا میرا قدم تیری گردن پر ہے اور تیرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہو گا۔

آپ نے اپنے بعض کلام میں فرمایا کہ "مجھ پر اللہ اور اس کے رسول کے بعد اور کسی کا احسان نہیں ہے آپ نے منبر پر چڑھ کر ستر ہزار آدمیوں کے مجمع میں جس میں اولیاء متقدمین و متاخرین کی ایک جماعت بھی ارواح اور اجسام سے حاضر تھی فرمایا: "میرے یہ قدم ہر اولیاء اللہ کی گردن پر ہیں خواہ وہ پہلے ہوں یا پچھلے۔"

ماخذ : بہجۃ الاسرار۔ اخبار الاخیار۔ عوارف المعارف۔ خدیقۃ الاصفیاء۔ سیرت غوث اعظم۔ قلائدالجواہر۔ الخاطر و الفاطر۔ نزہۃ الخاطر۔ تفریح الخاطر۔

۱۸۔ حضرت سید عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: آپ کی ولادت باسعادت ۱۸ ذیقعدہ بوقت شب ۵۲۸ھ مطابق ۱۱۳۳ء کو بغداد شریف میں ہوئی۔ مگر ایک روایت یہ ہے کہ ۴ رجب ۵۵۳ھ بوقت عصر ہوئی۔

اسم و کنیت: آپ کا اسم گرامی عبدالرزاق اور کنیت ابوبکر' ابوالفرح اور عبدالرحمٰن ہے' اور لقب تاج الدین ہے۔

تعلیم و تربیت: آپ کی تعلیم و تربیت حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی آغوش میں ہوئی اور والد ماجد ہی سے آپ کو بیعت و خلافت کا عظیم شرف بھی حاصل تھا۔ اپنے والد گرامی سے تکمیل علم فرما کر دیگر علمائے عصر سے بھی بھرپور استفادہ فرمایا' زبردست محدث اور فقیہ ہونے کی بنا پر تاج الدین کے لقب سے ملقب ہوئے۔

فضائل: آپ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے پانچویں شہزادے ہیں۔ آپ حافظ قرآن و حدیث تھے۔ آپ مفتی وقت تھے۔ آپ معرفت حدیث میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ میں انتہا درجے کی فقاہت' تواضع و انکساری تھی۔ آپ صبر و شکر اور اخلاق حسنہ و عفت شعاری میں مشہور و معروف تھے۔ زہد و خاموشی آپ کا طرہ امتیاز تھا۔ آپ عموماً" لوگوں سے کنارہ کش رہتے اور سوائے نماز جمعہ یا دیگر ضروریات دین کے' گھر سے باہر نہیں نکلتے تھے۔ علوم و فنون کے درس و تدریس کے علاوہ آپ اپنے وقت کے عظیم مناظر تھے۔ طلباء سے نہایت انس و محبت رکھتے تھے۔ آپ کی ذات بابرکات جامع الکمالات تھی۔ آپ کی ذات سے بہت سے لوگوں کو فیض پہنچا اور کثیر تعداد میں لوگ عالم و فاضل و درویش کامل آپ کی صحبت بابرکت سے ہوئے۔ آپ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے مقلد تھے۔ آپ زہد و تقویٰ میں کامل تھے اور اپنے پدر بزرگوار کے مظہر تھے۔ ساتھ ہی شرم و حیا آپ کی ذات اقدس میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ آپ کی شرم و حیا کا یہ عالم تھا کہ مسلسل تین سال تک قطعی طور پر آسمان کی جانب نگاہ نہیں کی

اور یہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے شرم و حیا و خشیت الٰہی کی بنیاد پر کیا تھا۔

آپ اپنے وقت کے قادر الکلام' ادیب انشاء پرداز تھے۔ آپ کی جملہ تصانیف کا تذکرہ اکثر تذکروں میں نہیں ملتا۔ صرف ایک کتاب کا ثبوت تاریخ سے ملتا ہے جس کا نام "جلاء الخواطر" ہے۔ اس میں آپ نے والد ماجد حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے معمولات اور ملفوظات درج کئے اور ترتیب دیئے ہیں۔

سیدنا عبدالرزاق رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اور میرے والد بزرگوار سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے باہر نکلے' راستے میں دیکھا کہ خلیفہ وقت کے لئے ایک سپاہی جانوروں پر شراب لادے ہوئے جا رہا تھا۔ والد بزرگوار کی دور بین نگاہوں نے دیکھ لیا کہ اس میں شراب ہے۔ اس لئے سپاہیوں کو آواز دی گئی۔ سپاہیوں نے مارے خوف و ندامت کے رکنا مناسب نہ جانا' تو حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے جانوروں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ : خدائے تعالیٰ کے حکم سے رک جاؤ۔ جانور فوراً کھڑے ہو گئے۔ سپاہیوں نے لاکھ کوشش کی لیکن جانور اپنی جگہ سے نہ ہلے اور سپاہیوں کو فوراً مرض قولنج نے پکڑ لیا جس کی وجہ سے وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے اور فریاد کرنے لگے کہ ہم پھر کبھی ایسی حرکت نہ کریں گے۔ آپ نے دعا فرمائی جس سے مرض قولنج دور ہو گیا اور شراب سرکہ میں تبدیل ہو گئی۔ جب یہ خبر خلیفہ وقت کو پہنچی تو وہ بھی شراب نوشی سے تائب ہو گیا۔

شیخ عبدالرزاق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس سال میرے والد نے حج کیا تو میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے شیخ ابو عمرو عثمان بن مرزودق اور شیخ ابومدین شعیب کو میدان عرفات میں خرقہ خلافت پہنایا اور چند اوراد بھی آپ نے بتائے اور یہ لوگ آپ کے سامنے مودب بیٹھے رہے۔

اولاد : آپ کو اللہ تعالیٰ نے پانچ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں عطا فرمائیں جن کے اسم گرامی یہ ہیں۔ ۱۔ حضرت قاضی القضاۃ شیخ ابوصالح نصر۔ ۲۔ حضرت شیخ ابوالقاسم عبدالرحیم ۳۔ حضرت شیخ ابو محمد محمد اسماعیل ۴۔ شیخ ابوالمحاسن فضل اللہ ۵۔ حضرت شیخ جمال اللہ اور دو صاحبزادیاں ہوئیں۔ ۱۔ حضرت بی بی سعادۃ ۲۔ حضرت ام محمد عائشہ رضوان الہ تعالیٰ عنہم۔

خلفاء : شجرہ عالیہ قادریہ فاضلیہ کے مطابق آپ کے خلیفہ حضرت سید شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ کے دیگر خلفاء میں حضرت سیدنا ابو صالح نصر ۲۔ حضرت سیدنا شیخ جمال اللہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم۔

بے مثال حیات : حضرت شاہ ابو المعالی رحمۃ اللہ علیہ "تحفہ قادریہ" میں لکھتے ہیں کہ میں نے بعض بزرگوں سے سنا ہے کہ ایک صاحبزادہ فرزندان حضرت سید عبدالرزاق رضی اللہ عنہ سے اس زمانہ میں موجود ہیں ان کا نام شیخ جمال اللہ ہے اور اپنے جد امجد کے مشابہ ہیں جو اکثر اوقات بسطام کے جنگلوں میں رہتے ہیں اور کبھی بسطام میں بھی آ جاتے ہیں۔

حضرت شیخ جمال اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ مجھے دیکھ کر اکثر فرمایا کرتے تھے کہ : اے جمال اللہ تیری بڑی عمر ہے۔ جب تو زمانہ عیسیٰ علیہ السلام پائے تو میرا سلام اس روح القدس کی خدمت میں پہنچانا۔" آپ مزید فرماتے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت و خدمت سے مشرف ہوں گا اور وہ امانت ان کو پہنچاؤں گا۔

چند حکایتیں ان سے ملاقات کی تاریخ اولیاء کے مصنف نے بھی اپنی کتاب میں ان کے حال پر نقل کی ہیں۔ جناب محمد دین کلیم قادری مورخ لاہور کا بھی بیان ہے کہ آپ لاہور بھی تشریف لائے تھے۔ بے شمار لوگ آپ سے فیضیاب و بیعت ہوئے۔

وصال : آپ کی تاریخ وصال میں کافی اختلاف ہے۔ بعض لوگوں نے ۶۰۳ھ بعض نے ۶۰۴ھ یا ۵۷۱ھ یا ۶۵۴ھ ماہ ربیع الاول ۱۷ یا گیارہ یا ۲۶ ربیع الثانی بروز دو شنبہ یا جمعہ بھی لکھی ہے۔

نماز جنازہ : حضرت سیدنا عبدالرزاق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کا جب اعلان ہوا تو مخلوق کا عظیم ازدحام تھا جس کی بنا پر پہلی نماز جنازہ بیرون شہر ہوئی۔ دوسری بار جامع رصافہ میں، تیسری بار تربتہ الخلفاء میں، چوتھی بار دجلہ کے کنارے خضرین کے پاس، پانچویں بار باب تحریم میں، چھٹی بار جبریہ میں، ساتویں بار حضرت امام احمد بن حنبل کے مقبرہ کے پاس، اس کے بعد دفن کیا گیا اور یہ جمعہ کا دن تھا۔

مزار : آپ کا مزار مقدس حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے مقبرہ بغداد شریف میں ہے۔ مگر دریا دجلہ کی نذر ہو جانے کی بنا پر دونوں مزارات ناپید ہیں۔

ماخذ : شجرۃ الکاملین، انوار صوفیہ، خزینۃ الاصفیاء، تذکرہ مشائخ قادریہ، الدر المنظم فی مناقب غوث اعظم ج۔ ۲، مسالک السالکین، تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ۔

۱۹۔ حضرت سید شاہ شرف الدین قتال رحمۃ اللہ علیہ

ولادت : کتاب "تواریخ آئینہ تصوف" میں تحریر ہے کہ تاریخ ۲۱ رمضان ۶۳۰ھ میں بروز سہ شنبہ ظہر کے وقت بخارا میں آپ پیدا ہوئے۔ آپ کے والد راوی ہیں۔ کتاب "الکمال" میں آپ کام مقام پیدائش بغداد شریف لکھا ہے۔ کتاب احوال العارفین اور مسالک السالکین میں آپ کی جائے پیدائش بغداد شریف تحریر ہے اور تاریخ ولادت ۲۱ رمضان ۵۳۰ھ بروز سہ شنبہ بوقت ظہر درج ہے۔ تو اس طرح تاریخ پیدائش میں ایک سو سال کا فرق ہے۔ کتاب خزینۃ الاصفیاء میں ہے کہ سید شرف دین عیسیٰ نام، کنیت ابو عبدالرحمٰن حضرت غوث اعظم کے صاحبزادوں سے ہیں۔ تحصیل علوم اپنے والد گرامی کے زیر سایہ کی تھی۔

تعلیم و تربیت : آپ نے جب ہوش سنبھالا تو بغداد میں شیخ ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے مدرسہ اور درس و تدریس اور ارشاد و تلقین اور واعظ و نصیحت کی مجالس پر رونق اور گرم تھیں۔ آپ نے تحصیل علوم ظاہری و باطنی اپنے گھر بغداد ہی میں حاصل کرکے حضرت شیخ جمال العراق سیدنا عبدالرزاق جیلانی و بغدادی قدس سرہ سے باطنی علوم کے فیوض و برکات حاصل کئے۔ آپ حدیث وفقہ کا درس دیا کرتے تھے۔

آپ علم و عمل میں امتیازی شان کے مالک تھے۔ شریعت و طریقت کے ماہر تھے۔ انشا پردازی میں کمال حاصل تھا۔ شعر گوئی اور ادبی ذوق کے لحاظ سے منفرد تھے۔ عمر کا بیشتر حصہ اپنے مرشد کی صحبت میں بسر کیا۔ خزینۃ الاصفیا کے

مصنف نے لکھا ہے کہ آپ حضرت غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے صاحبزادے تھے۔ حضرت غوث اعظم کی خدمت میں رہ کر تمام علوم حاصل کئے تھے۔ تصوف کے موضوع پر ایک کتاب جواہر الاسرار آپ کی تصنیف بتائی جاتی ہے۔ اس سے آپ کے علمی مرتبے کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ بقول مفتی غلام سرور" حضرت غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے فتوح الغیب آپ کے لئے ہی تصنیف فرمائی تھی تاہم صاحب قلائد الجواہر نے آپ کا تذکرہ یا اسم گرامی حضرت شیخ کی اولاد میں نہیں لکھا لیکن حضرت شیخ قدس سرہ کے خلفاء میں صاحب سلسلہ بزرگ ہیں۔

بیعت و خلافت: آپ نے شیخ سیدنا عبدالرزاق جیلانی و بغدادی قدس سرہ سے باطنی فیوض و برکات حاصل کئے اور تقوی و طہارت اور توکل و صبرو تحمل اور تفرید و تجرید اور تصوف و سلوک کے منازل طے کئے اور جب حضرت شیخ قدس سرہ بخارا سفر پر تھے تو بوقت ظہر ۱۴ ذیقعد ۵۹۵ھ بروز شہ شنبہ اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے اور قطب الاقطاب و قطب و ارشاد جیسے بلند مراتب پر فائز المرام ہوئے۔ حضرت سیدنا حضور ﷺ کے طریقہ کتاب و سنت و تصوف اور سلوک حاصل کیا اور قریبا ۹ سال محفل ذکر اذکار اور ارشاد و تلقین کے ذریعہ لاکھوں انسانوں کو مشرف فرمایا۔

خلفاء: خلفا آپ سے ۱۶ ہوئے اس طرح کہ حضرت بہاؤ الدین قدس سرہ اس سلسلہ خاص میں خلیفہ اکبر ایک ہوئے اور خلیفہ اصغر ۷، اور صاحب مجاز ۳، روحانی بیعت و فیضان باطنی آپ کو حضرت ﷺ سے حاصل ہوئی۔ خوارق خفی دجلی ۱۵ صادر ہوئے اور وہ مکتوبین میں لکھے ہیں۔

فضائل: چونکہ طبیعت میں جلال کا عنصر غالب تھا اس لئے قتال کے لقب سے مشہور ہوئے۔ شریعت و طریقت کے ماہر تھے۔ عمر کا بیشتر حصہ اپنے مرشد کی صحبت میں بسر کیا۔ حضرت سیدنا عبدالرزاق قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ "خالق حقیقی نے ہم کو امور خلقت میں مشغول کیا اور شرف الدین کو اپنی ذات کے عشق میں مستغرق کر رکھا ہے۔" آپ کو اویسیہ طور پر فخر موجودات حضرت محمد مصطفے ﷺ سے فیضان حاصل تھا۔ آپ سے لاکھوں انسانوں نے فیض پایا۔

○ آپ کے مناقب میں حضرت مولانا عبداللہ صاحب کرنالوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں

اولیا شرف الدین شرف اور
صفا اہل الاقطاب قطب

○ اور حضرت مولانا محمد امیرباز خان سہارنپوری رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

از طفیل شرف الدین عالی جناب
وز طفیل سید عبدالوہاب

○ اور حضرت مولانا اشتیاق احمد صاحب قادری دیوبندی یوں تحریر کرتے ہیں

شرف دے مقبولیت کا بہر شاہ شرف الدین
کھولدے باب اجابت اس دعا کے واسطے

تصانیف: کتاب خزینۃ الاصفیا اور کتاب "الکمال" میں تحریر ہے کہ تصوف کے موضوع پر ایک کتاب جواہر لاسرار آپ کی تصنیف بتائی جاتی ہے جس سے آپ کے علمی مرتبے کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ یہ کتاب حقائق اور معارف میں آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ (لسان القہار بھی آپ کی تصنیف ہے)

وصال: کتاب مقامات محمود و احوال العارفین کے مطابق آپ نے ۱۶ شعبان ۶۱۱ھ میں وصال فرمایا۔ بعض نے لکھا کہ آپ کا مزار مبارک مدینہ منورہ میں ہے اور بعض نے لکھا بغداد کہنہ میں ہے۔ وصال بعہد خلافت ابو العباس احمد الناصر الدین اللہ ہوا۔ مفتی غلام سرور اور سید خورشید حسین بخاری لکھتے ہیں کہ آپ نے ۱۴ شعبان ۵۷۳ھ مطابق ۱۴ جنوری ۱۱۸۰ء بروز منگل وصال فرمایا۔ مزار مبارک آپ کا دائرہ بغداد کہنہ میں ہے۔ لسان القہار آپ کا مکتوب نطاب ہے کتاب خزینۃ الاصفیا میں قطعہ تاریخ وصال یوں تحریر ہے:

شیخ شرف الدین جو رفت اندر جنان
سال وصال آں شہ اہل کمال
کن رقم "مسعود سید پیشوا"
"متقی پاک" ہم سال وصال

یاد رہے کہ مورخ لاہور محمد دین کلیم قادری مرحوم نے اپنی تصنیف "

مدینۃ الاولیا" میں آپ کا مزار مبارک چلڈرن پارک باغ جناح مال روڈ لاہور تحریر کیا ہے جو بالکل غلط ہے۔ مزید لکھا ہے کہ آپ حضرت سیدنا عبدالرزاق ابوبکر بن حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے خلفا میں تھے اور لاہور آگئے تھے۔

خلفاء: کتاب "تواریخ آئینہ تصوف" میں تحریر ہے کہ حضرت سید شاہ عبدالوہاب قدس سرہ خلیفہ اکبر اس سلسلہ خاص میں ایک ہوئے اور خلیفہ اصغر ۹ صاحب مجاز ۵ ہیں۔ بیعت روحی و فیضان باطنی حضرت محمد ﷺ سے ہوئے۔ ۱۵ خرقے صادر ہوئے جو مندرج مکتوبات نطاب ہیں۔

کتاب "الکمال" کے مطابق آپ کے خلفاء کی تعداد دس بتائی جاتی ہے۔

نوٹ: کتاب "تذکرہ" کے مصنفین خلیفہ محمد سعید منشی فاضل و مولوی فاضل پنجاب یونیورسٹی، سجادہ نشین درگاہ عالیہ صدیقہ آلو مہار شریف و شیخ محمد صغیر حسن پرنسپل ماہر تواریخ و ماہر اقتصادیات علی گڑھ یونیورسٹی خادم درگاہ عالیہ صدیقیہ آلو مہار شریف تحریر فرماتے ہیں۔ "حضرت شرف الدین رحمتہ اللہ علیہ سے لے کر حضرت فضیل رحمتہ اللہ علیہ تک تفتیش و تلاش کے باوجود حالات دستیاب نہیں ہوئے۔ کتاب آئینہ تصوف سے تاریخی حالات لئے گئے ہیں مگر ان کی صحت و سقم کی نسبت ناظرین خود غور فرما سکتے ہیں۔ تاریخہائے پیدائش و خلافت و وفات وغیرہ مزید علم اور تحقیق چاہتی ہیں۔" بندہ ناچیز مصنف کتاب ہذا (اسرار الحسنین قادری فاضلی) نے مذکورہ شخصیات پر حتی المقدور اور محنت شاقہ سے کافی تحقیق پیش کی ہے تاہم یہ شخصیات مزید تحقیق کی متقاضی ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اپنی تصنیف "انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں طریقہ قادریہ کا اپنا یہی شجرہ لکھا ہے۔

ماخذ: تواریخ آئینہ تصوف، الکمال، احوال العارفین، خزینۃ الاصفیاء، مقامات محمود، مدینۃ الاولیاء، تذکرہ

۲۰۔ حضرت شیخ سید عبدالوہاب قادری یمبوعی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ پیدائش: کتاب "احوال العارفین" کے مطابق آپ کی تاریخ ولادت باسعادت ۱۴ ربیع الاول ۵۵۷ھ میں سادات گھرانے میں اصفہان ملک ایران میں ہوئی۔ آپ کی ولادت بعہد خلافت ابو المظفر یوسف المستنجد باللہ بن المقتضی باللہ (المتوفی ۵۶۶ھ) میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت: تحصیل علم مروجہ اور علوم باطنی کے حصول کے لئے حضرت شیخ سید شرف الدین قادری قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تحصیل و تکمیل علوم کی۔

بیعت و خلافت: بعد از تحصیل و تکمیل علوم جب آپ نے تصوف و سلوک کی منازل طے کر لیں تو حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ نے ۹ رمضان شب دوشنبہ ۵۷۷ھ بوقت نصف شب کوہ تبت میں خلافت و شرافت سے مزین فرمایا اور کتاب و سنت پر کاربند رہنے اور اورادو وظائف اور معمولات کی پابندی کی تلقین فرمائی آپ حضرت شرف الدین عینی قتال کے نامور خلیفہ تھے۔

فضائل: روحی بیعت و فیضان باطنی آپ کو حضرت محمد ﷺ سے حاصل ہوئی۔ خوارق خفی و جلی ۱۵ صادر ہوئے اور وہ مکتوبوں میں لکھے ہیں۔ آپ صاحب عبادت و ریاضت اور مجاہدہ تھے۔ اور تفرید و تجرید و توکل میں یکتائے زمانہ تھے ارشاد دو تلقین اور دعوت و اصلاح میں میں بڑی ہمت سے مشغول ہوئے۔ اپنے شیخ کے بعد قریبا اسی ۸۰ سال خانقاہ کو رونق بخشی۔ آپ صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ تمام وقت ریاضت اور مجاہدہ میں صرف کرتے۔ اپنے وقت کے یگانہ روزگار عالم تھے۔ آپ کا معمول یہ تھا کہ آپ ہمیشہ اپنی خانقاہ میں معتکف رہتے تھے۔ عیدین اور جمعتہ المبارک کے سوا کبھی کسی ضرورت سے باہر نہ نکلتے تھے۔ آپ کی ذات سے بے شمار مخلوق خدا فیوض علمی و روحانی سے بہرہ ور ہوئی۔ سینکڑوں علمائے عصر نے آپ سے کسب فیض حاصل کیا۔ عمدہ عادات و اطوار اور

اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ خوش گفتار اور رحم دل تھے۔ سخی اس درجے کے تھے کہ غرباء اور مساکین کی پرورش فرماتے۔

وصال: کتاب احوال العارفین کے مطابق آپ کا وصال بروز پنج شنبہ ۱۸ شعبان ۶۹۹ھ مطابق ۱۲۹۶ء سلطان محمود خان یعنی غازان خان بن ارغوان بن خان (المتوفی ۱۱ شوال بروز اتوار ۷۰۳ھ) ہوا۔ وصال اور مزار مبارک موضع بندرگاہ ینبوع (مضافات جدہ) ملک حجاز یعنی سعودی عرب میں ہے۔ آپ کے مناقب اور توسل حاصل کرتے ہوئے حضرت مولانا حمد امیر باز خان سہارنپوری تحریر کرتے ہیں۔

از طفیل حضرت سیدی عبدالوہاب
جملہ حالات طریقت کن عطا

خلفاء: آپ کے سولہ خلفا ہوئے ہیں۔ حضرت سید بہاء الدین قدس سرہ سلسلہ خاص میں خلیفہ اکبر ایک ہوئے اور خلیفہ اصغر ۱۷، صاحب مجاز ۳ ہوئے۔

ماخذ: تذکرہ، تواریخ آئینہ تصوف، احوال العارفین، الکمال، مقامات محمود

۲۱۔ حضرت سید بہاء الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: تاریخ ۱۷ ماہ رمضان ۶۱۷ھ مطابق ۱۲۲۰ء میں بروز سہ شنبہ دوپہر کے وقت قندھار میں آپ پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت: آپ بیس سال کی عمر میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ تقریباً ۶۳۷ھ مطابق ۱۲۴۰ء کا زمانہ بنتا ہے۔ آپ مرشد کی خدمت میں رہ کر ظاہری و باطنی فیوض سے بہرہ مند ہوئے۔ بچپن ہی سے عبادت اور ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔

بیعت و خلافت: آپ حضرت شاہ عبدالوہاب کے کامل ترین اور عزیز ترین خلفاء میں سے تھے۔ تسخیر قلوب کا سکہ قدرت کی جانب سے عطا ہوا۔ مرشد کی ہدایت پر بمبئی میں قیام فرمایا اور یہاں سلسلہ عالیہ قادریہ کو بڑا فروغ حاصل

ہوا۔ کتاب احوال العارفین کے مطابق بروز بدھ ۱۶ ماہ ربیع الاول ۶۹۷ھ بعد از نماز مغرب موضع کرشک میں آپ اس سلسلہ عالیہ کے قطب الاقطاب اور قطب الارشاد ہوئے اور تصوف و سلوک کے بلند اور ارفع مقامات پر فائز المرام ہوئے۔

فضائل : ہزاروں مشرکین اور کفار نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور بے شمار گم کردہ راہ آپ کی تبلیغ سے راہ راست پر آئے۔ آپ بچپن ہی سے عبادت اور ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ صاحب علم و فضل اور عالم باعمل اور صوفی تھے۔ آپ ذکر و اذکار، شغل و مراقبہ اور عبادت و ریاضت اور مجاہدہ و محاسبہ اور مراقبہ میں بڑی پختگی سے کاربند تھے۔ ارشاد و تلقین اور دعوت و اصلاح کی مجلسیں قائم فرمائیں اور قندھار ملک افغانستان سے براہ راست وارد ہندوستان ہوئے اور شہر بمبئی میں خانقاہ تین سال تک مسند ارشاد و مشیخت کو زینت بخشی۔

وصال: کتاب احوال العارفین میں لکھا ہے کہ قریبا عمر مبارک ۸۵ سال پاکر بروز جمعہ ۱۸ رمضان المبارک ۷۰۲ھ میں وصال فرمایا۔ مزار مبارک قلعہ بمبئی میں ہے۔ یہ دور سلطان فیروز شاہ بہمنی کا تھا۔

خلفاء: آپ کے آٹھ خلفاء کرام کے نام ملتے ہیں۔ جن میں سے حضرت شاہ عقیل قدس سرہ نے بہت نام پیدا کیا۔ حضرت سید شاہ عقیل قدس سرہ اس سلسلہ میں خلیفہ اکبر ایک اور خلیفہ اصغر سات ہیں۔ صاحب مجاز تیرہ۔

ماخذ : احوال العارفین، تواریخ آئینہ تصنیف، مقامات محمود۔ تذکرہ۔ الکمال۔ نزہتہ الخواطر۔

۲۲۔ حضرت سید شاہ عقیل قادری سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت : کتاب احوال العارفین میں لکھا ہے کہ آپ کی ولادت بوقت ظہر بروز بدھ شعبان ۶۵۹ھ کو سمرقند ترکستان میں ہوئی بعہد ہلاکو خان بن چنگیز خان المتوفی آخر ربیع الاول ۶۶۳ھ

تعلیم و تربیت: آپ نے حضرت شیخ سید بہاء الدین قدس سرہ کی خدمت میں حاضر رہ کر تحصیل علوم ظاہری و باطنی حاصل کئے اور عبادت' ریاضت اور مجاہدہ اور ذکر و اذکار اور شغل تصوف و سلوک کی تکمیل کی۔ آپ حضرت شاہ بہاء الدین کے خلیفہ اجل تھے اوراپنے پیرو مرشد سے بہت ہی زیادہ عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ آپ صاحب علم و فضل اور عالم باعمل و کامل تھے۔

بیعت و خلافت: حضرت شیخ قدس سرہ سے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کے بعد قریباً ۴ رجب بروز دو شنبہ ۶۹۷ھ کو کوکان میں خلافت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے کوکان مضافات شہر بخارا بروایت دیگر سرحد بخار اخانقاہ قائم فرمائی اور عبادت' ریاضت اور مجاہدہ اور توکل و تجرید و تفرید کا درس دینا شروع کیا اور ذکر و اذکار سلسلہ قادریہ اور شغل و مراقبہ میں اکثر اوقات مصروف رہتے۔

فضائل: بیعت روحی و فیضان باطنی حضرت ﷺ اور حضرت محبوب سبحانی قدس سرہ سے حاصل ہوئے اور خوارق خفی و جلی ۴۲ صادر ہوئے اور وہ مکتوبات خطاب میں مندرج ہیں۔ آپ زہد و تقویٰ میں وحید العصر تھے۔ جذب و استغراق غالب تھا۔ حالت جذب میں جنگل میں چلے جاتے اور مراقبہ اور مجاہدہ میں مشغول رہتے۔ جلال کا یہ عالم تھا کہ کوئی شخص قریب نہ جا سکتا تھا۔ عمر کا بیشتر حصہ بخارا میں گزارا۔ ایک مرتبہ میر بخارا جب آپ کی زیارت کی غرض سے حاضر خدمت ہوا تو آپ نے حاضرین مجلس کی موجودگی میں اس سے مخاطب ہو کر فرمایا "اے بادشاہ! بڑھاپے میں بھی تیرا دل خدا کے خوف سے خالی ہے۔ رعایا پر جو کہ بمنزلہ اولاد کے ہے سختی کرتا ہے۔" بادشاہ پر ان الفاظ کا ایسا اثر ہوا کہ وہ دیر تک روتا رہا۔ اس نے ظلم و تعدی سے توبہ کرلی اور آپ کی صحبت کے اثر سے وہ عاجز خاکسار بن گیا ...... آپ کو روحانی فیضان سید عالم حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی حاصل تھا۔ آپ کتاب و سنت حضور ﷺ پرعامل و کامل و اکمل تھے۔ اس کی پابندی کا درس دیتے تھے اور زمانہ کے قطب الارشاد اور شیخ طریقت تھے۔ ذکر و اذکار سلسلہ قادریہ اور شغل و مراقبہ میں اکثر اوقات مصروف رہتے۔

وصال: آپ نے ۱۶ رمضان المبارک ۱۱۷۰ھ بروز پنج شنبہ بعد نماز مغرب وصال فرمایا۔ مزار مبارک کوکان مضافات شہر بخارا ملک خراسان میں ہے آپ کا وصال بعہد سلطان عثمان خاں ترک مرحوم متوفی ۷۲۷ھ ہوا۔ کتاب "الکمال" کے مطابق آپ کا وصال ۱۶ رمضان المبارک ۷۴۲ھ (۲۳ فروری ۱۳۴۲ء بروز ہفتہ) کو ہوا۔ مزار شریف بخارا کی سرحد پر موضع کوکان میں واقع ہے کہ جہاں ہر وقت خلق خدا کا ہجوم رہتا ہے۔

خلفاء: آپ کے خلفاء کی تعداد چھ ہے جن میں سے حضرت شمس الدین صحرائی خلیفہ اکبر تھے۔

ماخذ احوال العارفین، تواریخ آئینہ تصوف، الکمال، مسالک السالکین۔

۲۳۔ حضرت سید شمس الدین قادری صحرائی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: آپ کی ولادت بروز پنج شنبہ ۱۷ رمضان غالباً ۶۷۸ھ 1274ء کو سادات گھرانہ میں موضع فیروز آباد ملک ترکستان بعہد اباقاخان ہلاکو چنگیزی ۶۸۰ھ ہوئی۔

تعلیم و تربیت: آپ فقہ حدیث اور تفسیر کے بہت بڑے علامہ تھے آپ شب و روز خلق خدا کی ہدایت و اصلاح میں کوشاں رہے۔ آپ نے حضرت شیخ سید عقیل کو کانی قدس سرہ کی خدمت اقدس میں کافی عرصہ رہ کر عبادت وریاضت ذکر و اذکار سلسلہ قادریہ سیکھے۔

بیعت و خلافت: آپ نے جب منازل تصوف و سلوک باحسن و خوبی حاصل کر لئے تو حضرت سید عقیل کو کانی قدس سرہ سے ۱۶ ربیع الاول قریباً ۷۰۹ھ میں بروز شنبہ سمرقند ملک ترکستان میں بوقت سہ پہر خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔

فضائل: آپ بڑے جلیل القدر عالم اور صاحب ارشاد و طریقت بزرگ تھے۔

فقہ، حدیث اور تفسیر کے بہت بڑے علامہ تھے۔ آپ کا قیام سمرقند کے قریب صحرا نامی قصبہ میں تھا چنانچہ صحرائی مشہور ہوئے۔ امیر سمرقندی اکثر آپ کی خانقاہ میں حاضر ہوتا اور آپ کے پند و نصائح کو اپنے لئے موجب افتخار تصور کرتا۔ حضرت خواجہ عبیداللہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی صحبت بابرکت میں رہ کر فیوض و برکات حاصل کیں۔ بے شمار بندگان خدا آپ کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوئے۔ کتاب احوال العارفین میں تحریر ہے کہ آپ صاحب علم و فضل اور عالم باعمل اور کامل و اکمل تھے۔ حضرت شیخ سید عقیل کو کانی قدس سرہ کے نامور خلفاء میں سے ہوئے اور صحرا سمرقند میں خانقاہ قائم فرمائی اور قریباً ۴۳ سال کم و بیش درس و تدریس اور ارشاد و تلقین اور دعوت اصلاح کا کام فرمایا اور لاکھوں انسانوں کو اللہ کی یاد اور اس کے دھیان کا درس دیا اور تبلیغ دین و اسلام اور ترقی سلسلہ عالیہ میں ہمیشہ مشغول رہے۔ اپنے معمولات اور اورادو وظائف ذکرو اذکار پر سخت پابند رہے۔

وصال: آپ نے بروز شنبہ بوقت مغرب پندرہ ربیع الثانی ۷۸۴ھ میں وصال فرمایا۔ مزار مبارک صحرائے سمرقند ملک ترکستان میں ہے۔ بعہد حکومت سلطان مراد خان عثمانی اول مرحوم از ۷۶۱ھ تا وفات ۷۹۲ھ مطابق ۲۷ اگست ۱۳۸۹ء وصال فرمایا۔

صحرائے سمرقند میں آپ کا مزار آج بھی زیارت گاہ خلائق ہے۔

خلفاء: آپ کے چھ خلفاء ہیں جن میں سے حضرت شاہ گدا رحمٰن باخدا قدس سرہ نے بہت نام پایا۔ آپ کے مسند نشین صاحب سجادہ حضرت شیخ سید گدا رحمٰن بن سید ابو الحسن ابو الفضل قدس سرہ ہوئے۔

ماخذ: احوال العارفین، تذکرہ، الکمال، تواریخ آئینہ تصوف، مسالک السالکین مقامات محمود۔

۲۴۔ حضرت شیخ گدا رحمٰن قادری کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: کتاب احوال العارفین میں تحریر ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت بروز

دو شنبہ بوقت عصر ١١ رجب ٦٩٨ھ کو حضرت شیخ ابو الحسن ابو الفضل قدس سرہ کے ہاں کشمیر میں ہوئی۔ کشمیر بہت آباد ملک ہے جس کی پنجاب اور یو پی اور چین سے سرحدیں ملتی ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالفضل ہے۔ آپ کے والد ماجد کا نام سید ابوالحسن تھا۔

تعلیم و تربیت : آپ نے تحصیل علوم و تکمیل کے لئے مختلف اساتذہ کی خدمت میں حاضر کر حاصل کیا اور علوم تصوف و سلوک تزکیہ روح و نفس کے لئے صحراء سمرقند ملک ترکستان حضرت شیخ سید شمس الدین صحرائی سمرقندی قدس سرہ کی خدمت میں رہے۔

بیعت و خلافت: آپ صحرائے سمرقند ملک ترکستان حضرت شیخ سید شمس الدین صحرائی سمرقندی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت سے مشرف ہو کر عبادت و ریاضت کے مجاہدہ اور ذکر و اذکار اور شغل و مراقبہ اور پاس انفاس اور دیگر اور ادو وظائف میں مشغول ہوئے۔ جب تصوف و سلوک کے اسباق تمام ہو گئے اور طریقت کی منازل طے ہو گئیں تو حضرت سید شمس الدین قدس سرہ نے غالباً" ١٣ شعبان ٧٠٢ھ کو بوقت مغرب شب یک شنبہ موضع خراب کشمیر میں۔ آپ کو اجازت و خلا ‑ ‑ ، سے مشرف فرمایا۔

فضائل : آپ علم ظاہری و باطنی میں کامل و اکمل تھے۔ صاحب کشف و کرامات تھے۔ کشمیر کے مشائخ عظام میں بلند پایہ مقام رکھتے تھے۔ مناسک حج ادا کرنے کے بعد اپنے مرشد کے فرمان پر کشمیر کے خطہ بے نظیر میں اقامت اختیار کرلی۔ یہ خطہ اسلام کی ترقی اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی تبلیغی کوششوں کے لئے آپ کا مرہون منت ہے۔ یہاں آپ کی بدولت بہت سے گم گشتہ راہ لوگوں کو ہدایت نصیب ہوئی۔ لاکھوں کی تعداد میں آپ کے حلقہ بگوش ہوئے۔ آپ نے عراق و عجم کی سیاحت بھی کی۔ دوران سیاحت حضرت شیخ شمس الدین ثانی قدس سرہ آپ کی خدمت اقدس میں باریاب ہوئے۔ بعد از بیعت خرقہ خلافت حاصل کیا۔ کتاب احوال العارفین میں لکھا ہے کہ آپ صاحب عبادت و ریاضت اور مجاہدہ اور صاحب تزکیہ روح و نفس اور صاحب توکل و تجرید و تفرید بزرگ تھے، اور

اوراد و وظائف اور معمولات کے بڑے پابند بزرگ تھے۔ شریعت محمدی علیہ الصلوۃ والسلام کے تابع اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے عاشق اور تابعین اور تبع تابعین اور مشائخ سلسلہ کے نقش قدم پر گامزن تھے۔ آپ نے کشمیر میں خانقاہ قادریہ قائم فرمائی۔ جہاں لوگوں نے زندگی کا اصل مقصد سچائی اور انسانیت کا اعلیٰ نمونہ بن کر بنی نوع انسان کی ہدایت کا سبب بنے۔ اور ان کے نقش قدم پر چل کر مقصد حیات تک پہنچے اور ذکر و اذکار مشائخ قادریہ کا درس حاصل کرتے۔ اللہ کی یاد اور عشق و محبت جیسی نعمتوں سے مالا مال ہوئے۔

وصال: آپ نے ۱۶ ربیع الثانی ۷۹۴ھ میں وصال فرمایا۔ مزار مبارک متصل مسجد بلند و سرخ کشمیر میں ہے۔

خلفاء: حضرت شیخ شمس الدین ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے علاوہ آپ کے پانچ اور خلفاء کا پتہ چلتا ہے۔ آپ کے بعد حضرت شیخ سید ابو الحسن یحییٰ یحمی کبیر قدس سرہ اور ان کے صاحبزادے حضرت شیخ سید شمس الدین عارف مسند ارشادو تلقین پر فائز المرام ہوئے بعض شجرات اور سلاسل طریقت میں آپ کا اسم گرامی تحریر ہے۔ کتاب تواریخ آئینہ تصوف کے مطابق خلفاء آپ سے چھ ہوئے۔ حضرت شمس الدین ثانی عارف قدس سرہ اس سلسلہ خاص میں ایک اور خلیفہ اصغر ہ۔ صاحب مجاز سات۔

ماخذ: مقامات محمود، الکمال، تذکرہ، تواریخ آئینہ تصوف، مسالک السالکین، احوال العارفین اخبار الاولیاء (فارسی)

۲۵۔ حضرت سید شمس الدین

عارف قادری سرحدی رحمتہ اللہ علیہ

ولادت: آپ کی ولادت باسعادت قریبا بروز بدھ بوقت دوپہر ۱۶ جمادی الثانی ۷۲۴ھ مطابق ۱۳۲۲ء میں حضرت شیخ سید ابو الحسن یحمی کبیر قدس سرہ کے ہاں غالبا پشاور صوبہ سرحد میں ہوئی۔ آپ سادات کرام کے چشم و چراغ تھے۔ آپ

کے والد بزرگوار حضرت شیخ سید گدا رحمٰن قادری کشمیری قدس سرہ کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔

تعلیم و تربیت: آپ تحصیل علوم مروجہ صرف و نحو۔ ادب و دیگر فنون تفسیر و حدیث و فقہ میں کامل عالم و فاضل اور عالم باعمل تھے۔ اپنے والد بزرگوار سے اجازت و خلافت سے مشرف ہو کر ترقیات کے لئے حضرت شیخ سید گدا رحمٰن کشمیری قدس سرہ کی خدمت میں حاضر رہ کر تصوف و سلوک کی تکمیل کی۔

بیعت و خلافت: اپنے والد بزرگوار سے اجازت و خلافت سے مشرف ہو کر ترقیات کے لئے حضرت شیخ سید گدا رحمٰن کشمیری قدس سرہ کی خدمت میں رہ کر تصوف و سلوک کی تکمیل کی اور قریباً ۱۷ رجب بروز بدھ بوقت مغرب ۷۷۴ھ میں کوہ جموں میں خلافت و اجازت سے بامشرف ہوئے۔

فضائل: آپ حضرت گدا رحمٰن با خدا قدس سرہ کے ان نامور خلفاء میں سرفہرست ہیں جن کے فیض روحانیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ کو علاقہ طبرستان میں بڑا فروغ حاصل ہوا۔ غایت درجہ بیداری و ذکر و فکر سے آپ کا بال بال ذکر میں مشغول رہتا۔ آپ کی نگاہ میں غضب کی تاثیر تھی۔ بیمار اور اپاہج آپ کی نگاہ کیمیا اثر سے شفایاب ہو جاتے روحی بیعت و فیضان باطنی آپ کو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوئے۔ خوارق ۱۵ صادر ہوئے جو مندرجہ مکتوبات نطاب ہیں۔ آپ پشاور اور مضافات پشاور افغانستان' خراسان' طبرستان میں دعوت و و ارشاد و اصلاح کا درس دیتے رہے۔ صاحب عبادت و ریاضت' عابد و زاہد اور صاحب مجاہدات' متقی و پرہیز گار بزرگ تھے۔ اور قطب وقت' قطب الاقطاب و قطب الارشاد کے بلند اور اعلیٰ مقامات پر فائز تھے اور ہزارہا لوگ تصوف و سلوک اور طریقت و حقیقت سے فائز المرام ہوئے۔

وصال مبارک: آپ نے غالباً ۶ صفر ۸۰۴ھ میں وصال فرمایا۔ مزار مبارک طبرستان بروایت حضرت قاضی عبدالحکیم صاحب اثرؔ کوہ سلیمان میں ہے۔ آپ کا مزار اب بھی عوام و خواص کے لئے زیارت گاہ بنا ہوا ہے۔

خلفاء کرام: خلفاء آپ کے ۱۶ ہوئے۔ حضرت گدا رحمٰن ثانی قدس سرہ خلیفہ

اکبر اس سلسلہ خاص میں اور خلیفہ اصغر ۱۵ اور صاحب مجاز ۹ آپ کے بعد حضرت سید گدا رحمٰن صاحب قادری ثانی سرحدی قدس سرہ نسبت باطنی کے وارث ہوئے۔ آپ کے دوسرے خلیفہ حضرت شیخ سید محبوب صاحب قدس سرہ والد بزرگوار حضرت شیخ سید گدا رحمٰن قدس سرہ تھے۔

ماخذ: تذکرہ تواریخ آئینہ تصوف، احوال العارفین، مسالک السالکین، مقامات محمود، الکمال

۲۶۔ حضرت سید گدا رحمٰن ثانی قادری رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: ۲ ماہ رمضان ۹۸۳ھ میں بروز جمعہ وقت صبح صادق قندھار میں سید محبوب شاہ قادری رزاقی کے ہاں پیدا ہوئے۔ راوی اس کے، آپ کے والد ماجد ہیں۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت شیخ سید شمس الدین عارف قدس سرہ کے اجلہ خلفاء میں سے تھے۔

تعلیم و تربیت: ابتدا میں تصوف و سلوک و طریقت و حقیقت کی منازل حضرت والد بزرگوار قدس سرہ کی خدمت عالیہ میں طے فرما کر خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد سلوک و معرفت کی تربیت حضرت شمس الدین ثانی قدس سرہ سے پائی۔

بیعت و خلافت: آپ کو اویسی رنگ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فیض تھا۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت شیخ سید شمس الدین عارف قدس سرہ کے اجلہ خلفاء میں سے تھے۔ گویا آپ نے تصوف و سلوک و طریقت مسند مشیخت ورثہ میں پائی تھی۔ ابتدا میں تصوف و سلوک طریقت و حقیقت کے منازل حضرت والد بزرگوار قدس سرہ کی خدمت عالیہ میں طے فرما کر خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔ مزید علوم باطنی کے لئے والد بزرگوار کے پیر و مرشد و شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر تصوف و سلوک و طریقت اور حقیقت میں مقامات بلند و اعلیٰ حاصل کئے اور غالباً ۱۹ جمادی الاول بروز بدھ بوقت عصر ۱۰۲۵ھ میں خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے اور قطب الاقطاب و قطب الارشاد کے

القاب سے ملقب ہوئے۔

فضائل: آپ صاحب عبادت اور ریاضت اور مجاہدہ' پابند شریعت اور ذکر و ازکار سلسلہ قادریہ اور شغل مراقبہ میں ہمہ وقت مشغول رہتے تھے۔ اور درس و تدریس اور ارشاد و تلقین سے ہزارہا دکھی دلوں کا علاج فرمایا۔ آپ پر حضرت شمس الدین ثانی قدس سرہ کی نظر خاص تھی۔ آپ ظاہری و باطنی کمالات کے جامع اورصوری و معنوی خوبیوں کے حامل تھے۔ علوم ظاہر کی تکمیل کے بعد سلوک و معرفت کی تربیت حضرت شمس الدین ثانی قدس سرہ سے پائی۔ جو شخص آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوتا وہ بہت جلد اوج طریقت پر پہنچ کر مرتبہ حضوری حاصل کر لیتا۔ آپ کی ذات با برکات سے بے شمار بندگان خدا نے استفادہ کیا۔ ہزاروں گم گشتگان بادیہ ضلالت کو راہ نجات اور صراط مستقیم کی دولت ملی۔ آپ کو اویسیہ رنگ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فیض تھا۔

وصال مبارک: آپ نے ۱۲ ربیع الاول ۹۱۷ھ۔ ۹ جون ۱۵۱۱ء بروز پیر کو وصال فرمایا۔ مزار مبارک خیبر بالائی اوسط میں ہے۔ مکتوب نطاب آپ کا غلغلہ کچھ ہے۔

خلفاء: خلفاء آپ سے ۲۲ ہوئے۔ حضرت شاہ فضیل قدس سرہ خلیفہ اکبر اس سلسلہ خاص میں ایک اور خلیفہ اصغر 13 اور صاحب مجاز سات ہوئے آپ کے بعد آپ کے خلیفہ و جانشین حضرت شیخ سید شاہ محمد فضیل قادری قدس سرہ ہوئے۔

ماخذ: تذکرہ' تواریخ آئینہ تصوف' احوال العارفین' مسالک السا لکین' اخبار الاولیاء الکمال' مقامات محمود۔

۲۷۔ حضرت سید محمد فضیل قادری ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: ولادت باسعادت ۱۴ صفر قریبا ۸۷۱ھ مطابق ۱۴۶۶ء سندھ میں بروز بدھ بوقت مغرب ایک اعلیٰ سادات خاندان میں بعہد سلطان بابر تیموری متوفی سندھ

ہوئی۔ آپ کا نام شاہ محمد فضیل ہے۔ ابو المحاسن کنیت اور لقب زندہ پیر ہے۔ سلسلہ نسب دس واسطوں سے غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے جا ملتا ہے۔

تعلیم و تربیت: آپ صاحب علم و فضل اور عالم و فاضل اور عالم باعمل تھے۔ تفسیر و حدیث وفقہ پر بہت عبور تھا۔ آپ نے بغرض تعلیم اسلام اور اشاعت اسلام کے لئے کئی دور دراز علاقوں کے سفر فرمائے۔ آپ پنجاب' افغانستان' ایران' ترکستان' خراساں' عراق' بغداد شریف' روم و شام' عرب وسطی مصر' طرابلس اور بحیرہ خضر' بحر ظلمات جیسے جزیروں میں تشریف لے گئے اور خراساں کے آگے مذکور شہر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ بلخ' بخارا' سمر قند' تاشقند وغیرہ اور کئی بار حرمین شریفین' مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

بیعت و خلافت: بتاریخ ۱۴ ربیع الاخر ۸۸۷ھ (۱۴۸۲ء) بروز شنبہ عصر کے وقت حضرت شاہ گدا رحمٰن قدس سرہ سے سرہند میں خلافت حاصل کی۔ آپ کو روحانی فیض براہ راست اویسی طریقہ پر رسالت ماب ﷺ اور حضرت غوث اعظم حضرت سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے تھا۔ آپ نے شہر ٹھٹھہ سندھ میں خانقاہ قائم فرمائی جہاں ذکر و اذکار سلسلہ قادریہ کے اسباق اور تصوف و سلوک کی منازل طے کرائی جاتی تھیں۔ آپ نے قریبا ۹۵۲ھ یا ۹۵۳ھ میں مستقل طور پر ٹھٹھہ سندھ میں قیام فرمایا۔ کچھ عرصہ حیدر آباد سندھ میں قیام فرما رہے۔ اس واسطے آپ حیدر آبادی مشہور ہو گئے

عبادت و ریاضت: آپ حضرت شیخ سید گدا رحمٰن قدس سرہ کی خدمت میں رہ کر عبادت و ریاضت و مجاہدہ' ذکر و اذکار شغل و مراقبہ میں مشغول رہے۔ آپ صاحب عبادت و ریاضت و مجاہدہ ' آپ ذکر و اذکار' شغل مراقبہ اور دوسرے اور اود وظائف کے بہت سختی سے پابند تھے۔ سفر حضر میں ناغہ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ آپ صاحب توکل تجرید و تفرید عابد و زاہد' تارک الدنیا اور طالب آخرت تھے۔

تصانیف: تذکرہ مشائخ قادریہ میں مورخ لاہور جناب محمد دین حکیم قادری لکھتے

ہیں کہ آپ کی ایک کتاب بنام صنؔ المسدود ہے۔ دوسری خریفتہ الامر ہے جو تصوف کے موضوع پر ایک دلچسپ رسالہ ہے۔ جس کے آخر میں مرتب نے حضرت شاہ فضیل قدس سرہ کے مریدین اور خلفاء کا بھی ذکر کیا ہے۔

وصال مبارک: کتاب مقامات محمود کے مطابق آپ کا وصال ۱۷ محرم ۹۹۶ھ بمقام حیدر آباد سندھ ہوا۔ کتاب تواریخ آئینہ تصوف میں لکھا ہے کہ بتاریخ ۱۷ محرم ۹۹۹ھ بروز شنبہ ظہر کے وقت مرتبہ ناسوت میں وفات پائی۔ مزار مبارک حیدر آباد سندھ میں ہے کتاب الکمال میں لکھا ہے' کہ ۱۷ محرم ۹۳۴ھ (۲۴ اکتوبر ۱۵۲۷ء بروز جمعرات) کو ٹھٹھ (سندھ) میں وصال فرمایا اور یہیں دفن ہوئے۔ کتاب احوال العارفین میں بحوالہ مسالک السالکین حصہ اول کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آپ نے بروز شنبہ بوقت ظہر ۱۷ محرم ۹۹۶ھ یا ۹۹۹ھ میں وصال فرمایا۔ عمر ۱۲۶ سال پائی۔ مزار مبارک ٹھٹھہ شہر کے گورستان میں ہے جو صوبہ سندھ کا مشہور شہر ہے۔ حضرت مولانا طفیل احمد صاحب فاروقی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے آثار قدیمہ والوں سے تحقیق کرکے محکمہ اوقات کے ذریعے مزار شریف کی مرمت کرائی ہے۔ اللہ تعالٰی جزائے خیر عطا فرمائے۔

تذکرہ مشائخ قادریہ میں لکھا ہے کہ آپ کا وصال ۱۷ محرم ۹۷۹ھ مطابق ۱۵۷۱ء میں ٹھٹھہ شریف میں ہوا اور وہاں ہی مدفون ہوئے۔ مزید کتاب مذکور میں یہ لکھا ہے کہ آپ کا مزار اقدس بغداد شریف میں ہے اور حالات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ہندوستان میں بھی تشریف لائے اور خطہ سندھ میں کچھ عرصہ قیام فرمارہے۔ ٹھٹھہ کے قریب آپ کی چلہ گاہ آج بھی مرجع خلائق ہے۔ سجادہ نشین گدی حضرت شاہ کمال کیتھلی قادری کا فرمان ہے کہ آپ لاہور بھی تشریف لائے تھے اور یہاں سے آگے ہندوستان روانہ ہوئے تھے۔

دیگر حالات زندگی: کتاب الکمال میں لکھا ہے کہ قصر عارفان کے مصنف نے حضرت شاہ فضیل قادری قدس سرہ کا وصال بغداد میں بتایا ہے۔ جو محل نظر ہے۔ کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ حضرت شاہ کمال کیتھلی" حضرت سید عبداللہ (صحابی) حضرت شاہ مبین اور حضرت شکر اللہ شیرازی (قدس اللہ اسرار ہم) کے ہمراہ برصغیر پاک و ہند میں تشریف لائے۔ اور ٹھٹھہ (سندھ) میں وصال

فرمایا- وہاں آپ کا مزار شریف مرجع انام ہے۔ ٹھٹھہ میں آپ کا مزار حضرت سید عبداللہ (اصحابی) کے سامنے چند گز کے فاصلے پر ہے۔ عمارت پرانی ہے اور آثار قدیمہ کے زیر انتظام ہے' وہاں کے عمر رسیدہ لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت شاہ فضیل قادریؒ' حضرت سید عبداللہ (صحابی) کے ماموں تھے' اور پیر و مرشد بھی حضرت سید عبداللہ (اصحابی) کا فرمان ہے کہ میرے مزار پر آنے سے پہلے ماموں جان کے مزار مبارک پر حاضری دیں۔ مزار کے سرہانے نام کا پتھر بھی نصب ہے۔ صدر دروازے پر "حضرت مجدد صاحب کے پڑدا داپیر" جلی حروف میں لکھا ہوا ہے۔ مزار شریف پر زائرین کی آمد و رفت کافی ہے۔ حضرت شاہ فضیل قادریؒ قدس سرہ کے مزار کی ٹھٹھہ میں موجودگی کے پیش نظر قصر عارفاں کی روایت کو درست قرار نہیں دیا جاسکتاں البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت کا وصال بغداد شریف میں ہی ہوا ہو وہیں (بطور امانت) دفن ہوئے ہوں بعد میں جسد پاک کو (کسی وجہ سے) یہاں دفن کر دیا گیا ہو۔ لیکن یہ محض قیاس ہی قیاس ہے۔ سردست کوئی ثبوت اس کی تائید میں ہمارے پاس نہیں ہے۔

قصر عارفاں میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ فضیل قدس سرہ عالی سید نسب تھے۔ حقائق آگاہ اور عرفان دستگاہ تھے۔ جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے خدام سے فرمایا کہ ہمارے لئے قبر تیار کروں فرمان کی تعمیل ہوئی۔ آپ نے غسل کیا۔ اور خاندانی تبرکات مثلاً رسول ﷺ کا موئے مبارک اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کنگھی وغیرہ کے علاوہ شاہ کمال کو خرقہ خلافت بھی عطا کیا اور فرمایا کہ ان تبرکات اور خرقہ خلافت کو لے کر جلدی ہی ہندوستان چلے جاؤ۔ ہمارے اخلاف ابھی نہیں آئے ہیں۔ اور ان کا رجحان سیر و شکار کی طرف زیادہ ہے۔ اگر انہیں اس بات کی اطلاع ہو گئی تو تمہارے ساتھ الجھ پڑیں گے ..... اس کے بعد حضرت شاہ فضیلؒ نے کفن پہنا اور اس قبر میں جو کہ بغداد کے ایک نواحی باغ میں ان کے لئے بنائی گئی تھی' لیٹ گئے اور جان' جان آفرین کے سپرد کر دی۔ شاہ کمالؒ نے نماز جنازہ پڑھائی اور قبر کو درست کرکے حسب وصیت ہندوستان کی طرف چل پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد شاہ فضیل (قدس سرہ) کے صاحبزادے بھی آگئے۔ اور جب انہیں صورت حال کا پتہ چلا۔ تو وہ شاہ کمالؒ (قدس سرہ) کے پیچھے دوڑے تاکہ وہ نعمات و تبرکات خاندانی ان سے

واپس لے سکیں اور بغداد سے بارہ کوس کے فاصلے پر حضرت شاہ کمال قدس سرہ کو آلیا۔ آپ نے وہ تمام تبرکات زمین پر رکھ دیئے اور کہا کہ میں تو اپنے مرشد کے ارشاد کے مطابق یہ تمام چیزیں لے جا رہا ہوں۔ اگر آپ اٹھا سکتے ہیں تو اٹھا لیجئے۔ حضرت شاہ فضیل قدس سرہ کے صاحبزادے نے ان چیزوں کو زمین سے اٹھانے کے لئے بہت زور لگایا لیکن اٹھا نہ سکے۔ مجبوراً کف افسوس ملتے ہوئے بغداد کو واپس آگئے اور حضرت شاہ کمال قدس سرہ بخیر و عافیت ہندوستان روانہ ہو گئے۔

حضرت شاہ فضیل قدس سرہ کے والد بزرگوار حضرت سید عثمان ایک بلند پایہ عالم اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ آپ کے دوسرے بھائی حضرت حاجی سید محمد عمر ہیں جو کہ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے والد ماجد ہیں۔ آپ اپنے عہد کے شیخ المشائخ، یگانہ روزگار عالم اور علوم ظاہر و باطن میں مقتدر تھے۔ آپ کے تصرف باطنی اور خوارق و عادات کی عالم میں بڑی شہرت تھی۔ آپ ابھی کمسن ہی تھے کہ ایک بار حضرت شاہ گدا رحمٰن تشریف لائے۔ آپ اپنے گھر کے باہر کھیل رہے تھے۔ جب حضرت شاہ گدا رحمٰن قدس سرہ کی نظر آپ پر پڑی تو نہایت شفقت اور محبت سے آپ کے چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیرا اور آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور آپ کے والد بزرگوار سے فرمایا یہ لڑکا ہماری امانت ہے جو ایسا مرد کامل ہو گا، کہ ایک جہاں اس کے فیض سے بہرہ ور ہو گا۔ جب جوان ہوئے تو حضرت شاہ گدا رحمٰن قدس سرہ کی خدمت میں پہنچ کر تکمیل علم ظاہری و باطنی کی۔ اور کاملان وقت میں سے ہو گئے۔ خرقہ خلافت قادریہ غوث صمدانی حضرت سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے جاری ہوا تھا وہ خصوصی طور پر حاصل کیا۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں بڑا رتبہ پایا اور شریعت و طریقت میں وہ نام پیدا کیا کہ اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ آپ نے عنوان شباب میں ہی دنیا کی سیاحت فرمائی۔ آپ وسط ایشیا، ایران اور ترکستان کے مختلف شہروں میں گھومے۔ متعدد بار حرمین شریفین کا سفر بھی کیا اور کئی بار حج بیت اللہ شریف سے بھی مشرف ہوئے احیائے دین کے سلسلہ میں مختلف شہروں اور علاقوں میں جاکر لوگوں کو دعوت حق پہنچائی بھٹکے ہوئے ہزاروں افراد کی رہنمائی فرمائی اور انہیں حق کے راستے پر گامزن کیا۔ دوران سیاحت رشد و ہدایت میں مصروف رہنے

کے بعد آپ ٹھٹھہ تشریف لائے۔ سندھ میں آپ کی ذات بابرکات سے بڑا فیض جاری ہوا۔ اور بے شمار بندگان خدا نے آپ سے روحانی فیض پایا۔ سلطان شاہ بیگ ارغون اور سلطان حسین ارغون بڑی عقیدت سے آپ کی خانقاہ میں حاضری دیا کرتے تھے۔

آپ نے مختلف ممالک میں سلسلہ عالیہ قادریہ کی اشاعت و فروغ کے لئے بہت سے خلفاء بھیجے تھے۔ حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ قدس سرہ آپ کے جلیل القدور اور عظیم المرتبت خلیفہ تھے۔ آپ کو اپنے محبوب برادر زادہ حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ قدس سرہ سے بہت زیادہ محبت تھی چونکہ تصوف و سلوک میں حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ قدس سرہ کا مقام بہت بلند اور ارفع تھا اس لئے آپ انہیں جان عزیز کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

آپ پہلے پہل سندھ میں کچھ عرصہ ٹھہر کر تشریف لے گئے' دوسری مرتبہ اپنے محبوب خلیفہ حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ قدس سرہ رخصت کرنے کے لئے ایران کے راستے ٹھٹھہ تشریف لائے اور پھر ایمائے غیبی پر ٹھٹھہ میں ہی قیام فرمایا۔ مصنف تحفتہ الکرام کے مطابق سفر میں حضرت سید عبداللہ (المعروف بہ اصحابی) حضرت شاہ مبین اور حضرت شیخ شکر اللہ شیرازی قدس اسرار ہم بھی ہمراہ تھے۔ آپ جزیرہ عبادان میں بھی بعض ابدالوں کے ساتھ رہے ہیں اور آپ نے حضرت خضر علیہ السلام سے متعدد بار ملاقات کی۔ حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ قدس سرہ کے خاندان میں یہ روایت چلی آرہی ہے کہ حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے حضرت شاہ فضیلؒ قادری قدس سرہ کے لئے عالم رویا میں عمر جاوید کی دعا فرمائی تھی آپ زندہ ہیں۔ البتہ جہاں مزار مبارک ہے وہاں سے غائب ہو گئے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام کی معیت میں بھٹکے ہوؤں کی رہنمائی فرماتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ایک مرتبہ حضرت شاہ فضیلؒ قادری قدس سرہ سندھ میں ایک ایسے شہر میں تشریف لے گئے جہاں کفار کا بڑا زور تھا۔ جس جگہ قیام فرمایا وہاں قریب ہی ایک بہت بڑا مندر تھا۔ وقفہ وقفہ کے بعد ناقوس بجتا تھا۔ چونکہ آپ کی عبادت میں خلل پڑتا تھا ایک دن صبح سویرے آپ باہر تشریف لائے۔ بتکدے کے دروازے پر ایک برہمن جو ناقوس بجایا کرتا تھا' نظر آیا۔ آپ نے جذبہ میں آکر

اس کی طرف دیکھا اور فرمایا، ناقوس بجا کر اہل حق کو کیوں ایذا پہنچاتے ہو۔ خدا کی قدرت سے اس کے پیٹ میں درد ہوا اور وہ اسی دن بیمار ہو کر چل بسا۔ اس واقعہ کو دیکھ کر بہت سے ہندو مسلمان ہو گئے۔ آپ کے بلند روحانی مرتبے اور سیرو سیاحت کی وجہ سے آپ کی شہرت ملک کے اندرونی حصوں کے علاوہ ملک سے باہر دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچ چکی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ پر چاروں طرف سے جویائے حق ٹوٹ پڑتے تھے اور آپ کے مریدوں کی تعداد لاکھوں سے تجاوز کر گئی۔

خلفاء : خلفاء آپ کے بدیں تفصیل ۱۸ ہوئے کہ حضرت شاہ کمال قدس سرہ' خلیفہ اکبر اس سلسلہ خاص میں ایک اور خلیفہ اصغر ۱۷ اور صاحب مجاز ۲۲ ہوئے۔ آپ کے بعد اس سلسلہ عالیہ قادریہ کے مسند نشین و سجادہ نشین حضرت سید شاہ ابو البرکات کمال کیتھلی قدس سرہ ظاہری و باطنی علوم کے وارث ہوئے۔ خلیفہ اکبر اور ۱۷ خلیفہ اصغر ہوئے۔ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے علاوہ آپ کے نامور خلفاء میں حضرت سید عبداللہ (المعروف بہ اصحابی) حضرت شاہ مبین اور حضرت شیخ شکر اللہ شیرازی (قدس اسرار ہم) بھی بڑے نامور بزرگ ہوئے ہیں۔

ماخذ: (۱) خزینۃ الاصفیاء جلد اول (۲) شرائف غوثیہ (۳) دربار قادریہ فاضلیہ کا قرطاس التعارف (۴) پروفیسر محمد اسلم، چھماہی کھوج پنجاب یونیورسٹی لاہور (۵) حدیقۃ الاولیاء از مفتی غلام سرور (۶) تذکرہ شاہ سکندر کیتھلی۔(۷) ماہنامہ عرفات مئی ۱۹۸۸ء (۸) پروفیسر محمد اسلم ماہنامہ برھان دہلی ستمبر ۱۹۷۸ء (۹) فہرست مخطوطات جلد سوم ترتیب و تحقیق مولانا سید محمد متین ہاشمی مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور (۱۰) تذکرہ مشائخ قادریہ از محمد دین کلیم مورخ لاہور (۱۱) پنجاب میں اردو حصہ اول حافظ محمود شیرانی (۱۲) پنجاب کے قدیم شعراء۔ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد (۱۳) تاریخ ادب اردو حصہ اول ڈاکٹر جمیل از جالبی (۱۴) احوال ملک ہندو ملوک آن ص ۱۹۹ از سیدنا احمد شاہ بریلوی (۱۵) پروفیسر محمد اسلم۔ چھماہی کھوج ۔۴ پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

۲۸۔ حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ

حسب و نسب : حضرت شاہ کمال قادری کیتھلی قدس سرہ صحیح النسب سادات عظام اور اولاد امجاد غوث صمدانی حضرت سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے ہیں۔ آپ کا شجرۂ نسب بارہویں پشت میں حضرت سید عبدالقادر جیلانی سے جا ملتا ہے۔ آپ کا شجرۂ طریقت نو واسطوں سے غوث پاک حضرت سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ بظاہر حضرت شاہ فضیل قدس سرہ سے بیعت تھے۔ مگر آپ اویسی المشرب تھے اور غوث الاعظم حضرت سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے براہ راست فیض یاب تھے۔

نام و کنیت : آپ کا پورا نام شاہ کمال حسن ہے ابوالبرکات کنیت۔ سلطان الاوتاد، غوث زمن، سید الاکابر، سلاب الاحوال، لال دیال، سلطان السالکین، غوث الافاق اور ملک العشاق لقب ہیں۔

والد ماجد : آپ کے والد گرامی کا اسم مبارک سید عمرؒ تھا جو بغداد شریف میں رہتے تھے۔ حافظ قرآن اور طبیب تھے اور حج کی سعادت سے بھی بہرہ ور ہو چکے تھے۔ فقہ، حدیث، اصول معقول و منقول اور فلسفہ کے عالم تھے اور ان علوم میں ملک عراق میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ آپ ۷ شوال المکرم ۸۹۵ھ (۲۵۔ اگست ۱۴۹۰ء) کو منگل کے روز بغداد میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت باسعادت کے تھوڑے عرصے بعد عالم دوراں و فاضل زمان اور ممتاز الاصفیاء حضرت شاہ فضیل قادری قدس سرہ تشریف لائے اور آپ کے والد کو مبارک باد پیش کرنے کے بعد فرمایا کہ

"حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی پیش گوئی پوری ہوئی۔ اس کی تربیت صحیح طور پر کیجئے۔ کیونکہ یہ بچہ اولیا اللہ کے زمرے میں مراتب عالیہ پر فائز ہو گا۔ اس کی پرواز سدرۃ المنتہیٰ تک ہو گی۔ اس کا علم وسیع ہو گا اور عمردراز ہو گی۔

عطائے خرقہ خلافت : زبدۃ المقامات میں لکھا ہے کہ آپ شب و روز

ویرانوں میں رہا کرتے تھے۔ جب کھانے پینے کی احتیاج ہوتی تو صحرائے لق و دق میں اچانک کوئی شہر آباد نظر آتا۔ اس شہر کے باشندے آپ کے روبرو کھانے پینے کی اشیاء تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش کرتے۔ اپنے گھروں میں لے جاتے اور ضیافتیں کرتے اور آپ حسب ضرورت کچھ کھا پی لیتے۔ رات کے وقت وہاں آرام بھی فرما لیتے اور جب صبح کے وقت سورج کی کرنیں دنیا کو روشن کرتیں تو نہ وہ شہر نظر آتا اور نہ ہی اس کے باشندوں کا کوئی نشان ملتا۔ حالات کا یہ اندازہ دیکھ کر ایک روز آپ کے والد بزرگ وار آپ کی تلاش میں نکلے۔ دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے مراقبے کی حالت میں تشریف فرما ہیں۔ اسی دوران میں آپ کو بھی کشفی طور سے معلوم ہو گیا۔ آپ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ آپ کے والد مکرم بھی تعاقب میں چل نکلے۔ آپ چند گز کے فاصلے پر جا کر غائب ہو گئے۔ ایک شیر نمودار ہوا اور حاجی عمرؒ کی طرف چلا۔ اسے دیکھ کر وہ گھر واپس آ گئے اور آپ کی والدہ ماجدہ سے فرمایا کہ یہ بچہ ہمارے قابل نہیں رہا۔ اسی روز سے آپ کو حضرت شاہ فضیل کی شاگردی میں دے دیا گیا۔ آپ نے علوم ظاہری کی تکمیل فاضل استاد کی نگرانی میں کی۔ فاضل استاد نے شاگرد کی اعلیٰ صلاحیتوں کو مزید جلا بخشی اور سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ یہاں آپ نے سلوک و تصوف کی تمام منازل طے کیں۔ ایک عالم آپ کا گرویدہ ہو گیا تھا۔ چنانچہ کچھ عرصے بعد آپ حضرت شاہ فضیل قدس سرہ سے ہی بیعت ہو گئے اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔

جب آپ کا جذب و استغراق مزید بڑھا اور آپ نے سلوک و معرفت کی تمام منازل بصد تزک و احتشام طے کر لیں اور تمام اسرار کائنات و الہیات آپ پر منکشف ہو گئے۔ تو وہ وقت بھی آن پہنچا کہ آپ کو وہ مشن سونپا گیا جس کے لئے آپ کی تخلیق عمل میں آئی تھی۔ جب حضرت شاہ فضیل قدس سرہ کے وصال کا وقت آ پہنچا تو انہوں نے غسل کر کے خرقہ خلافت اور نعمات خاندانی مع تبرکات مثلاً" رسول کریم ﷺ کا موئے مبارک اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا شانہ مبارک کنگھا وغیرہ آپ کے حوالے کئے اور فرمایا کہ ہمارے بعد ان تبرکات اور خرقہ خلافت کو لے کر جلدی ہی ہندوستان کی طرف چلے جاؤ۔

ہمارے اخلاف کو ابھی اس معاملے کا علم نہیں۔ وہ تو سیر و سیاحت میں مشغول رہتے ہیں۔ اگر انہیں اس واقعہ کی اطلاع ہو گئی تو تمہارے ساتھ الجھیں گے۔ اس کے بعد حضرت شاہ فضیل قدس سرہ نے لباس عاقبت زیب تن کیا۔ زمین پر لیٹ گئے اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ آپ نے نماز جنازہ پڑھی۔ تجہیز و تکفین کی اور حسب وصیت ہندوستان کی طرف چل پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت شاہ فضیل قدس سرہ کے صاحبزادے بھی تشریف لے آئے۔ جب انہیں صورت حال کا علم ہوا تو وہ نعمات و تبرکات کو واپس لینے کے لئے آپ کے پیچھے دوڑے۔ بارہ کوس کے فاصلے پر صاحبزادوں نے آپ کو آ لیا۔ آپ نے تمام تبرکات کو زمین پر رکھ کر فرمایا کہ "اگر اٹھا سکتے ہو تو اٹھا لو۔" لیکن صاحبزادے ایسا نہ کر سکے۔ اگرچہ انہوں نے اپنا پورا زور لگایا۔ مجبوراً" وہ کف افسوس ملتے ہوئے واپس چلے گئے اور آپ عازم ہندوستان ہو گئے۔

ہندوستان میں آمد: آپ ملک عراق سے ملک ایران کے راستے مشہد' نجف اشرف' تبریز اور اصفہان سے ہوتے ہوئے ہندوستان میں درۂ گومل کے راستے داخل ہوئے۔ اول اول ٹھٹھہ میں قیام فرمایا۔ یہاں ایک سال کے قریب قیام رہا۔ یہاں سب سے پہلے ملا سید محمد مدرس مریدی اور خرقہ خلافت سے شرف یاب ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے ملتان کا رخ کیا۔ یہاں شیر شاہ کے نائب حمید خاں نے آپ کی خوب آؤ بھگت کی اور ہر قسم کی مراعات مہیا کیں۔ لیکن آپ نے فقر و فنا کی وجہ سے ان تمام مراعات کو ٹھکرا دیا اور صرف ایک حجرے میں رہنا پسند فرمایا۔ کچھ عرصے بعد لدھیانہ کی طرف چلے گئے یہاں آپ کی یاد میں ہر سال ایک میلہ منعقد ہوتا ہے۔ جسے مقامی زبان میں "بڑے پیر کی روشنی" سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے پائل کا رخ کیا۔ ابھی تک آپ کو وہ مرکز نہیں مل سکا تھا جس کے لئے آپ کوشاں تھے۔ اس لئے جابہ جا اور مقام بہ مقام پھر رہے تھے۔ جب پائل کی فضا بھی اپنے مشن کے لئے موزوں نظر نہ آئی۔ تو یہاں سے بھی کوچ کیا۔ اور آخر وہ مقام مل گیا جس کی تلاش میں آپ سرگرداں تھے۔ یہ کیتھل شریف تھا۔ جہاں آپ پائل کے بعد تشریف لائے۔ اور یہاں "باغ دہاؤں" میں قیام کیا۔ عراق سے ہندوستان تک کے سفر میں

حضرت سید شاہ عبداللہ حضرت شہ مبین اور حضرت شہ شکر اللہ شیرازی آپ کے شریک سفر تھے۔

فضائل و شمائل: یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ ایک علمی و ادبی اور خالص مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ اس سے پیشتر بیان ہو چکا ہے کہ آپ کے والد ماجد علم و فضل میں یکتائے روز گار تھے اسی طرح آپ کی والدہ ماجدہ بھی اپنی ہم عصر عورتوں میں ممتاز حیثیت رکھتی تھیں۔ ایسے علمی گھرانے میں بچے کی پرورش کا اچھے انداز و اسلوب میں ہونا لازمی بات تھی۔ آپ کے والد بزرگوار کی صحبت' والدہ ماجدہ کی پرورش اور حضرت شاہ فضیل قدس سرہ کی تربیت نے آپ پر یہ اثر کیا کہ آپ پر اس دنیائے فانی کی حقیقت واضح ہو گئی اور آپ سرتاپا اس محبوب حقیقی کی تلاش میں سرگرداں رہنے لگے۔ جو سب کا رازق و خالق ہے۔ اس سرگردانی میں آپ نے مختلف ممالک کی سیر کی۔ اور فرمان خدا زمین میں سیر کرو اور قدرت الیہ کے نشانات دیکھو کے مطابق مختلف رنگوں میں فطرت کا مطالعہ کیا۔ اس سیرو سیاحت نے جہاں آپ کے دل کے لئے تسلی کا سامان بہم پہنچایا۔ وہاں آپ کے علمی و ادبی ذخیرے میں بھی اضافہ کیا۔ اس کے علاوہ ان دنوں بغداد علم و فن کا منبع و مخزن تھا۔ یہاں کی فضا نے آپ کو بے حد متاثر کیا۔ پھر حضرت شاہ فضیل قدس سرہ ایسے تبحر عالم اور جید فاضل نے نگاہ اولین میں ہی بھانپ لیا کہ ذوق و شوق کے اس پتلے میں کوئی ایسی خامی نہیں جسے پورا کیا جائے اور علم و ادب کا یہ رسیا تو محض رسماً" ادھر آ نکلا ہے۔ تاہم موصوف نے آپ کی پرانی صلاحیتوں کو جلا بخشی یہی وجہ ہے کہ نہ صرف آپ علم و فن کے درخشاں آفتاب' علم و عرفان الٰہی کے بحر مواج اور دنیائے ادب کے مہرتاباں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بلکہ آپ روحانیت کے' فلسفہ' اخلاق و نفسیات اور علم الکلام کے ماہر استاد بھی ہیں۔ آپ کے ایام سیاحت کے دوران میں آپ کے علمی و ادبی اور مذہبی ذخیرے کی شہرت دور دراز واقع ممالک میں جا پہنچی تھی جس کی وجہ سے مختلف مقامات سے لوگ آکر اس منبع علم و فن سے فیض حاصل کرتے۔ بلاد ہند میں جب آپ کی شہرت پہنچی تو ہزارہا لوگ آپ کے دیدار کے مشتاق نظر آنے لگے اور جب آپ ارض ہند میں وارد ہوئے تو ہر طرف سے علم و عرفان الٰہی کی اس شمع پر پروانے ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے

گئے اور خواجہ فتح علی خاں، شیخ عبدالاحد سرہندی، شاہ ہاشم نبوتوی، شاہ یوسف بھکری، ملا محمد مدرس سندھی، اور قاضی عبدالرحمٰن دیپال پوری قدس اسرارہم نے آپ سے مقدور بھر فائدہ اٹھایا۔

حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے مکتوبات آپ کی علمیت کی شان دار یادگار ہیں، مکتوبات ہماری نظر سے گزرے ہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ ایک سالک مجذوب نے ترکہ کے طور پر مکتوبات یادگار چھوڑے ہیں۔ جو علم و فن کا حسین مرقع ہیں انہیں پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کتنے متبحر عالم اور جید فاضل تھے اور روحانیت کے بحر بے پایاں! تنوع کے لحاظ سے آپ کے خطوط، خطبات اور پند و نصائح دنیائے علم کے لئے بہترین سرمایہ ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ان بیش قیمت جواہرپاروں کو صحیح تبصرے اور تنقید کے ساتھ یک جا نہیں کیا گیا۔ ہمیں جو کچھ میسر آیا ہے وہ بلا ترتیب و تحشیہ ہے۔ اصل خطوط فارسی زبان میں ہیں اور نثر کے ایک انداز میں لکھے گئے ہیں۔ یہ مکتوبات مختلف اصحاب کے نام تحریر کئے گئے ہیں لیکن ان میں سے اکثر حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم اور حضرت شیخ عبدالاحد کابلی قدس اسرارہم کے نام ہیں۔ آپ زیادہ تر ایسے خطوط کا جواب ارسال فرماتے تھے جو مسائل کے بارے میں ہوتے تھے۔ تمام مکتوبات قدیم انداز میں تحریر کئے گئے ہیں۔ اول القاب ہیں، پھر دعائیں اور پھر احوال وغیرہ۔ اس کے بعد آپ کو جو کچھ بیان کرنا ہوتا ہے بلا کسی تمہید و تعارف کے شروع کر دیتے ہیں اور اس میں گنجلک اور معقید نام کو نہیں آنے دیتے۔ مکتوبات کا ایک ایک لفظ ظاہر کرتا ہے کہ کاتب سامنے بیٹھا درس میں مشغول ہے۔ آپ کے مکتوبات کا ایک ایک لفظ بذات خود روشنی کی ایسی مشعل ہے۔ جو اندھیری رات میں بھولے بھٹکے مسافر کی راہ نمائی کرتی ہے۔ ایک ایک لفظ سے شہد محبت، اخلاق معرفت اور جذبہ وحدت ٹپکتا ہے۔ مکتوبات میں عربی اور فارسی زبان کے بیشتر اشعار پائے جاتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ عمدہ شعری ذوق کے مالک بھی تھے اور بہت سے قدیم و معاصر شعرا کے اشعار نوک زبان تھے۔ ہر شعر کو مناسب اور موزوں موقع پر استعمال کیا گیا ہے۔ اس طرح مکتوبات کو مزید قابل قدر بنا دیا ہے۔ عوام و خاص آپ سے مسائل کا حل دریافت کرنے کے لیے دور و دراز سے آیا کرتے تھے۔ جب آپ معارف و اسرار کی وضاحت

فرماتے تو سننے والوں کو محسوس ہوتا کہ ان مسائل کا حل مدت مدید میں بھی ناممکن تھا۔

حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ ایک جلیل القدر اور باعظمت ولی ہو گزرے ہیں جس کا اقرار مشائخین نے کیا ہے۔ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

"جب نظر کشفی سے غور کیا جاتا ہے تو مشائخ عالیہ قادریہ میں حضرت غوث اعظم کے بعد حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ کے مثل اور کوئی شخص نظر نہیں آتا۔"

مزید فرمایا۔ "اس درویش کو نسبت فردیت کا سرمایہ جس کے ساتھ آخر عروج مخصوص ہے۔ اپنے والد (مخدوم عبدالاحد قدس سرہ) سے حاصل ہوا تھا۔ اور میرے والد کو یہ نسبت اپنے ایک عزیز بزرگ (حضرت شاہ کمال قادری کیتھلی قدس سرہ) جو جذبہ قوی کے مالک تھے اور کرامات و خوارق میں مشہور تھے، حاصل ہوئی تھی۔"

حضرت شیخ طاہر بندگی لاہوری قدس سرہ فرماتے ہیں:

"یہ ملک الحقائق حضرت شاہ کمال قادری کیتھلی اور رئیس الاولیاء حضرت شاہ سکندر کیتھلی کا شمار ان فقید المثال اور صاحب تصرف بزرگوں میں ہوتا ہے۔ جن کی نظیر اولیائے متقدمین میں بھی کم نظر آتی ہیں۔"

آپ کے کیتھل تشریف لانے سے قبل حضرت خواجہ عبدالرشید شاہ ولایت المعروف صوفی بدھنی یہاں اپنا زور باطنی دکھا چکے تھے۔ انہوں نے آپ کی آمد سے لوگوں کو ان الفاظ سے خبردار کیا تھا۔

"کچھ عرصے بعد اس سرزمین پر ایک شیر خدا آئے گا اور لوگوں کو دولت باطنی سے مالا مال کردے گا۔ اس کی شان جلالت سے بچتے رہنا۔"

ایک روز حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے بہ تقریب احوال حضرت خواجہ محمد معشوق طوسی قدس سرہ فرمایا۔

"حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ بھی اسی عالم سے تھے۔"

محمد محبوب کے ایک سابق شدہ برائے شیلنٹ مکینمز مصنف ا

ایم سنو نے اپنی کتاب میں آپ کو شاندار خراج تحسین پیش کیا ہے اور آپ کی اولاد کو عزت و شرافت کی عظیم یاد گار مانا ہے۔

حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ انسانیت کا عمدہ نمونہ تھے۔ اگر آپ ریاضت و عبادت اور کشف و مجاہدہ میں لاثانی تھے تو دیگر اوصاف جمیلہ و اخلاق جلیلہ سے بھی متصف تھے۔ اتباع سنت نبویؐ کو عین ایمان تصور فرماتے تھے۔ فقر و غنا کے پتلے تھے اور اپنے معتقدین و مریدین کو ہمیشہ خودی اور فقر برقرار رکھنے کی تلقین و ہدایت فرماتے۔ آپ کی ذات اقدس زہد و اتقا' صبر و قناعت' جود و سخا اور فقر و استغنا کا مجموعہ تھی۔ آپ کا احترام صرف علماء و فقرا اور اہل دل تک ہی محدود نہ تھا۔ بلکہ شاہان وقت بھی آپ کا بے حد احترام کرتے تھے اور آپ کے ارشاد کی تعمیل اپنے لئے موجب عزت و مسرت خیال کرتے تھے۔ لیکن آپ کی بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ کبھی کسی امیر یا حاکم کے ہاں نہیں گئے۔ نیاز و فتوح بہت آتی تھی مگر آپ تقسیم فرما دیتے' گھر میں اگرچہ فاقہ ہی رہتا۔ آپ ازل سے ایک درد مند دل لے کر آئے تھے جب کبھی آپ کسی کو مصیبت میں گرفتار دیکھتے تو آپ کا دل پسیج جاتا اور آپ اس شخص کی مصیبت رفع کرنے کی کوشش فرماتے۔ کوئی سائل بھی آپ کے یہاں سے خالی نہیں گیا۔ مصیبت میں گرفتار زن و مرد' امیر و غریب اور شہنشاہ و گدا غرضیکہ ہر کوئی آپ سے مستفید ہوتا۔

یوں تو اکثر صاحب ولایت' شان جلالت کے مظہر ہوئے ہیں لیکن چشتیہ سلسلے میں حضرت علاؤالدین علی احمد صابر قدس سرہ اور قادریہ سلسلہ میں حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے جلال کا چرچا عام ہے۔ یہ حضرت شاہ کمال کے جلال ہی کا نتیجہ تھا کہ کیتھلی سے دس دس' بارہ بارہ کوس کے فاصلے پر کوئی صاحب ولایت آپ کی اجازت کے بغیر نہیں آ سکتا تھا۔ اور اگر کوئی ایسا کرنے کی جرات کرتا تو اس کی ساری صلاحیتیں سلب کر لی جاتی تھیں۔ اسی لیے آپ کا لقب "سلاب الاحوال" پڑ گیا تھا۔ آپ کے جلال کی ایک جھلک "اضطراب" کے باب میں پیش کی جا چکی ہے۔ آپ کا ایک مرید تھا جسے اشتیاق تجلی بہت زیادہ تھا۔ اس شوق میں اس نے برسوں ریاضت و مجاہدہ کیا۔ مگر وہ حال منکشف نہ ہوا۔ اس کے دل میں خطرہ گزرا کہ اس وقت شیخ نجم الدین کبریٰ سے بڑا کوئی

بزرگ نہیں۔ کہ ان کی ایک نظر سے آدمی صاحب حال ہو جاتا ہے۔ اسی وقت آپ کو اس کے خطرے سے آگاہی ہوئی۔ نظر عاشقانہ اس پر ڈالی کہ وہ تجلی ذات اس پر منکشف ہو گئی مگر وہ اسی وقت مرگیا۔ کیونکہ اس میں اس تجلی کو برداشت کرنے کا حوصلہ نہ تھا اور آپ نے اسی وجہ سے توقف فرمایا تھا۔ اگرچہ جلال کی یہ کیفیت ایک زمانے میں بہت زوروں پر تھی لیکن عمر کے تقاضے کے ساتھ ساتھ کم ہوتا چلا گیا تھا اور عمر کے آخری حصے میں تو بہت ہی کم رہ گیا تھا۔

حضرت کمال کیتھلی قدس سرہ مسجد کے اندر نماز باجماعت میں شاذ و نادر ہی شریک ہوا کرتے تھے اور علیحدگی میں دیگر اولیائے کبار و صوفیائے عظام کے ساتھ ادا کرتے تھے اور ان کے امام ہوتے تھے۔ ایک روز آپ کے مریدین میں سے کسی کو حوائج ضروریہ کی وجہ سے باہر جانا پڑا۔ جب جائے طہارت پر پہنچا تو دیکھا کہ اس جگہ ایک دروازہ پیدا ہو گیا ہے اور اس میں ایک باغ نمودار ہو گیا ہے۔ وہ درویش اس باغ میں چلا گیا۔ وہاں اس نے حوض دیکھا جو پانی سے لبالب بھرا ہوا تھا۔ اس کے کنارے ایک جماعت بنیان مرصوص کی طرح نماز کے لئے صفیں باندھے کھڑی تھی اور آپ ان کی امامت کر رہے تھے۔ وہ بہت حیران ہو ہوا اور اس حیرانی میں جب اس نے اپنی آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو اسی جگہ کھڑا پایا۔ جہاں اس نے قصد خلا کیا تھا۔

وصال : آپ نے ۲۹ جمادی الاخری ۹۸۱ ہجری مطابق ۲۶۔ اکتوبر ۱۵۷۳ء بروز پیر ۸۶ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ راقم الحروف نے "بسایہ ذوالجلال ہیم" سے مادۂ تاریخ نکالا ہے۔ آپ کو بدھ کبار نامی تالاب کے کنارے دفن کیا گیا۔ آپ کی نماز جنازہ میں نقباء۔ اوتاد' اغواث' ابدال' اقطاب اور اولیائے ہم عصر نے شرکت کی۔ اس کے علاوہ لاکھوں افراد نے بھی شمولیت کی۔

روایت ہے کہ آپ کا اکثر یہ معمول تھا کہ حجرہ بند کر کے عبادت کرتے اور کئی روز کئی ہفتے اور بسا اوقات کئی کئی ماہ باہر نہ آیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ اسی طرح حجرہ کا دروازہ بند کر کے اندر عبادت و ریاضت میں مشغول ہوئے۔ اور چار ماہ تک باہر تشریف نہ لائے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت عماد الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس توقف سے اکتا کر دروازہ کھول کر حجرے کے اندر داخل ہونے کا ارادہ فرمایا۔ خادموں نے آپ کو ایسا کرنے سے منع کیا۔ مگر وہ حجرے

کے اندر داخل ہو گئے۔ آپ اپنے حال میں محو تھے۔ صاحبزادے کو خیال ہوا کہ آپ وصال فرما گئے ہیں۔ غسل کی تیاری ہوئی۔ جب پانی سرمبارک پر ڈالا گیا تو آپ نے آنکھیں کھول دیں۔ نظر میں اس قدر جلال اور تیزی تھی کہ سب خوفزدہ ہو کر بھاگ گئے۔ صرف بجن خادم وہاں ٹھہرا رہا۔ اس نے تمام سرگزشت آپ کو سنائی فرمایا۔ "ہماری موت کی شہرت ہر طرف پھیل گئی ہے اب دوبارہ زندہ ہونا مناسب نہیں۔ کیونکہ یہ امر شریعت کے خلاف ہے کہ کوئی دوبارہ زندہ ہو۔" یہ فرمایا اور آپ نے آنکھیں بند کر لیں اور اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔
ایک اور روایت ہے کہ "آپ کا ایک چھوٹا صاحبزادہ فوت ہو گیا۔ آپ نے بھی عالم ارواح کے تماشے کے لئے جسمانی تجرد حاصل کیا۔ اہل خانقاہ نے سمجھا کہ آپ وصال فرما گئے۔ چنانچہ وہ تجہیز و تکفین کے بعد آپ کو دفن کرنے کے لئے چلے کہ اچانک آپ زندہ ہو گئے اور فرمانے لگے کہ حقیقت تو یہی ہے لیکن چونکہ تم نے ہماری قبر تیار کر لی ہے۔ تو اب ہم اسے اپنا منتظر نہیں رکھ سکتے ہم بھی سفر آخرت اختیار کرتے ہیں۔" اور اسی وقت وصال فرما گئے اور پھر اسی لمحے جسم ظاہر کے ساتھ جنوبی ہند میں برہان پور میں اپنے ایک معتقد سوداگر سے ملے اور فرمایا کہ "ہم نے دنیا سے رخت سفر باندھ لیا ہے۔ اس لئے اب ہماری قبر پر کیتھلی میں عمارت بنا دو۔ جو نذر و نیاز پہلے بھیجتے تھے اب بھی ہماری خانقاہ میں بھیجا کرو۔"

مزار : آپ کے مزار مبارک سے جاہ و جلال ٹپکتا ہے۔ اور اہل دل کے لئے فیض رساں ہے۔ آپ کا مزار آپ کے جانشینوں نے تعمیر کرایا۔ ۱۸۸۳ء میں درگاہ کے اخراجات کے لئے زمینوں کے علاوہ ایک کنواں بھی وقف تھا۔ ۱۹۱۸ء میں انگریز حکومت نے درگاہ کی عظمت کے پیش نظر اس کے اخراجات کے لئے تقریباً" ایک مربع زمین دی تھی۔ اس کے علاوہ شاہان وقت بھی خانقاہ و مزار کے لئے جاگیریں وقف کرتے رہے۔ مزار مبارک کا کل رقبہ تقریباً" ایک مربع اراضی پر محیط ہے۔ عمارت پر کوئی نقش و نگار نہیں بنائے گئے۔ بلکہ مزار سادگی و پرکاری کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ نہ ہی مزار کی دیواروں پر کوئی شعر لکھے گئے ہیں۔ البتہ صدر دروازے پر یہ شعر مرقوم ہے۔

گلشن و چمن علی روشنی شمع بزم نبی
اندر کرامت کاملی شاہ کمال قادری

عرس: آپ کے وصال کے بعد مریدین و معتقدین ہر سال عرس پر حاضر ہوتے۔ آپ کے خلفاء کے علاوہ دیگر اولیائے کرام بھی آپ کے مزار کی زیارت کے لئے تشریف لاتے رہے۔ برصغیر پاک و ہند کی تقسیم کے بعد درگاہ کمال کے سجادہ نشین حضرت سید علی احمد قدس سرہ ہجرت کر کے پاکستان میں آ گئے تو درگاہ کی تولیت کا خاطر خواہ انتظام نہ ہو سکا۔ لیکن آپ کا یہ فیضان تھا کہ آپ نے مسلمانوں کی عدم موجودگی میں غیر مسلموں سے اپنی آرام گاہ کی دیکھ بھال کا کام لے لیا۔ چنانچہ ۱۹۶۳ء میں غیر مسلموں نے آپ کے مزار کی تزہیب و تزئین از سر نو کی۔ اب باقاعدگی سے عرس منعقد ہوتا ہے اور اس میں مسلم اور غیر مسلم بھی شرکت کرتے ہیں اور ہزاروں افراد کی شرکت' قوالوں کی محفل اور عقیدت مندوں کے وفور اشتیاق و جذبات سے گزشتہ دور کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

اولاد امجاد: آپ کی اولاد میں تین صاحبزادے حضرت شاہ عماد الدین' حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم اور حضرت شاہ نورالدین قدس اسرارہم اور تین صاحبزادیاں بی بی صالح' بی بی شاہ خاتون اور بی بی نہاں' یادگار تھیں۔

آپ کا لباس عموماً" سرخ رنگ کا ہوتا تھا یا فوجی طرز کا۔ ایک روز آپ سپاہیانہ لباس پہنے ہوئے حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری قدس سرہ کی خانقاہ میں آئے۔ اس وقت شیخ موصوف کی خدمت میں حضرت شیخ عبدالاحد کابلی قدس سرہ بھی تشریف فرما تھے۔ آپ حضرت شیخ جلال الدین تھانیسریؒ سے معانقہ کر کے بیٹھ گئے۔ شیخ موصوف نے آپ کو سپاہی سمجھ کر بادشاہ اور فوج کے بارے پوچھنا شروع کر دیا۔ اس پر آپ قدرے ناراض ہوئے اور فرمانے لگے کہ اے شیخ اگر کوئی مسکین انوار اللہ کا اقتباس کرنے کے لئے آپ کی خانقاہ میں آ بیٹھے تو تمہارے شایان شان نہیں کہ اس سے بادشاہ اور فوج کے متعلق سوال کرو۔ اگر آپ کو اس کی خواہش ہی ہے تو راستے میں بیٹھ جاؤ اور آنے جانے والوں سے پوچھتے رہو۔ شیخ موصوف نے معذرت کی۔ جب حضرت شیخ عبدالاحد

کابلی قدس سرہ نے آپ میں بے تعلقی اور جذبہ کے آثار دیکھے تو ارادہ کر لیا کہ جب مجلس کے اختتام پر آپ باہر تشریف لے جائیں گے تو ملاقات کروں گا اور نام و مقام کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا چنانچہ ایسا ہی کیا۔ آپ نے فرمایا میرا نام کمال ہے اور اکثر پائل میں رہتا ہوں' اگر ہماری صحبت میں رہنے کا ارادہ ہے تو وہاں آ جانا۔ چنانچہ حضرت شیخ عبدالاحد قدس سرہ پائل تشریف لے گئے اور حال و قال کی مجلسیں برپا ہوئیں اور دونوں بزرگوں کی الفت و مودت یہاں تک بڑھ گئی۔ کہ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ اکثر مع اہل و اطفال حضرت شیخ عبدالاحد کابلی قدس سرہ کے یہاں تشریف لاتے اور دیر تک قیام پذیر رہتے اور پھر اپنے وطن کی طرف مراجعت فرماتے۔ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کی مجالست و مصاحبت سے حضرت عبدالاحد کابلی قدس سرہ سے بیعت ہوئے اور پائل میں آپ کی خدمت میں رہ کر سلوک قادریہ کے مراحل طے کئے اور فوائد و برکات بالخصوص نسبت فردیت حاصل کی۔ چنانچہ اپنے وصال سے قبل وہ تبرکات جو حضرت عبدالاحد کابلی کو حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ سے حاصل ہوئے تھے۔ آپ نے اپنے صاجزادہ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہ کو عطا فرما دیئے تھے۔ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ حضرت شیخ عبدالاحدؒ کابلی کو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی ولادت کی بشارت دی تھی۔ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کی پیدائش کے بعد بھی ان کے عظیم المرتبت بزرگ اور ماحی بدعت و ضلالت اور حامی سنت ہونے کی خوش خبری سنائی تھی۔ اور بچپن میں فیضان قادریہ سے بھی نوازا تھا۔

خلفاء: حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے خلفاء کی تعداد سولہ بیان کی جاتی ہے۔ ان کے علاوہ ۱۱ صاحب مجاز ہیں۔ خلفا میں حضرت شاہ سکندر کیتھلی' حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم' حضرت شیخ عبدالاحد کابلی سرہندی' حضرت ملا محمد مدرس سندھی' حضرت شیخ جلال الدین کھلکہ ملتانی' حضرت شاہ یوسف بھکری' حضرت شاہ عبدالرحمٰن دیپال پوری' حضرت محمد خاں تاشقندی' حضرت شاہ ہاشم نبوتوی' حضرت خواجہ امان اللہ حسینی' حضرت شیخ مودود قادری' حضرت خواجہ فتح علی خاں (مورث اعلیٰ لیاقت علی خاں مرحوم سابق وزیراعظم پاکستان) حضرت خواجہ عین

الدین کلانوری' حضرت شیخ نور جمال' حضرت شیخ سجن کے علاوہ حضرت باوا اسمٰعیل پوری بھی آپ کے خلفاء میں شمار ہوتے ہیں۔

خوارق عادات : باوجودیکہ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ سے بہت سی کرامات و خرق عادات صادر ہوتی رہتی تھیں۔ مگر آپ کو اظہار کرامت سے سخت نفرت تھی۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آپ کے پاس کرامات کے مشاہدہ کی غرض سے آتا تو آپ سخت کبیدہ خاطر ہوتے۔ ایک مرتبہ ایک ہم عصر ممتاز عالم مولانا صالونی اپنے شاگردوں کے ہمراہ اس غرض سے آپ کی خانقاہ کی طرف روانہ ہوئے کہ حضرت سے کوئی کرامت مشاہدہ کرے۔ جب منزل مقصود کے قریب پہنچے تو آپ کو کشفی طور پر مولانا کے ارادے کا علم ہو گیا۔ نہایت خشونت و غضب کی وجہ سے اینٹ پتھر وغیرہ جو کچھ مل سکا لے کر اس کے پیچھے پڑ گئے۔ مولانا نے ناچار اپنے شاگردوں کے ہمراہ راہ فرار اختیار کی۔ آپ نے ان کے پیچھے سے حملہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"اے مکار صالونی! تو اس لئے آیا ہے کہ کمال سے کرامت دیکھے۔"

ماخذ : از تذکرہ حضرت شاہ سکندر قادری کیتھل قدس سرہ تحقیق سید خورشید حسین بخاری صاحب

۲۹۔ حضرت شاہ سکندر قادری کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ

حسب و نسب : حضرت شاہ سکندر قادری کیتھلی قدس سرہ صحیح النسب سادات عظام اور اولاد امجاد حضرت غوث صمدانی شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے ہیں۔ آپ ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کے سربرآوردہ بزرگ حضرت شاہ کمال قادری کیتھلی قدس سرہ کے پوتے اور حضرت شاہ عمادالدینؒ کے فرزند تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب چودھویں پشت میں حضرت غوث پاک محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

نام و کنیت : آپ کا اسم گرامی شاہ سکندر اور قطب ربانی' رؤس الاولیاء اور محبوب الٰہی آپ کے لقب خاص ہیں۔ اور ابوالحسنات کنیت ہے۔

ولادت : .... ۱۶ شعبان المعظم ۹۶۳ھ مطابق ۲۶ جون ۱۵۵۶ء بروز جمعرات کو صبح صادق کے وقت دایہ نے حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کو مژدہ سنایا اور مبارک باد دی کہ حضرت شاہ عماد الدین کے مشکوئے دولت میں فرزند ارجمند کی ولادت عمل میں آئی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے رب العزت کا شکر ادا کیا اور دایہ سے فرمایا کہ "بچے کو چادر میں لپیٹ کر ہمارے سامنے لے آؤ۔" دایہ نے تعمیل ارشاد کی اور بچے کو اعلیٰ حضرت کی آغوش میں لٹا دیا۔ حضرت موصوف نے جمع شدہ مشائخین عظام اور اولیائے کرام سے فرمایا "یہ میرا جانشین ہے اوز اس کا نام سکندر ہے۔" پھر اپنی انگشت شہادت حضرت شاہ سکندر قدس سرہ کے منہ میں ڈال دی جس کے چوسنے سے آپ کا دل انوار الٰہی سے معمور ہو گیا۔ آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ آپ کی ولادت کے وقت آدھی رات کو میں نے دیکھا کہ زمین سے آسمان تک ایک روشنی ہے۔ چونکہ اس سے قبل میں نے ایسی روشنی کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اس لئے میں گھبرا گئی اور درگاہ الٰہی میں التجا کی "یہ کیا بھید ہے" ندا آئی کہ یہ تیرے فرزند کی پیدائش کا وقت ہے۔ یہ روشنی اس کے دل کا نور ہے۔ آپ کی ولادت سے قبل آپ کی والدہ ماجدہ کو رسول اللہ ﷺ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی آپ کی پیدائش کا مژدہ سنایا تھا۔

والد ماجد : حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ کے والد گرامی کا اسم مبارک حضرت شاہ عمادالدین قدس سرہ تھا۔ جو حضرت کمال کیتھلی قدس سرہ کے سب سے بڑے صاجزادے تھے۔ متقی، پرہیز گار اور باعمل بزرگ تھے۔ نہایت روشن ضمیر اور تصوف ظاہری و باطنی کے مالک تھے۔ جو شخص بھی آپ سے بیعت کرتا اسے پہلی نظر میں ہی ولی کامل بنا دیتے اور طالبان حق کے ارشاد و ہدایت کے لئے آپ کا وجود بھی اللہ کی آیات میں سے ایک تھا۔ بچپن سے ہی رشد و ہدایت کے آثار و انوار پیشانی سے چمکتے تھے۔ آپ کی اولاد میں ایک صاجزادے یعنی حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ اور دو صاجزادیاں بی بی عصمت اور بی بی اللہ بندی یادگار تھیں۔

حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ میں بھی خدا تعالیٰ نے ابتدا سے ہی وہ خوبیاں کوٹ کوٹ کر بھر دی تھیں جو ایک تبحر عالم، جید فاضل، ہادی کامل اور

یگانہ روزگار ہستی میں ہونا لازمی ہیں۔ آپ ایام طفولیت کے دوران ماہ رمضان میں دودھ وغیرہ کی طرف مطلق رغبت نہ فرماتے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا بیان ہے کہ

"میں زبردستی دودھ پلانے کی کوشش کرتی کہ مبادا بچہ کمزور ہو جائے۔ لیکن ہزار کوشش کے باوجود نومولود دن میں دودھ کی طرف رغبت ہی نہ کرتا۔"

جب آپ چار سال کے ہوئے تو حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ نے آپ کو حصول تعلیم کے لئے تبحر عالم اور جید فاضل کے سپرد کر دیا۔ جہاں آپ نے چند روز تحصیل علم فرمائی۔

ایک شب کا واقعہ ہے کہ غیب سے ندا آئی۔ "شاہ سکندر تو قرآن کیوں نہیں سیکھتا۔" آپ نے فرمایا:

یااللہ! تو قادر مطلق ہے، مجھے تعلیم فرما۔" یہ عرض کرتا تھا کہ غیب سے ایک نورانی ہاتھ نمودار ہوا۔ اور اس ہاتھ نے آپ کے سینہ مبارک سے مس کیا اور قرآن پاک کا علم آپ کے سینے میں آگیا اور اسی وقت علوم اسمیہ وغیرہ آپ پر منکشف ہو گئے۔

کم عمری میں ہی علمائے وقت کی ایک جماعت آپ کے گرد رہتی تھی اور آپ کی دعاؤں سے ان کی دینی و دنیاوی آرزوئیں پوری ہوتی رہتی تھیں۔

عطائے خرقہ خلافت: ۹۷۵ھ، ۹۷۶ ہجری کی ایک صبح ہے۔ افق مشرق پر ابھی آفتاب نے سنہری اور روپہلی کرنیں سجا کر بازار گرم نہیں کیا۔ مگر بد ہوائیں چل رہی ہیں۔ انواع و اقسام کے پرندے ننھی ننھی زبانوں سے خالق باری کی حمد و ثنا کر رہے ہیں اور نسیم جانفزا "باغ ہمایوں" میں کبھی اس طرف جاتی ہے اور کبھی اس طرف۔ حوض کے پانی میں موجیں ابھرتی ہیں۔ دائرے بناتی ہیں اور غائب ہو جاتی ہیں۔ ہر شے میں ایک نئی امنگ، نئی ترنگ اور نئی آگہی ہے اور ایک نیا جذبہ۔ اور وہ اس جذبے میں کوئے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ جھٹپٹے کے عالم نے دنیائے رنگ و بو کو ایک نیا سماں ودیعت کیا ہے۔ ایسے عالم میں ایک مرد بزرگ حوض کے کنارے بیٹھ وضو کر رہا ہے۔ اس کے داہنی طرف ایک عمامہ اور ایک عصا رکھا ہے۔ دل و زبان یک رنگ

ہو کر حمد باری تعالٰی میں معروف ہیں۔ اسی اثنا میں ایک بچہ جس کا سن بارہ برس سے زائد نہیں، آکر اس عمامے کو سر پر رکھ لیتا ہے اور عصا کو دریائے مسرت و انبساط کی رو میں بہہ کر نہایت تمکنت کے ساتھ چند قدم چلتا ہے اور پھر مسکراتے ہوئے متجسس نگاہوں سے اس بزرگ کی طرف دیکھتا ہے۔ گویا اپنے اس فعل خوشگوار اور معصوم شرارت کی داد چاہتا ہے۔ یہ بچہ حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ اور بزرگ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ تھے۔

حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ نے حضرت شاہ سکندر کیتھلی پر مشفقانہ انداز میں نظر ڈالی اور فرمانے لگے۔ "فرزند من! خیال تھا کہ تجھے کچھ دیکھ کر مسرور ہوں لیکن تو نے اس معاملے میں بہت عجلت کی۔ اس لئے تجھے خرقہ خلافت ابھی عطا کر دیا جاتا ہے۔ مبارک ہو۔" حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ نے اپنا عمامہ اور عصاء حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ کو عطا کر دیا۔ اور اس طرح حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ مریدی اور خرقہ خلافت سے مشرف ہوئے۔

کچھ عرصے بعد حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ وصال فرما گئے۔ اور حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ متمکن آرائے مسند ارشاد ہوئے۔ آپ نے تھوڑے ہی عرصے میں اپنے فیض باطنی، روحانی کمالات، کشف و مجاہدہ اور اصلاحی کارناموں سے نور الٰہی کو ہر شش جہات میں پھیلا دیا۔ چنانچہ ہر طرف سے پروانے اس شمع پر ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے۔ آپ نے اپنے آباؤ اجداد کے طریقے کو قائم رکھا اور عرصہ دراز تک تندہی، لگن اور جذبہ کے ساتھ اپنے آبائی سلسلہ کو پھیلاتے رہے۔

حلیہ اور لباس: حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ کا حلیہ بہت حد تک اپنے جدامجد حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ سے ملتا جلتا تھا۔ حضرت شاہ گدا رحمن عباس رحمۃ اللہ علیہ آپ کا حلیہ مبارک اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

"حضرت راست قامت، میانہ قد تھے۔ جسم اطہر بھرا ہوا تھا، پیشانی فراخ، کشادہ ابرو، بینی دراز و بلند، بڑی بڑی سیاہ آنکھیں، چہرہ مبارک پر نور داڑھی بمطابق سنت نبوی۔ جس کے موئے مبارک نہایت ملائم، باریک اور چمک

دار تھے۔ کشادہ شانہ و کشادہ سینہ، ناخن نہایت صاف و آبدار۔"

آپ کا لباس نہایت سادہ لیکن پرشکوہ ہوتا تھا۔ جو لباس بھی پہنتے نہایت موزوں ہوتا۔ عموماً" آپ کا عمامہ سبز یا آسمانی رنگ کا ہوتا تھا۔ تہہ بند اور کھلی قمیص پہنتے تھے۔ لباس ہر وقت پاک و صاف رہتا تھا اور اس میں سے خوشبو آتی تھی۔

علم و فضل اور اصلاحی کارنامے : حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ کی تعلیم و تربیت اور پرورش منبع شریعت اور کاشف اسرار حق حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کی آغوش مبارک میں ہوئی تھی۔ چنانچہ ناممکن تھا کہ شخصیت کی جامعیت کے لئے جن عناصر کا ہونا ضروری ہے اور خصوصاً" ولی کامل کی شخصیت کے لئے۔ ان میں سے کسی بھی ایک عنصر کی کمی رہ جاتی۔

آپ احکام شرعی کے فطری طور پر مقلد تھے۔ آپ کا عہد طفولیت، عصمت و تقویٰ کا بے مثل نمونہ تھے۔ آپ کمسنی میں ہی خرقہ خلافت حاصل کرنے کے بعد ایک طویل عرصے تک ریاضتیں اور مجاہدے کرتے رہے آپ کا معمول تھا کہ اکثر مجاہدہ و مراقبہ میں مصروف رہتے۔ آپ کے مجاہدے بہت سخت ہوا کرتے تھے۔ تربیت قلوب اور اصلاح خلق کا کام اس خوبی سے انجام دیا کہ سینکڑوں گم کردہ راہ، راہ راست پر آئے۔ غفلت شعار غفلت سے بیدار ہوئے۔ ظالموں اور سرکشوں کے اندر نرم دلی آگئی۔ حرص و ہوا کے اسیر عابد و زاہد ہو گئے۔ جو آپ کے قریب آتا وہ آپ کے قالب میں ڈھل جاتا۔ سینکڑوں طالبان حق آپ کی توجہ سے صاحب ارشاد ہوئے۔ آپ کی حیات میں ایک ہی جذبہ کار فرما نظر آتا ہے۔ انسان کے رشتے کو اللہ تعالیٰ سے جوڑ کر قلوب میں رسول اکرم ﷺ کی محبت کا چراغ روشن کیا جائے اور بگڑی ہوئی زندگی کو اسلامی کردار سے روشناس کیا جائے۔ آپ کی روحانی عظمت اور اصلاحی کارناموں کے پیش نظر زبدۃ المقامات کے مولف نے آپ کو بزرگ کثیر الجذبہ کہا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے بعد آپ کے پوتے حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ جو کہ احوال و مواجید اور خوارق عادات مین آپ ہی کے وارث تھے۔ عرصہ دراز تک جذبات و حالات عظیمہ کے ساتھ اپنے آبا کے سلسلہ کی اشاعت فرماتے رہے۔

حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کی روحانی سلطنت کو بحیثیت جانشین آپ نے حسن کمال اور خوبی انتظام سے سنبھالا اور کسی کو یہ محسوس نہ ہو سکا کہ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ اس دور میں نہیں۔ آپ اپنے وقت کے سلطان الاوتاد، سرتاج الاغواث، افسر ابدال اور سرآمد اولیا اللہ ہوئے ہیں اور آپ کے لطف و کرم سے بے شمار لوگ شیخ اور ولی کے اعلیٰ مقام تک پہنچ کر تصوف کی دنیا میں موجب افتخار بنے۔ آپ کا طریقہ صبر و شکر، تسلیم و رضا، عبادت و ریاضت اور یاد الٰہی تھا۔ آپ اولیاء کے سردار، مقبول بارگاہ خداوندی اور محبوب الٰہی کے مراتب پر فائز تھے۔ محمود علی مائل نے لکھا ہے کہ حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ ان اولیا اللہ میں سے ہیں جو آسمان معرفت پر مہرو ماہ بن کر چمکے۔ جن کے ابر کرم سے ہندوستان کا گوشہ گوشہ فیض یاب ہوا اور اطراف و اکناف آپ کی توجہ قلبی اور نگاہ کمال سے جگمگا اٹھے۔ آپ کے دربار عالی میں مشائخ دہر ہزار عقیدت و ارادت سے سرنیاز خم کرتے تھے اور کسب فیض سے روحانی مراتب حاصل کرتے تھے۔ جو سائل یا طالب خالص نیت سے آپ کی بارگاہ میں آگیا وہ قلبی کیفیات کی دولت سے مالا مال ہو گیا۔ ایک دریائے فیض تھا جو بہہ رہا تھا، ایک ابر کرم تھا جو شب و روز اطمینان و سکون برسا رہا تھا اور ایک میخانہ اسرار تھا جو پیاسوں کو شب و روز پلا رہا تھا۔

آپ کے آئینہ سیرت میں اتقا، تقدس، توکل اور استغنا کے جوہر نمایاں نظر آتے ہیں۔ دنیاوی جاہ و حشمت کو حقیر سمجھتے۔ اتباع شریعت میں سرمو تجاوز نہ فرماتے۔ سماع و مزامیر سے احتراز فرماتے۔ احیائے ملت اور ترویج دین کے سلسلے میں زندگی بھر کوشاں رہے۔ آپ کی وضع اور روش اپنے جد امجد حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی ؓ کی وضع اور روش سے ملتے تھے۔ دریا دلی اور فیاضی کا یہ حال تھا کہ نیاز و فتوح کی ساری آمدنی حاجت مندوں کی حاجتروائی پر صرف کر دیتے اس معاملے میں آپ اپنے جد امجد کے قول پر عمل کرتے تھے کہ اگر مجھے ساری دنیا بھی حاصل ہو جائے تو شام تک ایک پیسہ بھی اپنے پاس نہ رکھوں۔

آپ کا قول و فعل قرآن حکیم اور احادیث نبوی کے مطابق ہوتا تھا۔ آپ جو کچھ زبان مبارک سے فرماتے، وہی فعلاً" بھی کرتے۔ آپ ایک جید عالم

اور موثر واعظ تھے' آپ ہوش سنبھالنے کے بعد سے وصال تک وعظ اور پند و نصائح میں مصروف رہے۔ آپ کے علم و فضل کا شہرہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ اور آپ کا وعظ سننے کے لئے بڑے بڑے علما و فقہا' محدثین و متکلمین' مشائخ عظام اور اولیائے کرام حلقہ درس میں شرکت کرتے تھے آپ کے معاصرین آپ کے پاس نہایت باریک اور پیچیدہ مسائل کا حل تلاش کرنے کے لئے آتے۔ آپ انہیں اس انداز سے سلجھاتے اور سمجھاتے کہ وہ علماء و فضلاء انگشت بدنداں رہ جاتے۔ جلدی ہی آپ کی شہرت حدود بلاد ہند کو پھلانگ کر بیرون ملک جا پہنچی اور بیرون ملک سے بھی لوگ آکر علم طریقت و شریعت اور کشف و مجاہدات سے بہرہ ور ہونے لگے۔ کیسا ہی جید عالم و فاضل حاضر خدمت ہوتا آپ کے رعب سے اس کی زبان گنگ ہو جاتی۔

آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ محب اللہ الیاس زید فرماتے ہیں کہ آپ غوث صمدانی حضرت سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی پیروی میں ہفتے میں تین مرتبہ وعظ فرمایا کرتے تھے۔ اولاً بروز پیر شب کے وقت' دوم بروز جمعہ دن کے وقت اور سوم بروز بدھ صبح کے وقت۔ ایک متبحر عالم دین قاضی صدر الدین کا بیان ہے کہ آپ کا انداز بیان دل کش تھا۔ آواز بلند و صاف تھی۔ خشک سے خشک مضامین کو نہایت فصاحت و بلاغت سے ادا کرتے تھے۔ آپ کی زبان کسی کی غیبت سے آلودہ نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے سامعین مجلس سے اٹھتے تو اپنے قلب کو پاکیزہ اور ذہن کو مصفی پاتے۔

غرض ، ہند ، پاکستان کے علاوہ ہفت اقلیم کے لوگ بغرض زیارت آکر آپ سے فیض یاب ہوئے اور شہر کیتھل آپ کے عہد مبارک میں ایک فلک جناب بارگاہ سے کم نہ تھا اور اس خاک کا ہر ذرہ ستاروں اور ماہ پاروں کو شرمارہا تھا۔ آپ کے عظیم الشان خلفا کے ذریعے بھی مخلوق خدا کو بے حد فیض پہنچا اور ہر طرف توحید پرستی اور رسالت محمدیہؐ کے چرچے عام ہونے لگے۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی' شیخ طاہر بندگی اور شیخ اسلام بھاروی آپ ہی کی ارادت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ آپ کی علمیت' شخصیت' عظمت اور روحانی سربلندی کا اعتراف آپ کے معاصرین و متاخرین بزرگان دین نے کیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے آپ کو اس طرح خراج تحسین پیش کیا ہے۔

"آفتاب کی طرح بے تکلف دیکھ سکتا ہوں۔ مگر حضرت شاہ سکندر کیتھلیؒ نبیرہ حضرت شاہ کمالؒ کیتھلی کے دل کی طرف غلبہ اشعاع انوار کی وجہ سے نہیں دیکھ سکتا کہ رسائی نہیں ہو سکتی۔"

حضرت شیخ طاہر بندگی لاہوری فرماتے ہیں۔

"حضرت شاہ سکندر محبوب الٰہی ان مشاہیر اولیا اللہ اور صاحب تصرف بزرگوں میں سے ہیں جن کی نظیر متقدمین میں بھی کم ملتی ہے۔

حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارمؒ فرماتے ہیں:

"حضرت شاہ سکندر قادریؒ سالکوں کے پیشوا' عارفوں کے امام اور دنیائے شریعت و طریقت کے نور آفتاب ہیں۔ عبادت و مجاہدہ میں آپ کا پایہ بہت بلند ہے۔"

اور حضرت شیخ نظام الدین بلخی تھانیسریؒ فرماتے ہیں:

"حضرت شاہ سکندر قادری اولیائے وقت میں جتنی فضیلت رکھتے ہیں وہ بہت کم دیکھی گئی ہے۔

قصر عارفاں کے مولف نے آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے ابتدا میں تو بہت ہی شان دار الفاظ استعمال کئے ہیں۔ لیکن چند ہی جملوں کے بعد اپنے جملوں کی تردید و تغلیط کر دی ہے اور اس طرح اپنی تحریر میں تضاد پیدا کر کے نہ صرف حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ کی ایک بھونڈی تصویر پیش کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔ بلکہ قاری کو بھی شکوک و شبہات کی اتھاہ گہرائیوں میں پھینک دیا ہے۔

آپ کے معاصر بزرگ اور آپ کے چچا حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارمؒ نے آپ کی عادات کو اس طرح بیان کیا ہے۔

صابرو شاکراست درہمہ حال
راضی اندر قضاست عبداللہ
در شریعت محمدی چست اوست
ذاکر کبریا است عبداللہ
در جہاں آمدہ طریق شریعت
در زماں بادفاست عبداللہ

طالب دوست فارغ از عقبیٰ!
ہمچو موسیٰ گداست عبداللہ

تمام تذکرہ نگار اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ اپنے معاصر اولیائے کرام میں سربرآوردہ بزرگ حامئی سنت و شریعت اور ماحئی بدعت و ضلالت تھے ہمیں زبدۃ المقامات، گلزار انخوارق اور تواریخ بزرگان کھتیل کی اس رائے سے اتفاق کرنا پڑتا ہے کہ آپ احوال و مواجید در خوارق و عادات کے لحاظ سے اپنے جد امجد کے مثیل تھے اور زندگی بھر تندہی اور پابندی کے ساتھ تبلیغ اسلام اور سلسلہ قادریہ کی اشاعت میں مصروف رہے۔

کرامات: حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ آپ سے بے شمار کرامات ظاہر ہوئیں۔ ایک دفعہ آپ آدھی رات کے وقت حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے مزار کے احاطے کے باہر ایک اونچے ٹیلے پر مصروف عبادت تھے۔ چار چور اس طرح آ نکلے۔ انہوں نے آپ سے شہر کی بابت دریافت کیا کہ کس طرف ہے اور یہاں سے کتنی مسافت پر ہے۔ آپ نے ان چاروں کو اپنے دامن میں لے لیا اور ایک ہی نظر سے انہیں صاحب تصرف اور صاحب کمال بنا دیا۔ پھر انہیں صاحب ولایت کر کے مختلف مقامات پر تعینات کر دیا۔

حضرت شیخ طاہرؒ بندگی فرماتے ہیں کہ میں حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ کی خدمت میں رہتے ہوئے چلہ کشی کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ میں نے مراقبے میں دیکھا کہ ایک پہاڑ پر تشریف رکھتے ہیں اور آپ کے اردگرد زر و جواہر کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ مخلوق کا اژدہام ہو رہا ہے اور آپ دونوں ہاتھوں سے لوگوں یں زرو جواہر تقسیم فرما رہے ہیں۔ مگر زر و جواہر کے ڈھیر میں کمی کے بجائے اضافہ ہو رہا ہے۔ میں مراقبے سے فارغ ہو کر آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ یہ واقعہ بیان کرنے والا تھا کہ آپ نے فرمایا:

"طاہر! جو کچھ تم نے دیکھا ہے۔ یہ اس شفقت بے پایاں کا نتیجہ ہے۔ جو حضرت غوث اعظم محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ کی ہم پر ہے۔

ایک روز باوا سیتل پوری" آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ "یا سیدی دربار کمالی سے جو فیض اور کمالات اس ناچیز کو حاصل ہیں وہ بے حد و حساب ہیں۔ مگر اب مسند کمالی کے آپ وارث و مالک ہیں۔ اس لئے میں آپ کی ذات والا صفات سے امیدوار ہوں کہ دربار سکندر سے بھی کچھ حاصل ہوا۔" آپ اس وقت لحاف اوڑھے ہوئے تھے۔ آپ نے لحاف سے ایک دھاگہ نکال کر انگلی سے لپیٹا اور پھر وہ دھاگہ باوا سیتل پوری" کے حوالے کر دیا۔ باوا صاحب موصوف نے وہ دھاگہ لے کر اپنی ٹوپی کے اوپر کے حصے میں گرہ دے کر لگا لیا۔ یہ دھاگہ بصورت ظاہری ٹوپی کے اوپر کے حصے پر دائرے کی شکل میں تھا۔ مگر اس گول دائرے نے ہندو فقرا کے بھیک اور سلاسل میں ایک امتیازی شان حاصل کر لی اور یہ ایک مقدس نشان بن گیا۔

ایک مرتبہ آپ نے اپنے قیام لاہور کے دوران میں حضرت شیخ طاہر بندگی" لاہوری کو حکم دیا کہ سارے شہر میں منادی کر دی جائے کہ جس کو لڑکے کی ولادت منظور ہو۔ وہ نذر و نیاز لے کر حاضر ہو جائے۔ منادی کرا دی گئی۔ ہزاروں حاجت مند معہ نذر و نیاز حاضر ہو گئے۔ بعد قبول نذر کے آپ فرما دیتے تھے کہ "جاؤ لڑکا ہو گا"

حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ کے مزار شریف کے احاطے میں کھرنی کے درخت ہیں جو آپ کی زندگی میں بھی موجود تھے۔ لوگ درختوں کے پتوں کو تبرک خیال کر کے توڑ کر لے جاتے اور مریضوں کو پیس پیس کر پلاتے۔ خدا کے حکم اور آپ کے فیض سے شفا ہو جاتی۔ محمود علی مائل لکھتے ہیں کہ ۱۹۲۵ء کا ذکر ہے کہ میں کیتھل میں تعینات تھا کہ میری والدہ مکرمہ کی بیماری کا تار موصول ہوا۔ ان دنوں حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کا عرس شریف ہو رہا تھا۔ مخلوق ان کھرنیوں کے پتے توڑ کر لے جا رہی تھی۔ مجھے بھی ایک دوست نے کہا کہ تم صبح کو گھر جا رہے ہو۔ کھرنیوں کے پتے لے جاؤ۔ اپنی والدہ ماجدہ کو پیس کر پلانا۔ یہ دیکھ لینا کہ انہیں شفا ہو جائے گی۔ میں نے ایسا ہی کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے والدہ کو اسی روز شفا ہو گئی۔

ایک مرتبہ حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ کی خدمت میں ایک شخص شہاب نامی حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حاکم شہر نے مجھے بلاوجہ شہر بدر ہونے

کا حکم دیا ہے۔ میں عیال دار ہوں اپنے بچوں کو لے کر کہاں جاؤں میرے حق میں دعا فرمائیں۔ آپ نے قدرے توقف کے بعد فرمایا۔ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ بلاتکلف واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ جب وہ اپنے شہر گیا تو معلوم ہوا کہ حاکم شہر گھوڑے سے گر کر ہلاک ہو چکا ہے۔

آپ کی خدمت میں ایک ہندو عقیدت سے آیا کرتا تھا۔ روزانہ آپ کی محفل میں شریک ہوتا۔ ایک دفعہ کچھ عرصہ نہ آیا۔ آپ نے دریافت فرمایا تو پتہ چلا کہ وہ بیمار ہے۔ آپ اس کی عیادت کو گئے۔ آپ کو دیکھتے ہی ہندو کی زبان پر کلمہ طیبہ جاری ہو گیا اور مر گیا۔ آپ واپس آ گئے۔ اس کے لواحقین نے چتا تیار کر کے جلانا چاہا۔ لیکن آگ نہ لگی۔ آخر اسے دفن کر دیا گیا۔

ایک دفعہ بڑھیا روتی ہوئی حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ "یاسیدی! میرا لڑکا بارہ سال سے مفقود الخبر ہے۔ ہر چند تلاش کیا۔ لیکن کوئی پتہ نہیں چلا۔" آپ نے اس کے حق میں دعا فرمائی اور بڑھیا سے فرمایا۔ "جا تیرا لڑکا گھر آ گیا ہے۔" وہ خوشی سے معمور بھاگی بھاگی گھر آئی تو فرزند گم گشتہ کو موجود پایا۔ فرط مسرت سے لڑکے کو لے کر آپ کے پاس آئی۔ حاضرین کے استفسار پر اس نے بتایا کہ مجھے جنات نے ایک جزیرے میں قید کر رکھا تھا۔ آج یکایک ان بزرگ کو میں نے اپنے سامنے دیکھا۔ انہوں نے فرمایا۔ اپنی آنکھیں بند کر کے اپنا پاؤں میرے پاؤں پر رکھ۔ میں نے ایسا ہی کیا چند لمحوں بعد جب آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو گھر میں پایا۔ اس کے علاوہ مجھے کچھ پتہ نہیں۔

ایک روز آپ مجلس میں رونق افروز تھے کہ بیت اللہ شریف سے چند درویش آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ گفتگو کے دوران میں کہنے لگے کہ "حضرت آپ کو ہم نے بیت اللہ شریف میں دیکھا ہے۔" آپ نے فرمایا "تم ٹھیک کہتے ہو، لیکن تم اپنا عہد بھول گئے ہو کہ اس بات کو پردۂ اخفا میں رکھو گے۔" درویش نادم ہوئے اور معذرت چاہی۔ آپ نے فرمایا۔ مردان خدا جس جگہ بیٹھتے ہیں اللہ تعالیٰ بیت اللہ شریف اور عرش و کرسی کو ان کے سامنے کر دیتا ہے۔ اور ایسی روحانی قوت بخشتا ہے کہ وہ کائنات کی ہر چیز دیکھ لیتے ہیں۔

حضرت شیخ احمد سرہندیؒ شادی کے کچھ عرصہ بعد بیمار ہو گئے۔ اہل خانہ ان کی زندگی سے مایوس ہو گئے۔ حضرت شیخ عبدالاحد کابلیؒ نے ایک قاصد کے ذریعے حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ سے دعا کے لئے درخواست کی۔ دوگانہ ادا کرنے کے بعد حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ نے فرمایا۔ "گھبرانے کی ضرورت نہیں، شیخ احمد صحت یاب ہو جائیں گے۔ ان کے وجود سے دین مبین کو فروغ حاصل ہو گا۔" اس کے بعد حضرت شیخ احمد سرہندی صحت مند ہو گئے۔

ملا عبدالحکیم سیالکوٹی اکثر اوقات آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ جب پہلی مرتبہ تشریف لا رہے تھے تو ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر یہ کامل بزرگ ہیں تو مجھے تازہ سیب کھلائیں گے۔ جب ملا عبدالحکیم خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے تبسم فرمایا اور حجرہ میں سیبوں کا بھرا ہوا ایک تھال منگوایا حالانکہ یہ سیبوں کا موسم بھی نہیں تھا۔ یہ دیکھ کر ملا عبدالحکیم بہت پشیمان ہوئے۔

حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ نے اپنے ایک مرید سے فرمایا کہ دل میں اللہ، اللہ کئے بغیر کوئی کام نہ کیا کر۔ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس مرتبہ بھی ایسا ہی عمل کرنے کی تلقین کی۔ اس مرید نے ایسا ہی کیا چنانچہ اس کا دل اٹھتے بیٹھتے ذکر میں مشغول رہنے لگا۔ ایک دفعہ وہ چھت سے گر کر زخمی ہو گیا۔ اس کے خون کے جو قطرے زمین پر گر گئے تھے۔ ان سے بھی اللہ اللہ کی صدا آنے لگی۔

ایک شخص کو جو فسق و فجور میں مبتلا رہتا تھا۔ مرنے کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا کہ سبز لباس پہنے ہوئے بہشت میں گھوم رہا ہے۔ پوچھا کہ اس مقام تک کیسے پہنچا۔ اس نے جواب دیا کہ ایک مرتبہ میں حضرت شاہ سکندر کیتھلی محبوب الٰہیؒ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا۔ لیکن اپنے گناہوں کی وجہ سے شرمسار تھا۔ چنانچہ گناہوں سے تائب ہو گیا اور میں نے آستانہ عالیہ پر بوسہ دیا۔ مرنے کے بعد میرے لئے حکم ہوا کہ چونکہ میں نے محبوب الٰہی کے در کو بوسہ دیا ہے۔ اس لئے مجھے دوزخ میں نہ ڈالا جائے۔

ملفوظات: سنت نبوی، اجماع امم اور ان کے اخلاق حسنہ پر قائم رہو۔ انسان کی تمام حرکتیں محض اللہ جل شانہ کے لئے ہونی چاہئیں۔ جس حد تک ہو سکے خواہشات نفسانی کو دباؤ۔ عزت، بزرگی، غنا، خالص نقش صافی، توکل صافی اس میں ہے کہ ابن آدم سے طمع کی ذرہ بھر امید نہ رکھی جائے۔ مخلوق پر بوجھ نہ بنو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو دوست نہیں رکھتا اور یہ عادت بدیقین اور اعتماد علی اللہ میں خارج ہوتی ہے۔ مصائب کو دور کرنے والا اللہ تعالیٰ سے بہتر کوئی نہیں۔ لہٰذا اپنے مصائب و احوال کی شکایت عوام الناس سے نہ کرتے پھرو۔ جھوٹ ایک ناسور ہے۔ جو آہستہ آہستہ تمام نیکیوں پر غالب آ جاتا ہے۔ گناہ ظاہری ہوں یا باطنی، ان سے بالکل قطع نظر کر لو اور اپنے جوارح کو بھی بچاؤ۔ مبادا تمہاری نیکیاں بھی ختم ہو جائیں۔ حسد ایک آگ ہے جو انسان کی نیکیوں کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔

عبرت استاد شفیق اور ناصح مشفق ہے۔ قناعت دافع طمع و لالچ ہے۔ بندگان خدا سے ہمدردی کرو کہ مرتبہ بلند ہوتا ہے۔ ادب خدا کی رحمت ہے۔ ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرو کہ یہ محتاجی سے نجات دلاتی ہے۔ شکر خدا کی رحمتوں کا دروازہ ہے۔ صحبت اولیا سے وہ فوائد مرتب ہوتے ہیں جو کتابوں کے ڈھیر سے حاصل نہیں ہوتے۔ عرفان کا متحمل وہ دل ہو سکتا ہے جس دل میں دنیا کی حرص نہ ہو اور جو جاہ و مرتبہ کا خواہشمند نہ ہو۔

ایک روز حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ کی خدمت میں حضرت شیخ احمد سرہندیؒ، حبیب اللہ سرہندیؒ حضرت شیخ طاہر بندگیؒ اور دیگر مشائخین جمع شامل تھے۔ آپ نے فرمایا:

سخن مردان خدا نامرداں رامرد کند و مرداں رافرد کند
خاک مردان خداباش کہ در کشتی نوح
ہست خاکی کہ بآبی نخرد طوفاں را

اور پھر ایک سالک کے مصائب ایام کے بارے میں شکایت کرنے پر فرمایا کہ ابتلا ایک نعمت ہے۔ اس لئے خاصان خدا اس میں مبتلا کئے جاتے ہیں۔ راہ حق میں تکالیف کو سامنا بہت ہوتا ہے۔ صبر و استقامت سے کام لینا چاہیے۔ پھر ارشاد فرمایا:

عشق جانبازی است نہ کہ طفل بازی...... پھر یہ آیت پڑھی۔

ام حسبتم ان تدخلوا الجنة و لما یا تکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستحصر الباساء والضراء وزنولوا حتی یقول الرسول والذین امنوا معہ متی نصر اللہ الا ان نصر اللہ قریب۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ذات الٰہی سے کلام کرنے کے لئے کوہ طور پر تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک مرد خدا کو دیکھا کہ وہ پابہ زنجیر ہے' اس نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو کہا موسیٰ جناب الٰہی میں میرا سلام و نیاز عرض کر کے کہنا' اے الٰہی تو گردش زمانہ سے مجھے گندم کے آٹے کی طرح پیس دے تو پھر بھی میں ایک سرمو تیرے حکم سے منہ نہ پھیروں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کا پیغام پہنچایا۔ ارشاد ہوا۔ نعم العبد۔ یعنی بہت اچھا بندہ ہے۔ ہماری آزمائش میں پوری اترتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس اجمال کی تفصیل چاہی تو ارشاد باری ہوا۔ اے موسیٰ یہ ہمارا راز ہے۔

ایک طالب کے سوال پر کہ حق کی پہچان کے کتنے راستے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ "موجودات کے ہر ذرے سے خدا کی طرف راستہ ہے۔"

سلوک کی اصل بنیاد و دل کی صلاحیت کو قرار دیتے ہوئے فرمایا تکبر کفر کے برابر ہے۔ علمائے ظاہر کا علم وسیع ہوتا ہے اور علمائے باطن کا عمیق۔ مرتبہ اس کا بلند ہے جس کو علم و عمل دونوں کی توفیق ہوئی۔

جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اسے سوال کرنے کی حاجت نہیں اور جس نے نہ پہچانا وہ حاجت مند ہی رہے گا۔ جس نے شہرت کو اچھا جانا اس نے خدائے پاک کو نہ جانا۔ فقرا کو ایذا دے کر خدا کی خوشنودی ناممکن ہے۔ مردان خدا اللہ جل شانہ کی یاد کے سوا اور کوئی کلمہ زبان سے نہیں نکالتے۔ عادت پرست' حق پرست نہیں ہوتا۔ خود پرستی بت پرستی ہے اور نفس پرستی بھی درحقیقت بت پرستی ہے۔ جس نے خواہشات نفسانی کو ترک کیا وہ واصل بحق ہو گیا۔ متکبر کبھی معرفت الٰہی کی خوشبو نہیں سونگھے گا۔

درویش وہ ہے جو دنیا اور عاقبت کی طرف رغبت نہ کرے کیونکہ یہ ایسی چیزیں نہیں کہ ان کا تعلق دل سے ہو۔ طالب کو چاہیے کہ دنیا کو آخرت

کے لئے اور آخرت کو اللہ کے لیے چھوڑ دے۔ اکثر اوقات آیہ مبارکہ والذین امنو حبا اللہ کی روح پرور تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ حب اللہ ہی عین راز حیات ہے۔ اگر یہ محبت دل سے نکل جائے تو وہ بے جان گوشت کا لوتھڑا ہے۔ اس سلسلے میں مزید فرماتے ہیں کہ خلق خدا میں رہتے ہوئے اللہ تعالٰی سے محبت کرنا اور اس کی رضا کو مقدم رکھنا جہاد بزرگ ہے۔ سالک کو کسی لمحے بھی یاد خدا سے غافل نہیں بیٹھنا چاہیے۔ جو سالک بغیر ذکر کے سانس لیتا ہے۔ وہ اپنے حال کو ضائع کر دیتا ہے۔ نیز ذکر کے وقت وساوس شیطانی اور خواہشات دنیاوی سے گریز کرنا چاہیے۔ جب یہ صفت پیدا ہو جائے تو خواہش نفسانی، نور ذکر سے خودبخود مٹ جاتی ہے اور قلب میں نور ذکر جگہ پا لیتا ہے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ذکر اللہ تمام اذکار سے بہتر و افضل ہے۔

جب کبھی اقسام قلب زیر بحث آئیں تو فرمایا کرتے کہ قلب تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو دنیا کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ دوسرے عقبی کی جستجو کرتے ہیں اور تیسرے صرف اللہ تعالٰی سے رابطہ رکھتے ہیں۔ اور جب مجلس میں کیفیت قلب کا ذکر ہوتا تو فرماتے ہیں کہ قلب آئینہ کی مانند ہے۔ جب اس پر گناہ کے حجابات سایہ کر دیتے ہیں تو دل سیاہ ہو جاتا ہے اور جب یہ حجابات دور ہو جاتے ہیں تو نئے سرے سے اس میں صورت نظر آنے لگتی ہے۔

وصال: حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ کو مکاشفے میں وصال کا وقت بتا دیا گیا تھا۔ چنانچہ ۱۳ جمادی الاولی ۱۰۲۳ھ، ۲۲ جون ۱۶۱۴ء بروز کو غسل تازہ فرمایا اور نماز پڑھی۔ ادائے صلوۃ کے بعد بہت دیر تک سربسجود رہے۔ اہل خانہ اور جملہ اہل عقیدت و ارادت کے لئے دعائے خیر مانگی۔ دونوں صاحبزادوں حضرت شاہ گدا رحمن عباس اور حضرت شاہ محب اللہ الیاس زہدی رحمہم اللہ کو طلب فرمایا۔ انہیں نصیحتیں اور تلقین فرمائی۔ پھر وہ تبرکات عالیہ جو خواجگان قادریہ سے سلسلہ بسلسلہ چلے آ رہے تھے۔ اور حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ نے آپ کو مرحمت فرمائے تھے۔ دونوں صاحبزادوں کو عنایت فرمائے۔ اس کے دوسرے روز طلوع آفتاب کے بعد یہ سرچشمہ فیوض و برکات اس عالم سفلی کو چھوڑ کر عالم علوی کی طرف رحلت فرما گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کے سال وصال کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض روایات کے

مطابق آپ کا وصال ۱۰۲۵ھ میں ہوا۔ اور بعض تذکرہ نویسوں نے آپ کا سال وصال ۱۰۲۳ ہجری بیان کیا ہے۔ مولف مسالک السا لکین نے ۱۰۳۳ھ بھی لکھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کا سال وصال ۱۰۲۳ھ ہے۔ مولانا عبدالستار سہرامی نے درج ذیل قطعہ کے آخری مصرعہ سے مادۂ تاریخ نکالا ہے۔

حضرت شہ سکندر قطب دیں"
چوز دنیا شد سوئے خلد بریں
گفت سال وصل ہاتف پاکباز
شد سکندر سوئے یار دل نواز

آپ کی نماز جنازہ میں نقبا' نجباء' اغواث' ابدال' او تاد' اقطاب' اولیائے ہم عصر' جنات اور رجال الغیب شریک ہوئے۔ ان کے علاوہ لاکھوں افراد نے شرکت کی۔ جسد اطہر کو حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے مزار اقدس سے تقریباً" پچاس گز کے فاصلے پر دفن کیا گیا۔ اس موقع پر ہر شخص سوگوار تھا اور ہر آنکھ سے آنسوؤں کی لڑی جاری تھی۔

جب آپ کے مریدین اور خلفاء کو آپ کے وصال کی خبر ملی تو وہ فوراً" کیتھل شریف پہنچے اور نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ حضرت مجدد الف ثانی" حضرت شیخ طاہر بندگی" لاہوری اور شیخ اسلام بھاروی قدس اسرارہم اور دیگر حضرات کافی عرصے تک کیتھل شریف میں مقیم رہے۔

مزار : حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ کے مزار شریف کا احاطہ مزار حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ سے علیحدہ ہے۔ مزار اقدس کے چاروں طرف روشیں ہیں۔ جن سے گزر کر مزار تک پہنچتے ہیں۔ روشوں کے دورویہ نہالان برگ و بار کا ایک عالم نمایاں ہے۔ جوانان چمن ہر نووارد کو خندہ پیشانی و شگفتہ روئی سے مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ اس مزار کے متصل ایسے بزرگان دین اور آپ کے خلفاء میں سے بعض کے مزارات ہیں جنھوں نے اپنی خواہش سے یہاں دفن ہونا پسند فرمایا۔ مزار مبارک آپ کے فرزند حضرت شاہ محب اللہ الیاس زہدی نے تعمیر کرایا۔ مزار شریف سادگی و شکوہ کا مرقع ہے۔ مزار شریف کی کرسی زمین سے ڈیڑھ گز بلند ہے۔ مزار شریف کا کل رقبہ ایک مربع اراضی

ہے۔ اور مزار عالیہ کے جنوبی طرف زائرین اور درویشوں کے لئے حجرے تعمیر کئے گئے ہیں۔ مزار شریف کے صدر دروازے پر یہ رباعی مرقوم ہے۔

نور چشم مصطفیٰ و راحت جان علیؓ
مصدر و فیض و کرامت، واقف راز خفی
منبع و لطف و عنایت مخزن جود و سخا
چشمہ فیض و ہدایت شاہ سکندر قادریؒ

آپ کی شخصیت میں شان جمالی بدرجہ اتم پائی جاتی تھی اور حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کی ذات گرامی میں شان جلالی یہی فرق مزارات مقدس میں بھی نمایاں ہے۔ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے مزار شریف میں جلال اور ہیبت کا دور دورہ ہے۔ جب کہ آپ کا مزار مقدس آپ کی شان جمالی کی پوری عکاسی کرتا ہے اور جب کوئی زائر زیارت کی غرض سے وہاں جاتا ہے تو اس کا دل اس کے ہاتھوں میں نہیں رہتا۔ وہ وارفتہ و خودرفتہ ہو کر یہیں رہنے کی تمنا کرتا ہے اور یہاں دولت ایمان سے متمتع ہوتا ہے۔

عرس: آپ کے وصال کی نسبت سے ۱۴ جمادی الاولی کو آپ کا عرس شریف نہایت شان و شوکت سے منایا جاتا تھا جو تین روز تک رہتا تھا۔ اس کے علاوہ موسم برسات میں جب حضرت شاہ کمال کیھتلی قدس سرہ کی یاد میں ہر جمعرات کو ایک میلہ لگتا تھا تو زائرین فاتحہ خوانی کے لئے آپ کے مزار شریف پر حاضر ہوتے تھے۔

آپ کا سالانہ عرس اب بھی نہایت اہتمام اور شان و شوکت سے منایا جاتا ہے۔

خلفاء: آپ کے خلفاء کی تعداد بہت زیادہ ہے جن میں کچھ حسب ذیل حضرات کے نام نمایاں ہیں:

۱۔ حضرت شاہ گدا رحمن عباس فرزند اول۔
۲۔ حضرت شاہ محب اللہ الیاس زہدی فرزند دوم۔
۳۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی۔
۴۔ حضرت شیخ محمد طاہر بندگی لاہوری۔

۵۔ حضرت شیخ نور محمد پٹنی۔
۶۔ حضرت شیخ محمد اسلام بہاری۔
۷۔ حضرت میراں شاہ غازی (راجپوتانہ)۔
۸۔ حضرت ملا عبدالرحمٰن قادری لاہوری (کوٹلی عبدالرحمٰن قادری لاہور)
۹۔ حضرت شاہ محمود عالم لاہوری۔
۱۰۔ حضرت ملا حسین لاہوری۔
۱۱۔ حضرت قاضی صدر الدین لاہوری۔
۱۲۔ حضرت ملا ابوالفتح لاہوری۔
۱۳۔ حضرت ملا امام الدین لاہوری۔
۱۴۔ حضرت شیخ ادریس سامانوی۔
۱۵۔ حضرت باوا بال پوری۔
۱۶۔ حضرت حافظ نور جمال قادری۔

حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ کے دامن ارادت سے دو ایسی عظیم الشان ہستیاں وابستہ ہو گئی تھیں یعنی امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شیخ محمد طاہرؒ بندگی (قدس اللہ اسرارہم) جن سے سلوک کے دو عظیم الشان سلسلے منشعب ہوئے یعنی سلسلہ مجددیہ قادریہ اور سلسلہ طاہریہ قادریہ' ان سلاسل کے بزرگوں نے اپنے دور کی معاشرتی' مذہبی' سیاسی اور ادبی اقدار پر گہرا اثر مرتب کیا اور دین اسلام کی ترقی و ترویج اور تجدید کے سلسلے میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ ان حضرات نے دو قومی نظریہ کو مسلمانوں کے دلوں میں راسخ کر دیا اور شدومد کے ساتھ اس کی تبلیغ کی۔

ماخذ: تذکرہ حضرت شاہ سکندر قادری کیتھلی قدس سرہ تحقیق سید خورشید حسین بخاری صاحب۔

۳۰۔ حضرت شیخ محمد طاہر بندگی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

شجرہ طریقت: حضرت شاہ سکندر کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور جلیل القدر خلیفہ

حضرت شیخ محمد طاہر بندگی لاہوری ہیں۔ آپ سلسلہ قادریہ کے مقتدر اور بلند پایہ مشائخ میں سے تھے۔ آپ نے پہلے حضرت شاہ سکندر کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور جب آپ نے تمام منازل سلوک باحسن و خوبی طے کر لیں تو مرشد ارشد نے آپ کو طغرائے قطبیت عطا فرمایا اور لاہور کی ولایت ودیعت فرمائی۔ حضرت شاہ سکندر قادری کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور حاضر رہ کر طریقہ نقشبندیہ قادریہ و چشتیہ کی اجازت و تلقین حاصل کی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ کی توجہات قادریہ کا مرکز بن گئے تھے اور آپ کی عظمت کی شہرت نسبت قادریہ کی وجہ سے وجود میں آئی۔ کیونکہ اسی ہی میں آپ کی غالب توجہ مرتکز تھی۔ مفتی غلام سرور نے بھی آپ کو "عظمای مشائخ قادریہ واکمل مریدان حضرت شاہ سکندر کیتھلی' میں شمار کیا ہے اور خزینۃ الاصفیاء میں روضۃ السلام کے حوالے سے لکھا ہے کہ دیگر سلاسل کی نسبت آپ پر سلسلہ عالیہ قادریہ کی نسبت اس قدر غالب تھی کہ اپنے معاصر قادریہ مشائخ میں سرراز و ممتاز تھے اور بزرگان زمانہ آپ کی غاشیہ بندگی کو اپنی گردنوں پر رکھنا فخر تصور کرتے تھے۔ بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس اللہ اسراہم کے وصال کے بعد آپ حضرت شیخ عبدالاحد کابلی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے اور پھر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ لیکن ان حضرات کا یہ بیان محل نظر ہے۔

بچپن اور تعلیم: حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان' قومیت' وطن مالوف جائے پیدائش اور سال پیدائش کے بارے میں تذکرے خاموش ہیں اور اگر ایک دو تذکروں نے اس ضمن میں لکھا ہے تو انہیں قابل اعتبار نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ زمان و مکان کے لحاظ سے یہ واقعات الجھ کر رہ گئے ہیں۔ ایک صاحب نے لکھا ہے کہ آپ فارس کے رہنے والے تھے۔ جہاں سے نقل مکانی کر کے لاہور آ گئے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ سید محمد لطیف نے لکھا ہے کہ وہ لاہور کے باشندے تھے اور فصیل کے اندر محلہ شیخ اسحاق یا موجودہ موتی بازار اور چونا منڈی میں رہتے تھے۔ انہی خیالات کا اظہار نور احمد چشتی نے کیا ہے۔ علامہ عبدالحئ کا کہنا ہے کہ آپ لاہور میں پیدا ہوئے اور یہیں پرورش

پائی۔ قرآن پاک حفظ کیا اور علمائے وقت سے مروجہ علوم حاصل کئے۔ تقریباً تمام تذکرہ نویسوں نے آپ کا وصال ۱۰۴۰ھ میں بعمر ۵۶ سال بیان کیا ہے۔ اس لئے آپ کی تاریخ پیدائش ۹۸۴ھ متعین ہوئی ہے۔ لیکن یہ بھی ظن و تخمین ہی ہے کیونکہ جس طرح آپ کی تاریخ وصال بیشتر تذکروں میں غلط درج ہو گئی ہے۔ اسی طرح عمر کا اندازہ بھی غلط ہو سکتا ہے۔ مختلف تذکروں میں آپ کا اسم گرامی بعض جگہ شیخ محمد طاہر آیا ہے اور بعض مقام پر شیخ طاہر۔ بعض نے شاہ طاہر بھی لکھا ہے یہاں ایک لطیفہ درج کیا جاتا ہے۔ "مکاشفات عینیہ مجددیہ کراچی سے طبع ہوئی ہے۔ اس میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ خلافت نامہ بھی شامل ہے جو انہوں نے حضرت شیخ طاہر بندگی کو عطا فرمایا تھا۔ ظاہر ہے یہ کتاب کسی مخطوطہ سے نقل کر کے طبع کرائی گئی ہے۔ اس میں ناقل نسخہ نے الشیخ محمدن الطاہر کے نون تنوینی کو "بن" سمجھ کر محمد بن طاہر لکھ دیا۔ جو بعینہٖ طبع ہو گیا۔ یا ممکن ہے یہ کاتب کی ستم ظریفی ہو اور یہ ناقل یا کاتب کا تو سہو ہوا۔ لیکن محققین کے لئے تحقیق اور کم علموں کے لئے مزید جہالت کے دروازے کھول گیا۔ بہرحال یہ مسلم ہے کہ آپ کا نام شیخ محمد طاہر تھا۔ کیونکہ خلافت نامہ اور آپ کے مکتوبات میں جو آپ نے اپنے پیر و مرشد کو لکھے۔ یہی نام آیا ہے۔ آپ کو بندگی کا لقب حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ نے عطا فرمایا۔ سو اب تک شیخ محمد طاہر بندگی مشہور ہیں۔

عطائے خرقہ خلافت: حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ سکندر کیتھلی سرہند تشریف لائے اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ کوئی ایسا شخص جو زیور علم سے آراستہ ہو ہمارے پاس بھیج دو۔ تاکہ ہم قصیدۂ بردہ کے الفاظ درست کر لیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ کو جو اپنے وقت کے ممتاز و بے نظیر صاحب علم و فضیلت تھے۔ حضرت شاہ سکندر کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ روانہ فرما دیا۔ دونوں حضرات کیتھل پہنچے۔ کئی روز گزر گئے۔ مگر حضرت شاہ سکندر کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارہ میں گفتگو نہ فرمائی۔ حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ اکتا گئے۔ ایک روز قصیدۂ بردہ اپنی قلم سے تحریر کر کے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس

سرہ نے قصیدہ بردہ دست مبارک سے لے کر پہلا شعر ہی قواعد صرف و نحو کے خلاف پڑھا۔ حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ نے درستی کرنا چاہی لیکن آپ نے جلال میں آ کر فرمایا "اے شیخ محمد طاہر! یہ شعر اسی طرح درست ہے جس طرح میں نے پڑھا ہے۔" اس جلالت مزاج کو حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ اثر ہوا کہ وہ تین دن بے ہوش پڑتے رہے اور جب آپ نے اپنا دست مبارک حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے پر پھیرا تو انہیں ہوش آگیا۔ ہوش میں آنے کے بعد حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ پریشان سے ہو گئے اور بغیر اجازت سرہند کی راہ لی۔ تین دن تک چلتے رہے لیکن اپنے آپ کو کیتھل کی حدود میں ہی پایا۔ چوتھے روز حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ نے آپ سے بطور الہام فرمایا۔ "اے طاہر' بددلی مکن۔ قسمت تو وابستہ فتراک ما است و عنقریب خدائے تعالیٰ دربارۂ تو عنایت ساز۔" اس پر حضرت محمد طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ واپس آئے اور حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس اللہ سرہ نے آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں داخل فرما کر لاہور کی قطبیت کے فرمان سے نوازا اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو ہدایت فرمائی کہ شیخ محمد طاہر بندگی کے حق میں خاص توجہ رکھیں۔

حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ کے قلب و روح پر حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ کی توجہات قادریہ کا اتنا اثر غالب ہو چکا تھا کہ ایک دفعہ حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ لاہور تشریف لائے اور حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر پہنچے۔ اس وقت حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ بالائی منزل پر تھے۔ آپ نے حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ کو دیکھتے ہی بے اختیار بالائی منزل سے چھلانگ لگا کر قدم بوسی کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ کو آپ کی قلبی حالت معلوم ہو گئی۔اس لیے فورا" فرمایا۔

"محمد طاہر' حوصلہ سے کام لو اور سیڑھی کے ذریعے نیچے آؤ۔"

فضائل و شمائل: آپ کے حالات باطنی بہت بلند تھے اور آپ علوم ظاہری میں یکتائے روزگار تھے۔ زبردست عالم تھے۔ صاحب احوال عالیہ و مناقب فاخرہ تھے۔ حادی علوم و حافظ قرآن تھے۔ علوم و انواع فنون مثلا" معقول و منقول اور فروع و اصول کی تحصیل کے بعد سلوک کی منزل کی طرف گامزن ہوئے اور

حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ کی خدمت میں پہنچے۔ راہ سلوک کی منزلیں طے کر کے یہاں تک کمال حاصل کیا کہ ولی کامل ہو گئے۔ حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ نے خوش ہو کر قطبیت لاہور کی پیش گاہ آپ کو عطا فرمائی۔ جب آپ کو لاہور جانے کا حکم ملا تو جدائی کے خیال سے آپ بہت پریشان ہو گئے۔ اس پر حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس اللہ سرہ نے فرمایا۔ "طاہر! قرب روحانی کی راہ میں بعد مکانی حائل نہیں۔" آپ کی حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس اللہ سرہ سے عقیدت کا یہ حال تھا کہ آپ عام طور پر ان کی خانقاہ میں حاضر رہ کر چلہ کشی فرمایا کرتے تھے اور مرشد کے دربار کی حاضری کو مقدم سمجھتے تھے۔ مرشد کی خانقاہ میں ہزار عقیدت سے جاروب کشی کیا کرتے اور پھر اپنے مرشد سے آپ کی عقیدت اور محبت اس قدر بڑھی کہ مرشد کو ایک پل کے لئے بھی آپ کی جدائی گوارا نہ تھی۔ لاہور تشریف لے جانے کے بعد آپ کا معمول تھا کہ ہر سال اپنے درویشوں کی ہمراہی میں پیادہ پا حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ کی خدمت میں کیتھل شریف حاضر ہوئے۔ حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ نے آپ سے فرمایا تھا کہ شیخ سرہندی کے توسل سے تمہاری رسائی میری خانقاہ تک ہوئی ہے اس لئے ان کے آداب کا لحاظ رکھیں اور ان کی صحبت میں رہا کریں۔ آپ نے اس قدر ریاضت و مجاہدہ کیا تھا کہ خشک ہو کر پوست اور استخواں رہ گئے تھے۔ آپ زمرۂ مشائخین لاہور میں صاحب ریاضت شاقہ' مجاہدات شدیدہ اور صاحب کشف و کرامات و الہامات و جذبہ قویہ تھے۔ علماء و صلحا اور عوام لاہور میں آپ کی قبولیت تامہ حاصل تھی۔

لاہور تشریف لانے کے بعد آپ محلہ شیخ اسحاق موجودہ چونا منڈی اور موتی بازار میں سکونت پذیر ہوئے۔ یہاں ہزاروں لوگ آپ کے مرید ہوئے۔ اور آپ کے علم و فن اور روحانی بلندی کا چرچا عام ہو گیا۔ اس زمانہ میں خطہ میانی کے رئیس حافظ جان محمد تھے۔ حافظ صاحب آپ کو میانی صاحب لے آئے۔ یہاں بھی وہی رونق اور وہی علمی و دینی شغل رہا۔ آپ کسی معاوضہ کے بغیر وعظ و تدریس کا کام کرتے تھے اور کسی سے ایک حبہ نہ لیتے تھے۔ فتوح و نیاز بکثرت آتے تھے۔ لیکن آپ کا دستور تھا کہ نقد و جنس کسی شخص سے بطور نذرانہ قبول نہ کرتے۔ آپ لاہور میں افادۂ طلبا میں مشغول ہوئے۔ مگر آپ ?

خلوت و تنہائی کا غلبہ رہتا تھا۔ اس لئے حجرۂ خلوت میں مقیم ہوئے اور آمدورفت خلق کو روک دیا تھا۔ خصوصاً امراء اور دولت مندوں کو کسی حال میں آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ خلوت گزینی کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے مرشد حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ نے آپ کو یہ ہدایت فرمائی تھی کہ بادشاہوں کے دربار سے ہمیشہ پرہیز کیا جائے۔ چنانچہ اس ہدایت کی تعمیل میں آپ نے ہمیشہ بادشاہوں کے دربار سے پرہیز کیا اور سنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی آپ کا واحد نصب العین رہا۔ ایک مرتبہ حاکم لاہور نے بہت کوشش کی کہ آپ اس کے دربار میں تشریف لے جائیں۔ مگر آپ نے انکار کر دیا اور تشریف نہ لے گئے۔ کتب احادیث و تفسیر اپنے ہاتھ سے لکھتے اور حواشی سے مزین کر کے فروخت کرتے۔ اور جو آمدنی اس محنت شاقہ سے حاصل ہوتی۔ اس سے اپنی روزی چلاتے۔ چنانچہ آپ کی توجہ سے ہزاروں افراد مقامات بلند تک پہنچے۔ آپ بہت زیادہ متواضع اور منکسر المزاج تھے اور خاکساری اور بے مقداری کے مزاج کے اعتبار سے سالکوں میں آپ کے برابر کوئی نظر نہیں آتا۔ اکثر اوقات درویشوں سے عرض کرتے کہ "جاروب کشی کو منع کر دو اور بیت الخلاؤں کی صفائی و پاکیزگی میرے لئے چھوڑ دو۔"

زبدۃ المقامات آپ کی زندگی میں لکھی گئی۔ زبدۃ المقامات کے مصنف نے لکھا ہے کہ

"لاہور کے شہر میں شیخ آج تک طلباء کو علوم دینی و دنیوی سکھانے میں مصروف اور سالکین کو راہ یقین پر چلانے میں مشغول ہیں اور شریعت کی پابندی ترک تعلقات دنیوی، منکسر المزاجی، فقر و غنا، قناعت اور مسکنت میں وحید العصر ہیں۔ اہل دنیا میں سے کسی سے بھی راہ و رسم پیدا نہیں کی۔ نذر و نیاز اور فتوح قبول نہیں فرماتے اور کسب حلال سے رزق حاصل فرماتے ہیں۔ انہوں نے ہر ایک چیز سے قطع تعلق کر لیا ہے اور گوشہ نشین ہو گئے ہیں۔"

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کو "العالم" العامل، الفاضل، الکامل الشیخ محمد طاہر" کے الفاظ سے یاد فرمایا ہے۔ آپ کے اخلاق بہت پسندیدہ تھے۔ بے تعینی اور مسکنت اور فنا و نیستی آپ پر غالب رہتے تھے۔ آپ

کی گفتگو اکثر خوش مزاجی کی ہوتی تھی۔ آپ کے علم و فضل کے پیش نظر ہی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اپنے صاحبزادوں حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہم اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے لیے مقرر فرمایا تھا۔ آپ ان صاحبزادوں کی تعلیم و تدریس میں نہایت کوشش و سعی بلیغ فرماتے تھے۔ چنانچہ صاحبزادے فرمایا کرتے کہ

"حضرت شیخ کے حقوق ہمارے اوپر اس قدر ہیں کہ ہم کسی طرح بھی ان کے شکریے سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ اللہ ان کو جزائے خیر دے۔"

اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب میں بھی اس واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں۔ "ایک دن ایک ابتلا کے دفع کرنے کے درپے ہوا۔ جو کسی دوست کے حق میں مقرر ہو چکی تھی۔ اس وقت بڑی التجا، عاجزی اور نیاز و خشوع کی۔ معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں اس امر کی قضا کسی امر سے معلق اور کسی شرط پر مشروط نہیں ہے۔ اس بات سے بڑی مایوسی اور ناامیدی ہوئی اور سید محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی بات یاد آئی یعنی قضائے مبرم میں کسی شخص کو تصرف حاصل نہیں مگر مجھے چنانچہ دوبارہ پھر ملتجی و متصرف ہوا اور بڑی عجز و نیاز سے متوجہ ہوا۔

یہ ابتلا کیا تھی؟ اللہ اور رسول اللہ ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ لیکن اس سلسلے میں گل افشانیاں بعض تذکرہ نویسوں نے کی ہیں۔ اس واقعہ کی جیسی تعبیر کی ہے اس تفصیل کو پڑھ کر افسوس ہوتا ہے۔ ان تذکرہ نویسوں نے بڑے مزے لے لے کر سرہند کی ایک "کھترانی ماہ پیشانی" کے ساتھ آپ کے عشق کی داستانیں منسوب کر دی ہیں اور یہاں تک لکھا ہے کہ آپ نے اسلام ترک کر کے زنار پہننا شروع کر دی تھی اور پھر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے عشق مجازی کو خیر باد کہہ کر دوبارہ مسلمان ہوئے۔ ہمیں اس حکایت کو تسلیم کرنے میں تامل ہی نہیں انکار ہے۔ ایک عام مسلمان سے بھی ایسی پستی کی توقع نہیں کی جا سکتی، کجا ایک عالم فاضل اور پابند شرع بزرگ جس کی تمام تر توجہ اللہ جل شانہ کی طرف مرکوز ہے اور جس نے اس دنیا سے ہر قسم کا ناطہ توڑ لیا ہے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ ایسا شخص یک دم عشق مجازی میں مبتلا ہو جائے گا۔

دوسرے ابتلاء کے اس واقعہ کا سب سے پہلے ذکر زبدۃ المقامات میں آیا ہے جسے حضرت مجدد الف ثانی کی قدیم ترین سوانح عمری ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ کا ایک مکتوب بھی اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اگر کوئی واقعہ عشق مجازی کا ہوتا تو اس کتاب مذکور یا مکتوب مذکور میں اس کا ذکر صریحاً کیا جاتا۔ اگر کتاب مذکور میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ نے ایک دفعہ اپنی مجلس سے حضرت شیخ محمد طاہر بندگی لاہوری اور حضرت نور محمد پٹنی کو اس بنا پر نکال دیا تھا کہ ان کے دلوں میں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ کی علمیت کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا ہو گئے تھے۔ تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ اس کا مولف اس واقعہ عشق مجازی کو بھی بیان نہ کرتا۔ تیسرے یہ واقعہ اس لئے بھی ناقابل قبول ہے کہ حضرت شیخ محمد طاہر بندگی کے اس فعل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جن بزرگوں نے آپ کی روحانی تربیت کی ان کی تعلیم میں کوئی ایسی بنیادی خامی رہی ہو گی جو ان کے مریدوں اور خلفاء میں اس قسم کی بے راہ روی کے رجحان پیدا کر دے۔ اور یہ بات ثابت ہے کہ وہ بزرگ کسی بھی ایسی خامی سے قطعاً مبرا ہیں۔ چوتھے جن لوگوں کی تربیت ہی ایک خاص مقصد یعنی اشاعت اسلام، تبلیغ دین اور استیصالِ باطل کے لئے ہو رہی ہو تو ان سے اس قسم کے فعل کی توقع عبث ہے۔ پانچویں آپ کے زہد و عبادت اور تقویٰ و پرہیز گاری کی وجہ سے تو شیطان بھی بھاگتا ہے۔ چنانچہ اس نے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ کے سامنے اقرار کیا کہ حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری پر میرا اختیار نہیں چلتا۔ ایسے عالم میں آپ کسی طرح عشق مجازی کا ارتکاب کر سکتے ہیں۔ چھٹے زبدۃ المقامات سے لے کر دار المعارف تک سب کتابوں میں اس "واقعہ ابتلائے عظیم" کا تذکرہ موجود ہے۔ لیکن کسی بھی کتاب بھی حضرت شیخ محمد طاہر بندگی کے بارے میں یہ نہیں لکھا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ نے کہا تھا میں نے اپنے ایک دوست کی پیشانی پر لفظ "هو الکافر" لکھا ہوا دیکھا ہے۔ بلکہ ان کتابوں میں لفظ "شقی" استعمال ہوا ہے اور کافر اور شقی کے الفاظ کا فرق معلوم! مزید ان کتابوں میں "کسی کھترانی ماہ پیشانی" کا تذکرہ قطعاً نہیں۔ تحقیقات چشتی اور خزینۃ الاصفیاء میں پہلی مرتبہ اس داستان کو طراز عنوان بنایا

گیا ہے۔ یہ کتابیں مذکورہ بالا کتابوں سے بہت دیر بعد لکھی گئیں۔ اگر ان تک پہنچتے پہنچتے لفظ شقی کی شکل "ہوالکافر" میں تبدیل ہو گئی ہو تو کوئی تعجب نہیں!

حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری کے زہد و تقویٰ اور خشیعت الٰہی کا یہ عالم تھا کہ ایک روز حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو امامت کے لیے فرمایا۔ تو آپ کا رنگ اڑ گیا۔ جسم کانپنے لگا اور اگرچہ آپ حافظ قرآن اور بڑے عالم تھے لیکن خشیت الٰہی کے سبب الفاظ بار بار آپ کے حلق میں اٹکتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ لاہور تشریف لائے تو آپ کے حجرے کے قریب سے سوار ہو کر گزرے۔ آپ کو پتہ چلا تو آپ حجرے کے باہر تشریف لائے کہ سعادت دیدار سے مشرف ہوں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر آپ کے حجرے کی طرف اشارہ کیا اور یہ مصرعہ پڑھا۔

آنجا نسیم سدیا صبا وزد

اور آپ کو رخصت فرما دیا اور آپ کے چلے جانے کے بعد کافی دیر تک آپ کی تعریف میں رطب اللسان رہے۔

آپ کو رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم نے خلعت خاص عنایت فرمایا تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام ایک مکتوب میں اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"نیز در حلقہ ذکر و نماز تراویح حضرت رسالت پخندیں ہزار صحابہ و مشائخ علیہ و علیہم السلام والتحیہ آمدہ مدتی می شستند و نواز شہامی نمودند۔ در عشرہ اعتکاف خلعت خاص عنایت فزودند۔"

آپ پر ایک مرتبہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا غلبہ ہوا اور کمال بے قراری ہوئی۔ آپ نے درگاہ حق سبحانہ میں گریہ و زاری کی۔ اتفاقاً" اس وقت اپنے آپ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پایا اور ارشاد ہوا کہ اپنی محبت سے تم کو میں نے سرفراز کیا۔ اپنے پیر و مرشد کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ

"بعض دفعہ ایسی چیزیں رونما ہوتی ہیں جن کے اظہار سے شرم آتی ہے۔ مجھے غلبہ احوال کے دوران میں بتایا جاتا ہے کہ جس نے تجھے دیکھا اسے آتش دوزخ سے آزاد کر دیا گیا۔ ایک اور دفعہ مجھے بتایا گیا کہ جس نے تجھ سے

بیعت کی اسے بخش دیا گیا۔

خوارق عادات: آپ صاحب کشف و کرامات تھے۔ آپ کے کشف و کرامات کا چرچا دور دور تک پھیل گیا تھا۔ ہزاروں پیاسے دل آپ کے جام سے سیراب ہوئے اور ہزاروں گمراہ آپ کی ہدایت سے راہ راست پر آئے۔ اور اس طرح بے شمار مخلوق کو ہدایت و کرامت سے منور فرمایا۔ آپ نے ایک بار فرمایا کہ میں نے خدا سے اجازت لے لی ہے کہ جو شخص بھی میرے مزار کے اردگرد دفن ہونے کی سعادت حاصل کرے گا اس کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے اور وہ جنت میں داخل ہو گا۔

ایک بار آپ نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں داخل ہوئے تو ایک شخص کو سوتے ہوئے پایا۔ آپ نے اسے جگایا اور فرمایا فقیروں کو کسی سے لڑنا نہیں چاہیے۔ فقیر شرمندہ ہوا اور اقرار کیا۔ کہ وہ خواب میں کسی سے لڑ رہا تھا۔

ایک مرتبہ آپ حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس اللہ سرہ کے عرس کے سلسلے میں کیتھل شریف میں حاضر ہوئے آپ کے پیر بھائی اور دوسرے مشائخ بھی جمع تھے کہ کلمہ طیبہ کا ذکر آیا۔ آپ نے جذبہ میں آکر فرمایا کہ جس نے اس کلمہ کو دل و جان سے پڑھا ہے۔ وہ اگر لفظ "لا" کسی ذی روح کے کان میں کہے گا وہ مرجائے اور لا اللہ کہے تو پھر زندہ ہو جائے۔ یہ کہہ کر کھڑے ہو گئے۔ نزدیک ہی ایک گائے بندھی ہوئی تھی اس نے کان میں جا کر "لا" کہا تو وہ اسی وقت مر گئی۔ الا اللہ کہا تو وہ زندہ ہو گئی اور چرنے لگی۔

وصال: آپ کی تاریخ وصال میں اختلاف ہے۔ بعض تذکرہ نویسوں نے ۵ محرم الحرام ۱۰۴۰ھ لکھی ہے۔ بعض نے ۸ محرم الحرام ۱۰۴۰ھ۔ بعض نے ۲۰ محرم الحرام ۱۰۴۰ھ۔ اور بعض نے محرم الحرام ۱۰۵۶ھ۔ آپ کے مزار مبارک پر جو کتبہ موجود ہے۔ اس پر بھی ۸ محرم الحرام ۱۰۴۰ھ بروز پنج شنبہ کندہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کا وصال چھپن سال کی عمر میں پنج شنبہ کے دن ۲۰ محرم الحرام ۱۰۴۰ھ (جمعرات ۲۹۔ اگست ۱۶۳۰ء) کو بوقت چاشت ہوا۔ اس سلسلے میں ہم اسی کتاب کے گزشتہ ایک باب میں قدرے تفصیل سے بحث کر آئے ہیں۔ چنانچہ یہاں مزید بحث میں جانے کی ضرورت نہیں۔ مفتی غلام سرور نے "عم"

اور "ہادی عظیم" مادہ ہائے عظیم کہے ہیں۔ "روش آفتاب" سے بھی سال وصال برآمد ہوتا ہے۔

مزار: آپ اپنے مدرسے کے ایک گوشے دفن ہوئے۔ یہ مدرسہ آپ نے خلق خدا کی رہنمائی اور تعلیم کے لئے قائم کیا تھا۔ تاحیات اسی مدرسے میں درس دیتے رہے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلیفہ مولانا ابو محمد قادری نے اس مسند علم کو رونق بخشی۔ آہستہ آہستہ اس مدرسے کے آس پاس ایک محلّہ آباد ہو گیا جو محلّہ "میانی" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ پنجاب میں لفظ "میاں" پڑھے لکھے اور فاضل آدمی کے لیے مخصوص ہے اور چونکہ اس محلے میں لاہور کے بڑے بڑے فاضل اور عالم لوگ رہتے تھے۔ اس لئے یہ محلّہ "میانی صاحب" کے نام سے پکارا جانے لگا۔ اس مدرسے کے ساتھ ایک زبردست کتب خانہ بھی تھا جو سلطنت مغلیہ کے زوال تک قائم رہا۔

سکھوں نے اس محلے کو لوٹتے وقت اس بیش بہا کتب خانے کو بھی آگ لگا دی۔ اس طرح ہزار ہا نادر و نایاب کتابیں جل کر راکھ ہو گئیں۔ سکھوں کے ایام حکومت میں یہ محلّہ اور مدرسہ اجڑ گیا اور آبادی معدوم ہو گئی۔ اس مدرسے کی عمارت ۱۸۸۴ء تک کسی قدر موجود تھی۔ محلّہ کی ویرانی کے بعد لوگوں نے اس کو قبرستان بنا لیا جو آج تک بطور قبرستان ہی چلا آ رہا ہے۔ حضرت شیخ طاہر بندگی لاہوری کا مزار اس قبرستان کے وسط میں ہے۔ اس مزار کے اردگرد چار دیواری تھی جو اب گر چکی ہے۔ مزار ایک بلند پختہ چبوترے پر واقع ہے۔ اس کے مشرق کی طرف مولانا ابو محمد اور سید خیر شاہ جو کسی زمانے میں اس مدرسے کے مہتمم اور آپ کے سجادہ نشین بھی تھے' کی قبریں ہیں۔ مغرب کی جانب ایک مسجد ہے۔ آپ کا مزار میانی صاحب کے طویل و عریض شہر خموشاں کے لئے باعث برکات ہے اور آپ کے احاطہ مزار بلکہ آپ کے قرب و جوار میں دفن ہونا باعث برکت سمجھا جاتا ہے۔ آپ کا مزار سب سے پہلے حضرت ابو محمد قادری نے تعمیر کرایا۔ سوا سو سال پیشتر شاہزادہ غلام محمد ایوب شاہی نے چبوترہ بنوایا۔ اور ۱۸۹۹ء سمت بکری میں راجہ دھیان سنگھ کے ایک ملازم فقیر فضل دین نے چار دیواری بنوا دی۔ آپ نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ حالت تجرد میں

گزارا۔ مگر آخری عمر میں ادائے سنت نبوی ﷺ کے خیال سے نکاح کر لیا تھا۔ آپ کی دو بیبیاں تھیں۔ ایک ماہ خانم دختر مرزا امان اللہ اور دوسری عصمت النساء دختر سید عبداللہ۔ اولاد کسی سے نہیں ہوئی۔ دونوں بیبیوں کی قبریں آپ کی پائنتی کی طرف شرق و غرب رویہ موجود ہیں۔

شاخ طاہریہ فاضلیہ : ہم نے ابتدا میں بیان کیا ہے کہ حضرت شیخ محمد طاہر بندگی لاہوری سلسلہ قادریہ کے جلیل القدر مشائخ اور حضرت شاہ سکندر رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم المرتبت خلفاء میں شمار ہوتے ہیں اور حدیقۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ سلسلہ قادریہ میں یہ بزرگ اپنے عہدے کے قطب وقت تھے۔ کوئی سائل دین و دنیا کا جو ان کے دروازے پر آیا خالی نہ گیا۔

لیکن اس کے باوجود اکثر تذکرہ نویسوں نے آپ کو سلسلہ نقشبندیہ کے مشائخ میں بھی شمار کیا ہے کیونکہ ان کا کہنا ہے کہ آپ نے حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ کے علاوہ حضرت مجدد الف ثانی سے بھی اجازت حاصل کی اور دونوں طرف سے صاحب ارشاد ہوئے۔ لیکن ہم نے جب اس سلسلے میں اپنے دائرہ تحقیق کو قدرے وسعت دی تو ہمیں معلوم ہوا کہ آپ پر نسبت قادریہ قوی تھی۔ آپ پر دیگر سلاسل کی نسبت سلسلہ قادریہ کا اثر بہت زیادہ تھا۔ مفتی غلام سرور نے خزینۃ الاصفیا میں روضۃ السلام کے حوالے سے لکھا ہے کہ تمام سلاسل کی نسبت قادریہ سلسلے کا اثر شیخ طاہر بندگی پر اس قدر تھا کہ اپنے زمانے کے قادریہ مشائخ میں سرفراز و ممتاز تھے اور بزرگان زمانہ آپ کے غاشیہ بندگی کو اپنی گردنوں پر رکھتے تھے۔ اس بیان کی تائید اس وقت بھی ہو جاتی ہے۔ جب ہم حضرت شیخ محمد طاہر بندگی کے خلفاء پر ایک نظر ڈالتے ہیں تو کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ ان حضرات میں سے کسی نے قادریہ سلسلے کے علاوہ آپ سے کسی دوسرے سلسلے میں خرقہ خلافت حاصل کیا ہو۔ گویا نسبت قادریہ کے قوی ہونے کی وجہ سے نسبت نقشبندیہ نسبتاً کمزور ہو گئی تھی۔ اگرچہ مفتی غلام سرور نے حضرت شیخ محمد طاہر بندگی کے خلفاء میں حضرت شیخ ابو محمد کو قادری و نقشبندی لکھا ہے۔ لیکن اس کے لئے کوئی ثبوت نہیں دیا۔ شیخ موصوف سے بعد میں طاہریہ فاضلیہ کی جو شاخ چلی اس کے درویش اپنے شجروں میں حضرات مشائخ مجددیہ کا

ذکر نہیں کرتے اور حضرت شیخ محمد طاہر بندگی کی محض ایک بیعت یعنی حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس اللہ سرہ سے ارادت ہی کو مستحکم جانتے ہیں۔ مولوی نور احمد نے تو حضرت ابو محمد کی نسبت قادریہ کے علاوہ کسی دوسری نسبت کا ذکر نہیں کیا۔ اور لکھا ہے۔ "ابو محمد صاحب لاہوری سلسلہ عالیہ قادریہ میں خادم ان "حضرت شیخ محمد طاہر بندگی" کے تھے۔" ایک دوسری جگہ "حضرت ابو محمد قادری لاہوری" لکھا ہے۔ حضرت شیخ محمد طاہر بندگی کے دوسرے خلیفہ حضرت شیخ ابوالقاسم ہیں۔ جنہیں مفتی غلام سرور نے صرف نقش بندی بتایا ہے۔ قرائن کے اعتبار سے مفتی غلام سرور کا یہ بیان بھی محل نظر ہے۔ ہمیں حضرت سید مقبول محی الدین گیلانی سجادہ نشین دربار عالیہ قادریہ کمالیہ سکندریہ ڈیرہ غازی خان نے ایک ایسی شاخ کا سلسلہ طریقت بھیجا ہے جس کا تعلق حضرت شیخ ابوالقاسم سے ہے۔ اس سے بھی مفتی غلام سرور کے بیان کی نفی ہوتی ہے تیسرے خلیفہ حضرت شیخ آدم بنوری کے بارے میں تو تمام تذکرہ نویس متفق ہیں کہ جب حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت ان کے گوش حق نیوش میں پڑی تو وہ ترک مشیخت کر کے پاپیادہ بنور سے لاہور تشریف لائے۔ حضرت شیخ محمد طاہر بندگی سے نسبت قادریہ میں فیض حاصل کیا اور منصب ارشاد پر فائز ہوئے۔ حضرت شیخ محمد طاہر بندگی کے ساتھ حضرت شیخ آدم بنوری کی ارادات سے یہ استنتاج مشکل نہیں کہ صرف حضرت شیخ محمد طاہر بندگی کی شہرت ہی اس رشتہ ارادت و ارشاد کا باعث نہیں بنی۔ بلکہ حضرت شیخ آدم نبوری نے اپنی نسبت میں تشنگی محسوس کی اور اس کی تکمیل کے لئے اور وہ بھی نسبت قادریہ میں حضرت شیخ محمد طاہر بندگی کو منتخب کیا۔ حالانکہ وہ اس سے قبل حضرت شیخ خضر روغانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مجدد الف ثانی سے فیض یاب ہو چکے تھے۔ لیکن جس جذبہ نے کھینچ کر انہیں حضرت شیخ محمد طاہر بندگی کے سامنے لاکھڑا کیا' کچھ اور ہی تھا۔ حضرت شیخ آدم بنوری سے قادریہ سلسلے کی جو شاخیں چلیں ان میں سے ایک اس وقت سیداں والی ضلع سیالکوٹ میں موجود ہے حضرت شیخ محمد طاہر بندگی کے ایک اور خلیفہ کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ وہ بھی قادری تھے یعنی حضرت میاں منگک قادری۔ یہی کیفیت دوسرے خلفاء کی ہے۔

حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ لاہوری پر قادری بزرگوں کا سایہ عاطفت ہمیشہ رہا اور وہ "وقتاً فوقتاً" اپنے فیوض و برکات سے آپ کو نوازتے رہے۔ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ نے آپ کو بندگی کے لقب سے نوازا جو آج تک مشہور ہے۔ آپ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ "ابھی قریب میں حضرت مخدوم سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت واقع ہوئی تھی اور ایک مدت دراز تک قائم رہی۔ حضرت نے بہت الطاف و عنایات فرمائے اور اپنی تشریفات سے مشرف فرمایا۔ حضرت کی نسبت شریف بہت بزرگ اور غالب الارشاد ہے۔

حضرت شیخ محمد طاہر بندگی پر غوث الثقلین حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی محبت و احترام کا جذبہ بہت زیادہ طاری تھا۔ جس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کو الہام ہوتا تھا کہ اے طاہر کہدے قدمی هذه علی رقبة جمیع اولیاء اللہ یعنی میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے لیکن آپ فرط ادب سے ایسے نہیں کرتے تھے۔ بلکہ عرض فرماتے کہ اے رب یہ درجہ علی اور رتبہ عالی تو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ ہی کو سزاوار ہے۔ اور مجھے تو بس یہ کافی ہے کہ میں ان کا ایک کمترین مرید اور پیرو کار ہوں۔

حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ سے محبت و الفت کے جذبے کو حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ کی صحبت نے مزید چمکایا۔ حضرت شیخ محمد طاہر بندگی حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ کو اکثر مکتوبات لکھتے رہتے تھے جن سے آپ کے احوال و مقامات کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے۔ ایک مکتوب میں رقم طراز ہیں:

"کمترین محمد طاہر عرض کرتا ہے کہ آپ نے حضرت خواجہ سے جو ارشاد فرمایا تھا وہ حضرت نے سرہند سے اپنے مکتوب میں تحریر فرمایا ہے۔ فقیر حسب ارشاد اس پر عمل پیرا ہے۔ نیز حضرت خواجہ نے تحریر فرمایا کہ ایک دفعہ میں دوستوں کے حلقے میں بیٹھا ہوا تھا کہ یکایک تمہاری طرف توجہ ہو گئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ نائب مناب آن ذوالکمال حضرت شاہ سکندر کیتھلی نے ظلمات و کدورت کے رفع کرنے میں مدد فرمائی۔ یہاں تک کہ تمہارا قلب منور ہو گیا اور جو کچھ آفتاب ہدایت میں ودیعت ہوا تھا۔ وہ بقدر استعداد اس میں منعکس پایا۔ اس نعمت عظمیٰ کا شکر کس زبان سے ادا کروں کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے مجھے

جیسے فقیر کو آپ کے دامن سے وابستہ فرمایا۔ اس طریقہ عالیہ قادریہ میں ایک قدم رکھنا دوسری طریقوں میں سات قدم رکھنے کے برابر ہے۔ خدائے قدوس جناب کا سایہ ہم پر ہمیشہ قائم رکھے آمین۔" ایک دفعہ حضرت غوث الثقلین کی روحانیت اس فقیر پر ظاہر ہوئی۔ ارشاد فرمایا "اے طاہر کہہ دے قدمی هذه علی رقبة اولیاء اللّٰہ میں نے بطور عجز و نیاز خدمت عالیہ میں عرض کی۔ یہ بلند رتبہ صرف آپ کو زیب دیتا ہے۔ مجھے تو صرف آپ کے در کی غلامی کافی ہے۔ آپ نے مسرور ہو کر بہت سے فیوض بطریق باطن عطا فرمائے۔

شفقت القلب ثم وردت فیه
هواک فلیم فالقام القطور

بوسیلہ جناب ہمیشہ تجلیات سے بہرہ مند ہوں۔ اور ہر تجلی میں فنا و بقا حاصل ہوئی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس تجلی سے آگے اور کوئی نہیں۔ ذکر و فکر میں جناب رسالت ماب ﷺ مع صحابہ کرام و مشائخین عظام تشریف فرما ہوئے اور اپنی بے پناہ کریمانہ شفقت سے اس بے نوا کو نوازا۔ نیز حضرت خواجہ بزرگ' حضرت شہ کمال باکمال اور حضرت فریالدین گنج شکر قدس اللہ اسرارہم نے اپنی نسبتوں سے سرفراز فرمایا۔"

حضرت محمد طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ باطنی سے ہزاروں اصحاب بہرہ ور ہو کر مقامات عالیہ پر فائز ہوئے۔ تاہم آپ کے شاگردوں میں شیخ حسین' مولانا حامد' میاں فرخ حسین اور خلفاء میں حضرت شیخ ابو محمد قادری لاہوری حضرت شیخ لکھن مست لاہوری' حضرت سید صوفی۔ حضرت سیدابوالقاسم۔ حضرت شیخ آدم بنوری۔ حضرت شہ نعمت اللہ سیالکوٹی۔ حضرت میاں منجک قادری۔ حضرت حافظ یعقوب اور حضرت سید فقیر اللہ کے نام ملتے ہیں۔ حضرت ابو محمد قادری رئیس میانی حافظ جان محمد کے صاحبزادے تھے۔ اپنے والد کے وصال کے بعد رئیس میانی قرار پائے۔ لیکن ایک شرعی مسئلے نے علماء میں ایک ایسا تفرقہ عظیم پیدا کر دیا کہ بہت سے لوگ فتنہ و فساد کے خوف سے یہاں سے چلے گئے اور میانی میں وہ رونق نہ رہی۔ اسی اثنا میں کھڈ سے میر علی نام ایک بزرگ یہاں آئے۔ انہوں نے حضرت ابو محمد قادری کے ساتھ میانی کے حصے بخرے کر لئے اور میانی

کو از سر نو آباد کر لیا۔ میر علی نے کمڈ سے اپنے پانچ بزرگوں کی قبریں کھدوادیں۔ اور ان کی نعشوں کے صندوق نکلوا کر یہاں منگوائے اور ان کو از سر نو نئی قبروں میں دفن کرا دیا۔ اس زمانے سے میانی کا نام پنج ڈھیرا قرار پایا۔ لیکن یہ نام زیادہ شہرت حاصل نہ کر سکا۔ حضرت ابو محمد قادری کا وصال ۱۰۵۰ھ میں ہوا۔ حضرت ابو محمد قادری کا مزار حضرت شیخ محمد طاہر بندگی کے مزار کے مشرق رویہ متصل چار دیواری گوشہ جنوبی میں ایک پختہ چبوترہ واقع ہے۔ حضرت ابو محمد قادری کے دو خلفائے نامدار ہوئے۔ حضرت شیخ محمد افضل کلانوری اور حضرت شیخ محمد اسمٰعیل اور شیخ محمد افضل کلانوری رحمۃ اللہ علیہ کے دامن فیض سے ایک ایسی شخصیت وابستہ ہو گئی تھی۔ جس پر فیضان قادریہ کی وجہ سے عشق الٰہی کا جذبہ غالب تھا اور جو فیضان قادریہ کی موجودگی میں کسی دوسری نسبت کی طرف اپنے قلب و روح کو متوجہ نہیں کر سکتی تھی اور جسے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی غلامی پر فخر تھا۔ اس شخصیت کے آغاز منازل ریاضت میں حضرت شہ کمال کیتھلی اور حضرت شاہ کیتھلی قدس اللہ اسرارہم کی توجہات و عواطف بے کراں نے بہت امداد فرمائی تھی۔ حضرت شیخ ابو محمد اور حضرت شیخ محمد طاہر بندگی نے جو فیوض و برکات اس شخصیت تک پہنچائے وہ بھی تاریخ میں درج ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس شخصیت کو طریقت قادریہ کی سربراہی کے لئے تیار کرنے کی خاطر ان حضرات کی انتہائی آرزو تھی جو بار آور ہوئی۔ یہ شخصیت حضرت ابوالفرح محمد فاضل الدین بٹالوی کی تھی۔ جو پنجاب کے سربر آوردہ علماء و فضلاء کبریٰ اور فقرا میں سے تھے۔ خوروسالی میں حضرت محمد افضل کلانوری کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے اور ظاہری و باطنی تربیت و تکمیل میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں کاملین زمانہ میں شمار ہونے لگے اور آپ کے پیرو مرشد اپنے اکثر مریدوں کو آپ کے سپرد کر دیتے کہ ان کی تربیت باطن کی جائے اور ان کی مشکلات کا مداوا کیا جائے۔

جب طریقت قادریہ میں آپ کی شہرت چاروانگ عالم میں مسلط ہو گئی تو آپ کے پیرو مرشد نے آپ سے ذکر کیا کہ قادریہ انوار میں آپ منتہی ہیں۔ اگر نقش بندی نسبت آپ پسند فرمائیں تو وہ بھی آپ کو عنایت ہو سکتی ہے۔ اس پر

آپ نے عرض کیا کہ مجھے فیضان قادریہ سے اس قدر عشق ہے کہ میرے قلب و روح کی تمام وسعتوں میں فیضان قادریہ بھر گیا ہے اور اس قادریہ فیضان کی موجودگی میں کسی دوسری نسبت کی طرف میرے قلب و روح متوجہ نہیں ہو سکتے اور مجھے اقلیم قادریہ کے شہنشاہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی غلامی کافی ہے۔ آپ کے پیر و مرشد نے فرمایا۔ واقعی آپ نے درست کہا ہے۔ آپ نے طریقت قادریہ کے نشر و اشاعت کے لئے زندگی کے تمام وسائل صرف فرمائے اور تمام زندگی کو اس مقصد کے لئے مختص فرما دیا۔

بٹالہ شریف میں جو لنگر آپ کے پیر و مرشد کے حکم سے جاری ہوا تھا آپ کے پیر و مرشد نے اسے آپ کے نام سے منسوب کر دیا اور جو فتوح و نیاز آتی تھی وہ لنگر کے لئے آپ کے ہی حوالے کر دی جاتی۔ آپ نے طریقت قادریہ کی سربلندیوں کے لئے ضروری سمجھا کہ مدرسہ بھی جاری کیا جائے۔ چنانچہ مدرسہ قادریہ فاضلیہ کے نام سے ایک عظیم الشان علمی درس گاہ قائم کی جو آج بھی قائم ہے۔ اس درس گاہ سے ہزاروں علماء و شیوخ پیدا ہوئے۔ جنہوں نے علم کی روشنی اقصائے ملک میں پہنچائی۔ آپ کا وصال ۷ ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ کو بٹالہ شریف میں ہوا اور وہیں دربار عالیہ کی خانقاہ معلی میں آپ کا مزار شریف ہے۔ آپ صاحب جذبہ و صاحب کرامت بزرگ تھے اور اخلاق سے متخلق تھے۔ آپ ماہر اسرار شریعت، واقف انوار طریقت، صاحب حال و قال اور صاحب سلسلہ مقتدائے اولیاء تھے۔ آپ بہت بڑے عالم اور فارسی، عربی، اردو اور پنجابی کے بہت اچھے شاعر بھی تھے۔ آپ نے چالیس کتابیں اور رسالے یادگار چھوڑے۔ ایک روایت کے مطابق یہ تعداد ایک سو تک ہے۔ ان میں بیان الاسرار یعنی شرح قصیدۂ غوثیہ اور مواعظ الرحمٰن کے نام ملتے ہیں۔ حافظ محمود شیرانی نے بٹالہ کی ادبی تحریک میں آپ کو مرکزی حیثیت کا حامل قرار دیا ہے۔

ماخذ: از تذکرہ شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ تحقیق سید خورشید حسین بخاری

۱۳۱۔ حضرت ابو محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

اسم: آپ کا اسم گرامی ابو محمد تھا۔ آپ کی تاریخ ولادت معلوم نہیں ہو سکی۔

والد : حضرت ابو محمد قادری رئیس میانی حافظ جان محمد کے صاحبزادے تھے۔ اپنے والد کے وصال کے بعد رئیس میانی قرار پائے۔ لیکن ایک شرعی مسئلے نے علماء میں ایک ایسا تفرقہ عظیم پیدا کر دیا کہ بہت سے لوگ فتنہ و فساد کے خوف سے یہاں سے چلے گئے اور میانی میں وہ رونق نہ رہی اسی اثنا میں کھڈ سے میر علی نام ایک بزرگ یہاں آئے۔ انہوں نے حضرت ابو محمد قادری کے ساتھ میانی کے حصے بخرے کر لئے اور میانی کو از سر نو آباد کر لیا۔ میر علی نے کھڈے سے اپنے پانچ بزرگوں کی قبریں کھدوا دیں اور ان کی نعشوں کے صندوق نکلوا کر یہاں منگوا لئے اور ان کو از سر نو نئی قبروں میں دفن کرا دیا۔ اس زمانے سے میانی کا نام پنج ڈھیرا قرار پایا۔ لیکن یہ نام زیادہ شہرت حاصل نہ کر سکا۔

میانی شریف : حضرت طاہر بندگی قادری اور حضرت ابو محمد قادری کے مقابر اس علاقہ میں ہیں۔ کسی زمانہ میں یہ بستی تھی مگر اب خالصتاً" قبرستان ہے۔ حضرت طاہر بندگی کے عہد میں اس محلّہ کی بہت رونق تھی۔ عمارات' مساجد اور درس گاہ بھی یہاں تھی۔ جہاں طلباء کو تفسیر' حدیث اور علوم فقہ کی مفت تعلیم دی جاتی تھی۔ سکھ غارت گردوں نے اپنے عہد میں اس کو خوب لوٹا۔ ہزاروں قرآن شریف و کتابیں لوٹ کر لے گئے اور آبادی کے باہر پھینک گئے میانی صاحب کا قبرستان ستیاناس زمانے میں آباد و شاداب علاقہ تھا جسے خطہ میانی اہور کے رئیس حضرت شیخ ابو محمد قادری قدس سرہ نے اپنے شیخ طریقت کے مدرسہ کے لئے وقف کر دیا تھا۔ حضرت شیخ طاہر بندگی قدس سرہ یہاں درس دیا کرتے تھے۔ اس مدرسہ کی باقیات میں سے اب بھی ایک ہوادار برآمدہ موجود ہے۔ جس سے گزر کر لوگ حضرت شیخ طاہر بندگی قدس سرہ اور ان کے مرید و خلیفہ اکبر حضرت ابو محمد شاہ قادری قدس سرہ کے مزارات پر حاضری دیتے ہیں۔

آپ حضرت شیخ طاہر بندگی قدس سرہ اپنے مدرسہ کے ایک گوشے میں دفن ہوئے۔ یہ مدرسہ حضرت شیخ طاہر بندگی قدس سرہ نے خلق خدا کی راہنمائی اور تعلیم کے لئے قائم کیا تھا۔ تاحیات اس مدرسے میں درس دیتے رہے آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلیفہ مولانا ابو محمد قادری نے اس مسند علم کو رونق

بخشی۔ آہستہ آہستہ اس مدرسے کے آس پاس ایک محلہ آباد ہو گیا جو محلہ " میانی" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ پنجاب میں لفظ "میاں" پڑھے لکھے اور فاضل آدمی کے لئے مخصوص ہے اور چونکہ اس محلے میں لاہور کے بڑے بڑے فاضل اور عالم لوگ رہتے تھے اس لیے یہ محلہ "میانی صاحب" کے نام سے پکارا جانے لگا۔ اس مدرسے کے ساتھ ایک زبردست کتب خانہ بھی تھا جو سلطنت مغلیہ کے زوال تک قائم رہا۔ سکھوں نے اس محلے کو لوٹتے وقت اس بیش بہا کتب خانے کو بھی آگ لگا دی۔ اس طرح ہزارہا نادر و نایاب کتب جل کر راکھ ہو گئیں۔ سکھوں کے ایام حکومت میں یہ محلہ اور مدرسہ اجڑ گیا اور آبادی معدوم ہو گئی۔ اس مدرسے کی عمارت ۱۸۸۴ء تک کسی قدر موجود تھی۔ محلہ کی ویرانی کے بعد لوگوں نے اس کو قبرستان بنا لیا جو آج تک بطور قبرستان ہی چلا آ رہا ہے۔ غالباً اس سے بڑا قبرستان اور کہیں نہیں ملے گا۔ اس قبرستان کی تفصیلات تحقیقات چشتی میں بڑی وضاحت سے دی گئی ہیں۔ حضرت طاہر بندگی قدس سرہ کا مزار سب سے پہلے حضرت ابو محمد قادری نے تعمیر کرایا۔

بیعت و خلافت : آپ حضرت طاہر بندگی قادری سرہ سے مشرف بیعت تھے۔ ان کے وصال کے بعد آپ سجادہ نشین ہوئے۔ بڑے باکمال بزرگ تھے۔ بے شمار خلق خدا نے آپ سے راہ ہدایت اختیار کی۔ سلسلہ فاضلیہ قادریہ بٹالے والے بزرگان آپ سے شجرہ ملاتے ہیں۔

شیخ محمد طاہر کے خلفاء میں شیخ ابو محمد قادری لاہوری۔ سید صوفی۔ شیخ لکھن اور شیخ ابوالقاسم نقشبندی مشہور ہیں۔ حضرت شیخ محمد افضل کلانوری قدس سرہ نے لاہور تشریف لا کر آپ کے دست مبارک پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی اور پھر پیرو و مرشد کے حکم پر واپس کلانور جا کر اشاعت و تبلیغ اسلام میں مصروف ہوئے۔ حضرت ابو محمد قدس سرہ کے ہاتھ پر ہزاروں نفوس نے بیعت کی اور فیض یاب ہوئے۔ آپ نے اپنے پیرو مرشد کی پختہ مزار تعمیر کرائی۔

جب ہم حضرت شیخ طاہر بندگی کے خلفاء پر ایک نظر ڈالتے ہیں تو کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ ان حضرات میں سے کسی نے قادریہ سلسلے کے علاوہ آپ سے کسی دوسرے سلسلے میں خرقہ خلافت حاصل کیا ہو۔ گویا نسبت قادریہ کے

قوی ہونے کی وجہ سے نسبت نقشبندیہ نسبتاً" کمزور ہو گئی تھی۔ اگرچہ مفتی غلام سرور نے حضرت شیخ محمد طاہر بندگی کے خلفاء میں حضرت شیخ ابو محمد کو قادری و نقشبندی لکھا ہے لیکن اس کے لئے کوئی ثبوت نہیں دیا۔ شیخ موصوف سے بعد طاہریہ فاضلیہ کی جو شاخ چلی اس کے درویش اپنے شجروں میں حضرت مشائخ مجددیہ کا ذکر نہیں کرتے اور حضرت شیخ محمد طاہر بندگی کی محض ایک بیعت یعنی حضرت شاہ کیتھلی قدس اللہ سرہ سے ارادات ہی کو مستحکم جانتے ہیں۔ الحاصل حضرت شیخ ابو محمد لاہوری جو کہ نجبۃ الاصفیا مجمع البحرین العلم والارشاد حضرت شیخ محمد طاہر بندگی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی مسند خلافت قادریہ کے مسند نشین تھے۔

حضرت ابو محمد قادری لاہوری قدس سرہ عالی مرید ہوتے وقت تسخیر جنات اور مختلف عملیات میں بہت دسترس اور شہرت رکھتے تھے۔ اس وقت فخر غوث ولایت شیخ محمد طاہر بندگی دراکناف عالم مشہور تھے اور رشد و ہدایت میں عظیم الشان شہرت کے حامل تھے۔ ایک روز حضرت ابو محمد قادری شیخ بندگی محمد طاہر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا سیدی میں ہر طرح کا مجاہدہ کرتا ہوں مگر سب بے اثر ہے اور اس میں کوئی برکت نہیں پاتا ہوں۔ شیخ ابو محمد کو پیر و مرشد نے ارشاد فرمایا کہ تمام عملیات ترک کر دو۔ عمل تسخیر جنات چھوڑ دو۔ صرف اپنے مطلوب کی طرف توجہ رکھ۔ اپنے باطن پر نگاہ رکھ۔ نفس امارہ کو شکست دے تاکہ وہ ہرگز جرات نہ کرے۔ چہرہ مطلوب کو استعداد کے آئینہ میں دیکھ۔ شیخ کے ارشادات تازیانے کی طرح دل پر اثر انداز ہوئے اور تھوڑے ہی دنوں میں کشف و کرامات کے دروازے کھل گئے اور آپ کا اکابر اولیاء کے زمرہ میں شمار ہونے لگا۔ چنانچہ بعد از شیخ محمد طاہر آپ مسند ارشاد پر مزین ہوئے۔ بے شمار لوگوں نے آپ کے کمال شرف کرامات سے ہدایت پائی۔

نوٹ : آج بھی یہ مشہور ہے کہ آپ کے مریدین میں بے شمار جنات شامل تھے جو اب بھی آپ کے مزار پر حاضر رہتے ہیں مگر زائرین کے آنے پر وہ ایک طرف ہٹ جاتے ہیں

فضائل : آپ تفسیر۔ حدیث۔ فقہ اور ادب کے ماہر تھے۔ آپ نے اشاعت

حق کے سلسلہ میں بڑی جانثاری اور استقامت سے کام لیا۔ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ غریبوں اور حاجت مندوں کی مدد فرماتے آپ بڑے باکمال بزرگ تھے۔ بے شمار خلق خدا نے آپ سے راہ ہدایت اختیار کی۔ شرائف غوثیہ ص ۲۲۱ میں لکھا ہے کہ آپ مجمع کمالات ظاہری و منبع برکات باطنی و معدن انوار یزدانی و مخزن اسرار ربانی و سراج ملت بیضای محمدی و شمع شبستان و درماں تھے۔ مدینۃ الاولیا میں لکھا ہے کہ آپ بڑے باکمال بزرگ تھے۔

وصال : تاریخ وصال میں اختلاف ہے۔ مثلاً" آپ کا وصال مبارک ۹۹۴ھ مطابق ۱۵۸۶ھ میں ہوا۔ ان دونوں عصمت قلی صوبیدار لاہور تھا آپ اپنے پیرو مرشد حضرت شیخ طاہر بندگی کے جوار میں دفن ہوئے حضرت ابو محمد قادری کا وصال ۱۰۵۰ھ میں ہوا۔ شرائف غوثیہ میں صفحہ نمبر ۲۲۰ پر تحریر ہے کہ بتاریخ ۱۷ محرم الحرام عازم سفر آخرت ہوئے "بتاریخ ہفدہم شہر محرم الحرام برار آخرت خرامید" آپ کے وصال مبارک سے شور برپا ہو گیا اور محبت کرنے والوں کے دلوں پر نشتر چل گئے۔

مزار : لاہور شہر میں شیخ حضرت بندگی محمد طاہر رحمۃ اللہ علیہ کے چبوترہ کے ساتھ الگ چبوترہ پر آپ دفن ہوئے۔ تحقیقات چشتی سے بعض معلومات حضرت شیخ طاہر بندگی لاہوری کے بارے میں ملتی ہیں یعنی یہ کہ اس قبرستان میانی شریف کے وسط میں آپ کا مزار ہے۔ اس مزار کے اردگرد چار دیواری تھی۔ اس کے مشرق کی طرف مولانا ابو محمد اور سید خیر شاہ جو کسی زمانے میں اس مدرسے کے مہتمم اور آپ کے سجادہ نشین بھی تھے' ان کی قبریں ہیں۔ مغرب کی جانب ایک مسجد ہے۔

حضرت ابو محمد قادری کا مزار حضرت شیخ محمد طاہر بندگی کے مزار کے مشرق رویہ متصل چار دیواری گوشہ جنوبی میں ایک پختہ چبوترہ پر واقع ہے۔

خلفائے : حضرت ابو محمد قادری کے دو خلفائے نامدار ہوئے۔ حضرت شیخ محمد افضل کلانوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ۔

ماخذ : (۱) تحقیقات چشتی (۲) تذکرہ حضرت شاہ سکندر کیتھلی از سید خورشید

حسین بخاری (۳) تذکرہ مشائخ قادریہ (۴) نوائے وقت ۲۳ نومبر ۱۹۸۹ء تحریر احسان اللہ خان دانش (۵) نقوش لاہور نمبر (۶) علمائے ہند کا شاندار ماضی جلد اول (۷) حدیقۃ الاولیاء (۸) تذکرہ صوفیائے پنجاب (۹) زبدۃ المقامات (۱۰) خزینۃ الاصفیاء جلد اول (۱۱) نزہۃ الخواطر جلد ۵ (۱۲) مثنوی رمزالعشق مقدمہ ڈاکٹر گوہر (۱۴) شرائف غوثیہ از سید نامحمد شاہ علیہ الرحمہ والرضوان سجادہ نشین چہارم دربار قادریہ فاضلیہ (۱۵) حدیقۃ الاولیاء (۱۶) چھماہی کھوج پنجاب یونیورسٹی لاہور (۱۷) ماثر لاہور مشمولہ نقوش نمبر ۳۳۰۔

۳۲۔ حضرت شیخ محمد افضل کلانوری رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: آپ کی تاریخ ولادت معلوم نہیں ہو سکی۔ کتاب خزینۃ الاصفیاء جلد اول میں لکھا ہے کہ خواجہ محمد افضل پیر روشن ضمیر شیخ محمد فاضل کلانور میں رہائش پذیر تھے اور تمام عمر کلانور میں گزاری اور وہیں ان کا مزار اقدس ہے۔ آپ کی زندگی کے حالات بہت کم ملتے ہیں۔

ایک روایت ہے کہ آپ حضرت ابو محمد قادری قدس سرہ کے صاحبزادے ہیں یعنی روحانی اور نسبی دونوں اعتبار سے۔ اور آپ اپنے والد ماجد حضرت ابو محمد قادری قدس سرہ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔ انہی سے علوم ظاہری و باطنی حاصل کئے اور سلوک کی تمام منازل طے فرمائیں اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ ۱۰۵۰ھ میں اپنے والد کے وصال کے بعد قصبہ کلانور ضلع گورداسپور تشریف لے گئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ کلانور اور گرد و نواح کے لوگوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور فیض یاب ہوئے۔

شرائف غوثیہ از سیدنا محمد شاہ رضوان اللہ علیہ چہارم سجادہ نشین دربار قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف صفحہ نمبر ۲۲۰ پر تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کا اصل وطن لاہور شہر ہے۔ اس کے بعد آپ کلانور تشریف لے لئے اور قصبہ کلانور میں سکونت اختیار فرما لی۔ لیکن آپ اکثر اپنے خلیفہ حضرت سید محمد فاضل الدین رضوان اللہ علیہ کے پاس بٹالہ شریف تشریف لے جاتے اور آپ سے بہت شفقت فرماتے تھے۔ جامع مسجد کی شمالی دیوار کے ساتھ تکیہ فرماتے اور آپ کا

وعظ سنتے اور محبت سے فرماتے کہ روز محشر خدا تعالیٰ نے پوچھا کہ تو میرے لئے کیا تحفہ لایا ہے تو میں محمد فاضل کو پیش کر دوں گا۔

بیعت و خلافت: سیدی و مرشدی سیدنا بدر محی الدین قادری فاضلی علیہ الرحمہ و رضوان لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ محمد افضل کلانور رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو محمد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت فرمائی تھی۔ حضرت شیخ ابو محمد لاہوری نخبۃ الاصفیاء مجمع البحرین العلم و الارشاد تھے حضرت شیخ محمد طاہر بندگی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ مسند خلافت قادریہ کے مسند نشین تھے۔ مفتی غلام سرور اور پروفیسر محمد اسلم لکھتے ہیں کہ مشہور بزرگ مخدوم محمد افضل لاہوری ثم کلانوری م ۱۱۴۴ھ / ۱۷۳۲ء نے حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری م ۱۰۴۰ھ / ۱۶۳۰ء کے مرید حضرت ابو محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۵۰ھ / ۱۶۴۰ء سے خرقہ خلافت لیا تھا خزینۃالاصفیاء میں لکھا ہے کہ طریقت میں شاخ محمد فاضل بٹالوی مرید خلیفہ حضرت شیخ محمد افضل کلانوری کے اور وہ مرید و خلیفہ شیخ ابو محمد لاہوری کے اور وہ مرید و خلیفہ شیخ محمد طاہر قادری مجددی لاہوری کے اور وہ مرید خلیفہ ہیں حضرت شاہ سکندر کیتھلی کے بعد میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی خلعت و خرقہ سے سرفراز ہوئے۔

سید خورشید حسین بخاری لکھتے ہیں کہ

مخدوم محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ کے تمام تذکرہ نگاروں نے آپ کو حضرت ابو محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کا مرید لکھا ہے۔

شجرہ طریقت اس طرح ہے۔ حضرت ابوالفرح سید محمد فاضل الدین قادری بٹالوی بانی سلسلہ فاضلیہ مرید حضرت شیخ محمد افضل قادری کلانوری مرید حضرت شیخ ابو محمد قادری لاہوری مرید حضرت طاہر بندگی لاہوری مرید حضرت شاہ سکندر کیتھل شریف مرید شاہ کمال کیتھل شریف۔

تذکرہ مشائخ قادریہ میں لکھا ہے کہ عہد مغلیہ میں یہ قصبہ کلانور بہت اہمیت حاصل کر گیا اور اس کی آبادی میں کثرت سے اضافہ ہوا اور بے شمار راجپوت بھی یہاں آباد ہو گئے تو اس زمانہ میں حضرت شیخ محمد افضل کلانوری نے لاہور تشریف لا کر حضرت شیخ ابو محمد قادری خلیفہ مجاز حضرت شیخ طاہر بندگی لاہوری سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی اور پھر پیر و مرشد کے حکم سے

واپس کلانور جا کر اشاعت و تبلیغ اسلام میں مصروف ہوئے۔

کرامات : (۱) شرائف غوثیہ از سیدنا محمد شاہ رضوان اللہ علیہ چہارم سجادہ نشین دربار قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف المتوفی ۱۳۲۴ھ صفحہ ۲۴۲ پر تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے ہاتھوں ان گنت خوارق' عادات و کرامات سرزد ہوئیں جن کا بیان کرنا انسان کے بس سے باہر ہے یہاں چند ایک کرامات درج کی جاتی ہیں ایک بار شیخ محمد افضل ﷺ شہر بٹالہ شریف میں تشریف رکھتے تھے۔ بارش نہ ہوئی اور حاکم وقت نے آپ کے پاس بارش کے نزول کے لئے درخواست کی اور پانچ صد رو پے نذرانہ مقرر کیا۔ آپ اسی وقت شہر سے باہر تشریف لائے اور ناز محبوبیت میں اللہ تعالیٰ سے بارش کے لئے دعا فرمائی چشم زدن میں گھٹا چھا گئی اور ابھی لوگ واپس نہ لوٹے تھے کہ اس قدر بارش ہوئی کہ قلیل ترین وقت میں گلی کوچوں میں پانی کے نالے چلنے لگے۔ شیخ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ آپ واپس تشریف لے آئے اور عنایت نامی ایک خادم کو حاکم کے پاس حسب وعدہ نذرانہ کی وصولی کے لئے بھیجا۔

حاکم شہر نذرانہ دینے میں لیت و لعل سے کام لینے لگا۔ آخر تیسرے یوم حضرت شیخ کو اطلاع ملی۔ آپ رنجیدہ خاطر ہوئے اور غصہ سے فرمایا کہ یہ شہر ہمارے زیر تصرف ہے۔ آپ مقام سے اٹھے اور اسی وقت جانب قصبہ کلانور روانہ ہو گئے۔ عین اسی وقت حاکم شہر کو بادشاہ وقت کی طرف سے معزولی کا پروانہ مل گیا اور حساب برابر ہو گیا۔ اس واقعہ سے حاکم شہر بے حد مضطرب ہوا اور حضرت ابوالفرح سید محمد فاضل الدین سلمہ اللہ تعالیٰ جو حضرت شیخ کے وارث حال اور محبوب تھے آپ سے درخواست کرنے لگا۔ حاکم کی بری حالت دیکھ کر آپ کو ترس آ گیا اور حضرت شیخ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس سے پہلے کہ آپ وہاں تشریف لے جاتے حضرت شیخ کو بذریعہ کشف معلوم ہو گیا اور آپ اس مقام سے باہر چلے گئے بلکہ دریا بھی عبور کر گئے اور دور مقام پر ٹھہر گئے۔ حاکم شہر اپنی غلطی اور گناہ کی بنا پر بہت مایوس ہوا اور چارو ناچار بادشاہ وقت کی خدمت میں پیش ہوا اور شدید محاسبہ میں گرفتار ہوا۔ اس حاکم شہر کو ہر شب حضور ﷺ کے دربار نبوی ﷺ میں حاضری کا شرف حاصل تھا۔ وہ اس سعادت

ے بھی محرم ہو گیا۔ اس نے بہت آہ و زاری کی مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بہت ہی تضرع کے بعد بارگاہ رسالت سے یہ امر ہوا کہ اے عزیز جب تک حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی غلطی کی معافی نہیں چاہو گے میری زیارت سے محروم رہو گے بس اس واقعہ نے اسے اور مضطرب کر دیا۔ بس حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہونے میں اس نے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ تب آپ نے رحم فرمایا اور اس کی طرف توجہ التفات فرمائی پس اس کو مقصود حاصل ہو گیا۔

(۲) شرائف غوثیہ کے صفحہ ۲۲۶ پر لکھا ہے کہ ایک حاجت مند آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' تنگدستی کی بنا پر مدد کے لئے التجا کی۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارا چار آنوں میں روزانہ گزارا ہو جائے گا۔ اس نے عرض کیا کہ حضور اضافہ فرما دیں۔ آپ نے پھر استفسار فرمایا کہ کیا آٹھ آنوں میں گزارا ہو جائے گا۔ اس حاجت مند نے عرض کیا کہ حضور اور بڑھا دیں۔ آپ نے ایک روپیہ کر دیا۔ حضرت شیخ نے ایک سفید کاغذ پر لکیر کھینچی اور ایک نقطہ ڈال دیا اور حاجت مند کو دے دیا اور تاکید فرمائی کہ اس راز کو ظاہر نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ تجھے روزانہ ایک روپیہ دے گا۔ پس اس شخص کو کارخانہ غیب سے روزانہ ایک روپیہ ملنے لگا اور اس کی محتاجی دور ہو گئی۔ اس کی بیوی اس غیبی امداد پر بہت متحیر تھی۔ اس نے ایک دن اپنے خاوند سے استفسار کیا اور بتانے پر مجبور کیا۔ آخر کار اس شخص نے مجبور ہو کر اس راز کو بیوی پر ظاہر کر دیا۔ اس عورت نے مذکورہ کاغذ کو بھی دیکھا اور خاوند کو قائل کر لیا کہ وہ اس پر ایک اور نقطہ ڈال دے تاکہ روزانہ ہمیں زیادہ روپے ملنے لگیں۔ اس شخص نے جب ایسے ہی کیا تو روپے ملنے بند ہو گئے۔ پھر وہ کاغذ لے کر حضرت شیخ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ نے وہ کاغذ اس شخص سے لے کر پارہ پارہ کر دیا۔ وہ شخص اس لالچ کی بنا پر بہت پشیمان ہوا۔

فضائل : شرائف غوثیہ میں تحریر ہے کہ آپ حافظ کلام الٰہی وامور تجلیات نامتناہی و عارف کامل اور خلف رشید حضرت شیخ ابو محمد تھے اور آپ کے فیوض و برکات کے وارث تھے۔ بہت جلد ہی آپ بروقدم تجرید معمور ہوئے اور دنیا سے سیر ہو گئے۔ آخر عمر تک آپ کی یہ عادت شریفہ تھی کہ اکثر روزے رکھتے۔

آپ دودھ و چاول سے خود افطاری فرماتے اور باقی طعام آپ حاضرین مجلس میں تقسیم فرما دیتے۔ نماز عشاء کے بعد آپ عراق کی جانب سر برہنہ کھڑے ہوئے اور ختم قرآن فرماتے اور نماز تہجد ادا فرماتے۔ اول وقت چاشت تک دنیاوی کلام نہ فرماتے تھے۔ آپ کے ہاتھ سے ان گنت کرامات سرزد ہوئیں جن کا بیان کرنا انسان کے بس سے باہر ہے۔

تصانیف: محمد دین کلیم مورخ لاہور لکھتے ہیں کہ

آپ نے قصیدہ غوثیہ کی فارسی زبان میں ایک شرح لکھی تھی جس کے تقریباً دو سو صفحات قلمی تھے۔ یہ کتاب نایاب ہے لیکن اس کی ایک کاپی مولوی شمس دین تاجر کتب کے پاس دیکھی گئی ہے۔ "پنجاب میں اردو" میں تحریر ہے کہ شیخ محمد افضل کلانوری کی شخصیت نے ادبیات پنجاب پر خاصا اثر ڈالا۔ وہ خود شاعر تھے اور شیخ فاضل الدین بٹالوی اور ان کے متبعین جو اس تحریک کے روح رواں تھے۔ شاعری میں محض اپنے مرشد بزرگوار کی سنت کی پیروی کر رہے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ کہنا بے جانہ ہو گا کہ اس تحریک کے بانی مبانی دراصل شیخ محمد افضل کلانوری ہیں۔ "تاریخ ادب اردو" جلد اول میں لکھا ہے کہ شیخ فاضل الدین، شیخ محمد افضل کلانوری کے مرید تھے اصل کتاب میں کاتب نے غلطی سے لاہوری لکھ دیا ہے شیخ محمد افضل خود بھی شاعر تھے اور انہی کی روایت تصوف و شعر کو ان کے لائق مرید محمد فاضل الدین بٹالوی اصل کتاب میں کاتب نے غلطی سے افضل الدین لکھ دیا ہے نے آگے بڑھایا۔ قاضی فضل حق کو، چودھری محمد یعقوب کی وساطت سے ایک ضخیم بیاض دستیاب ہوئی تھی جس میں سلسلہ قادریہ بٹالویہ کے اکثر مشائخ اور ان کے متوسلین کا فارسی، اردو اور پنجابی کلام دیا گیا تھا۔ اس بیاض سے انہوں نے شیخ محمد افضل کلانوری کی ایک نظم بھی نقل کی ہے جو حضرت غوث اعظمؓ سے اظہار عقیدت کے طور پر قلم بند کی گئی ہے:

(اورینٹل کالج میگزین ص ۶۰ فروری ۱۹۳۳ء، ۶۴۶ و ۶۴۷)

اے شاہ شاہاں پیرمن لینی خبر نامرد کی
کرنا توجہ از کرم پاؤں خلاصی درد کی
دن رین تجھ بن زار ہوں بیکس پریشاں خوار ہوں

قربان تیرے نام پر سنی حقیقت فرد کی
پنچھی اکیلا میں پھنسا' تھرتھر تڑپتا ہے جیا
اس ہاتھ بیری کٹھن کے دیکھی جو تیزی گرد کی
پھانسی پھنسا ہوں سخت تراس وقت پر کرنا کرم
مشکل کشا ہو جلد تر پھانسی کٹو اس درد کی
وچ قعر دریا درد کے بے کل ہو یا ہوں دین دن
یاغوث اعظم محی دین زاری سنو اس مرد کی
چوپٹ پڑا ہوں گرد میں جگ سے پھٹا ہوں ایکلا
تجھ بن نہ کوئی پاس ہے تک سارلے اس فرد کی
حریف وہ بدمست ہے چاہتا ہے بازی چھین لے
چو رنگ پڑا ہوں غم ستی کرنی مدد رنگ زرد کی
بھتی گئی اوڑک ہوئی اب میں پڑا ہوں پاؤں پر
کر کر تصدیق پاؤں کا بازی ہرو نامرد کی
تجھ بن نہ کوئی ہے مرا اے شاہ شاہاں دستگیر
کر کر نظر اک مہر کی فریاد سن دم سرد کی
مجوب ہو گوشہ پڑا تن پر نہ پردہ چاک ہے
پردہ ایماں بخشو مجھے حرمت نہیں بے پرد کی
تم شہ غریب نواز ہو ہر سروراں سرتاج ہو
بنتی سنوں اے بادشاہ افضل مسافر مرد کی

(پنجاب کے قدیم شعرا مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ص ۲۰۔ ۲۱) و
(اورینٹل کالج میگزین : ص ۶۰' فروری ۱۹۳۳ء)

خلفاء : آپ کے خلفاء کرام اور مریدین حضرات میں حضرت ابوالفرح مولانا سید محمد فاضل الدین قادری بٹالوی اور شیخ محمد نور قادری قدس اسرارہم بہت مشہور و معروف ہیں۔ مولانا سید نا محمد فاضل الدین قادری بٹالوی : آپ کو حضرت غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے خواب میں حضرت شیخ محمد افضل کلانوری سے بیعت کرنے کا حکم فرمایا تھا شیخ محمد افضل (کلانوری) رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بارے میں

یوں فرمایا کرتے تھے: "چوں روز قیامت شود خدای عزوجل از من بہ پرسید کہ ای محمد افضل از دنیا برای ماچہ آوردی خواہم گفت کہ خداوند ابرای تو محمد فاضل را آوردہ ام۔" (ترجمہ) "جب قیامت کا دن ہو گا اور خدا تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا کہ اے محمد افضل میرے لئے دنیا سے کیا لے کر آئے ہو تو میں کہوں گا خداوند تعالیٰ میں تیرے لئے محمد فاضل لے کر آیا ہوں۔"

کیپٹن جناب احسان اللہ خاں دانش قادری فاضلی پشاوری لکھتے ہیں کہ قادریت کا یہی فیض حضرت شیخ محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ سے قادریہ بٹالہ شریف کے بانی حضرت سید ابوالفرح محمد فاضل الدین رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچا۔ سیدنا غوث اعظم کی توجہات عالیہ کی برکت ہے جو ان کی جانب سے پہلے ہی حضرت سیدنا فاضل الدین علیہ الرحمتہ پر مرکوز تھیں۔ یہ نسبت عزیز اس قدر قوی ثابت ہوئی کہ حضرت سیدنا فاضل الدین نے آپ کو حضرت غوث الثقلین کے ارشاد کے مطابق اس سلسلہ عالیہ کی اشاعت و تبلیغ کے لئے کلی طور پر وقف کر دیا۔

حافظ محمود شیرانی لکھتے ہیں کہ شیخ نور محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ سید محمد فاضل کے پیر بھائی ہیں جو شیخ محمد افضل کے مرید ہیں۔ ان کی اردو مناجات کچھ اشعار یہاں نقل کرتا ہوں۔ یہ خانقاہی اردو کے نمونے آج ہمارے کانوں کو عجیب معلوم ہوں گے لیکن ہمیں تاریخی دلچسپی کی رو سے ان پر نگاہ ڈالنی چاہیے۔ یہ تبرکات ایسے عہد کی یادگار ہیں جب کہ ابھی دہلی میں بھی سناٹا تھا اور میرو سودا کی غزل خوانی شروع ہونے میں ایک عرصہ درکار تھا۔ بعض الفاظ کا جو غلط تلفظ دیا ہے۔ پرانی اردو زبان میں اس طرح بولے جاتے تھے۔

کچھ اشعار:

بہر خدا تو اے صبا بغداد جا فریاد کر
دربار میراں شاہ کے کہہ منتی مجھ سر بسر
تیرے مرید جو خاص ہیں ان کے سگاں کاہوں میں سگ
بہر خدا اور مصطفیٰ کر لطف کی مجھ پر نظر
بوجھا ہے کہ تحقیق میں عالی تری درجات ہے
صدقہ علی حسنین کا آفرق مجھ کے قدم دھر

افضل سائیں نائب تیرے میرے پھڑے نے دست جی
برکت اونہوں کے نام کی مجھ سوں گواہر شورو شر

(پنجاب میں اردو حصہ اول ص ۲۵۱)

محمد دین لاہوری لکھتے ہیں کہ شیخ نور محمد قادری حضرت شیخ محمد افضل کلانوری کے مرید اور خلیفہ حضرت سید فاضل الدین قادری بٹالوی کے پیر بھائی ہیں۔ بٹالہ اور کلانور میں اپ کا آنا جانا تھا۔ نہایت نیک نفیس بزرگ تھے اور علم تصوف کے حقائق و معارف پر دستگاہ کامل رکھتے تھے۔ متوکل اور مستغنی المزاج تھے۔ بے شمار لوگ ان کے حلقہ ارادات میں شامل تھے۔ پیرو مرشد کے ساتھ لاہور آئے تھے۔ آپ شاعر بھی تھے۔ وصال ۱۷۴۰ء کے لگ بھگ ہوا۔

ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں کہ شیخ محمد افضل لاہوری (کلانوری) کے دوسرے مرید شیخ محمد نور کا ذکر بھی ضروری ہے۔ شیخ محمد نور بھی تصوف و شاعری کے اسی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں جس میں سید محمد فاضل الدین بٹالوی رنگے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ شیخ محمد نور کا زیادہ تر کلام حمد و نعت میں ہے۔ ان کے کلام پر قدیم رنگ سخن حاوی ہے۔

وصال: آنجناب کا سن وصال ۱۱۲۲ھ مطابق ۱۷۱۰ء کے لگ بھگ بیان کیا جاتا ہے جبکہ پروفیسر محمد اسلم اور مفتی غلام سرور مخدوم محمد افضل لاہوری ثم کلانوری کا سن وصال ۱۱۴۴ھ / ۱۷۳۲ء لکھتے ہیں۔

مزار: مرقد منور موجود وال جو کلانور کی ایک نواحی بستی ہے ضلع گورداسپور بھارت میں واقع ہے۔ ساتھ ہی بہت بڑی خانقاہ بشکل چار دیواری اور باغیچہ بھی ہے۔ قیام پاکستان کے بعد حضرات دربار فاضلیہ وہاں جاتے رہے ہیں۔

تفصیل خانقاہ شریف کلانور: ۱۔ مشرق میں حضرت شیخ محمد افضل رضوان اللہ علیہ ۲۔ مغرب میں حضرت سیدنا غلام غوث قادری رضوان اللہ علیہ سجادہ نشین سوم دربار قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف

حضرت سید احمد شاہ صاحب رضوان اللہ علیہ سجادہ نشین پنجم دربار قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف نے کلانور کے مقام پر جس جگہ حضرت شیخ محمد افضل

کلانوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سیدنا غلام غوث رحمۃ اللہ علیہ سجاد نشین ثالث دربار قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف کے مزارات ہیں وہاں پر بھی مسافر خانے اور مسجد کی تعمیر کرائی اور خوبصورت وسیع باغ لگوایا۔ کیونکہ وہاں خانقاہ شریف کی زیارت کے لئے ہر سال دو دفعہ حضرت سجادہ نشین دربار قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف کا تشریف لے جانا مسئولیات منصبی میں شامل تھا۔

ایک غلطی کا ازالہ : پروفیسر محمد اسلم چیئرمین شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور رسالہ ششماہی "کھوج۔" شعبہ پنجابی' پنجاب یونیورسٹی لاہور کے صفحہ ۴۲ تے لکھدا اے "مخدوم محمد افضل دے سارے تذکرہ نگاراں نے اوہناں نوں حضرت ابو محمد قادری دا مرید لکھیا اے پر ا۔نہاں دوناں بزرگاں دے وچ ۹۲ ورہیاں دا فرق اے۔ ایس توں معلوم ہوندا اے کہ درمیان وچوں کوئی کڑی گواچ گئی اے۔ احمد شاہ لکھدا اے کہ مخدوم صاحب فرماندے ہوندے سن کہ اوہناں نے قادری طریقہ اپنے والد کرلوں سکھیا سی۔ احمد شاہ دے الفاظ ایہہ نیں۔ " فرمودند ماہم در طریق انیق قادری اشغال را از پدر بزرگوار خود باتمام رسانیدہ ام" ایس تو ایہہ نتیجہ دی کڈھیا جا سکدا اے کہ اوہناں دے والد صاحب حضرت ابو محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ دے مرید ہوں گے تے ایہی کڑی وچوں گواچی ہوئی اے۔

وضاحت : پروفیسر محمد اسلم صاحب نے سیدنا احمد شاہ رضوان اللہ علیہ سجادہ نشین پنجم دربار قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف کی تصنیف "احوال ملک ہندو ملوک آں" کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مخدوم محمد افضل فرماتے تھے کہ انہوں نے قادری طریقہ اپنے والد سے سیکھا۔ سیدنا محمد شاہ رضوان اللہ علیہ سجادہ نشین چہارم دربار قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف المتوفی ۱۲۲۴ھ اپنی تصنیف شرائف غوثیہ ۲۲۲ پر تحریر فرمایا ہے کہ مخدوم محمد افضل خلف رشید صاحبزادہ حضرت شیخ ابو محمد تھے اور آپ کے وارث حال تھے۔ لہٰذا سیدنا احمد شاہ رضوان اللہ علیہ نے درست تحریر فرمایا کہ مخدوم محمد افضل نے قادری طریقہ اپنے والد یعنی حضرت ابو محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھا۔ الحاصل حضرت ابو محمد قادری لاہوری حضرت شیخ محمد طاہر بندگی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی مسند خلافت قادریہ کے مسند نشین تھے مزید تمام تذکرہ

نگاروں نے بھی حضرت شیخ محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت ابو محمد قادری کا مرید لکھا ہے۔ باقی رہا دونوں بزرگوں میں ۹۲ سال کا فرق تو اس بارے میں عرض ہے کہ بزرگوں کی تاریخ وصال میں اختلاف پائے جانے کی بنا پر اس کو حتمی نہیں سمجھا جا سکتا۔ جناب پروفیسر اسلم صاحب کا استدلال مفروضے پر مبنی ہے۔

مولف کتاب ہذا (اسرار الحسنین قادری فاضلی) کو جناب کیپٹن احسان اللہ خان دانش قادری فاضلی پشاوری جو مختلف اخبارات اور میگزین کے کالم اور مضامین نویس ہیں اور مشائخ قادریہ فاضلیہ پر دقیق تحقیق رکھتے ہیں' نے بتایا کہ بزرگوں سے یہ روایت منقول ہے کہ حضرت شیخ محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو محمد قادری کے صاحبزادہ تھے اور والد ماجد کے بڑھاپے میں پیدا ہوئے تھے۔ اسی لیے دونوں بزرگوں کی عمر میں کافی تفاوت ہے۔

۳۳۔ ابوالفرح حضرت سید محمد فاضل الدین الگیلانی القادری رحمۃ اللہ علیہ بانی سلسلہ قادریہ فاضلیہ

اسم گرامی: آپ کا اسم گرامی حضرت محمد فاضل ملقب بہ فاضل الدین ہے۔ ابوالفرح و ممدوح صاحب کے القابات سے مشہور ہوئے۔

ولادت: قطب معظم حضرت اعلیٰ سیدنا ابوالفرح سید محمد فاضل الدین قادری رضوان اللہ علیہ سال ۱۰۷۰ھ میں بمقام چک قاضی تحصیل شکرگڑھ ضلع سیالکوٹ پیدا ہوئے۔

والد: آپ کے والد محترم ابوالحسن جناب سید عنایت اللہ حکومت وقت میں عدلیہ کے معزز ترین منصب پر فائز تھے۔ آپ کا اسم شریف عنایت اللہ' کنیت ابو محمد اور لقب میر زاہد ہے آپ کی ولادت رجب ۱۰۳۱ھ میں ہوئی۔ آپ نے علوم عربی و فارسی کی تحصیل اپنے والد محترم سیدنا علی عارف سے لی۔ آپ نے والد محترم کے علاوہ استفادہ علم علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کے نواسہ فتح محمد سے اور

جناب محمد غوث لاہوری سے بھی کیا آپ ایک عالی پایہ عالم و فاضل ہونے کے علاوہ بڑے متقی اور زاہد شب زندہ دار بھی تھے۔ آپ شہنشاہ ہند شہاب الدین محمد شاہجہان اور محی الدین اورنگ زیب کے عہد میں کشمیر' کابل' دہلی وغیرہ مقامات میں متفرق اوقات پر قاضی القضاۃ رہے ہیں۔ آپ اپنے اوصاف حمیدہ اور اخلاق جمیلہ کے باعث بڑے مقبول تھے آپ کا وصال مبارک ۱۱۲۱ھ میں نہم ذوالحجہ میں ہوا۔ آپ کا مزار مقدس دہلی میں ہے۔

آپ میدان مجاہدہ کے مبارز اور ایوان مشاہدہ کے بہترین مجاہد تھے۔ شرع محمدی کے روشن چراغ تھے۔ بہترین انشاء پرداز تھے۔ فصاحت و بلاغت میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ جامعہ مغلیہ دہلی کی لائبریری میں مشکوۃ شریف کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے جس پر شہنشاہ ہند اورنگ زیب عالمگیر کی مہر اور دستخط ثبت ہیں اور اس کے ساتھ ہی قاضی القضاۃ سید عنایت اللہ شاہ کی مہر و دستخط بھی موجود ہیں۔۔۔۔ آپ کے شجرہ نسب سے ظاہر ہے کہ آپ کے سات بیٹے ہوئے جن میں سے محمد باقر و محمد اکرم اور محمد فاضل بٹالوی زیادہ مشہور ہوئے۔

اولاد نرینہ : سیدنا محمد امجد ملقب بہ اشہ باشہ الامجد' سیدنا محمد اکرم' سیدنا محمد باقر' سیدنا محمد جعفر' سیدنا محمد افضل' سیدنا محمد اشرف' حضرت سیدنا محمد فاضل ملقب بہ فاضل الدین' بانی سلسلہ قادریہ فاضلیہ

آپ کا مقام : آپ کو حضرت رسول خدا ﷺ سرور انبیاء کی زیارت ہوا کرتی۔ مقام حضوری حاصل تھا۔ آپ مفتی تھے۔ آپ کا فتویٰ چلتا تھا۔

مہروں کے نشان مندرجہ ذیل ہیں۔

نقش اول	نقش دوم
خادم شرع رسول اللہ ﷺ	وافوض امری الی اللہ
وافوض امری الی اللہ	قاضی عنایت اللہ
قاضی القضاۃ عنایت اللہ	خادم شروع رسول

سید ابوالحسن عنایت اللہ عہد مغلیہ میں عدلیہ کے اعلیٰ ترین منصب پر فا[ئز] رہے اور امین حکومت اور عوام الناس دونوں ہی میں بڑی قدر و منزلت ک[ی]

نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ حضرت شاہ عنایت اللہ جو کہ منصب جلیل قاضی القضاۃ صوبہ کابل و کشمیر تھے باوجود مصروفیت مکمل وقت عبادت میں رہتے تھے۔

سیدنا و مولانا ابوالفرح محمد فاضل الدین القادری الگیلانی رضوان اللہ علیہ نے اپنی تصنیف "نخبۃ الاخیار جلد اول بزبان فارسی اس کتاب کا قدیم قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری نیو کیمپس ذخیرہ آذر میں موجود ہے اس میں آپ نے تحریر فرمایا۔

"شیخ ابو محمد عنایت اللہ سادات تھے۔ برمذہب امام اعظم ابوحنیفہ تھے۔ قاضی القضاۃ دارالملک کابل تھے۔"

شجرہ نسب : سیدنا و مولانا ابوالفرح محمد فاضل الدین القادری الگیلانی رضوان اللہ علیہ نے اپنی تصنیف "نخبۃ الاخیار" میں اپنا نسبی شجرہ جو تحریر فرمایا ہے وہ وہی ہے جو دربار قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف فاضلیہ کالونی فیروزپور روڈ سے شائع شدہ ہے۔ تاہم اب تک شجرہ شریف نسبی درج ذیل ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت سید راغب محی الدین مدظلہ عالی ابن حضرت سید الطاف محی الدین مدظلہ عالی ابن حضرت سید بدر محی الدین ابن حضرت سید نذر محی الدین ابن حضرت سید حافظ ظہور الحسین ابن حضرت سید حسین ابن حضرت سید احمد ابن حضرت سید محمد ابن حضرت سید غلام غوث ابن حضرت سید غلام قادر شاہ ابن حضرت سید ابوالفرح محمد فاضل الدین رضوان اللہ علیہ ابن حضرت سید عنایت اللہ ابن حضرت سید محمد عارف ابن حضرت سید محمد معروف ابن حضرت سید آدم ابن حضرت سید موسیٰ ابن حضرت سید فیروز الدین ابن حضرت سید بدیع الدین ابن حضرت سید محمد ابن حضرت سید علی شاہ ابن حضرت سید عباس ابن حضرت سید ابو یوسف محمد ابن حضرت سید ابوالفضل احمد رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت سید عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت سید محمد رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت بو صالح نصر رحمۃ اللہ علیہ ابن سید عبدالرزاق' ابن حضرت غوث اعظم سیدنا الشیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ابن سید بوصالح ابن حضرت سید عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت سید یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت سید ابو محمد ابن حضرت سید داؤد رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت سید موسیٰ ثانی ابن حضرت سید عبداللہ صالح رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت سید بموسی الجون رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت سید عبداللہ ابن حضرت سید حسن مثنیٰ ابن حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ابن حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ

و فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا بنت حضرت سیدنا خاتم النبین محمد مصطفےٰ ﷺ
آپ کا خاندان نسبی لحاظ سے گیلانی سید ہے یعنی حضور غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ہے۔ آپ کا نسب حضور پیر دستگیر سیدنا سید عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ حضرت بدیع الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ جو گیارہویں پشت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ موصوف کی اولاد سے ہی ہیں۔ حضرت ابوالفرح ممدوح ان سے چھٹے واسطہ سے نسبی لحاظ سے ہیں شجرہ نسبی مندرجہ ذیل ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ:

(والد ماجد کی طرف سے)	(والدہ ماجدہ کی طرف سے)
حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ	سیدنا فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا
امام حسن رضی اللہ عنہ	امام حسین رضی اللہ عنہ
امام حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ	امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ
حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ
حضرت امام موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ	امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ
حضرت عبداللہ صالح رحمۃ اللہ علیہ	امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ
حضرت موسیٰ ثانی رحمۃ اللہ علیہ	امام علی رضا رحمۃ اللہ علیہ
حضرت امام داؤد رحمۃ اللہ علیہ	امام ابو علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ
حضرت ابو محمد رحمۃ اللہ علیہ	امام کمال الدین عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ
حضرت یحییٰ زاہد رحمۃ اللہ علیہ	امام ابو العطاء عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ
حضرت عبداللہ نوری رحمۃ اللہ علیہ	امام سید محمود رحمۃ اللہ علیہ
حضرت ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ	حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ
حضرت غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	سیدۃ الفاطمہ

۱۔ سید حضرت عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ سید حضرت عماد الدین ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ
۳۔ سید محی الدین ابو نصر محمد رحمۃ اللہ علیہ
۴۔ سید ابو محمد عبداللہ محی الدین ثانی رحمۃ اللہ علیہ
۵۔ سید ابو الفضل احمد رحمۃ اللہ علیہ
۶۔ سید حضرت ابو یوسف شمس دین محمد رحمۃ اللہ علیہ
۷۔ سید حضرت عباس عرف مسعود رحمۃ اللہ علیہ
۸۔ سید حضرت علی رضی اللہ عنہ
۹۔ سید حضرت محمد ثالث رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۔ سید ابوالحسن علی قادری بدی آغا شہید رحمۃ اللہ علیہ ۱۱۔ سید ابوالفتح فیروز الدین رحمۃ اللہ علیہ
۱۲۔ سید حضرت شرف الدین موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۔ سیدنا محمد معروف حضرت صفی الدین آدم رحمۃ اللہ علیہ
۱۴۔ سیدنا محمد علی عارف رحمۃ اللہ علیہ ۱۵۔ سید امیر زاہد ابو محمد عنایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ
۱۶۔ سید ابوالفرح حضرت محمد فاضل الدین رحمۃ اللہ علیہ بانی دربار فاضلیہ بٹالہ شریف

حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس خاندان کی نسبت سادات کا ذکر فرمایا ہے خلاصہ ہندو امراء شاہ جہانی میں خاندان فاضلیہ کا ذکر مذکور ہے آغا بدیع الدین شہید ہمایوں کے عہد میں ہندوستان میں تشریف لائے تھے اور اسی وقت سے یہاں ہندوستان میں اقامت گزیں ہو گئے آپ کو اور آپ کے فرزند بلند اختر کو نہایت معقول جاگیریں ملتی رہیں۔ سید عنایت اللہ آپ ہی کی اولاد سے تھے جیسے کہ شجرہ مذکورہ سے ظاہر ہے اور چک قاضیاں ضلع گورداسپور میں سید عنایت اللہ موصوف کا انتقال ہوا اور وہاں ہی مدفون ہوئے۔ حضرت بدیع الدین المشہور آغا شہید کا سلسلہ نسب ۱۲ واسطوں سے سیدنا حضرت غوث الاعظم تک پہنچتا ہے جو حسب ذیل ہے سید بدیع الدین المشہور آغا شہید بن سید محمد علی جیلی بن عباس جیلی بن ابو یوسف محمد شاہ جیلی بن ابوالفضل احمد جیلی بن عبداللہ جیلی بن محی الدین ابو نصر محمد بن ابو موسیٰ یحییٰ بن قطب العالم عمادالدین ابو صالح نصر بن تاج دین ابوبکر عبدالرزاق بن سید عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی۔

محدث و شارح مشکوۃ شریف حضرت ملا علی قاری نزہۃ الخاطر الفاطر میں تحریر فرماتے ہیں۔

والدہ مکرمہ کی نسبت سے سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کا سلسلہ نسب حضرت امام جام سید الشہداء ابو عبداللہ حسین بن سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے معتبر اور ثقہ روایتوں میں آپ کا ننھالی سلسلہ نسب یوں بیان کیا گیا ہے۔

"سید محی الدین ابو محمد عبدالقادر بن امۃ الجبار (سیدہ فاطمہ) بنت سید عبداللہ صومعی بن سید ابو جمال الدین بن سید محمود بن سید ابو العطاء بن سید کمال الدین عیسیٰ بن سید ابوعلاؤالدین محمد جواد بن امام سید علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن زین العابدین بن سید الشہداء ابو عبداللہ حسین بن امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب' ان نسبتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت

سیدنا عبدالقادر جیلانی شریف الطرفین اور صحیح النسین سید تھے۔ آپ کے والدین کریمین کا سلسلہ نسب حضرت حسنین رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔"

حضرت ملا علی قاری کتاب مذکورہ میں مزید فرماتے ہیں کہ جناب شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد مراتبہ جلیلہ پر فائز رہی اور مشہور آفاق رہی ہے۔ جو شخص اس واضح حقیقت سے انکار کرتا ہے۔ اسے ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ ان شانئک ھوالا بتر

آپ آگے تحریر فرماتے ہیں کہ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا کیونکہ صحیح ترین عقیدہ کے مطابق حضرت امام مہدی کا ظہور بھی اسی خانوادہ سے ہوگا جیسا کہ ہم (حضرت ملا علی قاری) نے اپنی کتاب "المہدی" میں اس بات کو ثابت کیا ہے۔

الحاصل حضرت برہان العارفین سید ابوالفرح محمد فاضل الدین قادری کو ہر دو نوع کا تفاضل حاصل ہے۔ یعنی نسبی شجرہ اور روحانی شجرہ (مرشدی شجرہ) کے اعتبارات سے آپ کا مقام ارفع و اعلیٰ ہے۔

ہندوستان میں آمد: آغا سید بدیع الدین شہید اعلیٰ حضرت سیدنا فاضل الدین رضوان اللہ علیہ کے سلف صالحین میں سب سے پہلے بزرگ ہیں۔ جو عہد ہمایوں میں برصغیر میں تشریف لائے تھے اور آغا سید بدیع الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کو اس عہد میں مغلیہ حکومت میں فوج کا نہایت ممتاز منصب دیا گیا تھا اور آغا سید بدیع الدین سیالکوٹ کے اس علاقہ میں اقامت فرما ہوگئے جو آج کل تحصیل شکرگڑھ ضلع سیالکوٹ پاکستان میں ہے۔ اس علاقہ میں آپ کو حکومت نے وسیع جاگیرداری بھی دی ہوئی تھی۔ جہاں آپ کی اولاد امجاد آباد ہے۔ چنانچہ حضرت اعلیٰ کے اسلاف دنیوی اعتبار سے شامخ اور سربلند عزت و اقتدار کی زندگی بسر کرتے رہے اور ان کے مفاخر کا شرف تاریخی کتابوں میں روشن چلا آتا ہے۔ حضرت سید بدیع الدین قادری المشہور آغا شہید' شہنشاہ ہمایوں کے ہمراہ اس وقت ہندوستان میں تشریف لائے تھے جب شہنشاہ ہمایوں نے شاہ طہماسپ والئی ایران سے فوجی امداد حاصل کرکے ہندوستان پر دوبارہ حملہ کیا تھا یہ واقعہ ۹۶۲/۱۵۵۴ء کا ہے۔ شہنشاہ ہمایوں نے اپنے ایام جلاوطنی میں متعدد مقامات کی زیارت کی جب آپ بغداد شریف میں سیدنا قطب ربانی حضرت سید عبدالقادر گیلانی غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر

پہنچے تو وہاں درگاہ عالیہ کے سجادہ نشین حضرت سید محمد مکی سے ملاقات کے وقت یہ درخواست کی کہ وہ اپنی اولاد میں سے کسی عظیم شخصیت کو بطور مذہبی پیشوا میرے ہمراہ کر دیں تاکہ حسب خیر و برکت اور فتح و نصرت بھی ہو اور فوج میں اسلامی جذبہ و جوش بھی پیدا ہو۔ حضرت محمد مکی ؒ نے شہنشاہ ہمایوں کی درخواست قبول کرتے ہوئے سید بدیع الدین قادری المشہور آقا شہید کو آپ کے ہمراہ بھیج دیا اور شہنشاہ ہمایوں نے مذہبی امور اوقات اور عدل و انصاف کے محکمے ان کے سپرد کر دیئے ——— شہنشاہ ہمایوں کو زیادہ دیر تک حکومت کرنا نصیب نہ ہوا۔ کوئی چھ مہینے بعد ہی وہ دہلی میں اپنی لائبریری کی سیڑھیوں سے اترتا ہوا گر پڑا اور راہی ملک عدم ہوا...... شہنشاہ ہمایوں کی وفات کے ساتھ ہی تمام ملک میں طوائف الملوکی کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ حالات انتہائی نازک صورت اختیار کر رہے تھے شہنشاہ اکبر نے روانگی سے قبل اس علاقہ پر حکمرانی کے تمام اختیارات اور اسلامی فوج کی قیادت سید بدیع الدین کو سونپی اور وہ خود فوراً دہلی کو روانہ ہو گیا۔ دشمن موقع سے فائدہ اٹھانے کی تاک میں تھا جب اس نے دیکھا کہ یہاں اسلامی فوج کی تعداد برائے نام ہی ہے تو اس نے مقامی راجاؤں اور جاگیرداروں کو اپنے ساتھ ملا کر مٹھی بھر اسلامی لشکر کو بری طرح اپنے نرغے میں لے لیا اور ہر طرف سے مکمل طور پر ناکہ بندی کر دی گئی کہ جانوروں کے لئے بھی پانی اور چارہ اور انسانوں کے لئے اشیاء خورد و نوش کے حصول کی تمام راہیں مسدود کر دیں۔ سید بدیع الدین ؒ نے تحفظ اسلام کی خاطر اپنے مٹھی بھر جانثاران اسلام کے ساتھ مقابلہ جنگ کا آغاز کیا۔ یہ جنگ موضع کوٹلہ اور سہارن کے درمیان ہوئی۔ سید بدیع الدین ؒ نے اپنے مورث اعلیٰ حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام کی یاد دلا دی۔ شجاعت دیتے ہوئے ہر طرف سے دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے اور آپ کا تمام جسم زخموں سے چور چور ہو چکا تھا یہ جمعہ کا دن تھا۔ نماز جمعہ کا وقت ہو گیا تو آپ نے میدان جنگ میں تلواروں اور برچھیوں کے سایہ کے نماز جمعہ ادا کرنا چاہی لیکن دشمنوں نے آپ کو اسی عالم میں شہید کر دیا۔ حضرت بدیع الدین ؒ کا مزار مبارک موضع کوٹ میں [illegible] موضع سہارن میں دفن ہو گیا جو آج تک مرجع خلائق ہے اور آقا شہید کے نام سے مشہور ہے..... شہنشاہ اکبر نے اپنے شاہی فرمان میں حضرت بدیع الدین کی عظیم خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ان کے فرزند ارجمند سید قطب الدین شاہ کو "ابوالمکارم"

کے خطاب سے سرفراز فرمایا اور انہیں پرگنہ میگنٹری کا قاضی مقرر کرکے موضع چک قاضیاں کا وہ تمام علاقہ بطور جاگیر عطا فرمایا۔ جس کی حدود دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ موجودہ چک قاضیاں اب اسی جگہ ہے۔ آپ کے ہمراہ حضرت امام علی الحق بھی ہندوستان میں تشریف لائے تھے اور انہوں نے اپنی سکونت سیالکوٹ میں اختیار کی۔ یہ دونوں علاقہ جات ہندوستان میں کفر کا گڑھ تھے بسلسلہ تبلیغ اسلام ان دونوں اولیائے کرام کی جنگ کفار سے ہوئی اور اپنے اپنے علاقہ میں شہید ہوگئے۔
حضرت آغا بدیع الدین کی شہادت یوم پنج جشنبہ ۵ ربیع الثانی ۹۰۴ھ میں ہوئی تھی۔ آپ کا سر مبارک تن اطہر سے بوقت شہادت جدا ہوگیا تھا۔ مگر پھر بھی تن مبارک اکیلا ہی میدان کارزار میں لڑتا رہا۔ کہ جس کی وجہ سے کفار پر آپ کی ہیبت طاری ہوئی اور میدان جنگ سے بھاگ گئے۔ سر مبارک موضع گھونہ تحصیل شکرگڑھ میں تن مبارک سے جدا ہوا تھا کہ جس کی وجہ سے سر مبارک کا مزار شریف موضع گھونہ میں ہی بنا اور تن مبارک اکیلا لڑتا لڑتا موضع سہاری تک پہنچ کر زمین پر گر پڑا تھا۔ لہٰذا تن مبارک کا مزار موضع سہاری میں بنا۔ آپ کے احفاد میں شیخ ابوالفرح سید محمد فاضل الدین بٹالوی نے خاص شہرت حاصل کی۔

آغا شہید کی اولاد میں سے کئی صاحبان اور ذی احترام علمائے کرام پیدا ہوئے اور شاہان وقت نے ان کی خدمت کو سراہا۔ کئی ان میں سے کابل اور کشمیر کے عہدہ قضاۃ پر فائز ہوئے اور بعض نے قطب ربانی اور ولایت کا درجہ حاصل کیا حضرت شاہ عصمت اللہ اپنے وقت کے قطب ولایت تھے انہوں نے بحالت بیداری کلام و زیارت سیدالانبیاء سرور کائنات ﷺ کا شرف پایا تھا۔ مشکوۃ شریف عموماً آپ کے زیر مطالعہ رہتی تھی۔ اس کتاب پر شاہ عصمت اللہ نے سید آغا شہید کے متعلق جابجا حاشئے تحریر کئے ہیں۔ شہنشاہ ہند اورنگ زیب عالمگیر کو بھی آغا شہید کے حالات معلوم کرنے کا بڑا شوق تھا اور وہ غائبانہ طور پر آغا شہید سے گہری عقیدت رکھتا تھا۔ اسے جب سید عصمت اللہ کی کتاب پر لکھے ہوئے حاشیوں کا علم ہوا تو اس نے کتاب کو منگوا کر غور سے پڑھا اور اس کے بعد اسے ایک خاص کمرے میں بطور عقیدت و تبرک کے محفوظ کرلیا۔ یہ کتاب اب لائبریری مسجد فتح پوری دہلی میں موجود ہے کتاب پر شہنشاہ عالمگیر اور قاضی القضاۃ عنایت اللہ گیلانی کی مہریں ثبت ہیں بانی دربار فاضلیہ بٹالہ شریف حضرت سیدنا ابوالفرح سید محمد فاضل الدین قادری

بھی حضرت سید آغا شہید کی اولاد میں سے ہیں۔

اس خاندان مبارک کے مرشدی و نسبی شجرہ مبارک کی توثیق دربار غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ (بغداد شریف) سے ہوئی۔ تحریری توثیق بزبان عربی دربار قادریہ فاضلیہ شریف فیروز پور روڈ لاہور میں موجود ہے یہ توثیق سیدنا حافظ سید ظہور الحسین سجادہ نشین ہفتم دربار قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف رضوان اللہ علیہ المتوفی ۱۰ شوال ۱۳۱۷ھ کے عہد سجادگی میں ہوئی تھی۔ جب آپ خود بغداد شریف دربار عالیہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہونے کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ مذکورہ توثیق کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

"حضرت سیدنا بدیع الدین شہید رضوان اللہ علیہ حضرت سیدنا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ آپ ہندوستان تشریف لائے اور ملک پنجاب موضع سہاری مقیم ہوئے۔ حضرت سیدنا محمد فاضل الدین آپ کی اولاد امجاد سے ہیں جو بٹالہ شریف میں قیام پذیر ہوئے"۔ دستخط سجادہ نشین حضور سیدنا غوث اعظم بغداد شریف و دستخط سید زین الدین الگیلانی القادری البغدادی سابقہ سفیر عراق)۔

ایک انگریزی مورخ Sir Denzil Ibbatsan KCSI اپنی تصنیف طبع شدہ ۱۸۸۳ء

"The Races Casts and Tribes of the People" میں لکھتا ہے کہ شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد امجاد گیلانی سادات کہلوائی اور سادات میں اس برانچ (سادارت گیلانی) کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ مزید لکھتا کہ گیلانی سادات ہندوستان میں آکر وسط پنجاب میں آباد ہوئے۔ پنجاب کا وسط سیالکوٹ کا علاقہ بنتا ہے۔

دوسرا انگریز مورزخ W.Crooke B.A (بنگالی سروس) اپنی تصنیف "The Tribes and Castes of the North Western India" میں لکھتا ہے کہ بادشاہ ہمایوں نے جب ہندوستان کو فتح کیا تو سادات کو اعلیٰ عہدے اور منصب دیئے۔

کتاب جواہر تصوف کے مطابق حضرت سیدنا بدیع الدین آغا شہید رحمۃ اللہ علیہ کا

سالانہ عرس ۲۱ رمضان المبارک کو دربار قادریہ فاضلیہ، فاضلیہ کالونی فیروز پور روڈ لاہور منعقد ہوتا ہے۔

نوٹ = یاد رہے کہ حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت سیدنا عبدالرزاق قدس سرہ کی اولاد مبارکہ میں حضور سیدنا فاضل الدین رضوان اللہ علیہ کے آباؤ اجداد حضرت سیدنا بدیع الدین آغا شہید رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان میں تبلیغ اسلام کے لیے سب سے پہلے تشریف لائے۔ جواہر مجددیہ میں مرقوم ہے کہ حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا خرقہ خاص اپنے ذاتی کمالات سے مملو کر کے اپنے صاحبزادے سیدنا عبدالرزاق قدس سرہ کو سونپا تھا۔ اس لیے یہ خاندان مبارک روحانی و نسبی اعتبار سے اعلیٰ و ارفع ہے۔

تعلیم و تربیت: آپ نے سیالکوٹ اور لاہور کی ان درسگاہوں سے اکتساب علوم کیا جو اس زمانے میں اعذاب المناہل (نہایت شیریں چشمہ) تصور کئے جاتے تھے۔ سیالکوٹ کے علامہ عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ درس گاہ اس ہی سلسلہ میں قابل ذکر ہے۔ حضرت سیدنا ابوالفرح محمد فاضل الدین قادری رضوان اللہ علیہ کی جودت طبع اور محنت و رغبت نے کمالات علمی کے اکتساب میں آپ کی یہاں تک مساعدت کی کہ فارغ التحصیل ہونے کے بعد بھی کثرت مطالعہ میں آپ کو غیر معمولی شغف رہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے ایک بار اللہ کریم سے عرض کی۔ ای عبادک اعلم تیری بندوں میں سب سے زیادہ عالم کون ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ عالم غرثان العلم (وہ عالم جو علم کا بھوکا ہو اس ہی نظریہ کی عکاسی عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی میں بھی موجود ہے۔

بحر بے پایاں برو عقل بشر
بحر راخواص باید اے پسر

چنانچہ حضرت اعلیٰ (رضوان اللہ علیہ) کے متعلق مورخین نے لکھا ہے کہ آپ اس زمانے کے اعلم العلماء تھے۔ آپ لاہور اور سیالکوٹ سے کسب علم سے فارغ ہونے کے بعد واپس وطن میں تشریف لائے اور نکاح کی سنت ادا ہوئی۔ فارغ التحصیل ہونے کے وقت آپ کی عمر بیس سال تھی۔ آپ نے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ اس کے بعد مزید تعلیم کے لیے قصبہ بٹالہ میں تشریف لے گئے جہاں اس زمانے میں مستند تعلیمی درس گاہیں موجود تھیں اور وہاں

آپ کے آباؤ اجداد کے افراد بھی سکونت پذیر تھے۔ وہاں کے علماء و مشائخ سے استفادہ کے بعد شیخ محمد افضل کلا نوری کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوگئے۔ حضرت ابوالفرح مزید تعلیم کے لیے دہلی بھی گئے..... حضرت فاضل الدین (رضوان اللہ علیہ) نے علم و فضل کی وجہ سے بڑی شہرت حاصل کی۔

آپ نے عربی اور فارسی علوم کی تحصیل مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی کے نواسے ابوالحسن فتح محمد اور میاں محمد غوث لاہوری سے کی ہے۔

آپ نے سیالکوٹ میں مدرسہ میاں فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ میں سکونت اختیار فرمائی اور مولوی ابوالحسن شہید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر استفادہ علوم فرمایا جو اس وقت تدریس علوم میں شہرہ آفاق رکھتے تھے۔ آنحضرت میاں فتح محمد حقہ پینے کو بہت مکروہ گردانتے تھے۔ اور فضلائے کبریٰ میں سے شریعت و طریقت میں ایسا قدم راسخ رکھتے تھے کہ کسی کو علمائے عہد اور مشائخ وقت سے آپ کے قول و فعل پر جائے نکتہ چینی نہ تھی۔ تمام عمر تدریس اور تعلیم طالبان علم اور حق میں بسر کی اور ہزار ہا خلقت آپ کے وسیلہ سے کمالات ظاہری و باطنی کو پہنچی۔ حضرت ابوالفرح بہت بڑے عالم اور فارسی' عربی اردو اور پنجابی کے بہت اچھے شاعر تھے۔ شیخ سید محمد فاضل بٹالوی رضوان اللہ علیہ پنجاب کے نامور عالم تھے شریعت و طریقت میں نہایت پختہ تھے۔ تمام عمر طلباء کی تدریس و تعلیم میں بسر کر دی اور بہت سے باکمال حضرات ان کے دامن تربیت سے فیض یاب ہوئے۔

شجرہ طریقت: حضرت ابوالفرح سیدنا و مرشدنا محمد فاضل الدین رضوان اللہ علیہ نے اپنی تصنیف "گلزار قادریہ" جلد اول بزبان فارسی صفحہ نمبر۲۳۶ یہ قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری نیو کیمپس ذخیرہ آذر میں موجود ہے میں جو شجرہ مرشدی تحریر فرمایا ہے وہ وہی ہے جو دربار قادریہ فاضلہ (بٹالہ شریف) فاضلیہ کالونی فیروزپور روڈ لاہور سے شائع شدہ ہے جسے سلسلہ قادریہ فاضلیہ کے درویش پڑھتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

سیدنا ابوالفرح سید محمد فاضل الدین الگیلانی القادری (رضوان اللہ علیہ) مرید شیخ محمد افضل مرید شیخ اور محمد مرید شیخ طاہر بندگی مرید شاہ سکندر مرید سید شاہ کمال مرید حضرت شاہ محمد فضیل مرید شمس الدین گدا مرید شاہ رحمٰن گدا مرید شاہ

ولایت شمس الدین مرید شاہ عقیل مرید شاہ بہاؤالدین مرید سید عبدالوہاب مرید سید شرف الدین مرید سید عبدالرزاق مرید سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ مرید ابو سعید مخزومی مرید حضرت ابوالحسن مرید حضرت ابو یوسف طرطوسی مرید حضرت عبدالواحد تمیمی مرید حضرت ابوبکر شبلی مرید شیخ جنید بغدادی مرید حضرت سری سقطی مرید حضرت معروف کرخی مرید امام سید علی رضا مرید امام سید موسیٰ کاظم مرید امام سید جعفر صادق مرید امام سید محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ مرید سیدنا زین العابدین مرید سیدنا امام حسین مرید سیدنا علی کرم اللہ وجہہ مرید سیدنا خاتم النبین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

کتاب مذکور میں دوسرا شجرہ مرشدی بھی تحریر کیا گیا ہے۔ جو حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ سے خواجہ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ خواجہ حبیب عجمی خواجہ حسن بصری حضرت اسد اللہ مظہر العجائب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے خاتم النبین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔

بیعت و خلافت: شیخ کامل کو اپنا رہبر بنانے کا خیال حضرت ابوالفرح کے دل میں موجزن ہوا تو آپ تلاش شیخ میں مصروف ہوئے۔ ایک دفعہ حضرت اکمل محمد افضل کلانوری بٹالہ میں رونق افروز ہوئے۔ تو حضرت ابوالفرح آپ کی خدمت میں پیش ہوئے اور اشتیاق حصول تعلیم باطن ظاہر کیا۔ آپ نے وظیفہ قلبی اور سری کی تلقین فرمائی اور اس کا اثر آپ کے تمام جوارح پر آپ کو محسوس ہونے لگا۔ ادھر ولولہ اشتیاق کی تشنگی اتنی تھی کہ ابھی مزید توجہ کی ضرورت محسوس ہونے لگی..... انہی ایام میں آپ عالم خواب میں حضرت ابو محمد لاہوری قدس سرہ سے ملاقی ہوئے جو آپ کے دادا پیر تھے اور آپ نے ارشاد فرمایا۔ بابا شریعت! شریعت!! شریعت!! پس یہ الفاظ آپ پر اتنے موثر ہوئے کہ جن کا تا زندگی اثر زائل نہ ہوسکا۔ آپ فرماتے ہیں اس صبح کی طلوع کے ساتھ آپ کے دل میں ایک نئی زندگی کے دن نے طلوع کیا۔ طبیعت تسکین سے مالا مال تھی اور اضطراب و حیرت کا نام و نشان باقی نہ تھا۔ آپ نے کچھ عرصہ تک حسب الارشاد حضرت ابو محمد وعظ و درس کا شغل طریق احسن پر جاری رکھا۔ (آپ نے عزم دہلی کو ترک فرما کر وطن کی راہ اختیار کی اور بٹالہ ضلع گورداسپور میں آکر مقیم ہوگئے۔ آپ نے یہاں ایک مسجد میں تدریس کا کام شروع کر دیا اس کے قرب و جوار میں شیخ محمد افضل صاحب کلانوری اپنے کسی

مرید کے ہاں اقامت گزیں ہوئے۔ یہ تشریف آوری یونہی اتفاقیہ نہ تھی بلکہ امتثال امر کے سلسلے میں تھی۔ یہ معتبر روایات سے ہے کہ شیخ محمد افضل کلانوری کو حضور غوثیہ کی جناب سے ارشاد ہوا کہ بمقام بٹالہ ایک پودا لگایا گیا ہے جس کی پرورش آپ کے ذمے ہے۔ شیخ محمد افضل قدس سرہ اس پودے کی شناخت کر چکے تھے اور انہوں نے اس پرورش کے لیے کمر ہمت باندھی تھی۔ چنانچہ یہ وہی پودا ہے جس کے متعلق شیخ محمد افضل قدس سرہ نے فرمایا تھا کہ مجھے محمد فاضل رضوان اللہ علیہ کے شیخ ہونے پر فخر ہے..... الغرض حضرت ابوالفرح رضوان اللہ علیہ نے رات کو عالم خواب میں دیکھا کہ حضرت شیخ ابو محمد لاہوری ارشاد فرما رہے ہیں کہ حضرت شیخ محمد افضل کلانوری سے بیعت کا سلسلہ قائم کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ آپ صبح بیدار ہوئے تو فوراً شیخ محمد افضل کی جائے اقامت پر پہنچے اور وہیں بیٹھے رہے۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت شیخ ابوالفرح نے جناب شیخ صاحب سے ملاقات کی۔ حضرت ابوالفرح اس وقت جوش میں واشوقا کے نعرے لگا رہے تھے اور عشق الٰہی کی تپش سے بے قرار ہوئے جارہے تھے۔ حضرت شیخ بھی آپ کو اس حالت میں دیکھ کر جوش میں آگئے اور حضرت ابوالفرح کا ہاتھ پکڑ کر علیحدگی میں لے گئے اور آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں داخل فرمایا۔ اور کچھ کلمات طیبات بھی آپ کو ارشاد فرمائے۔ آپ وہاں سے رخصت حاصل کرکے اپنی جائے اقامت پر تشریف لے آئے۔ لیکن اس تپش میں لحہ بہ لحہ اتنی ترقی ہوگئی کہ آپ شہر سے باہر غیر آباد جگہ پر خلوت محض دو ہفتہ تک گوشہ نشین رہے..... اتنے میں شیخ محمد افضل بھی وہاں پہنچ گئے اور آپ کی توجہ سے تسکین حاصل ہوئی واپس شہر میں تشریف لے آئے اور درس تدریس اور وعظ کا سلسلہ جاری کر دیا۔ آن ممدوح میاں صاحب کے لقب سے مشہور ہوئے۔

حضرت شیخ محمد افضل کلانوری رحمۃ اللہ علیہ کے دامن فیض سے ایک ایسی شخصیت وابستہ ہوگئی تھی جس پر فیضان قادریہ کی وجہ سے عشق الٰہی کا جذبہ غالب تھا۔ اور جو فیضان قادریہ کی موجودگی میں کسی دوسری نسبت کی طرف اپنے قلب و روح کو متوجہ نہیں کرسکتی تھی اور جسے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی غلامی پر فخر تھا۔ اس شخصیت کے آغاز منازل ریاضت میں حضرت شہ کمال کیتھلی اور حضرت شہ سکندر کیتھلی قدس اللہ اسرار ہم کی توجہات و عواطف بے کراں نے بہت امداد فرمائی تھی۔ حضرت ابو محمد اور حضرت شیخ محمد طاہر بندگی نے جو فیوض و برکات اس شخصیت

تک پہنچائے وہ بھی تاریخ میں درج ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس شخصیت کو طریقت قادریہ کی سربراہی کے لیے تیار کرنے کی خاطر ان حضرات کی انتہائی آرزو تھی جو بار آور ہوئی۔ یہ شخصیت حضرت ابوالفرح محمد فاضل الدین بٹالوی رضوان اللہ علیہ کی تھی جو پنجاب کے سربرآوردہ علماء فضلا و کبرئی اور فقراء میں سے تھے۔ خورد سالی میں حضرت محمد افضل کلانوری کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے اور ظاہری و باطنی تربیت و تکمیل میں مشغول ہوگئے۔ تھوڑے ہی عرصے میں کاملین زمانہ میں شمار ہونے لگے اور آپ کے پیر و مرشد اپنے اکثر مریدوں کو آپ کے سپرد کر دیتے تھے کہ ان کی تربیت باطن کی جائے اور ان کی مشکلات کا مداوا کیا جائے۔

الحاصل حضرت شیخ ابو محمد لاہوری جو کہ نخبتہ الاصفیاء مجمع البحرین العلم والارشاد حضرت شیخ محمد طاہر بندگی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی مسند خلافت قادریہ کے مسند نشین تھے ایک شب خواب میں حضرت اعلیٰ ابوالفرح سیدنا محمد فاضل الدین بانی سلسلہ قادریہ فاضلیہ سے ملے اور انہوں نے آپ کو بیعت کے متعلق حضرت شیخ محمد افضل کلانوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کرنے کی طرف اشارہ فرمایا۔ حضرت شیخ محمد افضل کلانوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ ابو محمد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت فرمائی ہوئی تھی اور طریقت قادریہ کی اشاعت کرنا ان کا اشرف المقاصد تھا۔ حضرت ابو محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ اشارہ مذکورہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے ساتھ مربوط تھا اور حضرت شیخ محمد افضل کلانوری کو بھی اس کا علم ہو چکا تھا۔ ان ہی دنوں حضرت شیخ محمد افضل کلانوری رحمۃ اللہ علیہ بٹالہ شہر میں ایک جگہ تشریف فرما ہوئے۔ تو حضرت اعلیٰ رضوان اللہ علیہ اس ساقی مہوش حضرت شیخ محمد افضل کلانوری قدس سرہ کی خدمت میں گئے..... چنانچہ آپ کو حضرت شیخ محمد افضل کلانوری قدس سرہ نے بیعت سے ہمکنار فرمایا۔

جواہر مجددیہ میں مرقوم ہے کہ حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا خرقہ خاص اپنے ذاتی کمالات سے مملو کر کے اپنے صاحبزادے سید عبدالرزاق قدس سرہ کو سونپا تھا۔ پھر یہ خرقہ سلسلہ بہ سلسلہ اس خاندان میں حضرت شاہ کمال کیتھلی تک پہنچا پھر آپ کے نبیرہ و خلیفہ حضرت شاہ سکندر کیتھلی کو ملا۔ جنہوں نے حضرت مجدد الف ثانی کو اس سے سرفراز فرمایا۔

حضرت شاہ سکندر کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور جلیل القدر خلیفہ حضرت محمد طاہر بندگی لاہوری ہیں۔ آپ نے حضرت شاہ سکندر کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق

پرست پر بیعت کی اور جب آپ نے تمام منازل سلوک با حسن و خوبی طے کرلیں تو مرشد ارشد نے آپ کو طغرائے قطبیت عطا فرمایا اور لاہور کی ولایت و دیعت فرمائی۔ حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ کے وصال کے بعد اپنے پیر بھائی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور حاضر رہ کر طریقہ نقشبندیہ و قادریہ و چشتیہ کی اجازت و تلقین حاصل کی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ کی توجہات قادریہ کا مرکز بن گئے تھے اور آپ کی عظمت کی شہرت نسبت قادریہ کی وجہ سے وجود میں آئی کیونکہ اسی میں آپ کی غالب توجہ مرکوز تھی حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ کے قلب و روح پر حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ کی توجہات قادریہ کا اتنا اثر غالب ہو چکا تھا کہ ایک دفعہ حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ لاہور تشریف لائے اور حضرت شیخ محمد طاہر بندگی کے مکان پر پہنچے اس وقت حضرت شیخ محمد طاہر بندگی بالائی منزل پر تھے آپ نے حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ کو دیکھتے ہی بے اختیار بالائی منزل سے چھلانگ لگا کر قدم بوسی کرنے کا ارادہ کیا حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ کو آپ کی قلبی حالت معلوم ہو گئی اس لیے فوراً فرمایا "محمد طاہر حوصلہ سے کام لو اور سیڑھی کے ذریعے نیچے آؤ"

شیخ محمد افضل کلانوری کی سکونت کلانور میں تھی اور مفتی غلام سرور لاہوری کے بقول حضرت ابوالفرح سیدنا محمد فاضل الدین بٹالوی نے ان کی خدمت میں ابتدائی عمر ہی میں رسائی حاصل کرلی تھی۔ اس وسیلے سے حضرت ابوالفرح کا شجرہ طریقت دو واسطوں سے حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری سے ملتا ہے جو سلسلہ قادریہ کے مقتدر صوفیاء اور بلند پایہ مشائخ میں سے تھے۔ اس جگہ یہ امر بھی لائق توجہ ہے کہ مفتی غلام سرور لاہوری اور فقیر محمد جہلمی نے انہیں سلسلہ نقشبندیہ کے مشائخ میں بھی شمار کیا ہے کیونکہ ان کا کہنا ہے کہ حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری' حضرت شاہ سکندر کیتھلی کے مرید تھے اور شیخ نے حضرت شاہ سکندر کیتھلی کے علاوہ حضرت مجدد الف ثانی سے بھی اجازت طریقت حاصل کی اور دونوں طرف سے صاحب ارشاد ہوئے' لیکن سلسلہ قادریہ کے درویش اپنے شجروں میں حضرات مشائخ مجددیہ کا ذکر نہیں کرتے اور حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری کی بیعت یعنی حضرت شاہ سکندر کیتھلی سے ارادت کو ہی مستحکم جانتے ہیں...... اس جگہ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ سلسلہ قادریہ میں شمولیت کی رو سے جس کا اقرار قریباً تمام سوانح نگاروں نے کیا

ہے حضرت مجدد الف ثانی بھی حضرت شاہ سکندر کیتھلی کے مرید اور حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری کے برادر طریقت ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی کا سلسلہ قادریہ سے تعلق شجرہ "جواہر مجددیہ" میں موجود ہے۔

علماء مشائخ سے استفادہ کے بعد آپ شیخ محمد افضل کلانوری کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوگئے۔ شیخ صاحب کی خصوصی توجہ نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ آپ پر تمام علوم ظاہری و باطنی افشاء ہوگئے اور آپ درجہ ولایت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کے مرشد نے آپ کو رشد و ہدایت کے لیے قصبہ بٹالہ میں مامور فرمایا۔ آپ نے وہیں سکونت اختیار فرمائی اور سلسلہ قادریہ کو حضرت سلطان باہو' حضرت میاں میر اور شاہ محمد غوث گوالیاری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے بعد فروغ دیا۔ کافی تعداد میں غیر مسلموں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ آپ ہندوؤں اور سکھوں میں ہر دلعزیز اور قابل احترام تھے۔ دل آزاری آپ کا شیوہ نہ تھا اس لیے بہت جلد ضلع گورداسپور اور دیگر تمام اضلاع میں آپ کے مریدوں کی تعداد بڑھ گئی۔ یہاں تک کہ ضلع ہزارہ بھی آپ کے حلقہ ارادت میں شامل تھا۔ آپ چونکہ مادر زاد ولی تھے اس لیے دنیا کی جاہ و حشم سے قدرتی نفرت تھی۔ شیخ محمد افضل خود بھی شاعر تھے اور انہی کی روایت تصوف و شعر کو ان کے لائق مرید محمد فاضل الدین بٹالوی رضوان اللہ علیہ نے آگے بڑھایا۔

طریقت میں شیخ محمد فاضل بٹالوی مرید و خلیفہ ہیں شیخ محمد افضل کلانوری کے اور وہ مرید شیخ ابو محمد لاہوری اور وہ شیخ محمد طاہر قادری مجدد لاہوری کے اور وہ مرید و خلیفہ ہیں حضرت سکندر کیتھلی کے اور بعد ازاں حضرت مجدد الف ثانی سے بھی خلافت و خرقہ سے سرفراز ہوئے۔ اس وجہ سے مرید ان خاندان شیخ طاہر اپنے آپ کو قادریہ اور مجددیہ کہلواتے ہیں تذکرہ آدمیہ' روضۃ الاسلام اور حضرت القدس میں مفصل اور وضاحت سے حالات درج ہیں۔ اس ضمن میں پہلے بھی لکھا جاچکا ہے اور حضرت شیخ طاہر کو اگرچہ سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ' نقشبندیہ اور سہروردیہ کی اجازت تلقین حاصل تھی لیکن ان کی تمام سلسلہ سے زیادہ تر خاص توجہ سلسلہ عالیہ قادریہ کی طرف تھی۔

سلسلہ قادریہ فاضلیہ کی بنیاد ڈالنا: جب آپ قرآن حکیم کی سورۃ آل عمران حفظ کرنے میں مصروف تھے اور جب آیت قل اللهم مالک الملک توتی الملک

من تشا و تنزع الملک ممن تشا و تعزمن تشا و تنزل من تشا بیدک الخیر انک علی کل شی قدیر (اے اللہ ملک کے مالک تو جسے چاہے ملک عطا فرماتا ہے جسے چاہے ملک عنایت نہیں کرتا اور جسے چاہے عزت دیتا ہے' جسے چاہے اسے عزت نہیں دیتا۔ تیرے ہاتھ میں ہر قسم کی خیر ہے اور تو ہر حقیقت پر نہایت قدرت رکھنے والا ہے) تلاوت فرما رہے تھے تو اس وقت اس آیت کریمہ کا آپ کی زبان سے تکرار جاری ہوگیا تو آپ کو حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی اور یہ رویت عینی تھی اور مذکورہ اشارہ صدور پذیر ہوا تو اس وقت انوار قادریہ مجملاً" آپ کی روح پر فتوح ہوگئے اور آپ کی زبان پر یا شیخ عبدالقادر شیاللہ کا ورد جاری ہوگیا..... اللھم مالک الملک کی آیت مذکورہ کی تجلیات جو حضرت اعلیٰ رضوان اللہ علیہ پر متجلی ہوئی تھیں وہ اشارہ تھا کہ آپ کو طریقت قادریہ کی نہضت اور اقتدار کے لیے طریقت قادریہ فاضلیہ کا نظام عطا ہو رہا ہے۔ چنانچہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کے کچھ مدت گزرنے کے بعد قادری لواء جھنڈا حضرت اعلیٰ کو عالم رؤیا میں عنایت فرمایا جو تمثیل تھی نظام طریقت کی چنانچہ ارشاد غوثیہ جو خود حضرت اعلیٰ نے ہی بیان فرمایا اس کی تائید ہے آپ نے فرمایا ہے کہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ یہ سلسلہ عالیہ علی الدوام آپ کی یعنی حضرت اعلیٰ کی نسل اصیل اولاد امجاد کے ذوق حب الٰہی سے فروغ پاتا رہے گا..... جب طریقت قادریہ میں حضرت اعلیٰ کی عظمت چہار دانگ عالم مسلط ہوگئی تو حضرت شیخ محمد افضل کلانوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے ذکر فرمایا کہ قادریہ انوار میں آپ منتہی ہیں۔ اگر نقشبندی نسبت آپ پسند کریں تو وہ بھی عنایت ہوسکتی ہے۔ اس پر حضرت اعلیٰ نے عرض کیا کہ مجھے فیضان قادریہ سے اس قدر عشق عالیہ ہے کہ میرے قلب و روح کی تمام وسعتوں میں فیضان قادریہ بھر گیا ہوا ہے۔ اور اس فیضان قادری کی موجودگی میں کسی دوسری نسبت کی طرف میرے قلب و روح متوجہ نہیں ہوسکے اور مجھے اقلیم قادریہ شہنشاہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی غلامی کافی ہے۔ حضرت شیخ محمد افضل کلانوری قدس سرہ نے فرمایا کہ واقعی آپ نے درست کہا ہے کیونکہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بدست خود آپ کے خاندان میں یہ قادریہ جھنڈا لگایا ہے..... حضرت اعلیٰ نے تحدیث نعمت کے طور پر یہ واضح فرما دیا کہ آپ پر علم و عرفان کے دروازے اس حد تک کھول دیئے گئے ہیں کہ عمر نوح بھی مل جائے اور تمام عمر لفظ یٰسین کے

معارف بیان کرتا رہوں تو تکمیل بیان نہیں ہو سکے گی اور آپ کو فردیت' قطبیت
کے درجات کی سرفرازی ملی تو آپ نے توحید کی اشاعت میں نہایت فیاضی سے
تصرف فرمایا اور آپ کے دست مبارک پر ہزار ہا لوگوں نے بیعت کی اور سلسلہ
قادریہ فاضلیہ میں منسلک ہونے کا فخر حاصل کیا اور آپ کا سلسلہ طریقت عرفان و
اخیار و ابرار کے لیے سراج وہاج اور سالکان کے لئے بحر زخار ثابت ہوا اور آج
تک آپ کا توسل فیض و برکات کا مستقر ہے یہ معتبر روایات سے ہے کہ شیخ محمد
افضل قدس سرہ کو حضور غوثیہ کی جناب سے یہ اشارہ ہوا کہ بمقام بٹالہ ایک پودا لگا
دیا گیا ہے۔ جس کی پرورش آپ کے ذمہ ہے شیخ محمد افضل اس پودے کی شناخت
کر چکے تھے اور انہوں نے اس پرورش کے لیے کمر ہمت باندھی تھی چنانچہ یہ وہی
پودا ہے جس کے متعلق شیخ محمد افضل قدس سرہ نے بعد میں یہ فرمایا تھا کہ مجھے محمد
فاضل رضوان اللہ علیہ کے شیخ ہونے پر فخر ہے اور یہ فخر بے جا نہ تھا استاد کو لائق
تلمیذ پر ہوا ہی کرتا ہے۔ شیخ محمد افضل کلانوری سے سلسلہ قادریہ فاضلیہ کے بانی اور
پنجاب کے نامور بزرگ ابوالفرح حضرت شاہ فاضل الدین بٹالوی ہوئے جس سے
سلسلہ قادریہ کو پنجاب اور کشمیر مین بڑا فروغ حاصل ہوا۔ حضرت ابوالفرح بٹالوی کی
ذات مینارہ نور تھی جس کی روشنی میں بے شمار مسافران حیات نے ہدایت پائی اور
خطہ کشمیر و پنجاب میں خلق خدا کے دلوں کو منور فرمایاانہوں نے گیارہویں صدی
ہجری کے آغاز میں بٹالہ ضلع گورداسپور بھارت میں روحانیت کی شمع روشن کی اور
سلسلہ قادریہ کی اشاعت کابل و بخارا کے علاوہ برصغیر پاک و ہند کے اطراف و
اکناف تک پھیل گیا۔ جلیل القدر شیوخ و اولیاء اللہ نے انہیں فواد العارفین اور
افتخار اولیاء اللہ کے القاب سے پکارا اور علمائے کبار نے جامع المنقول والمعقول کا
لقب ان کے لیے استعمال کیا...... کثیر التعداد لوگوں نے ان کے ہاتھ پر سلسلہ
قادریہ میں بیعت کی۔ ان کے سینکڑے خلفائے طریقت نے ملک کے گوشے گوشے
میں سلسلہ قادریہ کی تبلیغ کی انہیں حضرت غوث اعظم سے عشق صادق تھا۔

خواجہ محمد افضل قدس سرہ کے حکم پر غریبوں' فقیروں اور خاص و عام کے
لیے بٹالہ میں لنگر جاری ہوا اور بنام محمد فاضل رضوان اللہ علیہ نامزد کر دیا گیا اور
فرماتے تھے کہ یہ لنگر محمد فاضل رضوان اللہ علیہ کا ہے اور جو کوئی شخص ان کی
خدمت میں اپنی حاجت لے کر آتا اس کو محمد فاضل رضوان اللہ علیہ کے پاس بھیج

دیتے تاکہ وہ ان کی مشکل کو حل کریں۔ اکثر مریدوں کو بھی برائے تکمیل تربیت آپ کے حوالے فرما دیتے۔ اور جو کوئی نذرانہ آتا آپ برائے خرچ لنگر محمد فاضل رضوان اللہ علیہ کی خدمت میں بھیج دیتے..... سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی توجہات عالیہ کی برکت سے' جو ان کی جانب سے پہلے ہی حضرت سید فاضل غوث الثقلین کے ارشاد کے مطابق اس سلسلہ عالیہ کی اشاعت و تبلیغ کے لیے کلی طور پر وقف کر دیا چنانچہ سلسلہ عالیہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف قادریت کا ایسا سرچشمہ ہے جو بفضل الٰہی دسویں پشت میں داخل ہو کر بھی شروع دن کی طرح پوری آب و تاب سے انشاء اللہ تاقیامت رہے گا۔ کیونکہ اس کا صاحب سجادہ کامل صاحب نظر ہوتا ہے.....

گیلانی سادات کے اس خانوادہ میں یوں تو بہت سے اولیا اللہ جاری و ساری ہے اور انشاء اللہ گزرے ہیں مگر جو عظمت اور بزرگی سیدنا و مرشدنا سید ابوالفرح محمد فاضل الدین ابن حضرت سید عنایت اللہ کو حاصل ہوئی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آپ نے روحانیت میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے حکم پر دنیاوی مناسب کا خیال ترک کر کے قادریت کی تبلیغ کو اپنا شعار بنایا اور اپنے آپ کو وقف کر دینے کے علاوہ اپنی آنے والی نسلوں میں سے بھی اولاد کبریٰ کو اس بابرکت کام پر مامور کر دینے کی تلقین فرمائی چنانچہ ان کے بعد ان کے فرزند حضرت سید غلام قادر شاہ رضوان اللہ علیہ سجادہ نشین ہوئے۔ اس دوران یہ سلسلہ کابل و زابل تک پھیل گیا۔

صاحب "مناقب غوث الاعظم" (پشتو) مولانا رکن الدین المعروف رکن عالم القادری فاضلی پشاوری جو حضرت غلام قادر اہل اللہ ابن حضرت اعلیٰ مولانا و مرشدنا السید محمد فاضل الدین الگیلانی کے مرید باصفا تھے جن کے آگے چل کر ذکر آئے گا اپنی منظوم تصنیف میں فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے مرشد حضرت غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ان سے حضرت والد بزرگوار حضرت ابوالفرح محمد فاضل الدین رضوان اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ آیت قل اللھم مالک الملک..... پڑھ کر میں محویت سے سرشار ہوگیا اور پھر اس کے بعد حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے ظہور فرمایا' اور کہا یہ قادریت کا پرچم لے لو اور لوگوں کو اس کی طرف بلاؤ اور جو اس نشان کے سایہ میں آئے گا اللہ تعالیٰ اس کو سرفرازی عطا فرمائے گا۔ آفتوں سے مامون کرے گا اور اس کے ایمان کا تحفظ کرے گا حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ میں نے تمہیں اپنا نائب مقرر کیا اور اپنے مشرب کا شارب بنایا۔

تمہارا سلسلہ تاقیامت جاری رہے گا۔ اٹھو لوگوں کو راہ ہدایت کی طرف بلاؤ میں ہر وقت تمہاری مربی کروں گا۔ کچھ ایام جذب و بے قراری رہی تا آنکہ حضرت شیخ محمد افضل کلانوری رحمۃ اللہ علیہ بٹالہ شریف آئے اور انہیں بیعت ظاہری سے مشرف فرما کر ایک ہفتہ کے اندر خرقہ خلافت سے بھی ممتاز فرمایا۔

طریقت دربار قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف کی بنیاد و اساس حضرت اعلیٰ سیدی و مولائی قطب معظم سید ابوالفرح محمد فاضل الدین قادری رضوان اللہ علیہ نے آج سے تین صدی قبل بمقام بٹالہ شریف حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشاد کی تعمیل میں قائم فرمائی تھی۔ اس کی تائید کا ماخذ مرشد اجود حضرت شیخ حافظ محمد افضل کلانوری قدس سرہ کے فرمودات میں موجود ہے اس اساس و بنیاد کی تشییداور استحکام کو حضرت اعلیٰ موصوف رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے بعد میں آنے والے متبعین نے نہایت اعلیٰ عزم و تصمیم کے ساتھ تشکیل فرمایا۔

خانقاہ قادریہ فاضلیہ کا قیام: شہربٹالہ شریف کے باہر مشرق کی جانب غیر آباد جگہ پر تشریف لے آئے اور اڑھائی روپیہ فی مرلہ کے حساب سے کچھ جگہ وہاں سے خرید کرکے اس مرد خدا نے عمارت تعمیر کرائی۔ اس عمارت میں نہ صرف اپنے اہل و عیال کے رہنے کی جگہ تھی بلکہ ان طالبان حق کے لیے بھی گنجائش رکھی گئی جو کہ جستجوئے علوم ظاہریہ و باطنیہ کے سلسلہ میں آپ کے سرچشمہ فیضان پر وارد ہوتے تھے۔ اس دربار کے بالکل متصل باہر کی طرف ایک بڑا درخت تھا جس کی شاخوں سے ایک مجذوب اپنے آپ کو لٹکاتے ہوئے بسا اوقات یہ کہا کرتا تھا کہ یہاں انوار الٰہی تجلا کر رہے ہیں۔ یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ دربار شریف کی تعمیر کا اس جگہ وہم و گمان بھی نہ تھا اور یہ جگہ کھنڈرات کی صورت میں تھی اور جو لوگ اس مجذوب کو یہ کلمات کہتے ہوئے سنتے تھے وہ حیرت میں تھے کہ اس اجڑی ہوئی جگہ پر انوار الٰہی اس بھلے آدمی کو کیوں دکھائی دے رہے ہیں لیکن انہیں کیا خبر تھی کہ ایک مومن کی نگاہ سے ڈرنا چاہیے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ چنانچہ اس مجذوب مومن کی یہ پیشین گوئی عین درست نکلی۔ جبکہ حضور غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی کے فیوض کا خدا نے اس جگہ کو سرچشمہ بنا دیا..... آپ نے ایک وسیع مسجد جو اس خاندان کی خانقاہ شریف کے متصل ہے تعمیر فرمائی اور یہ مسجد گنبد دار اور اچھے پیمانے پر تیار ہوئی اس کے مصارف کے لیے حاکموقت آئے آپ کی خدمت

میں زر کثیر پیش کیا تھا۔ مزید براں آپ نے طریقت قادریہ کی سربلندیوں کے استیلا کے لیے ضروری سمجھا کہ مدرسہ بھی جاری کیا جائے۔ چنانچہ مدرسہ قادریہ فاضلیہ کے نام سے ایک عظیم الشان علمی درسگاہ کا قیام وجود میں لایا گیا جس کا وجود بٹالہ شریف میں زیر اہتمام دربار قادریہ فاضلیہ چمن زار برکات فیوض ہوا۔ اس درسگاہ سے ہزاروں شیوخ علوم پیدا ہوئے جنھوں نے ملک پاک و ہند برصغیر کے مختلف گوشوں میں ہزاروں مدارس دینی جاری کیے۔ حضرت اعلیٰ رضوان اللہ علیہ کو علوم تصوف و تفسیر، حدیث، ادبیات عقلیات میں بے مثالی تفرد حاصل تھا اس لیے آپ کا مدرسہ قادریہ فاضلیہ باعتبار علوم تمام برصغیر کے لیے "آفتاب جہانتاب" ہو کر چمکا۔ مدرسہ قادریہ فاضلیہ آپ کی روایات عالیہ کے لیے فروغ دیدہ اور جمال بے زوال کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ حضرت اعلیٰ رضوان اللہ علیہ نے اس امر کی تائید فرمائی ہوئی ہے کہ آپ کی سجادگی کی وراثت کے لیے اس مدرسہ کا وجود نہایت ضروری ہے۔ آپ نے لنگر بھی جاری کیا تھا۔ جس میں صبح و شام سینکڑوں افراد کھانا کھاتے تھے۔ پھر آپ نے اپنی خانقاہ میں مسجد و مدرسہ اور مہمان خانے بھی تعمیر کروائے۔ آپ لاہور بھی تشریف لائے تھے۔ یہ بات ثبوت کو پہنچی ہے کہ جب آپ بٹالہ میں خانقاہ کی عمارت بنوا رہے تھے تو آپ کے پاس کچھ نقد موجود نہ تھا پس آپ معماروں و مزدوروں کو اجرت ہر روز خزانہ غیب سے دیتے تھے۔ آپ کے تصرفات کا یہ عالم تھا کہ روزانہ کثیر تعداد میں لوگ مشرف بہ اسلام ہونے کے لیے دربار فاضلیہ بٹالہ شریف میں حاضر ہوتے۔ عالم رویا میں قطب العالم حضرت شاہ سکندر محبوب الہٰی نے دعا دی تھی کہ تمہاری خانقاہ ہمیشہ مرجع خلائق رہے گی۔ ہزاروں روپیہ یومیہ آپ کی خانقاہ میں خرچ ہوتا تھا۔ بٹالہ شریف کی شہرت بڑھتی گئی علم کے طالب اور ان کے اساتذہ پروانوں کی مانند جمع ہونے لگے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کا مدرسہ دارالعلوم بن گیا ساٹھ اساتذہ جن کو ماہانہ تنخواہ ملتی تھی۔ طلباء کو پوشاک اور کھانا لنگر سے ملتا تھا۔ علاج معالجہ کے لیے لنگر کا شفاخانہ تھا۔ آپ خود بھی درس دیا کرتے تھے آپ کا کتب خانہ بہت بڑا تھا جس میں ہزاروں کتابیں موجود تھیں۔"
سلوک اور احسان کی کتابوں کے علاوہ کنز اور قافیہ بھی پڑھایا کرتے تھے۔"

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشاد کی تعمیل میں آپ نے مدرسہ قادریہ فاضلیہ کے قیام اور ارتقاء کے لیے بزل جہد کبیر فرما کر اس کو دربار کے لیے ناقابل

تسخیر اساس قرار دے دیا۔ اور دربار کے معالی سجادہ نشین پر لازم قرار دیا کہ دراسات علوم عربیہ کا انعقاد مدرسہ قادریہ فاضلیہ کی صورت میں بہر حال لازمی سمجھیں گے..... قرآن و حدیث اور تصوف کی تصانیف کے مطالعہ کے لیے مسلمانوں کے لیے بہت ضروری ہے کہ عربی' فارسی اور اردو وغیرہ کے علوم سے آراستہ ہوں اور متوشع ان علوم کا ہی تبلیغ جید طور پر کر سکتا ہے..... حضرت بانی دربار قادریہ فاضلیہ قطب معظم سید محمد فاضل الدین قادری رضوان اللہ علیہ نے یہ روایت مدرسہ قائم فرماکر ایک بہت اہم ضرورت کے سرانجام فرمانے کا انتظام فرمایا چنانچہ اس روایت کو اب تک ختم نہیں ہونے دیا۔

حضرت اعلیٰ کے معمولات اذکار و افکار میں مدرسہ قادریہ فاضلیہ کے انتظام اور لنگر کے اہتمام کے علاوہ لوگوں سے بکثرت ملاقاتیں کرنا بھی شامل تھا..... آپ کے لنگر سے ہر روز صبح و شام کثیر تعداد لوگ مرد عورتیں بچے طعام کھاتے تھے۔ مسلم اور غیر مسلم بھی اس لنگر سے استفادہ کرتے تھے۔ حضرت اعلیٰ رضوان اللہ علیہ نے مدرسہ قادریہ فاضلیہ اور دربار عالیہ کی عظیم الشان عمارت کے علاوہ مسجد و رباط اور مہمان خانے بھی تعمیر کرائے تھے سالانہ عرس مقدس حضرت مرد افخم غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت اعلیٰ رضوان اللہ علیہ اپنے دربار قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف میں بڑے اہتمام و احتشام کے ساتھ منعقد فرمایا کرتے تھے۔ دور دراز مقامات سے زائرین جوق در جوق شمولیت کے لیے حاضر ہوتے۔ مواعظ کے علاوہ قوالی ہوتی تھی' مزامیر کا سماع آپ کے سلسلہ کی قدسی روایات سے خارج ہے اس لیے جو قوالی ہوتی وہ مزامیر سے منزہ ہوتی تھی۔ اس تقریب سعید میں ہر نو کے حاضرین کی شمولیت ہوتی تھی۔

حضرت غوث پاک فرمایا کرتے تھے کہ مجھے دو چیزیں نہایت ہی بلند پایہ نظر آتی ہیں۔ ایک حسن اخلاق دوسرا بھوکوں کو کھانا کھلانا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ اگر تمام دنیا کی دولت میرے ہاتھ آجائے تو اس کو بھوکوں کو کھانا کھلانے کے لیے وقف کر دوں اور آپ نے ایک مرتبہ فرمایا "میں نے اپنے اعمال کا تجزیہ کیا ہے تمام نیکیوں کی چھان بین کی لیکن حسن اخلاق اور بھوکوں کو کھانا کھلانے سے بہتر کوئی چیز مجھے نظر نہ آئی یہی اصول جناب حضرت محمد فاضل الدین رضوان اللہ علیہ نے جاری کرنے میں اپنا دستور العمل قرار دیا۔ چنانچہ آپ کو لنگر سے اتنا شغف تھا کہ دونوں

وقت دوپہر اور شام اپنے دست مبارک سے لنگر تقسیم کیا کرتے تھے اور اس تقریب کو آپ نے اپنے اوراد و مشاغل روحانیہ میں جگہ دے رکھی تھی۔ اس کے علاوہ آپ ہر سال عرس حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ قائم کیا کرتے تھے اور اس میں بھی یہ بات ملحوظ خاطر ہوا کرتی تھی کہ زیادہ سے زیادہ مخلوق خدا لنگر سے کھانا کھائے۔ آپ کو حضرت تعالیٰ غوث الاعظم فرد افخم عارف اکمل شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے رویت عینی اور رویت منام میں اس سلسلہ عالیہ کے قائم کرنے کا ارشاد فرمایا تو حضرت ابوالفرح موصوف نے بمقام بٹالہ ضلع گورداسپور انڈیا شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں اس سلسلہ عالیہ کی بنیاد رکھی۔ چنانچہ علم و عرفان کے فیوض سبحانی کے اس ایوان عظیم کو مشارق و مغارب میں نہایت محبوب اور درخشان مرکزیت مل گئی۔

خصائل و فضائل: آپ اخلاق اللہ سے متخلق تھے سب فضائل و کرائم آپ میں درخشاں تھے آپ کے بعد آپ کے مسند عالیہ کے عرفاۂ رضوان اللہ علیم آپ کے سجادہ عالیہ کو زینت دیتے رہے ان کا بھی ان اوصاف حمیدہ سے اتصاف ایک تاریخی حقیقت ہے حضرت اعلیٰ رضوان اللہ علیہ لوگوں سے اپنے دربار میں عام مجلس میں بکثرت ملاقاتیں فرمایا کرتے تھے اور ان کے دینی اور دنیوی امور میں بھی عمیق دلچسپی لیتے اور نور حکمت مذکورہ سے ان کی راہنمائی فرماتے اور حسب حال ان کی ہمدردی فرماتے۔ آپ اپنی زرعی و سکنی املاک کی مہمات کی قداحت و اہمیت کو اپنی ذاتی ذمہ داری سمجھتے تھے یہ سب کچھ ان ہمدم اور مصروفیات کے علاوہ تھا جو اذکار و افکار، تعلیم معارف قرآن و سنت اور تزکیہ نفوس کے متعلق آپ کے معمولات میں شمار ہوتی تھیں اور اس امتزاج خلوت و جلوت سے آپ کے اس نظریہ کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ رہبانیت حب الٰہی کا اصول نہیں ہے آپ کا لباس نہایت قیمتی اور فاخرہ ہوتا تھا اور آپ کی زندگی کے میثاق و معیار میں لطافت نمایاں نظر آتی تھی آپ کی دنیاوی وجاہت بھی نہایت مقام پر پہنچ گئی تھی علم تصوف میں آپ کو قدوۃ کا رتبہ حاصل ہے آپ کو فردیت، قطبیت کے درجات کی سرفرازی ملی۔ تو آپ نے توحید کی اشاعت میں نہایت فیاضی سے تصرف فرمایا اور آپ کے دست مبارک پر ہزار ہا لوگوں نے بیعت کی اور سلسلہ قادریہ فاضلیہ میں منسلک ہونے کا فخر حاصل کیا اور آپ کا سلسلہ طریقت عارفان و اخیار و ابرار کے لیے سراج وہاج اور

سالکان کے لیے بحرِ ذخائر ثابت ہوا اور آج تک آپ کا توسل فیوض و برکات کا مستقر ہے آپ نے طریقت قادریہ کی نصرت و فروغ کے لیے اپنے قلب و روح کی تابانی اور شان کمالات روحانی کے مسائل کے علاوہ فنِ تصنیف و تالیف اور سخنوری کے فضائل کو بھی خوب روشن فرمایا حضرت اعلیٰ کے سوز و گداز سجود اور اخلاص عبادت اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے صادق عشق پر تو ایک مستقل ضخیم کتاب تصنیف ہو سکتی ہے حضرت اعلیٰ نے حدیث نعمت کے طور پر واضح فرما دیا کہ آپ پر علم و عرفان کے دروازے اس حد تک کھول دیئے گئے ہیں کہ عمر نوح بھی مل جائے اور تمام عمر لفظ یٰسین کے معارف بیان کرتا رہوں تو تکمیل بیان نہیں ہو سکے گا حضرت اعلیٰ رضوان اللہ علیہ کو علوم تصوف، تفسیر، حدیث ادبیات، عقلیات میں بے مثال تفرد حاصل تھا آپ نے مزید فرمایا کہ اگر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی ب کے نیچے نقطے کی شرح کرنے لگوں تو تمام زندگی بیان کرتا رہوں تو بھی تکمیل نہ ہو سکے گی حضرت اعلیٰ رضوان اللہ علیہ کی خدمت میں اس زمانے کی حکومت کے حکام عموماً دعاؤں کے لیے حاضر ہوتے اور فائز المرام ہوتے چنانچہ لاہور کے حاکم اعلیٰ بھی آپ کے معتقدین میں سے تھے اور وہ اکثر بٹالہ شریف آپ کی زیارت کے لیے جاتے تھے ایسے لوگوں کی تعداد کا حصر نہایت مشکل ہے جنہوں نے اولاد کی پیدائش کے لیے آپ کا سہارا لیا اور بامراد ہوئے اس قسم کے لوگوں کی تعداد ہزار ہا تھی بڑی سے بڑی کرامت کی دولت و عظمت آپ کو یہ ملی کہ آپ کے توسل سے ہزار نفوس کو جادہ حق عطا ہوا حضرت فاضل الدین رضوان اللہ علیہ نے علم و فضل کی وجہ سے بڑی شہرت حاصل کی۔ آپ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ قاضی القضاۃ سید عنایت اللہ کی وفات کے بعد بھائیوں میں جو ترکہ تقسیم ہوا اس میں زر و جواہر پیمانوں سے بانٹا گیا۔ آپ چونکہ مادر زاد ولی تھے اور دنیا کی جاہ و حشم سے قدرتی نفرت تھی بایں وجہ پورا اثاثہ راہ خدا میں غربا و مساکین میں تقسیم کر دیا محمد فاضل صاحب رضوان اللہ علیہ کی کرامات بے حد و بے شمار ہیں اور زبان زد خلائق ہیں۔ ہزاروں غیر مسلم آپ کے تعرف سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے سوائے ان نذور کے جو کہ حضور غوث اعظم کے لنگر کے لیے مقرر کرتے تھے۔ آپ کبھی بھی کسی قسم کی نذر قبول نہ کرتے تھے آپ کے تربیت یافتہ لوگوں میں سے ایک خاصی تعداد مجذوبوں اور سالکوں کی ہوئی ہے جنہوں نے پنجاب کے مختلف اطراف و اکناف میں خلق خدا کو

فیضان عرفان پہنچا دیا ہے کہ آپ باوجود کامل عارف ہونے کے لوگوں سے راہ و ربط قائم رکھتے تھے حتیٰ کہ غیر مسلم لوگوں سے بھی آپ کریمانہ خلق سے پیش آتے تھے دربار کی عمارت آپ نے ہی تیار کرائی۔ آپ کو حکومت نے جاگیرات گرانمایہ دیں جو مصارف مدرسہ و لنگر کے کام آتی تھیں ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ علاقہ رامداس کے ایک حاکم کو آپ خود ملنے تشریف لے گئے تاکہ چند مظلومین کو ظالمان سے نجات دلانے میں اس کو توجہ دلائیں۔ حاکم نے عرض کیا کہ تشریف آوری کی ضرورت نہ تھی۔ پیام سے ہی کام ہو سکتا تھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں چاہتا تھا کہ اس نیک کام میں جو زحمت سفر برداشت کروں وہ میرے حسنات میں داخل ہو جائے آپ خوش لباس تھے۔ حضرت سید فاضل الدین رضوان اللہ علیہ نے اپنے آپ کو حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق اس سلسلہ عالیہ کی اشاعت و تبلیغ کے لیے کلی طور پر وقف کر دیا تھا۔ روایت ہے کہ ان کی یہ دعا تھی کہ وقت وفات ان کی زبان پر کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یا شیخ عبدالقادر شیاء للہ کا ورد جاری ہو اور ایسا ہی ہوا۔ یہ حضرات اجلہ علماء و کبریٰ اور ہزاروں لوگ ان کے ذریعے تکمیل ظاہر و باطنی کو پہنچے۔ آپ شریعت و طریقت میں بے حد محکم قدم رکھتے تھے۔ تاحال ظاہری و باطنی فیض آپ کے مزار پاک سے جاری و ساری ہے۔ حضرت ابوالفرح بہت بڑے عالم اور فارسی' عربی' اردو اور پنجابی کے بہت اچھے شاعر تھے۔

کرامات: بڑی سے بڑی کرامت کی دولت و عظمت آپ کو یہ ملی کہ آپ کے توسل سے ہزار ہانفوس کو جادو حق عطا ہوا ..... مریدین کے علاوہ وہ بھی تھے جو کہ روحانی اقدار کے متعلق باطل عقیدہ رکھتے تھے یعنی روحانی اقدار کو تسلیم ہی نہیں کرتے تھے مگر دربار عالیہ کے تعویذات اور دعاؤں سے ضرور فائدہ اٹھاتے رہے ..... ایک واقعہ تو مورخین نے یہ لکھا ہے کہ ایک شخص لاہور سے بٹالہ شریف گیا اور حضرت اعلیٰ رضوان اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا مدعا عرض کیا تاکہ آپ قدسی توجہ سے اس کا عقدہ حل کر دیں۔ آپ کی دعا سے اس سائل کو گوہر مدعا مل گیا۔ اس نے حضرت اعلی کی خدمت میں کیمیا کا ایک نسخہ صدری بطور نذرانہ پیش کرتے ہوئے کہا۔ یہ میرا عرصہ دراز سے مجرب نسخہ ہے

جو کسی کو میسر نہیں آیا۔ حضرت اعلی نے وہ نسخہ سائل مذکورہ کو واپس دے دیا اور فرمایا۔ میرے پاس ایک نسخہ کیمیا کا ہے جس کی نظیر نہیں ملتی اور جب بھی کوئی حاجت و ضرورت مجھے لاحق ہوتی ہے میں اس نسخہ کیمیا کو استعمال کر لیتا ہوں۔ تو وہ کار آفریں کار کشا ثابت ہو جاتا ہے اور وہ نسخہ ہے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا اسم عالی یعنی یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ

ایک واقعہ یہ منقول ہے کہ ایک سائل جو کہ آنکھ کی بصارت کے ضائع ہو جانے پر حضرت اعلی کی خدمت میں آیا عرض پرواز ہوا کہ میری بصارت ضائع ہو چکی ہے اس کی بحالی کے لئے دعا فرمایئے تو آپ نے اس کو فرمایا ہمارے دربار کی دہلیز پر جو خاک ہے اسے بطور کحل البصر (آنکھ کا سرمہ) استعمال کر لو۔ چنانچہ اس مریض نے حضرت اعلی کے آستانہ عالیہ کی دہلیز سے کچھ خاک اٹھائی اور اسے بطور سرمہ استعمال کرنا شروع کر دیا اور اس کو بینائی مل گئی۔

ایک واقعہ یہ بھی منقول ہے کہ ایک شخص اپنے کمسن فرزند کو حضرت اعلی کی خدمت میں لایا تاکہ اس کے مستقبل کی درخشانی کے لئے دعا فرمائیں اس وقت بچے کی عمر چار پانچ سال ہو گی۔ آپ نے دعا فرمائی۔ اے اللہ! اس کو وزارت عنایت فرمائیو۔ اس کا باپ بہت متعجب ہوا' کیونکہ اس وقت اس کی یہ آرزو ہی نہ تھی' مگر مدت دراز گزر جانے پر غالباً" پچیس تیس سال سے زیادہ مدت گزر جانے پر اس شخص کے فرزند کو دہلی حکومت میں واقعی منصب وزارت حاصل ہوا۔

منقول ہے ایک دن اشراق کے نوافل سے فارغ ہوتے ہی آپ کی زبان سے دہلی کے تحت حکومت کی تبدیلی کے متعلق کلمات صادر ہوئے اور حکمران کی جانشینی کی پیش گوئی بھی اس ارشاد میں ثبت تھی اس کے کچھ دنوں بعد وہی ظہور میں آگیا جو کہ حضرت اعلی نے ارشاد فرمایا تھا۔ اس واقعہ کی تمام علاقہ میں بہت اشاعت ہو گئی جس سے آپ کی برگزیدگی کی شہرت عام ہوئی۔

حضرت اعلی کی خدمت میں اس زمانے کی حکومت کے حکام عموماً" دعاؤں کے لئے حاضر ہوتے اور فائز المرام ہوتے۔ چنانچہ لاہور کے علاقہ کے حاکم اعلی بھی آپ کے معتقدین میں سے تھے اور وہ اکثر بٹالہ شریف آپ کی زیارت کے لئے جاتے تھے ..... ایسے لوگوں کی تعداد کا حصر نہایت مشکل ہے جنہوں نے

اولاد کی پیدائش کے لئے آپ کا سہارا لیا اور بامراد ہوئے۔ اس قسم کے لوگوں کی تعداد ہزار ہا تھی۔

آپ کی ایک کرامت ایسی ہے کہ جس کا بیان کچھ عرصہ ہوا ایک موقر اخبار میں بھی شائع ہوا تھا۔ وہ یہ ہے کہ حضرت بلھے شاہ قادری قصوری مغربی پاکستان میں ایک نامور ولی اللہ تھے جن کا اسم گرامی سید عبداللہ ہے۔ وہ شاہ عنایت قادری لاہوری کے عظماء خلفاء میں سے تھے۔ وہ ابھی طریقت کے مراحل طے کر رہے تھے کہ انہوں نے کہنا شروع کر دیا "میں الہ ہوں" علماء شریعت نے اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے حضرت بلھے شاہ کے اس قول پر فتوی دینے کی تجویز کی کیونکہ دہلی میں حکومت مغلیہ نے اس ہی قسم کے واقعہ پر موت کی سزا کا حکم صادر کیا تھا۔ الحاصل علماء شریعت نے بالاخر یہ فیصلہ کیا کہ سند العارفین جامع علوم ظاہری و باطنی حضرت ابو الفرح سید محمد فاضل الدین قادری رضوان اللہ علیہ کی خدمت میں یہ مسئلہ پیش کیا جائے۔ چنانچہ حضرت ابو الفرح سید محمد فاضل الدین قادری رضوان اللہ علیہ نے جب علماء کرام کو حاضری کا شرف عنایت فرمایا تو حضرت بلھے شاہ علمائے کرام کے ساتھ تھے۔ حضرت ابو الفرح رضوان اللہ علیہ نے واقعات سن کر حضرت بلھے شاہ کی طرف ایک بار دیکھا اور ایک ساعت کے بعد علماء کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے بلھے شاہ نے جو کہا ہے وہ الہ نہیں۔ اس کی مراد حقیقی نہیں بلکہ وہ الہ بزبان پنجاب خام کا مدلول ہے اور اس میں شریعت کی خلاف ورزی نہیں ہے اور ابھی تک بلھے شاہ سالک کی منازل طے کرنے میں خام ہیں مگر اب بہت جلدی ان کی حب الہی تکمیل پذیر ہو جائے گی چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں حضرت بلھے رحمۃ اللہ علیہ روحانی عالم میں خوب درخشاں ہو گئے اور ان کے کلام نے توحید کے مسائل نہایت عارفانہ طور پر مکشوف کئے ہیں حضرت ابو الفرح رضوان اللہ علیہ کی ایک نظر التفات کی وجہ سے حضرت بلھے شاہ رحمتہ اللہ علیہ اس قابل ہو گئے کہ سینکڑوں سالکان کو عرفان سے متمتع کرنے لگے۔ "بلھے شاہ مکمل کافیاں" اور "پنجابی شاعراں دا تذکرہ" میں لکھا ہے۔ "حضرت بابا بلھے شاہ ہوراں مڈھلی تعلیم اپنے پنڈ پانڈوکی دی مسیتے اپنے والد کولوں پائی جدوں وڈے ہوئے تے دین دی اچی تعلیم واسطے حضرت مولانا حافظ غلام مرتضیٰ صاحب

تھے' فرمانے لگے کہ اس وقت اللہ تعالٰی کے خاص بندوں میں سے ایک صاحب تشریف لا رہے ہیں' ان کے واسطے جگہ چھوڑ دو۔ حاضرین نے آگے پیچھے دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا تو وہیں بیٹھے رہے' آپ نے تھوڑی دیر کے بعد پھر اسی طرح فرمایا' مگر حاضرین پھر ادھر ادھر دیکھ کر بیٹھے رہے' آخر کار آپ نے تیسری بار بہت سی تاکید سے فرمایا' انہوں نے جگہ خالی چھوڑ دی مگر کوئی شخص آتا ہوا دکھائی نہ دیا جس کے واسطے یہ جگہ خالی کرائی گئی تھی۔ اس اثناء اچانک تاج العارفین حضرت عبدالنبی شامی رحمتہ اللہ علیہ تشریف لے آئے ان کو دیکھ کر تب حاضرین مجلس کی سمجھ میں آیا کہ آپ ہی کی طرف اشارہ تھا۔ یاد رہے کہ مجموعہ الاسرار مکتوبات شریف حضرت شیخ عبدالنبی شامی نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ کا مکتوب نمبر ۱۹ بنام شیخ محمد فاضل جیو رحمۃ اللہ علیہ سے مراد ابو الفرح سیدنا محمد فاضل الدین گیلانی قادری بٹالوی رضوان اللہ علیہ نہیں ہیں بعد از تحقیق یہ بات ثبوت کو پہنچی ہے کہ اس دور میں "شیخ محمد فاضل قادری" نام کی شخصیات اور بھی تھیں۔ ایک شیخ محمد فاضل قادری جو حضرت سید حسن قادری پشاوری کے چھوٹے بھائی تھے ان کی تاریخ وصال ۱۱۱۷ھ ہے۔ دوسرے شیخ محمد فاضل قادری جو مرشد حضرت شاہ شرف قادری تھے ان کی تاریخ وصال ۱۱۳۱ھ ہے۔ تیسرے عالم عامل مولوی محمد فاضل صاحب متوطن کلا نور جنہوں نے ۱۱۰۸ھ میں بزبان فارسی شرح قصیدہ غوثیہ تحریر فرمائی تھی۔ چوتھے یہ محمد فاضل المتوفی ۱۱۰۵ھ میں جنہوں نے کتابی مخبر الواصلین لکھی ہے بلکہ حضرت عبدالنبی صاحب نقشبندی شامی قدس سرہ حضرت اعلی رضوان اللہ علیہ سے ملنے کے لئے شام چوراسی نزد جالندھر سے بٹالہ شریف تشریف لائے تھے اور فیض یاب ہوئے جس کا ذکر آپ کی سوانح عمری میں بھی موجود ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص فقیر اللہ نامی نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر گیارہ روپے پیش کئے آپ نے اس کو قابل اعتنا نہ سمجھا۔ اور نہ ہی کسی خادم کو یہ رقم اٹھانے کی جرات ہوئی۔ فقیر اللہ نے آپ کو توجہ دلاتے ہوئے عرض کیا۔ کہ یہ رقم قبول فرمائی جائے۔ آپ نے فرمایا۔ عزیز من! میں زکوٰۃ کا مال نہیں لیا کرتا۔ یہ کسی محتاج کو دے دو۔ یہ کہنا ہی تھا کہ فقیر اللہ آپ کے قدموں

پر گر پڑا۔ اس نے اس بات کو تسلیم کیا کہ وہ مال زکوٰۃ کی تھی۔ حالانکہ اس نے یہ حقیقت پردہ راز میں رکھی ہوئی تھی۔

ہزاروں غیر مسلم آپ کے تصرف سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور آپ کے تصرف کا یہ عالم ہے کہ اب تک ہر سال کثیر التعداد مشرف باسلام ہونے کے لئے آن ممدوح کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں۔ آپ نے دعا فرمائی کہ یہ دربار ہمیشہ مرجع خلائق رہے اس کے فیوض کی شعائیں دور دراز تک ضوافگن ہوں۔ تاریخ کے اوراق سے واضح ہے کہ آپ کے وصال کے بعد آپ کے خاندان پر مصائب کا ہجوم اس قدر ہوا کہ ظاہر بین لوگ یہ کہہ اٹھے۔ اب یہ جگہ ویران ہو جائے گی لیکن تاریخ ہی نے ظاہر کر دیا ہے کہ ابتلائے چند روز نہ صرف دور ہی ہو گئی بلکہ اس نے حالات کو بایں صیقل کیا کہ دربار شریف اور خاندان کی چمک و دمک ہر سجادہ نشین کے دور میں متواتر رہی۔ یہ آپ کی مذکورہ دعا کا اثر ہے۔

آپ کی کئی تصانیف الہامی ہیں اور اکثر تصانیف میں آپ کو کئی کئی مقامات پر القا ہوتا رہا۔ جس کی کچھ تفصیل آپ کی تصانیف کے تعارف میں بیان کی جائے گی۔

ایک دفعہ حضرت اعلیٰ رضوان اللہ علیہ نے اپنی توجہ روحانی سے بٹالہ میں بیٹھ کر مراد آباد (یوپی) کے علاقہ میں اپنے مرید خاص حضرت نصیر الحق رحمتہ اللہ علیہ کی ایسے طور پر امداد فرمائی جس سے نصیر الحق رحمتہ اللہ علیہ کے بد اندیش دشمن نہ صرف ان کے مطیع ہوئے بلکہ خدا و رسول ﷺ کے بھی مطیع ہو گئے۔

مولانا میاں سید رکن الدین قادری فاضلی پشاوری الملقب بہ رکن عالم و المعروف بہ فاضل میاں صاحب نے اپنی لازوال منظوم تصنیف مناقب غوث الاعظم جو پشتو زبان میں ہے میں اعلیٰ حضرت سید ابو الفرح محمد فاضل الدین گیلانی قادری بٹالوی رضوان اللہ علیہ کی ایک بعداز وصال کرامت درج کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے شیخ طریقت حضرت سید شاہ غلام قادر علیہ الرحمتہ نے بتایا کہ ہمارے پڑوس میں ایک ذمی رہتا تھا جو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ

عنہ کا بے انتہا معتقد تھا اور اعلیٰ حضرت رضوان اللہ علیہ نے اسے کچھ پڑھنے کو بھی بتایا تھا جس کا وہ باقاعدگی سے ورد کرتا رہتا تھا دربار شریف سے اس شخص کو بہت عقیدت تھی۔ ہر روز حاضر ہوتا تھوڑی دیر بیٹھتا اور پھر چلا جاتا۔ اس شخص ذمی نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ روز محشر ہے قیامت قائم ہو گئی ہے ہر شخص کو وحشت پڑا ہوا ہے نفسا نفسی کا عالم ہے۔ لوگ سخت پریشان ہیں کسی کو مار پڑ رہی ہے اور کسی کو دوزخ کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ اتنے میں فرشتے آئے اور اس ذمی کو بھی دوزخ کی طرف کھینچنے لگے۔ اس نے ان سے کہا کہ تم مجھے دوزخ میں کیوں لے جا رہے ہو؟ میں تو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا مرید ہوں اس وقت حکم ہوا کہ فوراً" جاکر آنحضرت رضی اللہ عنہ سے دریافت کرو۔ اگر واقعی ان کا مرید ہے تو آزاد کر دو۔ ذمی نے کہا کہ یہ سن کر فرشتے مجھے کشاں کشاں ان کی خدمت لے گئے۔ وہاں بھی اژدھام نظر آیا۔ حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کی مشکل کشائی فرما رہے تھے۔ فرشتوں نے ان سے عرض کیا کہ یہ شخص اپنے آپ کو آپ کا مرید بتاتا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ تم کس کے مرید ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں آپ کے نائب کامل حضرت شیخ محمد فاضل الدین رضوان اللہ علیہ کا ارادت مند ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کو ان کے پاس لے جاؤ اور اگر وہ تصدیق کر دیں کہ یہ میرا مرید ہے تو پھر اسے چھوڑ دو۔ ذمی نے بتایا کہ پھر فرشتے مجھے حضرت اعلیٰ بٹالوی رضوان اللہ علیہ کے حضور میں لے گئے' وہ ایک مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور لوگ ان کے گرد حلقہ باندھے ہوئے اپنی مشکلات کو ان کے سامنے پیش کرکے نجات حاصل کئے جا رہے تھے۔ گرداگرد ان کے بہت سے نشان لہرا رہے تھے جن پر یہ آیت لکھی ہوئی تھی۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشا واللہ ذو الفضل العظیم ○ (اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور وہ بہت بڑے فضل والا ہے) فرشتوں نے ان سے میرے بارے میں دریافت کیا آپ رضوان اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہاں یہ شخص قادری ہے۔ اسے رہا کر دو۔ اس وقت حضرت شاہ غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس ذمی کو اپنے خواب سے جاگ آگئی اور اس وقت دربار شریف آکر اس نے اپنا خواب سنایا اور کہا مجھے مسلمان کر لیجئے الغرض وہ حضرت

عنہ کا بے انتہا معتقد تھا اور اعلی حضرت رضوان اللہ علیہ نے اسے کچھ پڑھنے کو بھی بتایا تھا جس کا وہ باقاعدگی سے ورد کرتا رہتا تھا دربار شریف سے اس شخص کو بہت عقیدت تھی۔ ہر روز حاضر ہوتا تھوڑی دیر بیٹھتا اور پھر چلا جاتا۔ اس شخص ذمی نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ روز محشر ہے قیامت قائم ہو گئی ہے ہر شخص کو وحشت پڑا ہوا ہے نفسا نفسی کا عالم ہے۔ لوگ سخت پریشان ہیں کسی کو مار پڑ رہی ہے اور کسی کو دوزخ کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ اتنے میں فرشتے آئے اور اس ذمی کو بھی دوزخ کی طرف کھینچنے لگے۔ اس نے ان سے کہا کہ تم مجھے دوزخ میں کیوں لے جا رہے ہو؟ میں تو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا مرید ہوں اس وقت حکم ہوا کہ فوراً" جاکر آنحضرت رضی اللہ عنہ سے دریافت کرو۔ اگر واقعی ان کا مرید ہے تو آزاد کر دو۔ ذمی نے کہا کہ یہ سن کر فرشتے مجھے کشاں کشاں ان کی خدمت لے گئے۔ وہاں بھی اژدھام نظر آیا۔ حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کی مشکل کشائی فرما رہے تھے۔ فرشتوں نے ان سے عرض کیا کہ یہ شخص اپنے آپ کو آپ کا مرید بتاتا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ تم کس کے مرید ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں آپ کے نائب کامل حضرت شیخ محمد فاضل الدین رضوان اللہ علیہ کا ارادت مند ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کو ان کے پاس لے جاؤ اور اگر وہ تصدیق کر دیں کہ یہ میرا مرید ہے تو پھر اسے چھوڑ دو۔ ذمی نے بتایا کہ پھر فرشتے مجھے حضرت اعلی بٹالوی رضوان اللہ علیہ کے حضور میں لے گئے' وہ ایک مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور لوگ ان کے گرد حلقہ باندھے ہوئے اپنی مشکلات کو ان کے سامنے پیش کرکے نجات حاصل کئے جا رہے تھے۔ گرداگرد ان کے بہت سے نشان لہرا رہے تھے جن پر یہ آیت لکھی ہوئی تھی۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشا واللہ ذو الفضل العظیم ○ (اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور وہ بہت بڑے فضل والا ہے) فرشتوں نے ان سے میرے بارے میں دریافت کیا آپ رضوان اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہاں یہ شخص قادری ہے۔ اسے رہا کر دو۔ اس وقت حضرت شاہ غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس ذمی کو اپنے خواب سے جاگ آگئی اور اس وقت دربار شریف آکر اس نے اپنا خواب سنایا اور کہا مجھے مسلمان کر لیجئے الغرض وہ حضرت

کے دست مبارک پر مسلمان ہوا اور ان سے بیعت کرکے نہایت اخلاص سے سلسلہ مبارک میں داخل ہوا۔ حضرت نے اس کا نام عبداللہ رکھا اور اس کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ ------ سلسلہ عالیہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف کے مریدین اور متوسلین کو خوشخبری ہو کہ اگر وہ پختہ یقین اور کامل اخلاص کے ساتھ اعلیٰ حضرت سیدنا ابو الفرح محمد فاضل الدین رضوان اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو یقیناً" حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے بے پایاں سخاوت سے نوازے جائیں گے اللہ تعالیٰ جل شانہ' کے حضور دعا ہے کہ اس دربار سے توسل بالاستقامت عطا فرمائے آمین۔

یہ بات ثابت شدہ ہے کہ جب شیخ محمد فاضل رضوان اللہ علیہ نے بٹالہ شریف میں خانقاہ کی تعمیری شروع کی تو کوئی رقم نہ تھی مگر آپ مزدوروں اور معماروں کی روزانہ اجرت خزانہ غیبی سے ادا فرماتے۔

کمالات آپ کے تذکرہ آدمیہ و روضۃ اسلام سے دریافت ہو سکتے ہیں گیلانی سادات کے اس خانوادا میں یوں تو بہت سے اولیاء اللہ گزرے ہیں مگر جو عظمت اور بزرگی حضرت سیدنا مرشدنا سید ابو الفرح محمد فاضل الدین ابن حضرت سید عنایت اللہ کو حاصل ہوئی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آپ نے روحانیت میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے حکم پر دنیاوی مناصب کا خیال ترک کرکے قادریت کی تبلیغ کو اپنا شعار بنایا۔ اور اپنے آپ کو اسی کے لئے وقف کر دینے کے علاوہ اپنی آنے والی نسلوں میں سے بھی اولاد کبریٰ کو اس بابرکت کام پر معمور کر دینے کی تلقین فرمائی چنانچہ ان کے بعد ان کے فرزند اکبر حضرت سید غلام قادر شاہ رضوان اللہ علیہ سجادہ نشین ہوئے۔ اس دوران یہ سلسلہ کابل و زابل تک پھیل گیا تھا..... چنانچہ سلسلہ عالیہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف قادریت کا ایسا سرچشمہ ہے جو بفضل الٰہی دسویں پشت میں داخل ہو کر بھی شروع دن کی طرح پوری آب و تاب سے جاری و ساری ہے اور انشاء اللہ تاقیامت جاری رہے گا۔ کیونکہ اس کا صاحب سجادہ کامل صاحب نظر ہوتا ہے۔

چوہدری رحیم بخش سابقہ وائس پرنسپل یونیورسٹی لا کالج لاہور لکھتے ہیں علی العموم نبوت اور ولایت ایک ہی خاندان میں نسلاً" بعد نسلاً" قائم نہیں رہتا۔

نبوت صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان میں چار پشت یعنی آپ کے بعد حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کو عطا ہوئی یا دوسری مثال حضرت داؤد علیہ السلام کی ہے کہ ان کے بعد ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام عہدہ پیغمبر سے سرفراز ہوئے۔ اولیاء کرام کے زمرہ میں صرف ایک واحد مثال خاندان عالیہ قادریہ فاضلیہ ہی کی ہے۔ جس میں گیارہویں پشت تک ولایت مسلسل چلی آتی ہے اور بفضل ایزدی تاحشر جاری رہے گی۔

اس طرح روحانی کمالات کا فیضان جاری رہنا حضرت اعلی رضوان اللہ علیہ کے مستجاب الدعوت ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

تصانیف: آپ کی تصنیفات بزبان عربی و فارسی ایک سو تک پہنچ چکی تھیں مگر جن تصنیفات کو حضرت اعلی رضوان اللہ علیہ نے غیر معمولی محنت و کاوش سے اپنے کمالات علم و حکمت کے خزائن کا مخزن بنایا ہے وہ تصوف پر مبنی ہیں علم تصوف میں آپ کو قدوۃ کا رتبہ حاصل ہے۔ الفاضل میں لکھا ہے کہ آپ کی تصنیفات ایک سو کی تعداد سے زیادہ ہیں اور سب سے بہترین تصنیف "بیان الاسرار" شرح قصیدہ غوثیہ بزبان عربی ہے۔ آپ کی قلمی بیاض میں سے نعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور صفت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ پروفیسر اختر شیرانی نے اپنے ایک مضمون "اردو پنجاب میں" بطور نمونہ درج کی ہیں۔ آپ کی تصنیف "خیرات القادر" کو الہامی سمجھا جاتا ہے۔

اعلی حضرت سیدنا ابو الفراح محمد فاضل الدین صاحب تصنیف و تالیف بزرگ تھے آپ نے سو سے زیادہ کتابیں عربی و فارسی میں لکھی ہیں۔ جو اس زمانہ کی مروجہ علمی زبانیں تھیں۔ اردو زبان ابھی مکمل طور سے وجود میں نہ آئی تھی مگر ہندی اور پنجابی زبانوں میں فارسی کے امتزاج سے مشکل ضرور ہو رہی تھی۔ چنانچہ حضرت اعلی کے رشحات قلم میں اس ابتدائی اردو کے نمونے بھی ملتے ہیں بلکہ کتاب "پنجاب میں اردو" کے مصنف پروفیسر حافظ محمود شیرانی مرحوم نے آپ کو اس زمانہ کی اردو زبان کے ایک علیحدہ مکتب کا بانی قرار دیا ہے کیونکہ آپ کی اولاد امجاد اور مریدین و معتقدین کا بہت سا متصوفانہ اور نعتیہ

کلام اس زبان میں ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ بٹالہ مکتب نے اس سلسلے میں اردو کی قابل قدر خدمت بھی کی ہے کیونکہ اس سلسلہ عالیہ کے بعد بزرگوں نے بھی اپنے اپنے وقت میں تاریخ و تصوف پر بہت کچھ لکھا ہے۔ جس کا ذکر انشاء اللہ آگے چل کر اپنے اپنے مقام پر آئے گا۔ آپ کا کتب خانہ بہت بڑا تھا۔ ہزاروں کتابیں موجود تھیں۔ آپ صاحب دیوان شاعر تھے۔ فارسی کا دیوان مشہور ہے۔ سب سے بہترین کتاب بیان الاسرار شرح قصیدہ غوثیہ بزبان عربی ہے۔ دور حاضر کے نامور بزرگ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی نے جب اس شرح کا مطالعہ فرمایا تو بے حد مسرور ہوئے اور فرمایا اس موضوع پر آج تک اس سے بڑھ کر کوئی شرح مطالعہ میں نہیں آئی۔ اس کی نقل اپنے کتب خانہ میں رکھی۔

بٹالہ شریف میں انہوں نے علوم دینی کے لئے ایک وسیع مدرسہ قائم کیا جہاں سے بڑے بڑے عالم فارغ التحصیل ہوئے بیان الاسرار شرح قصیدہ غوثیہ' بزبان عربی' بصورت مخطوطہ' دو جلدوں میں کتاب خانہ دانشگاہ پنجاب میں موجود ہے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی منقبت اور عشق میں بزبان فارسی نظمیں بھی ارشاد فرمائیں جو جواہر تصوف میں درج ہیں پروفیسر محمد اسلم چھیماہی "کھوج" میں لکھتے ہیں۔ سید محمد فاضل الدین رضوان اللہ علیہ ہندوی وچ شعر بھی کہہ لیندے سن تے اوہناں نے کوئی سوتوں ودھ کتاباں تے رسالے اپنی یادگار چھڈے نے حافظ محمود شیرانی کے بقول۔ آپ نے چالیس کتابیں اور رسالے اپنی یادگار چھوڑے ایک روایت ہے کہ تصانیف کی تعداد ایک سو سے زائد ہے ان میں "قصیدہ غوثیہ" کی شرح آپ کی اولاد کے پاس ابھی تک محفوظ ہے۔ آپ کا اردو اور فارسی کلام "پنجابی میں اردو" اور جواہر تصوف میں شامل ہے۔

آپ نے اذکار و افکار و مشاہدات' مکاشفات کے متعلق بھی چند ایک کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جو کہ آج تک اس دربار عالیہ سلسلہ قادریہ فاضلیہ کے لئے مخزن اور ضابطہ عمل تصور ہوئی ہیں۔ آپ نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی منقبت اور عشق میں بزبان فارسی اور اردو نظمیں بھی ارشاد فرمائی ہیں جو کہ "جواہر تصوف" میں درج ہیں۔ حضرت ابو الفرح رضوان اللہ علیہ اس سلسلہ عالیہ کی تبلیغ و بلاغ کے لئے ایک سو سے زائد کتابیں تصنیف فرمائی ہوئی ہیں

آپ عرفان کے علاوہ علوم ادب، منطق، حدیث تفسیر، فقہ اور بلاغت کا بحرِ زخار تھے ایک روایت کے مطابق آپ نے چار سو کتب تصنیف فرمائی تھیں۔

تعارف کتب : حضرت اعلیٰ رضوان اللہ علیہ کی مندرجہ ذیل تصانیف کا اب تک علم ہو سکا ہے۔

ا۔ بیان الاسرار بزبان عربی : یہ تصنیف حضرت اعلیٰ ابوالفرح سید محمد فاضل الدین قادری رضوان اللہ علیہ قصیدہ غوثیہ کی عدیم المثال شرح ہے۔ اور اتنی بلند پایہ شرح قصیدہ کی نظیر آج تک وجود میں نہیں آئی۔ حضرت اعلیٰ کی یہ تصنیف بہت معلومات افزا ہے مختلف زاویوں پر اس میں ضیا گستری ہوئی ہے۔ ایک دو امور کا یہاں پر ذکر کر دینا بہت مناسب ہے... حضرت اعلیٰ نے وحدت الوجود کے نظریہ کے اسرار کی تحقیق فرماتے ہوئے وجودی اور شہودی نظریات کی مفاہمت کے لیے سعی متصل فرمائی ہے اور اس اسلوب مفاہمت میں دراصل وحدت الوجود کی تائید فرما دی گئی ہے۔ وحدت الوجود کی حقیقت سے سب عارفین متفق ہیں۔ البتہ مناہج بیان مختلف ہے۔ حقیقت وحدت الوجود تو اس حد تک مسلمہ ہے کہ مولانا ولی اللہ محدث دہلوی نے یہاں تک تحریر فرما دیا کہ اگر میں مسئلہ وحدت الوجود کو ثابت کرنا چاہوں تو قرآن و سنت کے تمام نصوص و ظواہر سے اس کا اثبات کر سکتا ہوں۔

حضرت اعلیٰ نے بیان الاسرار میں یہ صراحت فرما دی کہ قصیدہ غوثیہ مذکورہ تصنیف حضرت غوث الاعظم سیدنا سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کلام صحو ہے۔ اور اس میں شکر کا شائبہ تک نہیں ہے۔ آپ نے اس کو انضباط فکر اور ہمہ گیر تعمق وجدان پر قائم کردہ استدلال سے ثابت فرمایا ہے۔ اور اس بحث انیق کو پڑھ کر وہ جلابیت و حجابات جو سکر کے مکتب فکر نے قصیدہ غوثیہ کے متعلق حائل کر رکھے ہیں، وہ سب دور ہو جاتے ہیں۔ ایک طبقہ صوفیہ کا خیال ہے کہ قصیدہ غوثیہ کلام سکر ہے مگر حضرت اعلیٰ نے اس کی شدید تردید فرمائی اور ثابت فرما دیا ہے کہ قصیدہ غوثیہ کلام صحو ہے اور اصلیت یہی ہے کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ جیسی افضل و افخم ہستی سکر کے کلام سے منزہ ہے۔

حضرت اعلیٰ نے قصیدہ غوثیہ کو وحی حق کا ظل قرار دیا ہے۔ یعنی وما ینطق عن الھوی ان ھوالا وحی یوحی کیونکہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ حضرت نبی اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب حقیقی ہیں۔

اس کتاب مستطاب کے علو مرتبہ کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ دور حاضر کے شہر آفاق عالم باعمل پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی طاب ثراہ جن کا تبحر علم اور زہد و ورع ہر طبقہ میں مسلم ہوچکا ہے۔ آپ نے قصید غوثیہ کی شرح مرتب کرنے کا قصد کیا۔ اس سلسلہ میں یہ خبر پاکر کہ کوئی تصنیف دربار فاضلیہ بٹالہ میں اس موضوع پر موجود ہے۔ آپ نے معرفت سائیں غلام محمد مرحوم لاہوری حضرت قبلہ سید نذر محی الدین سجادہ نشین دربار فاضلیہ سے یہ تصنیف عاریتہ منگوائی اور بعد مطالعہ کے یہ فرما کر کہ اس کتاب کے موجود ہوتے ہوئے اس موضوع پر کوئی مصنف بہتر کتاب ظہور میں نہیں لاسکتا۔ اس کتاب کی نقل حضور سجادہ نشین موصوف کی اجازت سے کرا کر اپنے پاس رکھ لی اور اصل نسخہ واپس دربار شریف میں بھیج دیا۔ بیان الاسرار بڑی تقطیع کے ۵۵۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا ابتدا میں مصنف ممدوح نے ۴۴ صفحات کا دیباچہ تحریر فرمایا ہے۔ اس میں ضرورت تصنیف ہذا پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور اس کے علاوہ ان برکات کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو کہ رب مطلق کی جانب سے آپ پر دوران تصنیف میں وارد ہوتے رہے ہیں... سب اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ کتاب کسی ایسے شخص نے لکھی ہے جس کو قدرت کی طرف سے مافوق البشریہ تائید حاصل تھی اس مقالے سے ان لوگوں کا شک دور ہونا چاہیے جو کہ قصیدہ مقدسہ کو کلام سکر سمجھتے ہیں۔ تبلیغ جیسے مہتم بالشان فرض پر جو شخص مامور ہوا ہو۔ وہ سکر و ہیچو قسم کی کمزوریوں سے بالاتر ہوتا ہے۔ اور مصنف قصیدہ یعنی حضرت غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ مامور با تبلیغ تھے آپ نے قصیدہ مقدسہ کو چھ حصوں میں منقسم فرمایا جیسا کہ اس دیباچہ سے ظاہر ہوتا ہے ویسے کل ابیات اس قصیدہ کے آپ کی تحقیق کے مطابق انتیس بنتے ہیں۔ اس دیباچہ میں آپ نے فرمایا ہے کہ ان اشعار میں سے بعض تو صرف مرتبہ ولایت کے متعلق ہیں جو کہ حضرت غوثیت ماب سیدنا عبدالقادر جیلانی کے لیے مختص ہے۔

ایک قسم میں وہ مرتبہ بیان ہوا ہے جو کہ اقطاب اور اولیاء سب کو شامل ہے۔ مقدمہ کے بعد آپ نے بڑی تفصیل کے ساتھ ان اشعار کی تشریح فرمائی ہے پہلے آپ شعر لکھتے ہیں۔ اس کے بعد مفردات کے لغوی معانی بیان کر کے پھر صرف و نحو کے لحاظ سے اس شعر پر بحث فرماتے ہیں۔ پھر اس کے بعد بیت کا بامحاورہ ترجمہ کرتے ہیں جس میں بلاغت کا کافی دخل کیا گیا ہے۔ ازاں بعد روحانیت کی اصلاحات کے مطابق ہر لفظ پر بڑی مبسوط بحث کی گئی ہے۔ چنانچہ آپ نے دیباچہ میں بھی لکھا ہے کہ میں نے شرح کی ترتیب اس انداز پر اس لیے دی تاکہ مختلف استعدادات والے لوگ اس سے مستفیض ہو سکیں۔

اردو شرح قصیدہ غوثیہ ازابوا ابرکات نواب عبدالمالک کھوڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے مقدمہ میں جناب حکیم محمد موسیٰ لکھتے ہیں کہ "قصیدہ خمریہ یعنی غوثیہ کے بارے میں بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ یہ حالت سکر کا کلام ہے۔ مگر پنجاب کے مایہ ناز عالم اور مشہور ولی اللہ حضرت ابو الفرح محمد فاضل الدین قادری بٹالوی قدس سرہ م ۱۱۵۱ھ نے قصیدہ غوثیہ کی لاجواب و بے مثال عربی شرح "بیان الاسرار" میں بڑی صداقت کے ساتھ لکھا ہے۔

"قصیدہ غوثیہ کلام صحو ہے اور اس میں سکر کا شائبہ تک نہیں ہے"

کتاب مذکور میں مزید لکھا ہے کہ :

"بیان الاسرار" فی شرح القصیدہ للشیخ سید عبدالقادر جیلانی (عربی) از حضرت ابوالفرح محمد فاضل الدین بٹالوی خط غلام رسول مرید مصنف مخزونہ ذخیرہ مولوی شمس الدین مرحوم و مغفور م ۱۳۸۷ھ تاجر کتب نادرہ لاہور ہے۔ بیان الاسرار قصیدہ غوثیہ کی نہایت مبسوط علمی شرح ہے اور شاید اس سے بہتر آج تک کوئی شرح نہیں لکھی گئی اس نادر اور نایاب شرح کا اردو ترجمہ دربار قادریہ فاضلیہ۔ فاضلیہ کالونی لاہور کی طرف سے شائع ہو چکا ہے۔"

پروفیسر سید محمد مظہر احمد کبیر صاحب نے بیان الاسرار پر ایک خوبصورت مقالہ تحریر فرمایا ہے جو پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں غیر مطبوعہ موجود ہے۔

بیان الاسرار حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے قصیدہ خمریہ کی شرح کا نام ہے جو حضرت اعلیٰ بٹالوی سیدنا ابوالفرح محمد فاضل الدین القدری رضوان اللہ

علیہ نے بزبان عربی تحریر فرمائی۔ اور تین سو برس کے عرصہ میں پہلی بار شائع ہو کر منصۂ شہود پر آئی۔ اب تک یہ مبارک شرح قلمی شکل میں تھی۔ حضرت سیدنا بدر محی الدین رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین نہم نے خانقاہ شریف کے زیر اہتمام اردو ترجمہ سمیت شائع کیا اور اس کے متعدد نسخے مختلف لائبریریوں کو تحفتہ" بھیجے۔

۲۔ **لمعات القادریہ** : یہ کتاب بزبان فارسی تین جلدوں پر مشتمل ہے اور ہر جلد کئی سو صفحات کی کتاب ہے۔ ہر ایک جلد کو مختلف لمعات میں مصنف نے تقسیم فرمایا ہے۔ اس کتاب میں حضرت سیدنا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت مبارک، آپ کے مناقب اور فضائل بھی تحریر فرمائے گئے ہیں الغرض یہ کتاب نہ صرف ادبی لحاظ سے انمول موتیوں کی لڑی ہے بلکہ تاریخی مضامین بھی اس میں ایسی طرز میں مرقوم فرمائے گئے ہیں کہ یہ مجموعہ حضرت مصنف کے جہاں پیا علم کا بین ثبوت ہے... اتنا لکھنا ضروری ہے کہ آپ کا نام محمد فاضل الدین آپ کے لیے عین مناسب نام تھا۔ آپ کی انگشتری جو کہ زیب انگشت فرمائی جاتی رہی ایک نہایت نفیس سجع اس میں کندہ تھا اور وہ یہ ہے "بندہ از بندگی شود فاضل"

نوٹ : کتاب لمعات القادریہ کا سال طباعت و کتابت ۱۱۱۶ھ سن تالیف ہے۔ تصوف کے موضوع پر ہے۔ ماہ رجب المرجب میں مکمل ہوئی۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری نے ۱۹۹۱ء میں منعقدہ نمائش گاہ کتب اسلامی بسلسلہ پندرہویں صدی ہجری تقریبات میں برائے نمائش مذکورہ کا قلمی نسخہ رکھا تھا۔ اس کتاب کے ہر باب کی ابتداء اس طرح شروع ہوتی ہے۔

یا اللہ　　یا محمد　　یا غوث

کتاب کی جلد سوم آئمہ کرام و سادات کے احوال پر مبنی ہے

خیرات القادر (عربی) : آپ کا تصنیف کردہ طویل درود و سلام بزبان عربی ۲۲۰ صفحات پر مبنی ہے۔ جس کی سات فصلیں ہیں جو ساتوں ایام پر منقسم ہیں یہ درود و سلام طوالت و ضخامت و فصاحت و بلاغت و عشق رسول کا خوبصورت اور بے مثال مرقع ہے جو آپ کی قرآن و حدیث پر مکمل دسترس اور قرب الٰہی

کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آج تک لکھے جانے والے تمام درودوں میں فیوض و برکات کے لحاظ سے اس کا منفرد اور ممتاز مقام ہے۔ یہ درود و سلام الہامی ہے۔ اس کے لکھنے پر آپ کو بارگاہ غوثیت سے ابوالفرح کا لقب عطا ہوا۔ انوار الٰہیہ اور اسرار نبویہ کا سرچشمہ ہے جسے پڑھ کر ہزاروں جادہ حق سے سرفراز ہوئے جسے آپ کے سجادہ نشین کی اجازت سے ہی پڑھنا چاہیے۔ یہ درود و سلام دربار قادریہ فاضلیہ' فاضلیہ کالونی' فیروز پور روڈ لاہور کی طرف سے شائع شدہ ہے۔

۴۔ کنوز القادر (فارسی) : یہ کتاب "اورادالاسبوع" عربی تصنیف حضرت غوث الاعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح بزبان فارسی ہے۔اردو ترجمہ مع اصطلاحات صوفیہ مرتبہ دربار قادریہ فاضلیہ لاہور ہے۔ اعلیٰ حضرت رضوان اللہ علیہ کتاب ہذا میں تحریر فرماتے ہیں۔

"جو کچھ اس بندہ کو محی الدین نے عطا کیا ہے اگر میں اس کا بیان اور شرح لکھوں تو خدا کی قسم اس کے اسرار سے یقیناً کئی جلدیں مرتب ہو جائیں" آپ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ "انشاء اللہ تعالیٰ ہر ورد کے ضمن میں جو اسرار قدسیہ اس غلام درگاہ کے دل پر ظاہر ہوں گے ان کو یاران باصفا کے دلوں میں انڈیل دوں گا۔ آپ مزید تحریر فرماتے ہیں کہ "اے فاضل اگر تو خدا تعالیٰ کے ہر اسم کی شرح کرنے لگے تو کتاب کئی جلدوں سے گزر جائے گی۔" ایک جگہ اور تحریر فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ کی جس صفت کو بھی تو چاہے اس سے پڑھ لے اس کتاب کا ایک ایک حرف اس کے راز بیان کرتا ہے اگر میں اس کی پوری شرح بیان کرنا چاہوں تو قیامت تک بھی کب بیان کر سکتا ہوں۔ ایک جگہ مزید تحریر فرماتے ہیں "اسم جمیل میں نور جمال ہے اگر میں اس کو بیان کروں تو دفتر طویل ہو جائے گا۔ اے فاضل! رحمٰن و رحیم کے انوار اچھی طرح بیان کر اور شریعت میں مضبوط رہ۔"

نوٹ : آپ کے ارشادات سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ کتاب الہامی اور حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی تائید سے لکھی گئی اور یہ علوم و معارف کا خزینہ ہے۔ جسے سمجھنا عام آدمی کے بس میں نہیں۔

۵۔ گلزار قادریہ : یہ کتاب قلمی نسخہ زیر مخطوطہ نمبر T-۳۶/۸۲۰۶ ذخیرہ

آذر پنجاب یونیورسٹی لائبریری نیو کیمپس لاہور میں موجود ہے۔ اس کتاب میں مناقب حضرات سلسلہ قادریہ اور خصوصاً احوال و مناقب حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی درج ہیں۔ کتاب کے آخر میں سید شیخ غلام قادر شاہ بٹالوی رضوان اللہ علیہ نے اپنے مرشد کے احوال لکھے ہیں برائے تحقیق و احوال مشائخ قادریہ ساکن بٹالہ شریف یہ نسخہ بہت اہم ہے۔ کتاب کا آغاز بزبان پنجابی یوں ہے حمد و ثنا سب رب نوں جیندا کل ظہور۔ بخشن ھارا خلق دا حضرت رب غفور۔ آغاز بزمان اس طرح ہے۔ ابتداء باامر حضرت مصطفیٰ واجب واجب است باحمد آن رب علی ساقیایک جام از بحر خدا۔ کتاب مذکورہ کے صفحہ نمبر 236 پر حضور انور ﷺ سے لے کر حضرت سیدنا غلام قادر شاہ بٹالوی رضولان اللہ علیہ تک شجرہ مرشدی تحریر ہے یہی شجرہ شریف قادری فاضلی درویش پڑھتے ہیں۔

۲۔ نخبتہ الاخیار: کتاب مذکورہ قلمی نسخہ زیر مخطوطہ نمبر H-132 ذخیرہ آذر پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور میں ہے۔ یہ کتاب بزبان فارسی ہے۔ یہ کتاب تاریخ کے موضوع پر ہے اس کی تین جلدیں ہیں اس میں حضرت آدم صفی اللہ سے لے کر تا ذکر خلافت المستعصم باللّٰہ ابواحمد عبداللہ ابن المستنسر باللہ تک مکمل تاریخ ہے۔ کتاب کا خاتمہ دربیان احوال مشاہیر' حکماء اور شعراء پر ہے۔ سیدنا احمد شاہ رضوان اللہ علیہ سجادہ نشین پنجم دربار قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف نے اپنی تصنیف "احوال ملک ہند و ملوک آں" میں اس کتاب کا ذکر فرمایا ہے اور اس کتاب کو حضرت اعلیٰ ابوالفرح سیدنا محمد فاضل الدین رضوان اللہ علیہ کے والد ماجد سیدنا قاضی عنایت اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب فرمایا ہے۔ کتاب مذکورہ کا حوالہ پروفیسر محمد اسلم صاحب نے اپنے مضمون "احمد شاہ بٹالوی تے اوہدی تاریخ ہندوستان" شائع شدہ چھماہی "کھوج" پنجاب یونیورسٹی لاہور میں دیا ہے۔ تاہم کتاب کا نام غلط لکھا گیا ہے۔ یعنی تحفہ الاخیار۔ اس میں حالات زندگی حضور اکرم ﷺ و خلفائے راشدین اور مشاہیر و معارف شعراء بھی درج ہیں۔ اس کتاب کی جلد اول میں شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر حضرت اعلیٰ رضوان اللہ علیہ کے والد ماجد شیخ ابو محمد عنایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ تک شجرہ نسب بھی درج ہے۔

7۔ فتوح القادر (بزبان فارسی): یہ حضرت اعلیٰ رضوان اللہ علیہ کی بزبان فارسی نایاب تصنیف ہے۔ جس میں اشغال قادریہ، مراقبات قادریہ قادریہ جیلانیہ کے اذکار و اشغال اور اسم ذات کے شغل تحریر کئے گئے ہیں جس سے عشق خدا پیدا ہو جاتا ہے۔ انور الٰہی ظاہر ہوتے ہیں اور وصال حق نصیب ہوتا ہے۔ مراقبات کے اسرار، انوار، افکار اور فضائل پر خوب تفصیل موجود ہے۔ روحانیت اور کشف و کرامات کے حصول کے لیے یہ کتاب اکسیر اور لاجواب نسخہ ہے۔ اس میں بے نظیر اور بے مثال تحقیق موجود ہے۔ آخر میں حضرت اعلیٰ رضوان اللہ علیہ نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں دس عدد مناجات تحریر فرمائی ہیں۔ آپ کے مرید باصفا حضرت محمد حیات قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب بدست خود بروز منگل ہشتم ماہ محرم ۱۲۴۳ھ لکھا ہے۔ اس کا قدیم قلمی نسخہ راقم کے پاس موجود ہے۔ اس کے ۱۵۷ صفحات ہیں اکثر مقامات پر نقش مع رنگ بنا کر انوار و تجلیات کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ سط روحانیت کے حامل لوگوں کے لیے یہ کتاب فاتح ہے یعنی کھولنے والی ہے۔ اسرار و رموز پر سے پردہ اٹھا دیا گیا ہے۔

دیگر تصانیف: حضور قطب معظم رضوان اللہ علیہ نے قصیدہ غوثیہ کی دو مزید شرح لکھیں ایک کا نام "رموز القادر" اور دوسری کا نام "محمانہ قادری" ہے۔ آپ کی تصنیف بیان الاسرار میں معارف قادریہ اور شموس القادر تصانیف کا ذکر بھی ملتا ہے۔

ادب کی خدمت: بارہویں صدی ہجری کا زمانہ پنجاب میں اردو زبان و ادب کی ترویج کے لیے خاص اہمیت رکھتا ہے۔ یوں تو اس دور میں پنجاب کے سبھی حصوں میں اردو زبان صوفیہ کے ہاں ذریعہ اظہار کے طور پر مقبول ہو چکی تھی۔ لیکن جس خطے نے اس سلسلے میں سب سے اہم خدمات انجام دیں، وہ بٹالہ شریف ضلع گورداسپور کا علاقہ ہے۔ جہاں پنجاب کے مشہور صوفی بزرگ حضرت سید ابوالفرح محمد فاضل الدین بٹالوی رضوان اللہ علیہ اور ان کے ارادت مندوں نے تصنیف و تالیف کے ذریعے مذہبی تبلیغ کو جاری کیا۔ پروفیسر حافظ محمود شیرانی

نے اس ادبی مرکز کو "بٹالہ تحریک" کا نام دیا ہے۔ حضرت ابوالفرح بہت بڑے عالم اور فارسی، عربی، اردو اور پنجابی کے بہت اچھے شاعر تھے..... آپ کا اردو اور فارسی کا کلام "پنجاب میں اردو" اور "جواہر تصوف" میں موجود ہے۔ بٹالیہ کی ادبی تحریک میں آپ کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ آپ کے مریدوں کی بھاری تعداد نے آپ کی تقلید میں اردو زبان کو وسیلہ اظہار بنایا۔ جن میں حضرت شیخ نصیرالحق، میاں امام بخش امامی، شیخ محمد حاجی، ناظمی، جلالہ، علی، کامی اور آپ کے فرزند حضرت غلام قادر شاہ مصنف "رمزالعشق" کے نام قابل ذکر ہیں۔

اس مطالعے سے ہم اس بات کا اندازہ آسانی سے کرسکتے ہیں کہ اردو ابتداء ہی سے پنجاب میں ایک علمی، ادبی اور فارسی زبان کی حیثیت سے رائج رہی ہے۔ جس کی نشوونما میں سرزمین پنجاب کے ذہین ترین افراد نے اپنی صلاحیتوں کے جوہر شامل کرکے اسے جلاء بخشی ہے۔ گیارہویں صدی کے اواخر اور بارہویں صدی کے اوائل میں ہمیں پنجاب کے شہر بٹالہ میں اردو زبان و ادب کا ایک نیا مرکز ابھرتا دکھائی دیتا ہے۔ جس کے روح رواں شیخ ابوالفرح محمد فاضل الدین بٹالوی رضوان اللہ علیہ ہیں۔ شیخ فاضل الدین، شیخ محمد افضل کلانوری کے مرید تھے۔ شیخ محمد افضل خود بھی شاعر تھے اور انہیں کی روایت تصوف و شعر کی وساطت سے، ایک ضخیم بیاض دستیاب ہوئی تھی جس میں سلسلہ قادریہ بٹالہ کے اکثر مشائخ اور ان کے متوسلین کا فارسی، اردو اور پنجابی کلام دیا گیا تھا۔ اس بیاض سے انہوں نے شیخ محمد افضل کلانوری کی ایک نظم بھی نقل کی ہے جو حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اظہار عقیدت کے طور پر قلم بند کی گئی ہے۔

سیدنا فاضل الدین بٹالوی رضوان اللہ علیہ کا کلام اس نئے رنگ سخن کا ترجمان ہے جب وہ کہتے ہیں۔

عرش اور فرش پر دیکھوں جو محبوب رب کا ہے
تمامی دین دنیا موں محمد ہے محمد ہے
تمام اوراق ہستی ہی پڑھے ہیں جان و دل سوں میں
خدا کے سر کا دفتر محمد ہے محمد ہے

ہویا ہے جان و تن میرا ستارا نور روشن کا
گئی ظلمات جاں سوں سب محمد ہے محمد ہے
احمد احمد تمہیں دیکھو کرم سیں جب نوازا ہے
خدا کے فیض کا مظہر محمد ہے محمد ہے
نواز و فضل کر اپنا طفیل شاہ محی الدین
کہے فاضل لکھو دل پر محمد ہے محمد ہے

حضرت سید فاضل الدین بٹالوی رضوان اللہ علیہ نے ایک طرف تصوف و شاعری کی روایت کو پنجاب میں آگے بڑھایا اور اسے ایسی اہمیت دی کہ ان کے بعد بھی ان کے جانشینوں اور مریدوں میں شاعری کا چرچا جاری رہا، اور دوسری طرف اپنی شاعری کے ذریعے معیار ریختہ کو پنجاب میں پھیلانے میں مدد دی۔ یہ انہی کا فیض تھا کہ پنجاب میں اردو کا ایک نیا مرکز بٹالہ میں ابھرا۔

شیخ محمد افضل کلانوری کے دوسرے مرید شیخ محمد نور کا ذکر بھی ضروری ہے۔ شیخ محمد نور بھی تصوف و شاعری کے اسی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں جس میں محمد فاضل الدین بٹالوی رضوان اللہ علیہ رنگے ہوئے دکھائی دیتے ہیں شیخ محمد نور کا زیادہ تر کلام حمد و نعت میں ہے۔ ان کے کلام پر قدیم رنگ سخن حاوی ہے۔

پنجابی کلام دا نمونہ:

ہرگز رب نہ ملیا تنہاں نوں جنہاں ترٹی چوڑ نہ کیتی
جو پاکی بن درد ماہی دے سو پاکی جان پلیتی
اک بت خانے واصل تھے اک بیٹھے جا مسیتی
فاضل جو سردیندیاں ڈھل نہ کردے پریم بازی تن جیتی
(پنجابی ادب دی کہانی)

حضرت محمد افضل رضوان اللہ علیہ بھی اردو میں شعر کہتے تھے۔ ان کا اور سید ولی اورنگ آبادی کا زمانہ تقریباً ایک ہے۔ یہاں میں آپ کی ایک مناجات جو عربی اور اردو میں ہے ایک بیاض مخلوکہ پروفیسر آذر میں میں صفحہ نمبر ۱۰۴ پر ہے یہاں درج کرتا ہوں۔

تاہیں مرا بخت نہ اوگی انگھر بجائی یا گئی
ہے وہیں وہاں غفلت بڑی انگھر بجائی یا گئی
اس فضل سوں یا کھو مجھے میں عرض وہ وحدت الصفا
فریاد کرنا ہر گھڑی انگھر بجائی یا گئی
میں ہوں عربی بیجا پڑا فاضل ہوں الحق جیف
اس غم سیتی جھولی بھری انگھر بجائی یا گئی
اب شرم سوں مجھ کھو تمہیں حق اری صفوۃ الصفا
ہے مرتبہ میں یہ گھڑی انگھر بجائی یا گئی
ہر تیغ شریعت سوں رکھو حق کول ہوں کر
اس عشق سوں کر چل بڑی انگھر بجائی یا گئی
رہ رہ القصوی یا رو بھروں "قفا" "بنصا" ماضیا
افواج جمال سوں بھری انگھر بجائی یا گئی
راکھو حسین ہے انکھو حسیں لی لیس قیرت یا علا
تاہیں مرا بخت تم سیتی انگھر بجائی یا گئی
بھولا ہوں میں بخشو حسیں لا تقنطوا والوزر
جب تجھی رہے بخشش کری انگھر بجائی یا گئی
فاضل پکارے ربی ان الضیم تحقیق المؤمنین
فریاد کرنا ہر گھڑی انگھر بجائی یا گئی

علاوہ ازیں اردو ادب کے سرمایہ میں اس خاندان کے بزرگوں نے جو قابل قدر اضافہ کیا۔ وہ پروفیسر حافظ محمود شیرانی مرحوم و مغفور کی مایہ ناز تصنیف "پنجاب میں اردو" میں دیکھی جا سکتی ہے۔

اعلیٰ حضرت سیدنا ابو الفرح محمد فاضل الدین رضوان اللہ علیہ کی تصنیفات میں سے اس وقت جو کتابیں دربار قادریہ فاضلیہ کی طرف سے شائع ہوئی ہیں، ان کے نام یہ ہیں۔

جلاء الاسرار، فیوضات القادریہ اور کنوز القادریہ، ان کے علاوہ آپ نے بہت سی تصنیفیں اور منظومات اردو، فارسی زبانوں میں لکھی ہیں۔ جو "جواہر تصوف"

میں موجود ہیں۔

شیخ محمد فاضل الدین بٹالوی کے بیٹے اور جانشین غلام قادر شاہ م۱۱۷۶ھ ۱۷۶۲ء اپنے وقت کے بڑے بزرگ اور متعدد تصانیف کے مالک تھے۔ ان کی ایک تصنیف ''صفاہ المرآت'' کا ذکر پروفیسر شیرانی نے بھی کیا ہے۔ غلام قادر شاہ کی ایک مثنوی ''رمزالعاشقین'' ہے جس میں انہوں نے رموز تصوف کو شعر کی زبان میں بیان کیا ہے۔ اس کی بحر چھوٹی اور یہ وہی مقبول بحر ہے جسے شاہ باجن' میرانجی' جانم' اشرف اور فیروز نے بھی استعمال کیا ہے۔ بقول شیرانی پنجابی کی تمام خصوصیات اس مثنوی میں موجود ہیں: کتاب کا اصل تمام رمزالعشق ہے۔

سات مراتب بوجھ پیارے ہر ہر کے ہیں حکم نیارے
ست گر سوں تو کر تحقیق نا ہوں ملحد ناں زندیق
فرق ارجمع موں فرق پچھان پھر دونوں کو ایک ہی جان
بوجھ لینو تنزیہ کوں خوب ناں ہو ملحد ناں محجوب
بھی تشبیہ کوں جانوں نیک پھر دونوں کوں مانوں ایک
ظاہر موں ہے وحدت کثرت باطن موں ہے کثرت وحدت

مثنوی ''رمزالعاشقین'' میں آیات قرآنی اور عربی عبارات' اصطلاحات و اشارات تصوف کثرت سے استعمال میں آئے ہیں۔ فکری لحاظ سے خوب محمد چشتی کی مثنوی ''خوب ترنگ'' کی طرح یہ ایک عالمانہ مثنوی ہے جسے عام تصوف کا رازداں ہی سمجھ سکتا ہے بحیثیت مجموعی غلام قادر شاہ کے کلام کا موضوع بھی مذہب و تصوف ہے۔ ان کی غزلیں حمد و نعت کے رنگ میں رنگی ہوئی ہیں۔ منقبت بھی ان کا خاص موضوع ہے جو زیادہ تر حضرت غوث اعظم کی شان میں لکھی گئی ہیں۔ غزلوں میں فراق و ہجر کی کیفیات کو بیان کیا گیا ہے۔ شاعرانہ اشارے اور علامات مجازی نوعیت کے ہیں لیکن جابجا حقیقت و معرفت کی طرف بھی اشارے ملتے ہیں۔ یہ غزل پڑھیئے۔

پیا جن مکھ ترا دیکھا اسے پھر کیا دکھانا ہے
چکھا جن رس تیرے لب کا اسے پھر کیا چکھانا ہے
ہوا ہے دل مرا کولا برہ کی آگ کے بھیتر

ایسی جرتی انگاری کوں کہو اب کیا جراتا ہے
نہ عاقل ہوں نہ دیوانہ' نہ محرم ہوں نہ بیگانہ
ایسے بے ہوش بے خود کوں کہو پھر کیا بتاتا ہے
جدائی سے جرے عالم' جروں میں روبرو ہردم
ایسے مجنوں دیوانہ کوں کہو پھر کیا ستاتا ہے
گرا کر شیشہ دل کوں لگے جور و جفا کرنے
خدا سے تک ڈرو ظالم گرے کوں کیا گراتا ہے
پیا کا درس جن پایا ہو یا ناداں نہ جانے کچھ
لیا جن سبق وحدت کا اسے کیا پھر پڑھاتا ہے
فنا کے بحر قلزم موں پڑا یہ دل گیا گزرا
نہ جاگے روز محشر کے اسے پھر کیا جگاتا ہے
پیا جن جام وحدت کا نہ راکھے خوف سولی کا
اناالحق جب ہو یا الحق اوسے پھر کیا ڈراتا ہے
سنوں ہرجا سخن تیرا دیکھوں سبھ موں رخن تیرا
ترا ہوں میں بجن تیرا مجھے پھر کیا لبھاتا ہے
غلام شاہ فاضل کا کہے دل سوں سنو یارو
دیکھا میں شاہ محی الدین مجھے پھر کیا دکھاتا ہے

ڈاکٹر جمیل جالبی تاریخ ادب اردو جلد اول میں لکھتے ہیں کہ

اس غزل کو پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ اردو زبان ایک نئے سانچے میں ڈھل رہی ہے لفظوں اور لہجوں کے پرانے پتے جھڑ رہے ہیں اور نئے پھوٹ رہے ہیں۔ غلام قادر شاہ کے علاوہ حیات' محمد جان' نصیرالحق نصریا' امامی' ناظمی' علیم' جلال الدین جلالا' شیخ محمد حاجی' امام بخش قادری' علی' کامی' جانی' خلدی' بدھ سنگھ' میر صابر' خفیہ بیگم' نامدار خاں دت' محمد غوث بٹالوی ۱۱۹۸ھ / ۱۷۸۳ء اور دل محمد دلشار پسروری وہ شعرا ہیں جنھوں نے اسی روایت میں شاعری کی اور اردو شاعری کی جڑیں پنجاب میں گہری کیں۔ ان سب لوگوں کی کاوشوں کی وجہ سے آج اردو کے بغیر پنجاب اور پنجاب کے بغیر اردو کوئی معنی نہیں رکھتے۔"

کتب خانہ کے جل جانے کا المیہ: حضرت سیدنا غلام قادر شاہ ابن حضرت اعلیٰ رضوان اللہ علیہ نے کتب خانہ کو بھی وسعت دی اور آپ نے کتب خانہ میں نہایت مفید مفید کتابوں کا ذخیرہ جمع فرمایا آپ کے زمانہ میں کتب خانہ کی جس انداز سے اساس مضبوط کی گئی۔ اس سے آپ کے حسن ذوق کا بہترین ثبوت ملتا ہے اور یہ انداز اس حد تک مقبول ہوا کہ اب تک اس دربار میں اس طریق پر پابندی رکھی جارہی ہے الغرض اس کتاب خانہ میں مختلف اقسام کی کتابیں ذخیرہ کرنے کا اصول وضع کیا ہوا ہے اور یہ اصول حضرت سید غلام قادر اہل اللہ رضوان اللہ علیہ کے زمانے ہی سے منظم طریق پر قائم ہوا۔ بعض کتابیں تو ارکان خاندان کی تالیف ہیں۔ کچھ وہ جو ارکان خاندان نے نقل کرائی ہوئی ہیں اور کتب خانہ میں داخل کرائیں زر کثیر آں ممدوح نے اس مصرف پر صرف فرمایا ہے۔ اس کتب خانہ میں حضرت قبلہ اہل اللہ سید غلام قادر شاہ رضوان اللہ علیہ نے تقریباً ہر فن کی کتابیں ذخیرہ فرمائی ہیں۔ اب تک تفسیر' حدیث' تجوید' تصوف' طب' اصول حدیث' فقہ' اصول فقہ' فرائض' کلام' ہیئت' منطق' فلسفہ' اخلاق' ادب' صرف و نحو' تاریخ' مناقب اور نعت میں سے ہر فن کی کتابیں اس کتب خانہ کا سرمایہ امتیاز ہیں۔ بعض قلمی کتابیں تو خاص طور پر اپنے خط کی صفائی کاغذ کی نفاست' مرصع حاشیہ نگاری کے اعتبار سے باصرہ افروز ہیں۔ الحاصل یہ وہی کتب خانہ ہے جس کی تنظیم کار کی ابتداء حضور اہل اللہ قبلہ رضوان اللہ علیہ نے فرمائی تھی۔

پروفیسر محمد اسلم ماہنامہ برہان دہلی میں لکھتے ہیں کہ

۱۔ گروؤں کے تذکرے کے بعد مصنف سید احمد شاہ قادری فاضلی بٹالوی نے تفصیل سے بندہ بیراگی کی فتوحات اور اس کے مظالم کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس ہنگامے سے مصنف کے مورث اعلیٰ سید ابوالفرح محمد فاضل الدین رضوان اللہ علیہ الحسنی القادری بھی متاثر ہوئے اور بٹالہ چھوڑ کر انہیں سلطان جانا پڑا۔ سید غلام قادر شاہ رضوان اللہ علیہ کے بعد ان کے بیٹے سید غلام غوث رضوان اللہ علیہ اور ان کے بعد ان کے بیٹے ابو احمد سید محمد شاہ رضوان اللہ علیہ سند آرائے خلاف ہوئے۔ سید غلام غوث شاہ رضوان اللہ علیہ فارسی اور

عربی کے عالم تھے۔ ان کی ایک اردو نعت "جواہر تصوف" میں موجود ہے۔ سید غلام قادر شاہ رضوان اللہ علیہ کا چھوڑا ہوا بھاری کتب خانہ بھی انہی کے حصے میں آیا، لیکن سکھوں کے ظلم و ستم کی نذر ہوگیا۔ جنہوں نے کتب خانہ لوٹ لیا اور اور سید غلام غوث رضوان اللہ علیہ کے اثاث البیت کو کچھ لوٹا کچھ جلا دیا۔ پروفیسر شیرانی صاحب نے اس واقعے کا ذمہ دار جے سنگھ کو قرار دیا ہے۔ جس نے جسیا سنگھ رام گڑھیا سے بٹالہ اور کلانوری کا علاقہ حاصل کرنے کے لیے مسلمانان بٹالہ پر ظلم و ستم رَوا رکھے۔ شیرانی صاحب کے ہاں اس واقعے کا ماخذ غلام محی الدین ابن عبدالکریم پشاوری کی کتاب "تذکرہ الابرار" (فارسی) ہے۔ جس میں لکھا ہے۔

ترجمہ : اس قدر بے حیائی پر اتر آئے کہ انہوں نے شیخ غلام قادر شاہ بٹالوی رضوان اللہ علیہ کے مکانات اور مکینوں پر بہت ظلم و ستم کیا اور گھر کے تمام ضروری سامان اور جزوں کو لوٹ لیا خاص طور پر گزشتہ زمانے کی نوادر اور عجائب عالم کتب جو دور دراز سے بڑی کوشش سے جمع کی ہوئی تھیں اور جو کہ رات دن طالب علم مدرسہ شریف میں استعمال کرتے تھے۔ جاہلوں کے ہاتھ آگئیں۔ انہوں نے کتب کو کباب سے اور اسباب کو آسیاب سے کوئی فرق نہ رکھا یعنی کتب اور اسباب کو مکمل تباہ برباد کر دیا۔"

توحید کے اس بحر مواج بیکراں کو دیکھ کر سکھ حکومت کے بعض کوتاہ نظر عمال اور کارگزاروں کے دلوں میں حسد و بغض، خصومت و عداوت کی آگ بھڑک اٹھی۔ یہ حسد و بغض، عداوت اور بدنفسی اسی وجہ سے پیدا ہوئی تھی کہ حضرت سیدنا غلام غوث رضوان اللہ علیہ کی دعوت اسلام میں ایک غیر معمولی کشش اور دلاویزی تھی۔ ہزار بہانے تراشے گئے تاکہ آپ کو ایذاؤں کے کرب و بلا میں مبتلا کیا جائے۔ بالاخر آپ تخویف ظلم و تعدی یہاں تک کیا گیا کہ اقتصادی لحاظ سے آپ کو محروم الوسائل کر دیا گیا۔ یعنی تجویع کا عمل شروع ہوگیا۔ ذبح بقر کے شاخسانہ سے آپ پر اور آپ کے مریدین سکھ حکام نے مظالم اور سفاکیوں کے دروازے کھول دیئے تھے۔ مغلیہ عہد حکومت سے جو بیش بہا جاگریں اس خاندان کو ملی تھیں وہ ضبط کرلی گئیں اور آپ کے لیے مصیبتوں اور

انگاروں کو مشتعل کر دیا گیا آپ نے اشاعت توحید بند نہیں کی اور بالاخر آپ نے' آپ کے خاندان اور مریدین جو کہ دربار عالیہ میں تھے ان سب نے ہجرت کرنے کا عزم کرلیا تاکہ کسی اسلامی ملک میں چلے جائیں اور بہتر حالات کی انتظار کریں الحاصل حضرت سید غلام غوث مع رفقاء عزم ہجرت پر گامزن ہو کر ابھی وزیر آباد ہی پہنچے تھے کہ آپ نے اپنی وفات کے متعلق اپنے ساتھیوں کو اشارہ فرما دیا چنانچہ وزیر آباد میں ہی علیل ہوگئے اور کچھ دنوں کے بعد وہاں ہی وفات پاگئے۔ ۱۱۹۸ھ ۱۷ شعبان تاریخ وفات ہے آپ کے فرزند اکبر حضرت سید محمد شاہ صاحب مہاجرین کے قافلہ میں شریک تھے چنانچہ انہوں نے لکھا ہے کہ اس وقت شدید مصیبت آپڑی تھی۔

بٹالہ اور کلانور پر رام گڑھیا مثل والوں کا قبضہ تھا۔ جے سنگھ نے جسا سنگھ رام گڑھیا کو ستلج پار نکال کر ان مقامات پر بھی قبضہ کرلیا۔ لیکن جے سنگھ نے مسلمانان بٹالہ کو سخت اذیتیں پہنچائیں۔ شرفاء کو لوٹ لیا اور ان کے مکانات جلا دیئے۔ حضرت شیخ غلام غوث بٹالوی متوفی ۱۱۹۸ھ کو جو شیخ غلام قادر کے فرزند اور جانشین تھے قید کر دیا اور ان کا اثاث البیت تک لوٹ لیا۔ اس سلسلے میں ان کا بے نظیر کتب خانہ لوٹ لیا گیا۔ مصنف "تذکرہ الابرار" اس کے متعلق کہتا ہے۔

"تا آنکہ قدم در میدان و قاحت گزاشتہ دست تعدی بر اماکن و مساکن آنحضرت دراز کردہ متاع و اشیاء و مواد و اسباب لزومی و جمیع اثاث البیت بغاوت بردند خصوصاً جواہر نایاب کتب کہ از نوادر روزگار و عجائب عالم بمرود دہور و چندین مساعی جمیلہ و انواع تردوات جمع آمدہ شب و روز در مدرسہ شریفہ مستعمل طلباب بود' بدست آنچناں جہال افتاد کتاب را از کباب و اسباب را از آسیاب فرق نمی کردند"

جیسا قارئین حضرات پڑھ چکے ہیں کہ حضرت اعلیٰ ابوالفرح رضوان اللہ علیہ نے سینکڑوں کتابیں تصنیف فرمائیں جو بزبان عربی و فارسی تھیں۔ آپ کے صاحبزادہ سیدنا غلام قادر شاہ رضوان اللہ علیہ نے بھی ان گنت کتب بزبان عربی و فارسی تحریر کیں تھیں اگر یہ ضائع نہ ہوتیں تو آج یہ بات ثبوت کو پہنچتی کہ

آپ مجدد دین حنیف تھے۔ کیونکہ آپ نے اہل شریعت اور اہل طریقت کی بھرپور اور مکمل راہنمائی فرمائی۔ آپ کے مدرسہ جامعہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف جو اپنے عہد کا عظیم ترین مدرسہ تھا جس سے ہزاروں علماء پیدا ہوئے جنہوں نے تبلیغ اسلام کے فرائض انجام دیئے اور آپ کے جانشین و خلفاء حضرات نے لاکھوں مسلمانوں کے دلوں کو معرفت الٰہیہ سے منور فرمایا۔ گویا کہ آپ نے ہندوستان میں مسلک حق کی وہ اساس اور بنیاد فراہم کی جس پر بعد میں حضرت احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے خوبصورت عمارت تعمیر فرمائی اور آج بھی یہ سلسلہ پوری آب و تاب سے فیوض و برکات کی ضیاپاشیاں کر رہا ہے۔ اس دربار شریف کی زیر سرپرستی چار عدد مدرسے جامع قادریہ فاضلیہ علم کا نور پھیلا رہے ہیں اور اس سلسلہ کے خلفاء کرام پورے برصغیر میں علوم و معارف کا فیض پہنچا رہے ہیں۔ میری پرستاران سلسلہ قادریہ فاضلیہ سے گزارش ہے کہ وہ حضرت اعلیٰ رضوان اللہ علیہ کی کتب جو قلمی نسخہ جات مخطوطات ہیں ان کو نایاب قلمی کتب کے ذخائر اور عظیم لائبریریوں کے شعبہ مخطوطات سے تلاش جاری رکھیں ہو سکتا ہے کہ آپ کی کچھ کتب کی وافر نقول کہیں سے دستیاب ہو جائیں۔ بندہ ناچیز کو بھی اسی طرح دوران تلاش پرانی نایاب کتب بیچنے والوں سے سلسلہ ہذا کی کچھ نایاب مخطوطات کتب دستیاب ہوگئیں جن میں حضرت اعلیٰ کی کتب بھی شامل ہیں۔

ارشادات: آپ بیان الاسرار میں تحریر فرماتے ہیں:

۱۔ جان لینا چاہئے کہ یہ اسرار جو میرے دل پر وارد ہوتے ہیں ان میں اکثر وہ ہیں جو میرے رب نے اوراد کی قرات اور قرآن حمید کی تلاوت کے بعد الہام کئے اور بعض ایسے ہیں جو میرے ذہن پر فرض نمازوں کے اوقات میں وارد ہوئے اور بہت تھوڑے ایسے ہیں جو ان اوقات کے علاوہ معلوم ہوئے۔ لیکن تمام کے تمام اس بات میں مشترک ہیں کہ یہ اس جذب کی کیفیت میں وارد ہوئے جس سے مجھے جلیل القدر شیخ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عنایات سے مشرف فرمایا اور مجھے اپنے تحفہ جات میں سے تحفہ دیا..... خدا تعالیٰ کی رحمت اور فضل جسے مخصوص کرلیتا ہے اس نے مجھے اپنے قدسی الہام صوفیاء کی اصطلاعات کے

موافق القاء کئے اور قدسی اصطلاحات کے مطابق حقائق سے مشرف فرمایا اس قدر کہ ان کی تحریر سے ہر بھوکا سیر ہو سکے اور ہر پیاسا حیران ان کی شراب صافی سے سیراب ہو سکے۔ ۲۔ واضح ہو کہ مجھ پر علم و عرفان کے دروازے اس حد تک کھول دیئے گئے ہیں کہ عمر نوح بھی مل جائے اور تمام عمر لفظ یٰسین کے معارف بیان کرتا رہوں تو تکمیل بیان نہیں ہو سکے گی۔ ۳۔ تعجب تو ان لوگوں پر ہے جنہوں نے غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے اس کلام کو جس کو بر سر عام اولیائے کاملین تک پہنچانے کا آپ کو حکم ہوا کہ "میرے یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہیں۔" سکر پر محمول کیا ہے کیونکہ جس کو بر سر منبر تبلیغ کا حکم ہو وہ مقدور نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بات تو طے شدہ ہے کہ اہل سکر معذور ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی سکر کے وقت کی باتوں سے توبہ کرتے ہیں..... اور جو اندر کرسی خطاب پر جلوہ افروز ہو اور وصال کی خلعت کو زیب تن کئے ہوئے اور اسرار مخصوصہ پر واقفیت رکھتا ہو اور بقاء کے نہال خانہ میں ہو وہ ایسی بات کرے گا جو اس کے کلام کے خزانہ سے ہو اور اس کے مخفی دفینے سے ہو4۔ خدا تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ اس نے مجھے غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی عزیز کتاب فتوح الغیب اور جلاء الخاطر اور آپ کی گرامی قدر کتاب غنیتہ الطالبین اور آپ کے قصائد کریمہ کے پڑھنے کی توفیق دی۔۵۔ خدا تعالیٰ کی محبت کے لیے بہت سے طریقے ہیں اور سب سے زیادہ آسان طریقہ یہ ہے کہ شیخ کی محبت کو اپنے دل میں جگہ دے کہ اس سے خدا تعالیٰ کی محبت بہت جلد میسر آجاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کہا گیا ہے کہ اللہ کی محبت شیخ کی محبت ہے۔۶۔ یہ تمام شیخ بزرگ ترین کے علوم کے سمندروں میں سے ہیں وہی لکھتا ہوں جس کی مجھے اجازت ہوتی ہے۔ اے ہمارے رب اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر جائیں تو ہم سے مواخذہ نہ فرما تو پاک ہے تیرے بتائے بغیر ہمیں کوئی علم نہیں ہے۔۷۔ اس سیر میں قانون یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت ظاہر اور باطن دونوں طرح ہو خصوصاً شریعت ظاہرہ کا لحاظ رکھا جائے کیونکہ وہی ایک خباثت اور نجاست سے پاک کرنے والی ہے۔ اگر شریعت نہ ہوتی تو توحید اور الحاد اور بے دینی کبھی الگ الگ نہ ہو سکتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں اور جو آدمی خدا کی حدود تجاوز کرے تو یہی لوگ فاسق ہیں۔۸۔ اے ہوس پرست تو اللہ جل

جلالہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور تیری آنکھیں کان اور زبان غیروں میں مشغول رہتے ہیں۔ یہ بیوقوفی اور غرور اعونت ہے ایسا نہیں کرنا چاہیے اور دعویٰ بلادلیل سے شرم کرنا چاہیے تیرے لیے ضروری ہے کہ محبوب کے بغیر اور کسی طرف کبھی نہ دیکھئے۔۹۔ اے دیدار احمدی ﷺ کے عاشق تجھے چاہیے پہلے نفس اسم محمد ﷺ پر غور کرے اور عبرت و اعتبار کی آنکھوں سے دیکھ کہ ان چاروں حروف میں کتنے راز ہیں۔ میم کو دوبارہ نہ سمجھو بلکہ ان دونوں میموں کو اسرار کا حلقہ جانوں یعنی دو دائروں کا اشارہ ہے اور ان دونوں دائروں کی بے شمار وجوہات ہیں۔ اگر ان کا بیان تفصیل سے لکھا جائے تو کئی اونٹوں کے بوجھ سے زیادہ ہو جائے گا۔۱۰۔ تہذیب کا مطلب یہ ہے کہ اپنے ارادے کو درست رکھے اور اللہ کے اس علم کے مطابق رکھے۔ جو اللہ نے اس کو اپنی شریعت میں نبی کی زبان سے سکھایا ہے پھر اس طریقے کے مطابق عمل کرے۔۱۱۔ دنیا ایک خوبصورت سانپ ہے۔ ایک بہت بڑی مصیبت ہے۔ ۱۲۔ پس شریعت علماء کے لیے ہے اور مجذوب اور واصل وہ تو راستہ طے کر چکے اور خالص شراب پی چکے تو اب وصول کے بعد عبادت کیسی؟ اور یہ خالص کفر ہے نہ اس کی موافقت کتاب اللہ کرتی ہے نہ سنت اور نہ ہی یہ کسی صحابی اور تابعی سے منقول ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ تجھ کو ان کے استدلال کے ابطال اور ان کی گمراہی کے دور کرنے پر متنبہ کردوں۔ سب سے پہلے تو اللہ کی کتاب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "جو تمہیں رسول دے لے لو" آلایہ اور پھر سنت سے اور وہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا "جس نے میری سنت کو چھوڑ دیا اسے میری شفاعت نصیب نہیں ہوگی۔" جو آدمی سرے سے شریعت ہی چھوڑ دے اس کا کیا حال ہوگا۔؟۱۳۔ آپ نے فرمایا۔ میری امت کے یہودیوں کو سلام نہ کہا کرو تو صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ کی امت کے یہودی کون لوگ ہیں" تو آپ ﷺ نے فرمایا "وہ لوگ جو مساجد میں اذان سنتے ہیں اور نماز کے لیے جماعت میں شامل نہیں ہوتے۔۱۴۔ افسوس ہے جو نسبت قادریہ کا دعویٰ کرتے ہیں اور شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات پر عمل کرنا چھوڑ دیتے ہیں یہ جھوٹے صوفیاء اور ملمع ساز بدعتی، دعویداروں، خواہش پرستوں کی جھوٹی باتیں

ہیں جو کہتے ہیں کہ باطن کا علم اور اس کا طریقہ علم شریعت اور ظاہر سے الگ ہے اور یہ ان کا کفر اور نفاق ہے یہ باطل پرست دجال لوگ ہیں۔ ان پر ہلاکت اور تباہی ہو جو یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں اور ان لوگوں پر بھی جو ان کے پیچھے جانے والے ہیں یہ لوگ خود بھی گمراہ ہوئے اور اوروں کو بھی گمراہ کیا۔ اے اللہ ہمیں ان کے مکر اور جادو سے محفوظ رکھ کہ وہ ہمارے دلوں کی آنکھوں پر جادو نہ کر سکیں اور ہمیں شریعت محمدیہ اور طریقت محمدیہ کی پیروی کرنے والے بنا اور مجھ پر طریقہ قادریہ ﷺ کے حقائق منکشف فرما۔ ۱۵۔ شیخ کے لیے ضروری ہے کہ ہر آن اپنے مرید کے حال سے واقف رہے اس طرح کہ اس مرید کے حالات سے ایک ذرہ برابر بھی اس کے علم سے باہر نہ ہو اور مرید اپنے شیخ کے کمالات کا دعویٰ کرے تو اس کی مدد کے لیے فوراً پہنچے۔ ۱۶۔ ارباب طریقت کا اس پر اتفاق ہے کہ مجذوبین کے علاوہ اولیاء کی تمام اقسام بغیر کسی صاحب کمال مرشد کے ارشاد کے اپنے مقصد حقیقی پر جو کہ مقام ولایت ہے کبھی نہیں۔ پہنچ سکتے تیرے لیے پیر نہایت لازمی ہے اور تمام کاموں میں وہ تیری پناہ ہے۔ وہ راہ نہایت خوش قسمت ہے۔ جو کسی زندہ وجود سے مل گیا ہے جو شخص کسی صاحب دولت کے سایہ میں آگیا اس کو اس راہ میں کبھی شرمندگی نہ آئے گی۔ ۱۷۔ قانون یہ ہے کہ نبی ﷺ کی متابعت ظاہر اور باطن دونوں طرح ہو خصوصاً شریعت ظاہرہ کا لحاظ رکھا جائے کیونکہ وہی ایک خباثت اور نجاست سے پاک کرنے والی ہے۔ اگر شریعت نہ ہوتی تو توحید اور الحاد اور بے دینی کبھی الگ الگ نہ ہو سکتے یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں اور جو آدمی خدا کی حدود سے تجاوز کرے تو یہی لوگ فاسق ہیں۔ ۱۸۔ مرید کے لیے ضروری ہے کہ اپنے شیخ کے حکم کا تابع رہے اس کے حق میں جو بھی وہ فیصلہ کرے یا جو بھی چاہے کیونکہ طبیب مریض کا علاج جس طرح چاہے کرتا ہے۔ ۱۹۔ مرید کا مطمع نظر صرف شیخ ہی ہو نہ کوئی دوسری چیز اگر وہ کعبہ ہی کیوں نہ ہو۔ ۲۰۔ مرید کے لیے ضروری ہے کہ شریعت کی متابعت کا طالب ہو نہ کہ خوراک کا کیونکہ وہ ہر چیز سے زیادہ کامل تر ہے۔ ۲۱۔ مجذوب اپنی عقل کے جل جانے اور وجود کے فنا ہونے کی وجہ سے بحر عدم میں غرق ہو جاتا ہے اس سے تکالیف شرعیہ اٹھائی جاتی ہیں اور اس سے مواخذہ نہیں ہوتا

کیونکہ اس میں عقل نہیں رہی جس پر تکلیف کا دارومدار تھا۔ ۲۲۔ شریعت کی اتباع کے بغیر مجاہدہ ایک پرانی بیماری ہے۔ جس کو یہ جاہل لوگ نہیں سمجھ رہے ہیں سو تم جاہل صوفیوں سے بچو یہ شیخ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کا حکم ہے۔ ۲۳۔ مرید اپنے اختیار سے دستبردار ہو جائے بلکہ اپنے شیخ کی نسبت سے ایک دودھ پینے والے بچے کی طرح ہو جائے جو دایہ کی گود میں ہوتا ہے یا جس طرح گیند چوگان کے قبضہ میں ہوتا ہے یا جیسے میت غسل دینے والے کے قبضہ میں ہوتی ہے۔ تو اس کا ظاہر اور باطن اپنے شیخ کا غلام ہو جائے شیخ کے سامنے نہ اس کا کوئی ارادہ ہو نہ عزت نہ مال نہ گھر نہ کپڑا نہ کھانا نہ پینا جب اس طرح صحت ہو جائے گی تو دونوں سینوں میں مناسبت پیدا ہو جائے گی اور دونوں دلوں میں ربط پیدا ہوگا۔ تو وہ دونوں ایک دوسرے کو اس طرح جذب کریں گے کہ دوائی ختم ہو جائے گی اور وہ ایک دوسرے کا عین ہو جائیں گے۔ ۲۴۔ ضروری ہے کہ مرید اپنے شیخ کے سامنے اس طرح ہو جیسے بندہ اپنے معبود کے سامنے کہ وہ کس طرح اپنے وجود سے فانی اور اس کے شہود میں محو اور اس کے حکم کی تعمیل میں کوشاں ہوتا ہے۔ غلام کی یہی کیفیت ہوتی ہے اور یہ عین اس کی سعادت ہے۔ ۲۵۔ مرید کے لیے ضروری ہے کہ یہ عقیدہ رکھے کہ اس کے اپنے شیخ مرشد کی طرح کوئی شیخ دنیا میں نہیں ہے۔ تاکہ اس کا دل مرشد سے اکتساب کرنے میں مطمئن ہو جائے ورنہ اس کو تردد اور اضطراب باقی رہے گا۔ ۲۶۔ مرید کے لیے ضروری ہے کہ اپنے شیخ کے کھائے پیے جھوٹے کو غنیمت سمجھے کیونکہ وہ برکات کا باعث ہے۔ ۲۷۔ دوسرے اولیاء حضور سیدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اس طرح محتاج ہیں جیسے زمین بادلوں کے فیض کی محتاج ہے۔ ۲۸۔ بزرگ ترین شیخ رحمۃ اللہ علیہ احوال کے سلب کرنے والے ہیں وہ بڑے بڑے ابدالوں اور طاقتور مردوں کے احوال چھین سکتے ہیں۔ شیخ اجل نے فرمایا رک جاؤ۔ قطب تو میرے خادم اور غلام ہیں۔ ۲۹۔ تو اب یہ جاننا چاہیے کہ نبوت سے ترقی ان اولیاء کی ولادیت کی طرف ہے جو نبوت کے زمانہ کے بعد ہیں اور ان میں بھی درجے ہیں بعض بعض سے بلند ہیں یہی وجہ ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فضیلت دی گئی ہے اور عمر رضی اللہ عنہ کو عثمان رضی اللہ عنہ پر اور عثمان کو علی رضی اللہ عنہ پر پھر صحابہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہم کے بعد اتباع میں بھی ولایت متحقق درجہ بدرجہ ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کا درجہ کسی کو نہیں مل سکتا کیونکہ بڑے بڑے علماء کا مقررہ قاعدہ کے مطابق عقیدہ ہے کہ کوئی ولی کسی صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا پھر صحابہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے امت مرحومہ میں سے کسی ولی کو وہ مرتبہ عطا نہیں فرمایا جو اس نے بزرگ ترین شیخ ہیجو کو عطا فرمایا ہے۔ ۳۰۔ تجھے جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے لیکن چونکہ اس کا حسی وجود فضول لذتوں اور لذیذ خواہشوں کے خسیس امور کے ساتھ گندہ ہو جاتا ہے وہ ان کو پوری طرح حاصل کرنے اور ان کو سمیٹنے میں مشغول ہو جاتا ہے یہاں تک کہ بھول جاتا ہے کہ اسے کن کن معارف اور مہربانیوں کے مالک اللہ نے وصول کے لیے کیسے پیدا کیا گیا تھا تو ان کے دل سخت ہو جاتے ہیں۔ وہ پتھر بن جاتے ہیں۔ یا پتھروں سے بھی زیادہ سخت کیونکہ پتھر بھی بعض دفعہ پھٹ جاتے ہیں اور ان سے میٹھے پانیوں کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں حالانکہ ان میں پتھریلا پن اور سختی بھی رہتی ہے اور جب دل مسخ ہو جاتے ہیں تو نہ ان میں کوئی پانی رہتا ہے اور نہ شرم و حیا۔ ۳۱۔ فقیر کہتا ہے کہ یہ تجلی تمام پیغمبروں اور اولیاء میں ہے کیونکہ ان پر موت نہیں ہے وہ ایک گھر سے دوسرے گھر کو منتقل ہوتے ہیں خبردار اللہ کے دوست نہیں مرتے لیکن وہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوتے ہیں۔ ۳۲۔ اولیاء اللہ سے ظاہر ہے کبھی گناہ صادر ہو جاتا ہے اور باطن میں اس کے صدور میں اسی ولی کی تعلیم کی حکمت مخفی ہوتی ہے کہ جس بھنور میں وہ پڑا ہوا ہے۔ اس سے اس کو نکالنا مقصود ہوتا ہے۔ ۳۳۔ میں کہتا ہوں جو شریعت نہیں رکھتا اور حقیقت رکھتا ہے وہ سراسر بے دینی ہے شریعت کے بغیر ترقی کا قائل ملحد دجال اور منافق ہے اس کو قتل کر دینا ضروری ہے تاکہ مخلوق اس کے گمراہ کرنے سے محفوظ ہو جائے سو شریعت تو نفس چراغ ہے اور طریقت اس کے انوار ہیں اور حقیقت اس کا عین ہ تو شریعت نہایت لازمی ہے۔ تاکہ نفوس مظلمہ گہرے اندھیروں سے نکل آئیں۔ پس کامل خلیفہ اور قطب وہ شخص ہے جس کی شریعت کمال درجہ کی ہو یہاں تک کہ مستحبات کا تارک بھی نہ ہو اور رذائل سے پاک ہو چکا ہو اور بہترین عادات سے آراستہ ہو تو اس کی

بصیرت کی آنکھ کھول دی جاتی ہے اور اس سے بشری حجابات اٹھا لیے جاتے ہیں۔ ۳۴۔ جسمانی معراج خدا تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو خاص کیا اور اگر یہ معراج صرف روح ہی کا ہوتا تو تخصیص باطل ہو جاتی۔ اس سے خدا کی پناہ اور اللہ تعالیٰ نے اس معراج میں اپنی ذات کے لیے سبحان کے لفظ استعمال فرمائے ہیں۔ سو یہ اسرار اور معراج جسم ہی کے ساتھ تھا اور اسی لیے تو براق آیا تھا تاکہ آپ اس پر سوار ہوں اور روح کے براق پر سوار ہونے کا کوئی مطلب ہی نہیں ہے اور آپ کا یہ عروج پورے طور پر تھا اتنا کہ آپ ﷺ قاب قوسین اور ادنیٰ تک ترقی کر گئے اور آپ ﷺ کے سایہ میں دوسرے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ بھی ترقی کرتے ہیں کیا آپ غور نہیں کرتے کہ جعفر طیار رضی اللہ عنہ جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے اڑتے پھرتے تھے۔ یہ آپ کا نبی ﷺ کے سایہ میں جسمانی عروج تھا اور شیخ اجل رحمہ اللہ عشاء کی نماز کے بعد اڑ جاتے تھے اور اولیاء آپ کی اطلاع کے لیے تجسس کرتے کہ آپ کہاں اڑتے پھرتے ہیں لیکن وہ آپ کی اطلاع پر قادر نہ ہوسکتے اور یہ آپ کا عروج نبی ﷺ کے عروج کے سایہ میں تھا۔ ۳۵۔ یہ ہے کہ سر جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے یہ اس طریقہ پر ہے جس کی راہنمائی مجھے اللہ نے فرمائی ہے کہ لطائف چار ہیں اور وصل لطیفہ سر ہی میں ہے اور یہی بزرگ ترین شیخ رحمہ اللہ کے کلام سے جو کہ آپ سے دعا میں منقول ہے معلوم ہوتا ہے۔ ۳۶۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بعض لوگوں پر مجاہدہ چالیس سال تک لمبا ہوگیا اور مشقت کے باوجود نہ تو ان پر دروازہ کھلا نہ ان کا حال پہلے سے کچھ اچھا ہوا تو انہوں نے اپنی گردن میں طوق ڈال لئے اور پاؤں میں بیڑیاں پہن لیں اور اپنے آپ کو بادشاہی قید خانہ میں ڈال دیا اور اس پر بھی دس سال گزر گئے یا کچھ کم و بیش تب کہیں جاکر ان کو اللہ تعالیٰ نے فتح عظیم عطا فرمائی۔ اے غافل اور جلد باز لوگوں تمہارا مجاہدہ میں کیا حال ہے؟ تم ایک ہی دن کے بعد مشاہدہ کا مطالبہ کرنے لگتے ہو۔ اور جھوٹ بات کہتے ہو۔ کہ یا تو صرف جادو ہے۔ تمہاری مثال تو اس جلد باز سے کی سی ہے جو دو رکعت نماز پڑھ لیتا ہے تو درمیان میں وحی آنے کا انتظار کرنے لگتا ہے۔ سو بخشش مانگو۔ اور توبہ کرو۔ ۳۷۔ پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے اس

لیے روایت کیا گیا ہے۔ کہ جو آدمی اس قصیدہ حمیدہ قصیدہ غوثیہ کو مغرب کی نماز کے بعد پڑھے پہلے دو رکعت نفل پڑھے ہر رکعت میں الحمدللہ ایک مرتبہ اور قل یا ایہا الکافرون اور قل ھو اللہ احد دونوں گیارہ مرتبہ پھر سلام کے بعد سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی طرف پورے حضور سے توجہ کرے مرتبہ اس قصیدہ کو پڑھے لیکن اول و آخر نبی ﷺ پر گیارہ مرتبہ درود پڑھے پھر علم کی یا اور کسی حاجت کی دعا کرے تو یقیناً اس کی دعا اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت سے ضرور قبول کی جائے گی۔ ۳۸۔ اے میرے بھائیو! اس زمانہ میں بدعات عام ہو چکی ہیں ان میں مبتلا ہونے سے بچو ورنہ تم خسارہ اٹھاؤ گے ہلاک ہو جاؤ گے۔ ان جاہل مدعیوں نے اپنے لیے جذبہ قادریہ کی نسبت کر رکھی ہے اور اپنے آپ کو یہ صاف نظر اور صاحب نظر اور صاحب جذبہ کہتے ہیں نہ قرآن پڑھتے ہیں طریقہ عالیہ کے برخلاف کچھ اور ہی اذکار وضع کر رکھے ہیں۔ طنبورہ، دف اور ڈھول کی آواز کے ساتھ گانے سنتے ہیں اور ان کے علاوہ اور بھی کئی نئی چیزیں ہیں نہ ان میں کوئی حرف ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی تقریر ہوتی ہے اور کہتے ہیں کہ یہ نصیحت ہے اور یہ اس طریقہ انیقہ پر محض افتراء ہے ان بدعات سے خدا کی پناہ اور اس کے فساد کی دلیل ان کی تردید میں صاحب شریعت کی آواز ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ جب یہ علماء کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں تو ان کی توجہ سے ان کے دل حرکت میں نہیں آتے۔ اور کہتے ہیں کہ "یہ قوم یعنی علماء اور طالب علم ان لوگوں سے ہیں جن کے دل حروف علمیہ سے سیاہ ہو چکے ہیں" ایسے کلمات سے خدا کی پناہ یہ صاف صاف کفر ہے اور بدترین بوجھ ہے۔ ۳۹۔ یہ بیان کر دینا ضروری ہے۔ کرامات عادت کو پھاڑ ڈالنے والا ایک معاملہ ہے اور ضرورت کے وقت اس کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا اور بعض نے کرامات میں بھی دعویٰ کی شرط رکھی ہے اور یہ خلاف واقع ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ دعویٰ صرف معجزہ میں ہوتا ہے۔ ۴۰۔ اور ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ اولیاء اللہ کی کرامات زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی ثابت ہیں اور یہ ان کی موت سے منقطع نہیں ہوتیں اور اس کے منکر پر خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا خطرہ ہے اس سے خدا کی پناہ۔ ۴۱۔ اب جہالت اور گمراہ اور جاہل لوگ عام ہو چکے ہیں وہ اپنے لیے علم باطنی کے کمال

دعویٰ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ طالب باطنی کو ظاہری علوم کی کوئی ضرورت نہیں ہے یہ صرف علماء کا وظیفہ ہے اور یہ علماء کو ان کے ظاہری علوم کو پڑھنے پڑھانے کی وجہ سے قصور باطنی کی طرف نسبت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ لوگ حرفوں کی سیاہی میں قیدی ہیں اور اس سے ان کا مقصد جہالت اور گمراہی کی ترویج ہوتا ہے جو انہوں نے اپنے لیے ایجاد کر رکھی ہیں۔ ۴۲۔ سالک کے لیے ضروری ہے کہ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوت کے زیور سے آراستہ ہو کیونکہ شریعت کا مخالف ایک کوڑے کے ڈھیر کی طرح ہے اس کا انجام یہ ہے کہ ہوا اس کو اڑاتی ہے۔ ۴۳۔ اگر کوئی شیخ سے کہے کہ آپ کا میں مرید ہوں اور شیخ کہے تو میرا مرید نہیں ہے تو وہ مرید ہوگا اس لیے کہ ارادت مرید کا فعل ہے اور وہ اس پر قائم ہے اور اگر شیخ کہے تو مرید میرا ہے اور وہ کہے کہ میں تمہارا مرید نہیں ہوں تو وہ مرید نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ اپنے فعل سے خود منکر ہے۔ ۴۴۔ جو شریعت کی پیروی کرتا ہے اور نمازیں جماعت سے ادا کرتا ہے وہی جلدی سے ان مراتب کا حقدار بنتا ہے اور جو سنت اور جماعت کو چھوڑ دیتا ہے۔ وہ فیض داری میں پریشان ہے۔ شریعت کی اتباع کرنے والا لوگوں کا مخدوم ہوتا ہے۔ ۴۵۔ جمعہ کی نماز کے بعد علماء کے ہاتھوں کو بوسہ دینا بہت بڑے ثواب کا باعث ہے۔ ۴۶۔ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو کہ انسانی شکل میں متشکل ہو کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں کو عطا کردہ القاب سے روشناس کراتے ہیں پھر وہ القاب مشہور ہو جاتے ہیں۔ ۴۸۔ اور تجھے یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ الہام کا مرتبہ ہر ولی کو نصیب ہوتا ہے۔ ۴۹۔ "جاننا چاہیے کہ سالک ناسوتی کے لیے ضروری ہے کہ توبہ کے بعد اس کا وظیفہ خدا کی طرف رجوع ہو ہمیشہ باوضو رہے۔ کلی طور پر حضور میں رہے۔ نماز جماعت سے پڑھے اور امر کی ادائیگی اور نہی سے بچنا اس کا معمول ہو مختصر یہ کہ اس کے اعضاء و جوارح اقوال مصطفیٰ اور نیک اعمال کے انوار میں مشغول رہیں اور جب بھی کوئی نماز پڑھ لے تو اس کا مطمع نظر دوسری نماز کا انتظار ہو کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے نماز کا انتظار کرنے والا ایسا ہے گویا کہ وہ نماز ہی میں ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کے ساتھ دل کا مراقبہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے۔ "اے ایماندارو

صبر کرو اور صبر کی تلقین کرو اور مراقبہ کرو' تو ضروری ہے کہ اوقات مخصوصہ کی رعایت رکھی یعنی جب فجر طلوع ہو تو وضو اور اس کے لوازم کے لیے تیار ہو جائے اور کلام نہ کرے اور فجر کی سنتوں کے علاوہ اور کوئی نفل نہ پڑھے اور اس کی تمام فکر اس بات میں ہو کہ کس طرح رات اپنے رب کے نور سے دن سے الگ ہوگئی ہے شائد اللہ تعالیٰ میرے دل کے چہرے سے بھی ظلمات کے حجاب دور کر دے پھر استغفار کرے اور روئے اور جتنا ہوسکے خداوند تعالیٰ کے اسماء جلالی و جمالی کا حضور کے ساتھ مراقبہ میں جس طرح اس کو شیخ نے حکم دیا ہو قبلہ کی طرف منہ کرکے مشغول ہو جائے اور کلام نہ کرے اور اس پر مداومت کرے ترک نہ کرے کیونکہ وظیفہ کا ہمیشہ پڑھنا زیادہ اچھا اور فائدہ مند ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے "بہترین عبادت وہ ہے جو ہمیشہ ادا کی جائے اگرچہ وہ کم ہو اور چاہیے کہ حضور اور دل کی جمعیت میں کوشش کرے پھر جب وہ گھڑی وقت گزر جائے تو اشراق کی نماز میں مشغول ہو جائے دو رکعت یا چار رکعت بارہ رکعت تک پڑھے پھر چوتھائی دن تک اوراد پڑھتا رہے جن کا شیخ نے اسے حکم دیا ہو۔ پھر چاشت کی چار یا چھ یا بارہ رکعت تک ادا کرے پھر اگر وہ سکے تو کسب حلال میں کوشش کرے ورنہ مراقبہ میں مشغول ہو جائے اور اپنے رزق کے متعلق مستقل مزاجی سے اللہ پر توکل رکھے پھر اگر اسے سونے کی طلب معلوم ہو تو کچھ توڑا سا سو جائے اور ظہر کے ابتدائی وقت میں بیدار ہو جائے پھر وضو کرے اور اپنی ظہر کے لیے دو رکعتیں وضو کی دو رکعتوں کے ساتھ پڑھے پھر اس کے بعد ظہر کی سنتیں ادا کرے اور جماعت سے فرض نماز پڑھے پھر اس کے بعد جب تک طبیعت حاضر رہے قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول رہے اور اس وقت میں اگر اسے حلال کمائی کی ضرورت ہو تو کام کرلے ورنہ اللہ پر توکل رکھے اور خدا تعالیٰ کا مراقبہ کرے جیسے اسے شیخ اکمل نے حکم دے رکھا ہے پھر عصر کی سنتیں پڑھے اور نہایت حضور کے ساتھ فرض با جماعت ادا کرے پھر اس کے بعد بیٹھ جائے اور کسی سے گفتگو نہ کرے اور فجر کی طرح اشغال میں مشغول ہو جائے لیکن جب غروب آفتاب قریب ہو تو استغفار بہت زیادہ کرے کیونکہ وہ دن کا آخری وقت ہے اور کہے اے میرے خداوند میری عمر چلی گئی اور میرا

معاملہ درست نہ ہوا' اور میرے بوجھ کے اندھیرے میرے دل پر باقی رہ گئے ہیں
پھر جب مغرب کی نماز پڑھ لے تو مغرب اور عشاء کی نمازوں کے درمیان وقت
کو مراقبہ اور اوراد اور اذکار وغیرہ سے زندہ رکھنے کی بہت زیادہ کوشش کرے
محققین کہتے ہیں کہ صبح کی دو قسمیں ہیں ایک صادقین کی صبح ہے اور وہ ہے
طلوع فجر یہاں تک کہ سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے الگ ہو جائے اور ایک
عاشقین کی صبح ہے اور وہ ہے غروب کے وقت سے لے کر نماز عشاء تک کا وقت
جب عشاء کی باجماعت نماز سے فارغ ہو جائے تو ضروری ہے کہ مصلے پر ہی
اذکار اور مراقبہ میں مشغول ہو جائے۔ اگر نیند غالب آجائے تو اسی مصلے پر سو
رہے ورنہ رات بیدار رہے اور اگر سونے کی ضرورت ہو تو بہتر ہے کہ مصلی پر
سجدے کی حالت میں سو جائے تاکہ ان.لوگوں میں سے ہو جائے جن کے بدن دنیا
میں ہیں اور دل آخرت میں ہیں پھر جب بیدار ہو تو بہتر یہ ہے کہ اس کا قیام
آدھی رات یا تیسرا حصہ رات ہو پھر پورے حضور کے ساتھ جتنا قرآن پڑھ سکے
تہجد کی بارہ رکعت میں پڑھے کیونکہ یہ مقام محمود کی وراثت کا باعث ہے جیسا کہ
قرآن مجید میں ہے "اور رات کو ومن الیل فتہجد بہ نافلتہ لک عسی ان
یبعثک ربک مقاما محمودا پھر تہجد ادا کیا کر یہ تیرے لیے نفل نماز ہے
قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود تک پہنچا دے" اور پھر اس کے بعد نہ
سوئے اور یہی اچھی بات ہے یہی وجہ ہے کہ کہتے ہیں کہ صوفی پر دوسری نیند
حرام ہے اور کہا گیا ہے کہ اگر اسے اپنے نفس پر ثقل کا خوف ہو تو سجدے کی
حالت میں سو جائے اور حواس کے معطل ہو جانے کے وقت میں وارد ہونے
والے انوار کا منتظر رہے پھر جب فجر طلوع ہو جائے تو جس طرح کل کیا تھا اسی
طرح پھر کرے لیکن یہ ضروری ہے کہ خدا کے فضل و کرم سے اس قاعدہ کے
مطابق جو بیان کیا گیا ہے باطن کی تنویر اور تخلیہ اور تصفیہ میں کوشش کرتا رہے۔

آپ کنز القادر میں تحریر فرماتے ہیں ا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہر ورد کے ضمن
میں اسرار قدسیہ اس غلام درگاہ کے دل پر ظاہر ہوں گے ان کو یاران باصفا کے
دلوں میں انڈیل دوں گا۔ ۲۔ لا الہ الا ھو۔ اگر میں اس کی پوری شرح بیان کرنا
چاہوں تو قیامت تک بھی کب بیان کر سکتا ہوں۔؟ ۳۔ (ا) تو ھو ھو پڑھتا رہ کہ

ہو ہو حقیقی ہوا ہے۔ اور اے عزیز ہو کے سوا تیرا دوسری طرف جانا غلطی ہے۔
(۲) پہلے بھی جو تھا اور بعد میں جو رہ جائے گا اور ھو کے علاوہ تمام موجودات فنا
کے لائق ہے (۳) اے فاضل جو دل میں ہے اسے بیان نہ کر اور شاہ محی الدین
کے حکم کے سوا قدم نہ اٹھا۔ (۴) ہر زمانہ میں تیری جان کے لئے شاہ ایک
سورج ہے اور اسی سے تیری جان محفوظ ہے۔(۵) اس کے نور نے سینوں سے
تمام اندھیرے دور کر دیے۔ بدر کیا چیز ہے وہ تو بدر البدور ہیں۔ (۶) اس کا
سینہ نور ہے اور وہ نور مصطفیٰ سے ہے اس کے قدموں کے نیچے اولیاء نے اپنا
سر رکھا (۷) ہے اس کے پاؤں کے نیچے تمام گردنیں آ چکی ہیں۔ (۸) اس کے
جام نے جام جم کی رونق ختم کر دی اور اس کے قلم نے قلم ظالموں کو توڑ دیا۔
(۹) اسکے دروازے کی خاک سے قدسی دریا جاری ہے اور عرش و فرش اس کے
مریدوں میں سے ہیں۔ (۱۰) فرشتے اس کے دروازے کے حاجی ہیں اور بادشاہ
اس کے دروازے کے گداگر ہیں۔ (۱۱) آسمان اس کے نور کے جلوہ پر قربان
ہے اور زمین اس کے نور سے کوہ طور ہے۔ (۱۲) سورج اور چاند آسمان کے
ہاتھ میں کاسہ گدائی ہیں اور وہ اس بادشاہ سے خدا کے نام پر سوالی ہے۔ (۱۳)
ہزاروں لاکھوں ستارے اس بوڑھے آسمان کے جسم پر آنکھوں کی طرح ہیں۔
(۱۴) زمین سے دریا اور نہریں پیدا ہوئے تاکہ آپ کے قدموں سے عزت
حاصل کریں (۱۵) پہاڑ اور جنگل اس کا ذکر کرتے اور سوچتے ہیں اور درخت اور
پتھر بھی یہ پھل اور جوہر حاصل کرتے ہیں۔ (۱۶) میں اس کی کیا تعریف کروں
کیونکہ وہ ایک بے کنار سمندر ہے۔ (۱۷) اے فاضل تو اس کی تعریف کو اپنے
دل میں رکھ تاکہ تو نور احمد کو بہار میں دیکھ سکے۔ (۱۸) سیکڑوں صلوۃ اور
سیکڑوں سلام دل کی وارفتگی سے محمد مصطفیٰ پر خوشی سے پڑھ۔ (۱۹) چونکہ وہ
اپنے دادا کے نور سے ظاہر ہوئے ہیں لہذا ان کو اٹھارہ عالموں نے پرورش کیا۔
اپنے دل میں سمجھ لے کہ اگر کوئی بحرین مددگار ہے تو وہ محی الدین ہیں محی
الدین ہیں محی الدین ہیں۔(۲۰) اے بھائی اگر تو صاف دل ہے تو اس کو اور
صاف کر اور صاف کر دوست کے جمال کا جلوہ ظاہر ہو چکا ہے لیکن
تو حجابات اور گمان میں مبتلا ہے سب سے پہلے حرام اور مکروہ تحریمی اور غالب

شک والی چیزوں سے پرہیز کر اور جائز شہوات و لذائذ کے انہماک سے بھی پرہیز لازم ہے کہ پہلے اس سے توبہ کرے اور شریعت پر ثابت قدم رہے۔ اور دیدار و انوار و اسرار کی راہ میں بہرحال تیز تر قدم اٹھائے۔ (۲۱) اسم جمیل میں نور جمال ہے اگر میں اس کو بیان کروں تو دفتر طویل ہو جائے گا۔ اے فاضل رحمٰن و رحیم کے انوار اچھی طرح بیان کر اور شریعت میں مضبوط رہ۔ (۲۲) جو کچھ اس بندہ محی الدین کو عطا کیا ہے اگر میں اس کا بیان اور شرح لکھوں تو خدا کی قسم اس کے اسرار سے یقیناً" کئی جلدیں مرتب ہو جائیں لیکن جو کچھ شاہ "سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکم دے گا وہی کہا جائے گا باقی میرے دل میں رہ جائے گا۔ وہ شاہ جو اپنی برکت سے چوروں اور آتش پرستوں کو قطب بنا دیتا ہے۔ اس کی شہرت عرش اور کرسی سے آگے جا چکی ہے۔ اسکا لقب محبوب سبحانی ہے اے فاضل ان کی تعریف میں منہ کھول۔ (۲۳) اے فاضل اگر تو خدا تعالیٰ کے ہر اسم کی شرح کرنے لگے گا تو کتاب کئی جلدوں سے گزر جائے گی۔ الرؤف۔ اس نام کی برکت سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے حصہ پائیں گے اور اس اسم کی برکت سے اللہ عزوجل کی رحمت اور مہربانی سے واصل ہوں گے۔ (۲۴) ذکر کیا ہے؟ ذال کاف اور را۔ اب محی الدین کی طفیل ہر حرف کے راز کو دیکھ، نفس کی ذلت اور اس کے کفر کو دور کر اور اے جان ریاضت میں اس کو شریعت کے موافق کر۔ (۲۵) مجھے لحظہ بلحظہ شریعت اور پرہیز گاری میں نور عطا فرما تاکہ میں تیرے کلمہ فیض کی وجہ سے ہر روز ترقی کروں۔ میں محی الدین کی طفیل اس جگہ پہنچوں اور تیرے فضل کے درخت سے پھل کھاؤں۔(۲۶) اے فاضل تو نے اپنے شاہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اپنے چاند کے اسرار حاصل کر لئے آگے بڑھ کر ان کو بیان کر۔(۲۷) اے خداوند تیرے تمام افعال بے غرض ہیں۔ فاضل تیرے دروازہ سے دل کا نور چاہتا ہے تاکہ اس کے تمام بدن پر خدا کے عشق کا سورج چمکے۔ (۲۸) ھو کے تمام اسرار جوش مار رہے ہیں چاروں طرف بالکل ظاہر طور پر حقائق دیکھ رہا ہوں۔ اگر میں اس ورد شریف کی پوری شرح لکھوں تو خدا کی مہربانی سے کئی جلدیں تیار ہو جائیں اے فاضل! سید محی الدین کی مہربانی سے مجھ

پر یقیناً" راز فاش ہو چکے ہیں چونکہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فیض کے سمندر رکھتا ہے لہٰذا ان سے ہر طرف فیض کی نہریں جاری ہیں۔

۲۹۔ الوری وہ ذات ہے جو جامع الصفات ہے کہ عبادت کرنے والوں کا معبود اور قصد کرنے والوں کا مقصود اور نظارہ کرنے والوں کا مشہود اور پانے والوں کا موجود اس کی ذات کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ اس کے دامن کبریائی اور احدیت پر مختلف مظاہر کے ظہور سے قید کی گرد نہیں بیٹھی وہ اب بھی ویسا ہی ہے جیسے پہلے تھا۔ اہل حلول کے منہ میں خاک پڑے۔ وہ خسارے کی زحمت میں پریشان پڑے ہیں آفتاب ذرے کی قید سے بلند و بالا ہے۔ اگرچہ ہر ذرہ اسی آفتاب کا مظہر ہے۔ یہ حال چونکہ حادث کا ہوتا ہے۔ لہٰذا قدیم پر یہ قیدیں کس طرح وارد ہو سکتی ہیں۔۳۰۔ معتزلہ احمق اور بے وقوف ہیں۔ وہ اللہ اکیلا ہے' توحید کے سرمایہ کو محفوظ رکھ اے عام آدمی تو شریعت کا پابند ہو' اور اے خاص تو شریعت میں اتقاء و پرہیزگاری اختیار کر۔ (۳۱) میں اس کے خیال میں بے خود ہو جاتا ہوں تاکہ وہ لدنی اسرار دکھائے۔ میں دمبدم اس کی یاد میں جوش مارتا ہوں اور اس کی صاف شراب سے نشہ حاصل کرتا ہوں۔ میں اس کا فضل پاؤں تو یقیناً" فاضل ہو جاؤں اے محی الدین میں اپنے روح کا ذکر کرتا ہوں۔ (۳۲) اے خداوند تو اپنی رحمت کر اور ہماری حاجت پوری کر' نور عطا فرما' تاکہ میں اچھی طرح محبوب کو دیکھ سکوں اور وہ میرا محبوب محی الدین ہے' اس کے ظہور سے میں بال بال سے یقین رکھتا ہوں۔ اے فاضل تو اس روشن محبوب کی مہربانی سے بفضل خداوندی کی فیض حاصل کرے گا۔ (۳۳) جاننا چاہئے کہ توحید کی کئی اقسام ہیں۔ اعتقادی افعالی اور ارادی اور ہر ایک توحید کا دوسری توحید سے ربط اور تعلق ہے فرق صرف محل کی نسبت سے ہوگا' اور اسکو ایک علیحدہ رسالہ میں مفصل لکھا جائے گا۔ اور جس کا دل غیر سے خالی ہوگا وہ تقریر و تحریر کا محتاج نہ ہوگا۔(۳۴) احمد کا نام درد اور مصیبت کا دافع ہے' اور اس کا مقصد سینکڑوں دکھوں کا علاج ہے اے فاضل تو نے شاہ محی الدین کے فضل سے معنی کا نور حاصل کیا ہی اور وہ بہترین مددگار ہے۔ (۳۵) غیر کہاں ہے غیر کون ہے اور غیر کا نقش کیا ہے۔ اللہ کے سوا خدا کی قسم کوئی بھی موجود نہیں ہے۔

(۳۱) چنانچہ سید الطائف جنید بغدادی قدس سرہ نے فرمایا' رب رب ہی ہے اور بندہ بندہ ہی ہے خدا موجود حقیقی ہے۔ اس لئے کہ نور کا پر تو بندہ پر چکا اور ورا الوراء اور وہ قید و حلول سے منزہ و پاک ہے' اور بندہ نے اس کے نور سے پر تو حاصل کیا اور ظلی وجود کے ساتھ موجود ہوا۔ وہ اس کے مقابل میں ہمیشہ اس کے جلوت کا محتاج ہوا۔ (۳۶) فاضل تیرے فضل سے تمام تر یہی خواہش رکھتا ہے کہ نبی کا نور دن رات میری اس جان کو خوش کرے۔ (۳۸) راز بہت ہیں لیکن حکم نہیں ہے' اس سخن کو کاغذ میں نہیں لکھا جاتا۔ دل کے کان اور زبان کے سوا اس راز کو اور ناز کے حقائق کو کیسے کہا جاسکتا ہے ناز کبھی بھی بیان میں نہیں آسکتا۔ اور اگر حال کو بیان کیا جاسکتا تو وہ حال ہی کب ہوتا؟۔ (۳۹) اے وہ کہ تمام لوگوں کی کہی ہوئی باتوں سے بلند و بالا ہے خواہوہ ظاہر ہیں یا پوشیدہ' آدم جو بلند مرتبہ خلیفہ ہیں وہ پریشان ہو کر رہنا نکلنا کہہ رہے ہیں حضرت احمد ﷺ جو موجودات کا خلاصہ ہیں وہ لا احصی کہہ کر سجدہ میں پڑے ہیں۔ وہ موتی جو جان سے پرونے کے لائق ہے ہائے ہائے وہ زبان سے کیسے بیان کیا جاسکتا ہے۔؟(۴۰) یا اللہ یا اللہ یا اللہ یا اول یا آخر یا ظاہر باطن یا قدیم یا مقیم ان اسماء کے معانی اگر میں لکھوں تو کئی جلدیں درکار ہوں اور ہر مرتبہ میں اور ہی پھول کھل اٹھیں لیکن اجازت کے بغیر نہیں لکھ سکتا۔(۴۱) اے مبتدی خدا تعالیٰ کے اسماء کا ذکر کر تاکہ تو ان کے مسمی تک راہ پاسکے۔ اے عزیز جب تو ان کے مسمی تک پہنچ جائے گا تو یہ سارا معما حاصل ہوجائے گا۔ محمد مصطفیٰ ﷺ کی شریعت کا دامن مضبوطی سے پکڑ تاکہ تو بلندی کی کرسی پر بیٹھے میں ان اسماء کی شرح تجھ سے بیان کرتا اور ایک ایک موتی معنا کے دھاگے میں پروتا لیکن شاہ کے چشم و ابرو کے اشارہ کے بغیر ان میں سے ایک شمہ بھی بیان نہیں کرسکتا۔ شاہ محی الدین کی مہربانیوں سے فاضل محی الدین کی نگل سے واصل ہوگیا۔ (۴۲) خودی سے باہر آ اور وصل ملاحظہ کر اپنے آپ کو فانی کر اور اصل دیکھ۔ (۴۳) احمد کی ذات کو نور حق سمجھ اور روشنی حاصل کر آپ کا پاک چہرہ ایک مقدس کتاب ہے' اللہ تعالیٰ کی جس صفت کو بھی تو چاہے اس سے پڑھے اس کتاب کا ایک ایک حرف اس کے راز کو بیان کرتا ہے' اگر میں اس

کی پوری شرح بیان کرنا چاہوں تو قیامت تک بھی بیان کر سکتا ہوں۔؟ (۴۴) احمد کے افعال کا نام چونکہ شریعت ہے لہٰذا ان کا تابع رہ کر ان کی اتباع ہی پرہیزگاری ہے' اگر تو مصطفیٰ کے جمال کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو ان کی شریعت کو اپنے اوپر لازم سمجھ۔ (۴۵) الرؤف۔ اس نام کی برکت سے حضرت محمد ﷺ کی شفاعت سے حصہ پائیں گے اور اس اسم کی برکت سے اللہ عز و جل کی رحمت اور مہربانی سے واصل ہونگے۔ (۴۶) ترقی پسند سالکین کی راہ یہ ہے کہ وہ اپنے دامن کو شریعت کی خلاف ورزی کی گندگی سے بچائے رکھیں۔ (۴۷) ہاں آجا اور اپنے چہرہ کو توبہ کی نہر میں دھو ڈال اس وضو سے تیرا بال بال پاک ہوجائے گا۔ اس کے بعد اس مجلس میں نماز کی اندر فاتحہ اور سورۃ دمبدم پڑھ۔(۴۸) انہیں چاہئے کہ شریعت کے دائرہ میں نقطہ کی طرح یک دل ہو تاکہ بخشش اور عفو کے خط سے بہرمند ہوں اور حقائق کی امید کو پہنچیں۔(۴۹) اگر تو دین کی امان چاہتا ہے تو میں تجھے تمام آئین بتاتا ہوں' سب سے پہلے تو توبہ کے قلعہ میں داخل ہو اور شیطان مردود کی صحبت سے علیحدہ ہوجا' اس کے بعد محمد ﷺ کی مجلس میں مقیم رہ تاکہ تو سینکڑوں صفائیاں دیکھے۔ (۵۰) مشائخ کے چہرہ کا آئینہ اپنے سامنے رکھ تاکہ تو ہر روز اچھے سے اچھے حقائق ملاحظہ کرے۔(۵۱) جذب اس کو خدا تعالیٰ کی طرف لے جاتا ہے اور سینکڑوں سال کی راہ ایک نگاہ میں طے کرتا ہے اے اللہ قدسی نام کی برکت سے رحم فرما تاکہ ادنیٰ علوم ظاہر ہوں۔(۵۲) تو سیریان اور حلول سے پاک ہے اس کے پیارے رسول نے ایسا ہی فرمایا ہے' اس پر سینکڑوں صلواۃ اور سلام ہوں جس کی شریعت اور دین ہمیشہ قائم رہے گا۔ (۵۳) اگر میں اس کتاب قدسی اسبوع شریف کی شرح لکھوں تو یہ بحث کئی جلدوں سے بھی بڑھ جائے گی۔(۵۴) یہی وجہ ہے کہ فرمایا ہے کہ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا ہے اس نے اپنے رب کو پہچان لیا' نفس کی شناخت بحکم شریعت نفس کی اتباع اور خواہش سے باہر آنے سے ہوتی ہے۔ (۵۵) جو آدمی حضرت ابوبکر صدیق کے متعلق دوستی کا اعتقاد منسوب کرے گا وہ دوسرے دوستوں کے متعلق بھی یہی عقیدہ رکھے اور دوسرے دوستوں کا انکار نہ کرے گا۔ خلاف اس کے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا معتقد ہو تو شیعہ ہونے کا وہم

ہو سکتا ہے اور اس کے علاوہ یہاں ایک اور وجہ بھی ہے کہ یار غار صدیق حضرت ابوبکر صدیق ہی ہیں۔(۵۶) حضرت قطب مظفر سیدی شریف کے اوراد میں سے بیخ کے ورد کی شرح میں فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "اگر میں اس کے فقر کی پوری شرح لکھوں تو یہ برگزیدہ بیان میں بڑا ہو جائے گا۔ مجمل طور پر جب سے یہ راز مجھ سے کہا ہے تو دیکھ میں نے معنی کے موتی اس طرح پروئے ہیں یعنی نجوں سے گزر جا اور نجم کو دیکھ۔ میرے دل میں شاہ محی الدین نے ایسا القا کیا ہے۔"(۵۷) میری جان اس سے زیادہ ہو بھی سکتی ہے لیکن شاہ محی الدین سے میرا تعلق ہے اگر وہ کہتے اس کی شرح کر تو میں شرح کروں گا اور اگر مجھے روک دے گا تو میں خود چھپا دوں گا۔(۵۸) آپ آخر میں فرماتے ہیں: "اے خدا محمد مصطفی ﷺ کی برکت سے ظاہری مشکلات سے مجھے فضل بخش۔ سید محی الدین شاہ کی طفیل طریقہ قادریہ کی انتہائی قربت تو مجھے شریعت میں مضبوط اور قائم رکھ اور طریقت میں تجھ اور واقف رکھ۔ ظاہری جانا ہو معرفت حاصل رہے اور ظاہری دونوں میں شریعت کو رواج رہے۔ حقیقت سے اس کا حصول رہے اور اپنی وحدت کے اندر وحدت کی مجھے عطا فرمائے سردار دو عالم احمد کی شفاعت کی طفیل اے اللہ شیطان سے تو مجھے محفوظ رکھ۔ حضرت ولی میں شریعت کا اور مجھ دے تا کہ باطن کا نور ہو دو فرق پر رہے۔ اے خدا تو محمد مصطفی ﷺ اور ان کے چار یاروں اور تمام تابعداروں اور پیروؤں اور تمام مجتہدین اور ان کے تابعین کو راہ دکھانے والوں اور شاہ عالی جاہ سید محی الدین اور ان کے تمام سلسلہ قادریہ علیہ رضی اللہ عنہم کی برکت سے شریعت میں استقامت دے اور طریقت کے اسرار اور معرفت کے انوار اور حقیقت کے انوار میں اضافہ فرما اور قائم رکھ (آمین)۔"

اولاد و سلسلہ سجادہ نشینی: آپ (حضرت اخی رضوان اللہ علیہ) کی ایک کرامت بھی ثبوت ہونے والی تاریخ میں ہمیشہ درج رہے گی۔ کہ آپ نے ایک دعا مانگی اور وہ ان کے مستجاب ہو جانے کے بعد اس دعا کو شجرے کے لیے یعنی اپنے معمولات میں داخل فرما لیا۔ دعا یہ ہے: اللھم اکفنی بحلالک عن حرامک ولا تحرمنی خیرک و ارزقنی رزقا حلالا کثیرا و ولدا صالحا [illegible]

عاملا کبیرا (اے اللہ مجھے حرام سے بے نیاز کر دے اپنا رزق حلال دے کر اور مجھے اپنا رزق حلال کثیر عنایت فرما اور فرزند صالح عامل اور کبیر عنایت فرما۔ یاد رہے کہ حضرت اعلیٰ کی یہ دعا آپ کی تصنیف "خیرات القادر" میں درج ہے۔

کبیر کا لفظ قرآن حکیم میں بھی ارشاد ہوا ہے۔ اور مفکرین اور مفسرین نے جو کہ اسماء الٰہیہ میں سے ہے۔ اس کا معنی بہت بلند' عزت مند بیان کیا ہے۔ اور اس میں سرداری کی عظمت کا تصور موجود ہے اور مفسرین نے اس ہی کبیر کے متعلق لکھا ہے۔ جب یہ لفظ اللہ کے لیے استعمال ہو تو اس کے معنی ہوں گے کہ ایسی بڑی ہستی کہ جس سے کوئی ہستی زیادہ بلند نہ ہو۔ اور جب انسان کے لیے کبیر کا لفظ استعمال ہوگا تو اس کے معنی میں یہ تصور ہوگا کہ وہ کامل شخص اتنی صفات کاملہ کا مالک ہے کہ اس کی صفات کمال سے ہر وہ شخص فیض پالے گا جو کہ اس کا قرب حاصل کرے گا اور اس کا کمال عقل و روح اور اس کے علم کو محیط ہوگا۔ یہ کبیر دراصل عالم تقی مرشد اور قدوۃ الصالحین ہے جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔

غور کرنے پر آپ کی دعائے مذکور کو حکمت اور دعا کی جامعیت مکشوف ہوتی ہے چنانچہ اس دعا کے بکثرت کئے جانے پر حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے بشارت فرمائی کہ آپ کے ہاں ان ہی کمالات سے آراستہ فرزند پیدا ہوگا۔ جو آپ کی دعا میں مذکور ہیں اس کا نام اہل اللہ ہونا چاہئے۔ اس دعا کی مقبولیت اور بشارت غوثیہ کے نتیجہ میں حضرت اعلیٰ کے ہاں فرزند کی ولادت ہوئی تو آپ نے اس فرزند کا نام اہل اللہ غلام قادر رضوان اللہ علیہ رکھا حضرت اہل اللہ سید غلام قادر رضوان اللہ علیہ کی ولادت با سعادت اور ان کی عمر بھر اعلیٰ رتبہ کے روحانی کمالات کا فیضان جاری رہنا یہ بھی حضرت اعلیٰ کے مستجاب الدعوات ہونے کا بہترین استشہاد ہے۔ کیونکہ صالح عالم' عامل کبیر کی صفات سے کامل اتصاف فرزند موصوف حضرت اہل اللہ غلام قادر رضوان اللہ علیہ کو نصیب ہوا۔ کبیر میں جو تصورات مرشد قدوۃ الصالحین کے مفکرین و مفسرین نے بیان کئے ہیں اور جن کا ذکر اوپر بیان ہو چکا ہے حضرت اعلیٰ رضوان اللہ علیہ کی دعا کی

مقبولیت سے حرف بہ حرف صادق آئے۔ حضرت غلام قادر شاہ رضوان اللہ علیہ کی ولادت سے پہلے حضرت غوث اعظم کی طرف سے حضرت ابوالفرح سید محمد فاضل الدین رضوان اللہ علیہ کو یہ بشارت دی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایسا فرزند عطا کرے گا۔ جو کہ علم و عمل میں یکتائے روزگار ہوگا۔ اور یہ بھی ہدایت ہوئی تھی کہ اس کا نام اہل اللہ غلام قادر رکھا جائے۔ چنانچہ آپ کو اہل اللہ بھی کہا جاتا تھا۔ آپ کے ہاتھوں جو فیضان مخلوق خدا کو پہنچا اس سے ہویدا ہے کہ آپ واقعی اہل اللہ تھے۔ سید غلام قادر شاہ' حضرت ابوالفرح کے اکلوتے فرزند' مرید اور جانشین تھے۔ لقب اہل اللہ اور تخلص' غلام تھا۔ والد کی وفات کے بعد مسند آرائے خلافت ہوئے اور درگاہ فاضلیہ کو رشد و ہدایت کا مرکز بنایا۔ سید غلام قادر شاہ رضوان اللہ علیہ نے اپنے والد گرامی سے بیعت کی۔ والد کی وفات کے بعد سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ گورنر لاہور آپ کا ارادت مند تھا۔ علم و عمل زہد و تقوی ریاضت و مجاہدات اور حال و قال میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ لقب آپ کا اہل اللہ تھا۔ حضرت اعلیٰ رضوان اللہ علیہ کی درج بالا دعا کے تحت سلسلہ قادریہ فاضلیہ کی روایت میں ہے کہ بانی سلسلہ قادریہ فاضلیہ قطب معظم و نائب غوث اعظم سیدنا ابو الفرح محمد فاضل الدین الگیلانی القادری رضوان اللہ علیہ کی شاخ اکبری کے فرزند اکبری کو ان روایات کے تحفظ کے لیے مامور کیا جائے جو حضرت اعلیٰ کے بعد اولی السجادہ القادریہ فاضلیہ کے بعد دیگر متمکن ہوتے رہے جو کہ فیوض و برکات سے آراستہ و پیراستہ ہوئے ہیں۔ اور اس طرح روحانی کمالات کا فیض جاری رہنا حضرت اعلیٰ رضوان اللہ علیہ کے مستجاب الدعوات ہونے کا واضح ثبوت ہے۔ حضرت اعلیٰ سیدنا ابو الفرح محمد فاضل الدین رضوان اللہ علیہ کو سلسلہ قادریہ فاضلیہ عنایت ہوا۔ اور اس کا مستقر اللہ تعالیٰ کی ملاء اعلیٰ میں موجود ہے۔ اس سلسلہ سلوک کی حفاظت کے لیے حضرت اعلیٰ کے بعد اولی السجادہ القادریہ الفاضلیہ یکے بعد دیگرے متمکن ہوتے رہے۔ جو کہ برکات تدلی اعظم سے آراستہ پیراستہ تھے۔ انہوں نے جو روایات اپنے سلسلے کے لئے قائم کیں' ان میں ایک یہ ہے کہ ان کی نسل سے خاندان کی بڑی شاخ کا فرزند اکبر سجادہ نشین ہو دینی علوم کی اشاعت کا اہتمام ہو اور طریقت قادریہ

فاضلیہ کا اجتماع حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس کی صورت میں قائم رہے' چنانچہ ایک طویل زمانہ گزر جانے کے باوجود آج تک یہ روایات قائم ہیں۔ یاد رہے کہ سینکڑوں برس سے یہ قدسی روایت چلی آ رہی ہے کہ خاندان کی بڑی شاخ کا فرزند اکبر سجادہ نشین ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس خاندان مقدس سے جتنے دار السلوک اور پیر خانے قائم ہوئے سب کے شجرے مرشدی اس خاندان اقدس کی اکبر شاخ فرزند کبیر سے آ کر ملتے ہیں۔ جو شخص اس قدسی روایت سے انکار کرتا ہے وہ حضرت اعلیٰ کی دعا اور اس خاندان کی مقدس روایت سے منحرف اور منکر ہے۔ اور روحانی اعتبار سے لا تعلق ہے۔ اس لیے چوہدری رحیم بخش ایم اے ایل ایل بی سابق وائس پرنسپل یونیورسٹی لاء کالج لاہور تحریر فرماتے ہیں۔

"علی العموم نبوت اور ولایت ایک خاندان میں نسلاً بعد نسلاً قائم نہیں رہتا۔ نبوت صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان میں چار پشت تک عطا ہوئی۔ اولیاء کرام کے زمرہ میں صرف ایک واحد مثال خاندان عالیہ قادریہ فاضلیہ کی ہے جس میں نو پشت تک ولایت مسلسل چلی آئی ہے۔ اور بفضل ایزدی تاحشر جاری رہے گی۔"

وصال: حضرت اعلیٰ رضوان اللہ علیہ نے ۷ ذی الحج ۱۱۵۱ھ کو بمقام بٹالہ شریف وفات پائی اور دربار عالیہ کی خانقاہ معلیٰ میں بمقام بٹالہ شریف ضلع گورداسپور انڈیا آپ کا مزار اقدس تعمیر ہوا۔ ۷ ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ کے دن آپ ظہر کے وقت قیلولہ کرنے کے بعد اٹھے تو آپ نے فرمایا۔ سبحان اللہ آج کیسا مبارک دن ہے۔ میری پیدائش کا دن ہے۔ میری پیدائش کا دن بھی یہی تھا اس کے کچھ بعد آپ چارپائی پر استراحت فرما ہوئے۔ کلمہ شریف اور یا شیخ عبدالقادر شیاً للہ پڑھتے پڑھتے اس جہان ناپائدار سے رحلت فرما گئے۔ آپ نے بعمر ۷۰ سال انتقال فرمایا۔ آپ نے بٹالہ شریف میں وفات پائی اور وہاں ہی مدفون ہوئے۔ یہ محمد شاہ رنگیلا بادشاہ دہلی کا زمانہ تھا۔ آپ کی عمر ۷۲ سال ہوئی "غم عام" تاریخ وفات ہے۔ گزشتہ مورخوں نے آنجناب کی تاریخ وصال کو "غم عام" قرار دیا۔ آپ کا مزار پر انوار بٹالہ شہر میں زیارت گاہ عام و خاص ہے اور آنجناب کے

عرس کے دن ہزاروں لوگ جو اس خاندان سے عقیدت رکھتے ہیں زیارت کے لیے حاضر ہوتے ہیں اور تاحال ظاہر و باطنی فیض آپ کے مزار پاک سے جاری و ساری ہے۔ آپ اپنے حجرہ میں مدفون ہوئے۔ یہاں ہر سال عرس ہوتا ہے۔

مفتی غلام سرور لاہوری نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ نظم کیا ہے۔

شیخ فاضل، پیر افضل، اہل فضل — بود ذاتش مصدر فضل و یقین
رفت آکر از جہاں بے ثبات — درجناں از فضل رب العالمین
فاضل مقصود گو تاریخ او — نیز فرما فاضل علم، اہل دین
نیز مقبول نبی فاضل بگو — ہادی اقطاب فضل حق بہ بین
سرورا! مشتاق برحق کن رقم — انتقال آن شہ روئے زمین

انہیں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے عشق صادق تھا۔ روایت ہے کہ انکی یہ دعا تھی کہ وقت وفات ان کی زبان پر کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یا شیخ عبدالقادر شیئا" للہ کا ورد جاری ہو اور ایسا ہی ہوا۔

انگریز مورخین کتاب

"Glossary of the Tribes and Castes of the Punjab and North-West Frontier Province-Vol-I

میں صفحہ نمبر۵۴۱ پر آپ کا سن وصال ۱۱۵۱ھ بمقام بٹالہ لکھا ہے۔

یاد رہے کہ تاریخ وصال مبارک ۷ ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ کی روایات معتبر وثقہ ہیں۔

مزارات: خانقاہ معلیٰ بٹالہ شریف میں دربار قادریہ فاضلیہ کے مقدس مزارات کی تفصیل مشرق میں۔

۱۔ جناب حضرت سیدنا محمد شاہ قادری رضوان اللہ علیہ
۲۔ اعلیٰ حضرت سیدنا ابو الفرح محمد فاضل الدین قادری رضوان اللہ علیہ
۳۔ جناب حضرت سیدنا احمد شاہ قادری رضوان اللہ علیہ
۴۔ حضرت اہل اللہ سیدنا غلام قادر شاہ قادری رضوان اللہ علیہ
۵۔ حضرت سیدنا حسین شاہ قادر رضوان اللہ علیہ

۶۔ حضرت سیدنا حافظ ظہور الحسین شاہ قادری رضوان اللہ علیہ

خانقاہ شریف واقع کلانور: ۱۔ مشرق میں حضرت شیخ محمد افضل رضوان اللہ علیہ، ۲۔ مغرب میں حضرت سیدنا غلام غوث قادری رضوان اللہ علیہ

عرس مبارک: مندرجہ ذیل عرس مبارک دربار قادریہ فاضلیہ (بٹالہ شریف) فاضلیہ کالونی فیروزپور روڈ لاہور میں منعقد ہوتے ہیں:
۱۔ عرس مقدس حضرت شیخ محمد افضل کلانوری رحمۃ اللہ علیہ ۱۳ ربیع الاول یہ عرس مقدس کلانوری شریف کے مزار کے متعلق ہے۔
۲۔ عرس مقدس حضرت آغا سید بدیع الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ ۲۱ رمضان المبارک ۳۔ عرس مقدس حضرت قطب معظم ابوالفرح سید محمد فاضل الدین قادری سجادہ نشین اول و بانی دربار قادریہ فاضلیہ ۷ ذوالحج (جواہر تصوف ص ۱۴۳)

خلفائے کرام: آپ کے سینکڑوں خلفائے طریقت نے ملک کے گوشے گوشے میں سلسلہ قادریہ کی تبلیغ کی۔

آپ کی شاخ اکبری کے فرزند اکبر کو زینت سجادگی ملتی ہے اور مدرسہ قادریہ فاضلیہ کا قیام علی الدوام اور سالانہ عرس مقدس حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے انعقاد کو التزام اہتمام سے پیوست کر دینا روایت قدیمی ہے۔ لہٰذا آپ کے وصال کے بعد آپ کے فرزند اکبر سیدنا غلام قادر شاہ رضوان اللہ علیہ جن کی عمر صرف ۲۷ برس تھی سجادہ نشین ٹھہرے۔

آپ کے خلفائے کرام میں حضرت شیخ نصیرالحق قادری بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ محمد حاجی قادری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میاں امام بخش امامی قادری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ محمد حیات قادری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں مریدین باصفا تھے۔

ماخذ: (۱) دربار قادریہ فاضلیہ کا قرطاس التعارف (۲) مراۃ الرحمن (۳) الفاضل (۴) تذکرہ مشائخ قادریہ (۵) انوار السادات (۶) قلمی نسخہ از کیپٹن احسان اللہ دانش قادری فاضلی پشاوری (۷) ماہنامہ عرفات۔ (۸) پروفیسر محمد اسلم۔ تاریخ ہندوستان اور اس کا مصنف مقالہ شائع شدہ برہان دہلی ستمبر ۱۹۷۸ء (۹) پنجاب

میں اردو حصہ اول (۱۰) تذکرہ الابرار (۱۱) مقدمہ مثنوی رمز العشق از ڈاکٹر گوہر نوشاہی (۱۲) پنجابی ادب دی کہانی (۱۳) پروفیسر محمد اسلم ماہنامہ۔ کھوج احمد شاہ بٹالوی۔ تاریخ ہندوستان (۱۴) گرفن و میسی۔ تذکرہ رؤسائے پنجاب مطبوعہ لاہور ۱۹۴۰ء جلد دوم ص ۴۰) (۱۵) شرائق غوثیہ۔ (۱۶) نخبتہ الاخیار بزبان فارسی (۱۷) شجرہ طیبہ مرشدی و نسبی مرتبہ دربار قادریہ فاضلیہ فیروزپور روڈ لاہور' (۱۸) نزہتہ الخاطر الفاظ (۱۹) روزنامہ نوائے وقت مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۸۹ء (۲۰) "
BA (۲۱) "The Races Castes and Tribes of the People of the Worth Westeron India" By Mr. W.Gooke "The Tribes and Castes" (۲۲) جواہر تصوف (۲۳) تذکرہ علمائے ہند ص ۴۶۵ (۲۴) خزینتہ الاصفیاء جلد اول۔ (۲۵) گلزار قادریہ بزبان فارسی مخطوطہ ص ۲۳۶ (۲۶) تذکرہ خطرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرۃ (۲۷) انوار مجددی (۲۸) گنجینہ سروری (۲۹) حدیقتہ الاولیاء (۳۰) حدائق حنفیہ (۳۱) جواہر مجددیہ (۳۲) تذکرہ اولیائے برصغیر پاک و ہند (۳۳) اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱۵۔ (۳۴) مناقب غوث الاعظم (پشتو) (۳۵) دعوتی مراسلہ برائے سالانہ اجتماع دس ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ ۳ مئی ۱۹۷۴ء بروز جمعہ۔ (۳۶) دعوتی مراسلہ برائے سالانہ اجتماع دس ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ ۳ جنوری ۱۹۸۵ء (۳۷) دعوتی مراسلہ برائے سالانہ اجتماع دس ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ ۲۱ نومبر ۱۹۸۸ء (۳۸) شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔ (۳۹) شخصیات کا انسائیکلو پیڈیا (۴۰) اردو جامع انسائیکلو پیڈیا جلد دوم (۴۱) بلھے شاہ مکمل کافیاں (۴۲) پنجابی شاعراں دا تذکرہ (۴۳) تذکرہ تاج العارفین (۴۴) مجموعہ الاسرار (۴۵) افادت از چوہدری رحیم بخش وائس پرنسپل یونیورسٹی لاء کالج لاہور (۴۶) خیرات القادر (۴۷) اردو پنجاب میں (۴۸) تاریخ ادب اردو جلد اول (۴۹) بیاض مملوکہ پروفیسر آذر (۵۰) بیان الاسرار بزبان عربی۔ (۵۱) الکمال۔ افادت از سیدی و مرشدی سید بدر محی رضوان اللہ علیہ۔ بیان الاسرار کنوز القادر۔

۳۴۔ حضرت سید غلام قادر شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

(سجادہ نشین دوم)

پیدائش: آپ حضرت اعلیٰ سید محمد فاضل الدین قادری رضوان اللہ علیہ کے فرزند اکبر تھے۔ آپ کی ولادت کے متعلق حضرت اعلیٰ کی دعا اور بشارت غوثیہ کی تفصیل حضرت اعلیٰ کے حالات میں ذکر کر دی گئی ہے۔

آپ حضرت ابوالفرح بانی خاندان قادریہ فاضلیہ کے اکلوتے فرزند تھے۔ ۱۱۰۷ء میں پیدا ہوئے نازک بدن اور لطیف مزاج تھے..... حضرت ابوالفرح سید محمد فاضل الدین رضوان اللہ علیہ کو یہ بشارت دی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایسا فرزند عطا کرے گا جو کہ علم و عمل میں یکتائے روزگار ہوگا اور یہ بھی ہدایت ہوئی تھی کہ اس کا نام اہل اللہ غلام قادر رکھا جائے۔ چنانچہ آپ کو اہل اللہ بھی کہا جاتا تھا' آپ کے ہاتھوں جو فیضان مخلوق خدا کو پہنچا اس سے ہویدا ہے کہ آپ واقعی اہل اللہ تھے۔ لقب اہل اللہ اور تخلص' غلام تھا۔ آپ کی ولادت بٹالہ شریف میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت: سیدی و مرشدی سید بدر محی الدین رضوان اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب آپ نے مدرسہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف کی شہرہ آفاق درسگاہ سے بتائیدات الیہ علوم ظاہری کے بدرجہ اتم اکتساب کا شرف حاصل فرما لیا تو پھر حضرت اعلیٰ رضوان اللہ علیہ کے دست مبارک پر طریقت سلسلہ قادریہ فاضلیہ میں بیعت کرنے کا شرف بھی پالیا۔ شرف بر شرف افزود' حضرت اعلیٰ رضوان اللہ علیہ کی زندگی ہی میں آپ مدرسہ قادریہ فاضلیہ میں کچھ عرصہ علاوہ دیگر معلمین کے خود تدریس فرماتے رہے۔ اور طلبہ کو فہم غموض دقائق اور درک حقائق کے لیے مستوفز اور مستعد فرما کر ان کو علوم ظاہری کے ادراک المعالی کے فیض سے مستفیض فرماتے رہے۔ اس سے کچھ عرصہ بعد آپ نے دیگر معلمین اور خود تدریسی معروفیات سے فراغت سمجھی۔ کیونکہ سلسلہ عالیہ کی روحانی اقدار کے تحفظ اور ترویج کے لیے کثیر معروفیات آپ کو بہت مشغول رکھتی تھیں۔ البتہ آپ نے خود اہتمام مدرسہ کو تمام عمر اپنی عبادات میں شامل رکھا اور طلبہ کے لیے انتہائی درجہ شفقت فرمایا کرتے تھے تاکہ وہ درسگاہ سے مکمل طور پر مستفید ہو سکیں۔ اس درسگاہ کو اس وقت تمام برصغیر پاک و ہند میں ایک یونیورسٹی کا رتبہ حاصل تھا۔ چنانچہ طلبہ

انتہائی رغبت اور اشتیاق سے اس مدرسہ میں داخل ہوا کرتے تھے۔ آپ کا وسیع علم اور تخصیص و تحقیق ملک کے جہاندیدہ علماء کے نزدیک ایک مسلمہ حقیقت تھی اور آپ کو اس اعتبار سے نہایت رفیع مقام حاصل ہوگیا تھا۔

علمی اعتبار سے آپ کی زندگی سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ آئمہ کبار سے تھے۔ عالم سنت تھے اور فقہ و تفسیر میں اپنے ہمعصر علماء پر نمایاں فضیلت رکھتے تھے، تفسیر قرآن میں آپ کی نظر نہایت وسیع تھی اور بڑے بڑے علماء قرآنی معارف میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔

بیعت و خلافت: قرطاس التعارف میں لکھا ہے کہ حضرت اعلیٰ رضوان اللہ علیہ کے دست مبارک پر طریقت سلسلہ قادریہ فاضلیہ میں بیعت کرنے کا شرف بھی پالیا آپ حضرت سید محمد فاضل الدین قادری رضوان اللہ علیہ کے فرزند اکبر اور ان کے سجادہ کی زینت تھے اور حضرت اعلیٰ کی ذاتی توجہات کا مرکز تھے اور جو روحانی بلندی آپ کو عنایت فرمائی گئی وہ تو آپ کے احوال کا فطرتی اور منطقی نتیجہ تھی۔ آپ کا قلب تجلیات انوار قادریہ سے بھرچکا تھا اور آپ کے قلب نے ان انوار کو اس حد تک سمالیا تھا کہ اس قلب میں کوئی جگہ خالی نہیں تھی کہ کچھ اور اس میں سما سکے۔ یوں کہہ لیجئے کہ قلب کی انگشتری میں انوار قادریہ کا نگینہ اس طرح نصب ہوا تھا کہ گویا انگشتری اسی ہی نگینہ کے لیے بنائی گئی تھی۔ انوار قادریہ کے رخش جمال کا نگینہ قلب اہل اللہ کی انگشتری کے حسن صنعت نے عالمیاں کے لیے غیر مستور کر دیا۔ ہزاروں طالبان حق نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کرکے مریدین سلسلہ قادریہ فاضلیہ میں اضافہ کیا۔ گورنر لاہور آپ کا ارادت مند تھا اور آپ اکثر ان کے پاس لاہور تشریف لاتے تھے۔ حضرت اعلیٰ رضوان اللہ علیہ نے اپنے فرزند ارجمند حضرت سید غلام قادر رضوان اللہ علیہ کو سلسلہ قادریہ میں داخل کرنے پر ایک فرمان تحریری عطا کیا تھا جس میں بیعت کا ذکر تھا۔

حضرت اعلیٰ رضوان اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ مسند آرائے خلافت ہوئے اور درگاہ فاضلیہ کو رشد و ہدایت کا مرکز بنایا۔ حضرت اعلیٰ نے روحانیت میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے حکم پر دنیاوی مناصب کا خیال ترک کرکے قادریت کی تبلیغ کو اپنا شعار بنایا اور اپنے آپ کو اسی کے لیے وقف کر دینے کے علاوہ اپنی آنے

والی نسلوں میں بھی اولاد اکبری کو اس بابرکت کام پر معمور کر دینے کی تلقین فرمائی۔ چنانچہ حضرت اعلیٰ رضوان اللہ علیہ کے بعد ان کے فرزند اکبر حضرت سید غلام قادر شاہ سجادہ نشین ہوئے۔ اس دوران یہ سلسلہ کابل و زابل تک پھیل گیا تھا چنانچہ پشاور کے قریب قصبہ ہزار خوانی سے متصل موضع موسیٰ کے جلیل القدر میاں خاندان کے جد امجد مولانا رکن الدین المعروف بہ رکن عالم جن کا مقبرہ ان کے بھائی حضرت حاجی قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر مشہور قبرستان "حاجی میاں صاحب" میں ہے حضرت شاہ غلام قادر اہل اللہ کے مرید باصفا تھے۔ مورخ ایفنسٹن لکھتا ہے کہ بادشاہ احمد شاہ ابدالی جب بھی پنجاب آتا تو لاہور اور بٹالہ شریف کے درباروں میں سلام کے لیے ضرور حاضر ہوتا۔ آپ سے بے شمار لوگوں کو روحانی فیض حاصل ہوا۔ آپ کے بعد آپ کی اولاد نے اس علاقہ کی اصلاح حال اور تربیت باطنی کے لیے بہت کام کیا۔ آپ کی مشہور تصنیف رمزالعشق ہے' غلام تخلص فرمایا کرتے تھے۔

خصائل و فضائل: ہزاروں طالبان حق نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کرکے مریدین سلسلہ قادریہ فاضلیہ میں اضافہ کیا ان لوگوں میں علماء بھی تھے' امراء اور حکام بھی تھے۔ اس عہد کے گورنر لاہور بھی آپ کے حلقہ ارادت میں تھے اور وہ اکثر آپ سے ملاقات کے لیے بٹالہ شریف جاتے تھے۔ اور آپ بھی لاہور ان کے پاس تشریف لایا کرتے تھے' احمد شاہ ابدالی کو بھی آپ سے بہت عقیدت تھی' چنانچہ احمد شاہ ابدالی موصوف نے حضرت اہل اللہ سید غلام قادر رضوان اللہ علیہ کے متعلق لکھا تھا "من سیستان تابہ دکن رفتہ ام مثل ایشان در صورت و سیرت ندیدہ ام" یعنی میں سیستان تا دکن گیا مگر صورت و سیرت میں آپ کی مثل کسی کو نہ پایا۔ چند مہمات عسکری میں احمد شاہ ابدالی نے آپ کو دعا کے لیے متوجہ کیا تو آپ نے دعا فرمائی اور آپ نے نصرت و کامیابی کی بشارت بذریعہ پیام خاص احمد شاہ کو بھیج دی تھی چنانچہ آپ کے ارشادات بالکل درست ثابت ہوئے اور احمد شاہ ابدالی کو شاندار کامیابی نصیب ہوئی آپ قدوۃ العلماء' المحققین' شمس البہا' بذہ العظماء' نور العرفان والعرفاء' مطلع اور بدر الارشاد تھے۔

علم و عمل' زہد و تقویٰ' ریاضت و مجاہدات اور حال و قال میں اپنا ثانی

نہیں رکھتے تھے۔ حضرت ابوالفرح نے اپنی زندگی میں غربا اور مساکین کے لیے جو لنگر جاری کیا تھا۔ سید غلام قادر شاہ نے اس کا بھی اہتمام رکھا۔ اس لنگر کے اخراجات اس جاگیر کی آمدنی سے ادا ہوتے جو گرفن (Griffin) اور میسی (Massy) کے بقول بادشاہ فرخ سیر نے اس خاندان کو عطا کی تھی۔ الغرض تفسیر میں اپنے عصر علماء پر نمایاں فضیلت رکھتے تھے۔ تفسیر قرآن میں آپ کی نظر نہایت دقیق تھی اور بڑے بڑے علماء قرآنی معارف میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ علم ادب میں اگرچہ آپ نے خاص دلچسپی نہیں لی لیکن آپ کی تصنیفات علم و ادب میں بھی بہت بلند مرتبہ ہیں۔ لیکن جو فضل و کمال آپ کو علم التصوف میں حاصل تھا۔ اس کا اندازہ لگانے کے لئے یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ آپ نے اس عہد کے تمام اکابر علمائے تصوف کا علم اپنے ذہن میں سمیٹ لیا تھا۔ آپ نے ہی اول اول زندگی میں معارف و اسرار تصوف کو واضح فرمایا۔ آپ منطق الفلسفہ میں بھی اپنے زمانہ میں یکتا تھے۔ چنانچہ اپنے والد ماجد رضوان اللہ علیہ کی زندگی میں ہی مدرسہ قادریہ میں تدریس پر بیٹھ گئے۔ آپ کے حلقہ درس میں طلباء کا ہجوم رہتا تھا کیونکہ آپ علوم مروجہ نقلی کی کتابیں پڑھاتے تھے اور جس لیے آپ کی علمی شہرت کا شہرہ عالم پر آپ کے گرد و نواح تک محدود نہ تھا بلکہ دہلی، پشاور تک اس آفتاب علم کی شعاعیں پہنچ چکی تھیں چنانچہ دہلی میں آپ کو ایک مجلس میں دعوت دی گئی۔ یہ مجلس علماء کی تھی جو کہ حکومت وقت نے چند مسائل شریعت و رموز تصوف کو حل کرانے کے لیے بڑے اہتمام کے ساتھ قائم کی تھی۔ اس مجلس میں آپ کی کتاب [illegible] کے شعر اول

[illegible]

[illegible]

پر اعتراض ہوا۔ اس وقت میر مجلس محمد شاہ بادشاہ تھا۔ اگر مضمون معترضہ کی مثلاً اسلام است چنانچہ [illegible] کا اقرار [illegible] رام و کرشن [illegible] گویا "حضرت نے فوراً جواب دیا کہ "ہندوان اذان کا اقرار کر [illegible] اس لئے کافر ہوئے کہ وہ [illegible] کو اللہ تعالیٰ سے الگ سمجھتے ہیں۔ اس وقت سے قاضی القضاۃ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ مولوی کرم الٰہی مرحوم لکھتے ہیں کہ قاضی القضاۃ موصوف کی اولاد خاندان قادریہ قادیہ کے پیشہ مشغول ہے اور ان کی اولاد [illegible]

میں ہے خود صوفی صاحب مرحوم نے چند افراد سے ملاقات کی اور اس بات کی تصدیق ہوئی کہ وہ اب تک اس سلسلہ کے معتقد ہیں۔ آپ کو مطالعہ کا ایسا شغل تھا کئی دفعہ آپ ضروریات مثلاً کھانا پینا بھول جایا کرتے تھے ایک دفعہ آپ شام کے بعد مطالعہ پر بیٹھے صبح صادق تک اس حالت میں بیٹھے رہے۔ اذان ہوئی تو آپ کو علم ہوا کہ صبح ہو گئی' پھر جب ذکر و فکر' مجاہدات میں مشغول ہوتے تھے تو ادھر بھی سرگرمی کی یہی حالت تھی کئی دن کھانا نہیں کھایا اور کئی دن بستر خواب نہیں دیکھا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے باطن کا تجلا بھی ایسا کیا اور آپ کے سینہ کو فیض رحمانیہ سے منور کیا۔ جیساکہ ظاہری علوم میں آپ کو امام العصر بنایا' آپ کے والد مرشد کا جب وقت انتقال قریب آیا تو انہوں نے سید غلام قادر شاہ صاحب کا ہاتھ پکڑ کر تین دفعہ میاں جی! میاں جی! فرمایا اور ساتھ ہی اس کے ساتھ کچھ ارشادات بالکل مختصر طور پر فرمائے اور انتقال فرما گئے۔

حضرت سید غلام شاہ صاحب نے اپنی زندگی کو اسی اسلوب پر چلایا جسے ان کے والد ماجد نے اپنا شعار بنا رکھا تھا۔ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے کچھ وقت مدرسہ فاضلیہ کے لیے مخصوص فرمایا اور کچھ اپنے اوراد و مشاغل کے لیے وقف کیا' اس کے علاوہ تصنیف و تالیف میں بھی آپ کو شغف تھا جیسے کہ آپ کی کثیر التعداد تصانیف شہادت دے رہی ہیں۔ سید غلام قادر شاہ رضوان اللہ علیہ ہندوی اور فارسی کے قادر الکلام شاعر تھے۔

پروفیسر محمد اسلم چھماہی "کھوج" وچ لکھدا اے۔

اوہدے بارے احمد شاہ رضوان اللہ علیہ لکھدا اے اوہ ۱۵ ورہیاں دی عمر وچ تعلیم مکمل کر چکا سی تے ۲۰ ورہیاں دی عمر وچ اوہدے اتے عشق الٰہی دا جذبہ غالب آگیا۔ اوہ بڑا سوہنا تے سونکھا سی تے دور دور توں لوگ اوہنوں ویکھن آوندے سن' حضرت مرزا مظہر جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ م۔ ۱۱۹۸ھ ۱۷۹۱ء وانگوں اوہدی نزاکت بھی مشہور سی۔ غلام قادر رضوان اللہ علیہ "ہندی" تے فارسی دا بڑا چنگا شاعر سی تے اوہ غلام تخلص کردا سی' اوہدا پنجابی کلام بھی تذکریاں وچ مل جاندا اے۔"

دربار قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف کے دوم سجادہ نشین حضرت سید غلام قادر

شاہ رضوان اللہ علیہ جو کہ روحانی اقلیم کی تاریخ میں عظمت کی علامت ہیں۔ برصغیر میں عالی جناب سید غلام قادر شاہ کا رتبہ ولایت علم و عرفان نہایت ممتاز ہے۔ حضرت موصوف نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی خاک قدم کے متعلق یوں اظہار فرمایا ہے۔ نازم بہ خاک پائے تو یا غوث محی الدین رضی اللہ عنہ حضرت سید ابوالفرح محمد فاضل الدین قادری رضوان اللہ علیہ نے جو دعا مانگی تھی کہ آپ کو فرزند عطا ہو اس میں بھی اس مقصدیت کا رنگ غالب تھا آپ کی دعا میں ولداً صالحاً" عاملا" کبیرا کا لفظ اسماء الیہ میں سے ہے اور جب یہ اللہ کے متعلق استعمال ہو تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ایسی ہستی کہ کوئی ہستی اس سے بلند تر نہ ہو اور اگر کبیر کا لفظ انسان کے متعلق ہو تو اس کے معنی میں یہ تصور پایا جائے گا کہ وہ انسان کامل صفات کاملہ سے بایں حد متصف ہو کہ جو شخص بھی اس کا مقرب ہو وہ کمالات باطن سے متصف ہو جائے یعنی کبیر کو کمالات ظاہر و باطن کی وجہ سے قیادیت قدسیہ کی عظیم شان ملی ہوئی ہوتی ہے چنانچہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی بشارت کے مطابق آپ کے ہاں فرزند کی تولید ہوئی اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے حکم سے ان کا نام اہل اللہ غلام قادر تعین کیا گیا' اہل اللہ کے لقب میں معیت الہ یعنی کینونت تامہ مع اللہ کا وضوح موجود ہے۔ حضرت اہل اللہ سید غلام قادر سرہ کی شخصیت میں جن کمالات قدسیہ اور درجات علمیہ کی فراوانی اور غزارت و کثرت متحقق ہوئی اور جس انداز میں ان کے فیوض کے انوار کا زہور و ظہور ملک کے ہر گوشہ میں روشن ہوا تاریخ کا ہر ورق اس سے منور اور روشن ہے۔"

اے کہ از فیض تو آفاق گلستان شدہ است

حضرت ابوالفرح سید محمد فاضل الدین قادری رضوان اللہ علیہ نے جب حضرت اہل اللہ موصوف کو رشد و ہدایت کے عطیات تفویض فرمائے جو کہ حضرت موصوف کو بتوسل اسناد شجرہ مرشدی ودیعت تھے تو اس کے ساتھ ہی حضرت موصوف نے اپنے فرزند موصوف کو فرمایا کہ میں نے ان عزیز کو ان مخصوص اقترابات اور مواہب لدنی کی بھی سند عطا کی ہے جو کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے بلاواسطہ مجھے عطا فرما رکھے ہیں۔

حضرت موصوف کا یہ اختصاص بلاواسطہ ایک بین ثبوت ہے۔ کمال ولایت

کا جس سے کہ حضرت موصوف مختص فرمائے گئے ہوئے تھے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ طریقت عالیہ قادریہ فاضلیہ جس کو حضرت اعلیٰ ابوالفرح سید محمد فاضل الدین قادری رضوان اللہ علیہ نے کعبہ جان بنایا۔ اس کی تاسیس کے لیے کس حد تک اہتمام و اعتناء فرمایا' اور یہ اختصاص فیض کا بظاہر حضرت اعلیٰ کو عنایت فرمایا گیا مگر یہ اختصاص ایک نصب العین پر دلالت کرتا ہے وہ نصب العین ہے طریقت قادریہ فاضلیہ کی ابدی تمیت اور متواتر غیر منقطع ارتقاء' چنانچہ حضرت اعلیٰ کا یہ اختصاص فیض اپنے فرزند اسعد امجد اہل اللہ سید غلام قادر قدس سرہ کو ودیعت فرما دینا۔ اس ہی نصب العین کی سراحت اور وضاحت لعمت ہے تاکہ یہ خصوصیات جو حضرت غوث اعظم ﷺ نے حضرت اعلیٰ رضوان اللہ علیہ کو موہب فرمائی ہیں' ان کا نفوذ طریقت قادریہ فاضلیہ کی حیات میں ہمیشہ ایک مستقل وجود ثابت ہو اور فیض خصوصی کا سورج دربار قادریہ فاضلیہ میں بھرپور شعاعوں کے ساتھ درخشاں رہے۔

شریعت کی سخت پابندی کا اندازہ آپ کے درج ذیل کلام سے لگائیں۔

واعبد ربک سنو کلام　　بندے کا ہے طاعت کام
شرک اور شک سوں ہوے نجات　　کرو عبادت دن اور رات
حاصل ہوے نور یقین　　کرو عبادت شرع آئین
اس کون جانوں تم گمرہ　　جس کو نا ہیں شرع گواہ

کیپٹن احسان اللہ خاں دانش قادری فاضلی لکھتے ہیں کہ آپ اپنے والد ماجد اعلیٰ حضرت ابوالفرح محمد فاضل الدین رضوان اللہ علیہ کے احوال و مقامات کے وارث اور امین تھے اور نسبت قادریہ جس طرح انہوں نے اپنے رگ رگ اور نس نس میں سمو رکھی تھی آپ کے قلب و روح میں بھی اسی شان و شوکت کے ساتھ یہ تمام و کمال موجود تھی۔ چنانچہ آپ کے دست مبارک پر سلسلہ عالیہ قادریہ فاضلیہ میں ان گنت لوگوں نے داخل ہونے کا شرف حاصل کیا۔ ان خوش نصیبوں میں علماء بھی تھے اور امراء بھی' اس زمانے کے لاہور کا گورنر بھی آپ کا دست گرفتہ تھا۔ اس کے علاوہ غازی احمد شاہ ابدالی درانی جب بھی پنجاب میں وارد ہوتا آپ کی خدمت میں ضرور حاضری دیتا۔ ایک خط میں اس نے آپ سے کفار کے خلاف فتح و نصرت کے لیے استمداد کرتے ہوئے یہاں تک لکھ دیا تھا کہ میں یسان

سے دکن تک آیا گیا ہوں لیکن آنجناب رضوان اللہ علیہ کی سیرت و صورت کا درویش اور کوئی نہیں دیکھا۔

حضرت اعلیٰ رضوان اللہ علیہ کی طرح حضرت شاہ غلام قادر رضوان اللہ علیہ کو بھی صفت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے نسبت تام حاصل تھی۔ چنانچہ بارہا بحالت عبادت دیکھا گیا کہ آپ کی شبیہہ مبارک حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی شبیہہ مبارک کے مماثل تھی' مولانا سید رکن الدین القادری فاضلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف "مناقب غوث الاعظم رضی اللہ عنہ" میں آپ کی مدح میں لکھتے ہیں کہ ہمارے مرشد جی شاہ غلام قادر اس زمانے میں پیران پیر ہیں۔ مولانا رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ چونکہ خود صاحب نسبت بزرگ تھے لہٰذا ان کا یہ کہنا مبالغہ نہیں ہو سکتا بلکہ آنجناب رضوان اللہ علیہ کی حضرت غوث الثقلین سے نسبت تام کا اظہار ہے۔ الفاضل میں لکھا ہے کہ آپ متخلق باخلاق اللہ تھے' آپ کو بارگاہ الٰہی میں وہی مرتبہ حاصل ہے جو اولیائے کبار کو حاصل ہوتا ہے اہل دنیا سے جو کوئی آپ سے اخلاص سے پیش آتا آپ اس سے محبت و شفقت فرماتے۔ وہ امیر آدمی ہوتا یا غریب' چنانچہ فقراء و مساکین سے تو آپ کی شفقت اظہر من الشمس تھی' امراء سے بھی آپ کے تعلقات قائم تھے۔ مگر وہ اس حد تک کہ وہ تعلقات عافیت روحانیہ میں خلل انداز نہ ہوں۔ آپ کی خدمت میں صوبہ پنجاب کا حاکم اعلیٰ کئی بار بٹالہ آیا' احمد شاہ ابدالی کو آپ سے جو ارادت تھی اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے احمد شاہ ابدالی نے آپ کی نسبت کہا "دو من از سیستان تاہ دکن رفتہ ام مثل ایشاں در صورت و سیرت ندیدہ ام" ترجمہ میں سیستاں سے دکن تک گیا ہوں لیکن صورت اور سیرت میں ان جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ ایک دو مہمات میں احمد شاہ ابدالی کو آں ممدوح نے کامیابی کی پیشگوئی دی تھی جو کہ درست نکلی اور اس وجہ سے اس کی ارادت اور محبت میں اضافہ ہو گیا۔

مدرسہ قادریہ فاضلیہ: کچھ عرصہ آپ نے خود بھی مدرسہ میں درس و تدریس کا کام کیا لیکن حضرت اعلیٰ کے وصال فرمانے کے بعد سلسلہ عالیہ کے فرائض نے آپ کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ لہٰذا آپ نے مدرسے سے اپنے آپ کو فارغ کر کے اس کے لیے نہایت ہی اعلیٰ پایہ کے اساتذہ کا بندوبست کیا' اس زمانہ میں اس مدرسے کا

مقام ایسا تھا جیسا آج کل یونیورسٹیوں کا ہوتا ہے علوم دینیہ کا اہتمام ہمارے سلسلہ عالیہ میں اب بھی موجود ہے۔ حالانکہ قیام پاکستان اور ہجرت کے مصائب سے گزرنے کے بعد ہمارے حضرت گرامی صفات گوناں مشکلات سے دوچار تھے..... مدرسہ قادریہ فاضلیہ یہاں بھی پورے اہتمام سے جاری کیا گیا۔

والد کی وفات کے بعد مسند آرائے خلافت ہوئے اور درگاہ فاضلیہ کو رشد و ہدایت کا مرکز بنایا۔ دینی تعلیم کے لیے ایک مدرسے کی بنیاد رکھی جو تقسیم ملک یعنی ۱۹۴۷ء تک درس و تدریس کا مرکز رہا۔

"یاد رہے کہ مدرسہ قادریہ فاضلیہ کی بنیاد حضرت اعلیٰ رضوان اللہ علیہ نے اپنے زمانہ مبارک میں ہی رکھی تھی مگر آپ کے ہر سجادہ نشین نے اس کی ترقی اور استحکام کے لیے انتھک کام کیا۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں بھی چار مقامات پر اس کی شاخیں علوم اسلامیہ کی تدریس میں مشغول ہیں، جس کی تفصیل آگے درج ہے۔ حضرت اعلیٰ رضوان اللہ علیہ کی زندگی میں آپ مدرسہ قادریہ فاضلیہ میں کچھ عرصہ علاوہ دیگر معلمین کے خود تدریس فرماتے رہے۔

کرامات: یہ جہاد پانی پت کا واقعہ ہے جب کہ مرہٹوں کو غازی احمد شاہ ابدالی نے کمر شکن شکست دی اور بمقام گوجرانوالہ بھی غازی احمد شاہ ابدالی نے جہاد کی صف آرائی کی تھی جہاں کہ سکھوں نے مقابلہ کیا تھا۔ بالاخر کفار نے سپرڈال دی، ان کو سخت شکست ہوئی اس نور و باطل، اسلام و کفر کی لڑائی میں حضرت اہل اللہ سید غلام قادر شاہ رضوان اللہ علیہ میدان کارزار میں خود تشریف لے گئے تھے کیونکہ احمد شاہ ابدالی نے آپ سے استدعا کی تھی کہ آپ کی موجودگی اور آپ کی دعا کی وسعت اثر ان کے لیے نمایاں جرات پیدا کر دے گی اور ان کے لیے سرفرازی اور دلی گرمی کا موجب ہوگی۔ اس میدان جہاد میں ایک خیمہ آپ کے لیے مخصوص کیا گیا تھا، کفار نے اسلام کی فوج پر حملہ کیا تو اس وقت اسلام کی سپاہ نے یہی مناسب سمجھا کہ وہاں سے رجعت کرکے دوسرے مقام پر جاکر جنگ لڑی جائے۔ چنانچہ اس مصلحت سے بہت اچھے نتائج حاصل ہوئے اور اسلام کی فوج کو فتح حاصل ہو گئی۔ اثنائے جنگ میں کفار نے اس خیمہ کا محاصرہ کرلیا جس میں آپ مقیم تھے چنانچہ آپ نے ایک دعائیہ رباعی حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر خاص انداز

خضوع سے پڑھی تو آپ نے دیکھا کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہیں اور آپ کو فرما رہے ہیں کہ اٹھو اور میرے ساتھ باہر نکل آؤ۔ آپ نے دیکھا حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے حکم میں آیت کریمہ سیھزم الجمع و یولون الدبر کفار کی فوج کو شکست دی جائے گی اور وہ منہ پھیرلیں گی' سے روحانی تسکین اور اسلام کی فتح کی پیش گوئی جگمگا رہی تھی۔ چنانچہ آپ فوراً اٹھے اور خیمہ سے باہر نکل گئے' کفار کی فوج وہاں موجود تھی' مگر وہ آپ کو نہیں دیکھ سکے' حالانکہ وہ خیمہ کے اردگرد اسلحہ لیے ہوئے کھڑے تھے۔ آپ وہاں سے نکل کر ایسے مقام پر پہنچ گئے جہاں اسلام کے لشکر کا ایک حصہ کفار کے لشکر پر دوبارہ حملہ کرنے کے لیے تیار ہو رہا تھا۔ بالاخر اس کو فتح حاصل ہوئی۔ اس معرکہ میں حمیت شجاعت اور کرامت کا جو ظہور آپ کی ذات سے ہوا وہ بدیہی الانتاج ہے اور خوب واضح ہے۔ اس کرامت کے متن کی تفسیر کرنے کے لیے بہت وقت مطلوب ہے یہاں پر اس کی گنجائش نہیں ہے' ہمیں اس قدر لکھنا کافی ہے کہ حضرت سید غلام قادر رضوان اللہ علیہ کا حجاب جسم آپ کے نور سے اس حد تک مخفی ہوگیا کہ آپ کفار کی نظر میں نہ آسکے۔ نور غیر مرئی اور جسم کا حجاب اس نور مرئی میں مکمل پوشیدہ ہوگیا اور آپ کفار کی صفوں کو چیرتے ہوئے نکل گئے اور عسکر اسلام سے جا ملے۔

آپ کے خوارق و کرامات کی تعداد اتنی ہے کہ اندازہ لگانا مشکل ہے۔ آپ کی سجادگی کے زمانہ میں جو لوگ آپ کی خدمت میں معروضات لے کر آتے جتنی ان کی تعداد ہے اس ہی قدر آپ کے خوارق و کرامات ہیں' آپ نے حضرت شیخ محمد افضل کلانوری قدس سرہ کی وفات پر حضرت اعلیٰ رضوان اللہ علیہ کی زندگی ہی میں کلانور ضلع گورداسپور انڈیا دربار قادریہ فاضلیہ کی طرف سے نمائندگی فرمائی تھی۔ حضرت شیخ محمد افضل کلانوری قدس سرہ نے فرمایا تھا کہ سید اہل اللہ غلام قادر رضوان اللہ علیہ ہمارے لیے بہت اہم شخصیت ہیں۔

ایک دفعہ آپ کے فرزند سید غلام غوث شاہ صاحب نے آپ سے عرض کیا میں نے افواہ سنی ہے کہ خواجہ عزیز حاکم علاقہ اس دربار کی رونق کو بہ نظر حسد دیکھتا ہے اور اس نے ان لوگوں کو یہ کہہ دیا ہے جن کو اس کے ہاں انعام و اعتبار حاصل ہے کہ بہت جلد سلسلہ دربار قادریہ فاضلیہ کو تکلیف میں مبتلا کیا جائے گا۔

خواجہ عزیز کے دل میں یہ خیال نرالہ نہ تھا۔ کیونکہ یہ بسا اوقات واقع ہوا ہے کہ اہل دنیا نے فقراء کی حشمت اور اقتدار کو حسد بھری نگاہ سے دیکھا۔ الغرض حضرت اہل اللہ نے خواجہ عزیز کے متعلق معا" احکم الحاکمین خدائے تعالیٰ کی جناب میں عرض کیا کہ مناسب احکام صادر فرمائے جائیں' تو نتیجہ یہ ہوا کہ چند دنوں میں خواجہ عزیز معزول ہو کر عبرت ناک رسوائی میں مبتلا ہوگیا اور جن لوگوں نے وہ گستاخانہ کلمات آپ تک پہنچائے تھے انہوں نے ہی اس واقعہ سے تمام علاقہ کے لوگوں کو آگاہ کیا کہ آپ نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ جو ہم سے لڑتا ہے وہ خدا سے لڑتا ہے۔
خوارق کے ضمن میں وہ واقعہ بھی نہایت دلچسپ ہے جو کہ آپ کو علاقہ گوجرانوالہ میں پیش آیا تھا۔ جبکہ الحاد و فساد پھیلانے والا لشکر ایک طرف اور اہل اسلام دوسری طرف متحارب تھے اور آپ نے حق کی حمایت میں معرکہ میں حصہ لیا' اس سلسلہ میں بٹالہ سے میدان مذکورہ کو منزل بمنزل تشریف لے گئے اس دوران میں ایک مقام پر دشمن کے لشکر نے آپ کو محصور کرلیا۔ آپ کے رفقاء حیران و ہراساں ہوگئے' اور قریب تھا کہ آپ کی جان پر حملہ ہو جاتا کہ اس وقت

کجائی اے پدر آخر کجائی   زحال من چنین غافل چرائی

آپ کے ورد زبان ہوگیا۔ کئی بار یہی پڑھتے رہے تو دیکھا کہ حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ آپ کے پاس کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں' "قم فاذھب فانی معک" آپ اس فرمان کو سنتے ہی یقین کی چٹان ثابت ہوگئے۔ آپ کے ساتھ نہایت قلیل تعداد آدمیوں کی تھی' جو ایک دو سے زیادہ نہ تھی آپ اتفاقیہ اس نرغہ میں پھنس گئے تھے۔ آپ کی جمعیت وہاں سے دور تھی الغرض یہ تاریخ سے ثابت ہے' آپ وہاں سے بلاخوف و ہراس چل پڑے اور دشمن کی جمعیت وہاں آپ کو گھیرا کئے ہوئے تھی۔ لیکن قم کے ارشاد سے ہی آپ دشمن کی نظر سے غائب ہوگئے۔ درآں حالانکہ آپ ان میں محصور تھے اور دشمن آنکھیں کھولے ہوئے بھی ان کو نہیں دیکھ سکا' بعد میں معاصرہ کرنے والوں نے محسوس کیا کہ حضرت تو موجود نہیں انہیں بہت اضطراب ہوا۔ تلاش دوڑ دھوپ شروع ہوئی لیکن یہ سب کچھ بے سود کیونکہ ان کی مساعی تو مادی اسباب تک محدود تھیں اور مقابل پر شاہباز روحانیت تھا۔ ایک دفعہ آپ کی خدمت میں ایک کیمیاگر حاضر ہوا اسے

اپنی کسی الجھن میں آپ کی روحانی توجہ درکار تھی اس نے نذرانہ پیش کیا کہ حضور نسخہ کیمیاگری قبول فرمائیں جس سے سونا چاندی دربار میں عام ہو جائے گا۔ تو آپ نے فوراً کہا توبہ! توبہ!! یہ فقیر اور نسخہ کیمیاگری فرمایا میں فانی چیزوں کو نہیں چاہتا میرے لیے تو اسم اعظم ہی کیمیا ہے۔ انی و جہت و جہی للذی فطرالسموات والارض یعنی میں تو اپنا منہ خالق ارض و سما کی طرف رکھتا ہوں۔

آپ کو زرکثیر بطور جاگیر بھی ملی تھی' اس کے علاوہ بہت وسیع جائداد زرعی سکنی آپ کی مملوکہ تھی۔ آپ کی بود و باش امیرانہ تھی' لباس قیمتی ہوتا تھا۔ آپ کے والد ماجد کی وفات کے بعد میاں احمد قصوری جو حضرت ابوالفرح کے خلفاء میں سے تھے۔ اسم تقریب ادا کرنے کے لیے صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ حضرت کا انتقال ہو چکا ہے' اب میری روحانی تکمیل کے لیے خدا جانے کیا سبیل ہو۔ ابھی انہوں نے اس خیال کا اظہار نہیں کیا تھا کہ حضرت سید غلام قادر شاہ صاحب نے فرمایا "بھائی مطمئن رہو دریائے فقر اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کیا ہے اس سے تمہیں سیراب کرنے میں کوشش قاصر نہیں رہے گی۔" یہ سنتے ہی میاں احمد پر وحشت پیدا ہو گئی اور حضور سے معافی کا ملتجی ہوا۔

ولایت شاہ پشاور سے آپ کی خدمت میں تزکیہ نفس کے لیے حاضر ہوا۔ آپ کے ہاتھوں پر انہوں نے بیعت کی اور دربار میں کچھ عرصہ قیام کیا اور اوراد و اشغال حسب ارشاد حضرت موصوف ادا کرتے رہے۔ کچھ دنوں بعد کسی طرح ان کی طبیعت میں یہ خیال پیدا ہوا کہ بغداد شریف جانے سے ہی کام بنے گا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت سے رخصت طلب کی تو آپ نے بڑی محبت سے ارشاد فرمایا' بھائی تم نے تو ہمیں محبوب کہا ہوا ہے' محبوب کو چھوڑ کر کہاں جاتے ہو ولایت شاہ نے رخصت کے لیے اسرار کیا تو آپ نے فرمایا بہت اچھا جایئے' وہ یہاں سے رخصت ہوئے اور یہاں سے بغداد شریف کا عزم کیا' آپ حدود ہندوستان سے باہر نہیں ہوئے تھے کہ ولایت شاہ کو ایک مجذوب کی خدمت میں باریابی ہوئی۔ تو اس مجذوب فقیر نے ان کی طرف دیکھ کر کہا "اے ولایت شاہ بغداد شریف کا ارادہ رکھے ہوئے ہو حالانکہ غوث اعظم سے غلام قادر کو دوری نہیں بٹالہ کی طرف

واپس جاؤ اور میری طرف سے بھی وہاں کورنش بجالانا۔" ان الفاظ کے سنتے ہی ولایت شاہ کے سینے میں آتش شوق بھڑک اٹھی اور چند دنوں میں حضرت اہل اللہ کی خدمت میں بٹالہ پہنچ کر شرف باریابی حاصل کیا اور بقایا تعلیم روحانیت کی یہیں تکمیل کی۔

پروفیسر محمد اسلم چھماہی "کھوج" وچ لکھدا اے: "غلام قادر شاہ رضوان اللہ علیہ دے شاہ ابدالی نال بھی بڑے چنگے تعلقات سن' اک واری جدوں احمد شاہ ابدالی پنجاب آیا تے بٹالے دے زمیندار اوہنوں شاہ کول سفارش کران لئی بھگواڑے لے گئے۔ شاہ نے اوہدی بڑی عزت کیتی تے اوس نوں اک گھوڑا تے جوڑا دے کے آپنے لئی دعا کرن واسطے کہیا۔ اک واری غلام قادر شاہ چھ مہینے توڑی لاہور وچ رہیا تے اوہناں دناں وچ احمد شاہ ابدالی بھی اوتھے سی تے ایہناں دوناں دیاں ملاقاتاں ہوندیاں رہندیاں سن۔ ابدالی دے وزیر شاہ ولی خاں تے سپہ سالار خاں جہاں دی غلام قادر رضوان اللہ علیہ دے نال خط و کتابت سی۔"

مسلمانوں کی دستگیری: "مناقب غوث الاعظم بزبان پشتو شائع کردہ محکمہ ثقافت صوبہ سرحد میں جناب کیپٹن احسان اللہ خان دانش تحریر فرماتے ہیں کہ

حضرت شاہ غلام قادر رضوان اللہ علیہ بڑی عظمت و حکمت کے بزرگ تھے' آپ نے صرف درس و تدریس اور دربار شریف کی خدمت ہی نہیں کی' برادران دین و وطن کی نگہداشت بھی آپ نے فرمائی آپ کا دور غیر منقسم ہندوستان میں جس میں اب پاکستان' بھارت اور بنگلہ دیش کے ممالک قائم ہو چکے ہیں۔نہایت پر آشوب زمانہ تھا۔ اورنگزیب عالمگیر کے انتقال کے بعد مسلمانوں کی وسیع و عریض مملکت طواف الملوکی کا شکار ہو چکی تھی' حکومت کا مرکز کمزور ہو کر خود مختار صوبہ داروں اور سرداران لشکر کے رحم و کرم پر رہ گیا تھا' جبکہ دور دراز کے صوبے عملاً دہلی سے کٹ گئے تھے اور حضرت شاہ غلام قادر اہل اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو سجادہ نشین بنے چند ہی مہینے ہوئے تھے کہ نادر شاہ افشار ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ اس سے وہ کسر بھی پوری ہو گئی جو طوائف الملوکی اور سلطنت تیموری کے امراء کی آپس میں لڑائیوں سے رہ گئی تھی' براعظم کا شمالی حصہ' بالخصوص پنجاب اور دہلی نادر کی لشکر کشی سے بری طرح متاثر ہوئے۔ لیکن بادشاہ دہلی محمد شاہ کو اس کے انسداد

کی کوئی فکر نہ ہوئی۔ دوسری طرف جاٹوں اور مرہٹوں نے دارالسلطنت کے آس پاس علاقوں میں فساد برپا کر رکھا جبکہ سکھ ملوک الطوائف پنجاب کے دیہاتوں کو لوٹتے پھرتے تھے۔ اور نہ صرف مسلمانوں جو خاص طور سے نشانہ بنائے جارہے تھے' اور جن کے جان و مال اور عزت و آبرو کو مستقل خطرہ درپیش تھا۔ بلکہ دوسرے کمزور غیر مسلم بھی ان کی دست درازیوں سے محفوظ نہ تھے' ایسے میں حضرت سیدنا شاہ غلام قادر اہل اللہ کا وجود باجود نہایت غنیمت تھا۔ جب حضرت سیدنا شاہ غلام قادر اہل اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ انتخاب نے افغان بادشاہ کو جہاد پانی پت کے لیے چنا' یہ بات شاید کم ہی لوگوں کو معلوم ہوگی کہ احمد شاہ ابدالی کے ہندوستان پر اس حملہ کو دربار عالیہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف کے اس عالی وقار سجادہ نشین کی مکمل حمایت حاصل تھی اور وہ ہندو سکھوں کے عین درمیان رہتے ہوئے بھی افغان بادشاہ کے لیے بر سر دعا فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ حضرت شاہ غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے مریدین بھی بادشاہ کے اس جنگ میں ہمراہ تھے۔ بر کیف آپ نے ان نازک حالات میں بے یار و مددگار مسلمانوں کی مدد کے لیے احمد شاہ ابدالی کو ہندوستان آنے کو کہا' انہی دنوں جب حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی احمد شاہ درراں کو مرہٹوں پر حملہ کرنے کے لیے خطوط لکھے' چنانچہ پانی پت کی تیسری لڑائی وقوع پذیر ہوئی جس میں ساٹھ ہزار مسلمان غازیوں نے تین لاکھ کی تعداد میں مرہٹہ فوج کو تہس نہس کرکے رکھ دیا اور شمالی ہندوستان کو ہمیشہ کے لیے ان کی دست درازیوں سے محفوظ کردیا۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ پانی پت میں لشکر کفار کو تباہ کرنے اور مغل بادشاہ کو از سر نو تخت دہلی پر بٹھانے سے پہلے یا اس کے بعد غازی احمد شاہ ابدالی کی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی یا نہیں تاریخ اس سلسلے میں خاموش ہے۔ اور یہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بھی حضرت شاہ غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ کی طرح آخری ایام تھے کیونکہ فتح پانی پت کے بعد سال ڈیڑھ سال کے اندر اندر ان دونوں جلیل القدر ہستیوں کا انتقال ہوگیا تھا۔ مگر خانقاہ عالیہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف کی روایات اور مخصوصات سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ پانی پت کو جانے سے قبل حضرت قبلہ شاہ غلام قادر رضوان اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور التماس دعا کی'

مورخ الفنسٹن بھی اپنی تاریخ افغانستان میں لکھتا ہے کہ افغان بادشاہ جب بھی پنجاب آتا اور پنجاب وہ کم از کم پانچ مرتبہ آیا ہے لاہور اور بٹالہ کے درباروں میں ضرور حاضری دینے جاتا لاہور کے بارہ میں وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کہاں کہاں سلام کے لیے گئے۔ یہاں یہ بتانا بے جا نہ ہوگا کہ احمد شاہ بابا خود بھی صاحب نسبت تھے اور حضرت غوث الزمان میاں محمد عمر صاحب ساکن چمکنی ضلع پشاور سے شرف بیعت و خلافت رکھتے تھے اور جہاں جاتے درباروں پر حاضری دیا کرتے لیکن امکان قوی ہے کہ وہ حضرت داتا گنج بخش سیدنا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار حاضری دینے ضرور جاتے ہوں گے اور ایک روایت حضرت شیخ محمد سعید لاہور کی خانقاہ پر حاضری کی بھی ملتی ہے' لیکن بٹالہ شریف ان کی حاضری قبلہ و کعبہ سدنا و مولانا و مرشدنا حضرت شاہ غلام قادر رضوان اللہ علیہ کے علاوہ حضرت سیدنا شاہ غلام غوث رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی یقینی ہے جن کے زمانہ سجادہ نشینی میں وہ شعبان ۱۱۸۷ ہجری بہ مطابق ۱۷۷۳ عیسوی میں فوت ہوئے جیسے کہ الفنسٹن کے بیان سے معلوم ہو سکتا ہے اس کے علاوہ حضرت مولانا سید رکن الدین قادری فاضلی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ نے جس انداز میں اپنے قصیدہ "در مدح مالک رقاب خلق اللہ احمد شاہ ابدالی" میں جو شاہ نامہ احمد شاہ ابدالی میں شامل کر کے پشتو اکیڈیمی پشاور یونیورسٹی نے شائع کیا ہے حضرت شاہ غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ کی افغان بادشاہ کے لیے دعائیں کرتے رہنے کا ذکر ہے' اس سے بھی بادشاہ کی آنجناب رحمۃ اللہ علیہ سے نیاز مندی اور ان کے بادشاہ سے تعلق خاطر کا پتہ چلتا ہے اور یہ بات دو ایک سرسری ملاقاتوں کا نتیجہ نہیں ہو سکتی' چنانچہ احمد شاہ ابدالی کا اپنے ایک خط میں یہ کہنا کہ "من سیستان تا بہ دکن رفتہ ام مثل ایشاں حضرت شاہ غلام قادر اہل اللہ رحمۃ اللہ علیہ در صورت و سیرت ندیدہ ام"..... اسی تعلق قلبی اور عقیدت کا اظہار ہے۔ مذکورہ بالا قصیدہ "مناقب غوث الاعظم" بزبان پشتو تصنیف مولانا سید رکن الدین قادری فاضلی ۱۱۷۳ھ / ۶۰-۱۷۵۹ء شائع کردہ محکمہ ثقافت حکومت صوبہ سرحد ص ۵۹ پر ملاحظہ فرمائیں۔

خانقاہ شریف کے مخطوطات سے معلوم ہوتا ہے کہ افغان بادشاہ نے گوجرانوالہ کے قریب سکھوں کے ساتھ جو تاریخی جنگ لڑی تھی' اس میں حضرت سیدنا شاہ غلام قادر اہل اللہ نے بھی بنفس نفیس شرکت فرمائی۔ کیونکہ بادشاہ نے

دشمن کی کثرت اور تیاری کے پیش نظر آنجناب رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی تھی کہ وہ بھی میدان جنگ میں ساتھ رہیں تاکہ لشکر اسلام کے حوصلے پست نہ ہونے پائیں۔ یہ جنگ اس قدر شدید تھی کہ اس میں طرفین کا بے پناہ نقصان ہوا۔ ایک موقع پر جبکہ حضرت قبلہ اپنے خیمہ میں تھے' جنگ کی شدت میں مسلمان پیچھے ہٹ گئے اور سکھوں نے آپ کی فرود گاہ کا محاصرہ کرلیا۔ اس موقع پر جب کوئی دنیاوی طاقت ان کا ساتھ دینے کے لیے موجود نہ تھی' حضرت قبلہ و کعبہ شاہ غلام قادر رضوان اللہ علیہ نے ایک دعائیہ رباعی میں دستگیر کونین حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ کو پکارا اور معاً" آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ آپ کے خیمہ شریف میں تشریف فرما ہوئے اور آپ سے فرمایا کہ اٹھو اور میرے ساتھ بلا تردد باہر نکل آؤ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تعمیل فرمائی اور لشکر کفار سے گھرے ہوئے خیمے میں سے نکل کر مسلمانوں کی فوج کی طرف آئے۔ ظاہر ہے اس دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ سکھوں کے عساکر کے بیچ میں سے گزرے لیکن وہ ہوشیار ہونے کے باوجود آپ کو نہ دیکھ سکے' ادھر مسلمانوں کی فوج نے از سرنو منظم ہو کر دوبارہ دشمن پر حملہ کر دیا اور اسے شکست فاش دے کر میدان چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔

تصنیفات و ادب کی خدمت : آپ کو تصنیف و تالیف میں بہت بلند مقام حاصل تھا اور تصوف میں آپ کی تصانیف اس امر کی شاہد ہیں کہ آپ کو اس فن میں بڑا تمکن حاصل تھا۔ چنانچہ "رمز العشق" آپ نے تصنیف فرمائی اور اس کی اشاعت ہوئی' تو تصوف کے عالم میں ایک تحول عظیم رونما ہوگیا۔ بعض لوگوں نے اس کتاب کے مطالعہ کو اپنا محبوب مشغلہ قرار دے رکھا تھا اور اکثر اس کے کثیر حصے زبانی یاد کرلیا کرتے تھے' رمز العشق پر مختلف زبانوں میں مبسوط و متسوط شرحیں تصنیف ہوچکی ہیں' جو کہ تصوف کے ایضاح اسرار کا مرقع ہیں اور اس کتاب رمز العشق کو پنجاب یونیورسٹی لاہور اور دیگر ادارات علمیہ نے بھی تبصرے کئے ہیں اور اس کی مقبولیت کی وجوہ پر مقالے لکھے ہیں اور آج بھی صوفیہ اس تصنیف کو وخیر جلیس فی الزمان کتاب زمانے میں بہترین ہم مجلس کتاب ہی تو ہے کا حقیقی رتبہ دیئے ہوئے ہیں۔

زبان عربی کے ادیبوں نے لکھا ہے کہ جس طرح بعض شخصیتیں مخدوم

ہوتی ہیں اسی طرح بعض کتب بھی مخدوم ہوتی ہیں جن کو اس لیے کتاب مخدوم کہا جاتا ہے کہ اس کتاب کی طرف لوگوں کا رجحان بہت زیادہ ہوتا ہے اور اس پر شہر میں حاشے بکثرت تحریر کئے جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے میں (سید بدر محی الدین ا لگیانی القادری الفاضلی) کہوں گا کہ رمزالعشق بھی کتاب مخدوم ہے۔

اس کتاب رمزالعشق میں وحدت الوجود کے مکتب فکر کے فروغ نظر کی ورق در ورق جلوہ گری موجود ہے۔ صوفیہ کرام کا سواد اعظم وحدت الوجود پر ایمان رکھتا ہے، حضرت محقق اجود، عارف اکرام، مفکر اکمل شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس اللہ سرہ اس مکتب فکر کے سرخیل ہیں۔ انہوں نے جس انداز سے استدلال وحدت الوجود کی مشا کلی دور فرمائی ہے صوفیہ کرام کے نزدیک اس انداز استدلال کی نہایت منفرد ممتاز حیثیت ہے اور قدماء کے نہایت بلند پایہ ظاہری علماء نے بھی باوجود اختلاف عقیدہ کے حضرت شیخ اکبر اقدس سرہ کے متعلق لکھا ہے کہ صوفیہ کے حلقہ میں یہ پہلے اور آخری شخص ہیں جنہوں نے وحدت الوجود پر ایک نصب العینی عقیدہ اور فلسفہ کی حیثیت سے مرتب کلام کی ہے اور اس سلسلہ میں انہوں نے ہر فن سے استفادہ کیا ہے، ادب زبان قرانی فقہ اور معقولات سے انہوں نے ایسے ایسے دلائل اور شواہد تلاش کئے ہیں جنہیں دیکھ کر ان کی غیر معمولی نکتہ آفرینیوں کا اعتراف کرنا پڑتا ہے اور فکری صلاحیتوں کے اعتبار سے علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ بے نظیر شخصیت ہیں۔

آپ نے حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی منقبت اور عشق میں بزبان فارسی اور اردو بہت نظمیں ارشاد فرمائی ہیں جو کہ "جواہر تصوف" میں مندرجہ ہیں۔ آپ نے ہی اول زبان ہندی میں تعارف و اسرار تصوف کو واضح فرمایا۔ چنانچہ آپ کی مشہور تصنیف رمزالعشق اس بات کی شاہد ہے لیکن افسوس کہ بعض ناقص علم رکھنے والوں نے آپ کی اس تصنیف سے کماحقہ فائدہ نہ اٹھایا

رمزالعشق کے علاوہ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ جن میں سے ایک صفاء المرآۃ ہے، صفاۃ المراۃ یعنی شرح مراۃ العارفین جو کہ حضرت امام حسین رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ حضرت شاہ غلام قادر اہل اللہ اعلیٰ مقام کے بڑے پرگو شاعر بھی تھے۔ آپ نے فارسی پنجابی اور اردو میں غوثیت ماب حضرت شیخ

عبدالقادر جیلانی ؒ کی بہت سی منقبتیں لکھی ہیں حضرت سیدنا غلام قادر شاہ کا کلام دربار عالیہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف فیروز پور روڈ لاہور کی جانب سے شائع شدہ ایک بیاض "جواہر تصوف" میں چھپ چکا ہے۔ اس کے علاوہ یہ حضرت مولانا رکن الدین قادری الفاضلی نے اپنی پشتو تصنیف "مناقب غوث الاعظم" کلام ؒ کے شروع میں تبرکاً" شامل کیا ہے۔ حافظ محمود شیرانی لکھتے ہیں کہ

تصوف میں متعدد تصنیفات آپ کے قلم سے نکلی ہیں اردو مثنوی رمزالعشق ان کے والد بزرگوار کی زندگی ہی میں تصنیف ہو چکی تھی کیونکہ اس میں آپ نے اپنے والد کو خطاب کرکے بعض شعر لکھے ہیں' یہ مثنوی میراثر کی مثنوی خواب و خیال سے جو ۱۱۵۹ء کی تصنیف ہے اس مثنوی کے دو نسخے میرے پاس ہیں۔ یہ ۱۲۰۴ھ کا نوشتہ ہے' عنوان پر سنہری اور رنگین گل کاری ایرانی تقلید میں ہو رہی ہے۔ خاتمے میں یہ عبارت درج ہے۔"نسخہ متبرکہ رمزالعشق تصنیف حضرت غلام قادر شاہ قدس سرہ ساکن بٹالہ تمام گردید ۱۲۰۴ھ دونوں نسخے خط نسخ میں ہیں۔ بارھویں اور اس سے پیشتر قرون کی اردو تالیفات بالعموم خط نسخ میں ملتی ہیں اور مسلمانوں نے گویا اس خط کو ہندی زبانوں کے لیے مخصوص کر دیا تھا۔ آج بھی پنجابی' سندھی اور پشتو زبانیں خط نسخ ہی میں لکھی جاتی ہیں اگرچہ اردو نے فارسی کی تقلید میں نستعلیق بعد میں اختیار کرلیا اس مثنوی کا وزن عروضی خالص ہندی ہے' پنجابی لہجے کی تمام خصوصیات اس میں موجود ہیں۔ اس مثنوی کی شرح شیخ کے پوتے شیخ ابواحمد محمد شاہ المتوفی ۱۲۲۴ھ نے لکھی ہے۔ اس کے متعلق صاحب تذکرۃ الابرار لکھتے ہیں۔

"در رمزالعشق تصنیف جد بزرگوار خود بغایت شرح مرغوب و پسندیدہ نوشتہ دور کشف حقائق تصوف و بیان اسرار اصطلاحات حضرات صوفیہ..... تعمق فراواں و تحقیق بسیار نمودہ۔"

رمزالعشق میں عربی الفاظ کا استعمال کثرت کے ساتھ دیکھا جاتا ہے۔ ایک وجہ تو اس کی یہ ہے کہ تصوف کی تمام اصطلاحات عربی میں ہیں۔ دوسرے حضرت غلام قادر شاہ صاحب خود عربی کے فاضل ہیں اور اس زبان سے زیادہ مزاولت رکھتے ہیں۔

پنجابی ادب دی کہانی میں لکھا ہے کہ۔

"مثنوی رمزالعاشقین ۱۲۰۴ھ وچ ختم ہوئی۔ ایس دی شرح آپ دے فرزند شیخ ابواحمد محمد شاہ نے لکھی جیہڑے ۱۲۲۸ھ وچ اللہ نوں پیارے ہوئے' مثنوی رمزالعاشقین دا وزن خالص پنجابی اے۔ ایس وچ آپ دیاں کجھ غزلاں' سی حرفی' مانجھ تے مناقب شامل نیں۔ آپ دے کلام وچوں ربی عشق دی خوشبو آوندی اے" یاد رہے کہ آپ کی مثنوی کا نام رمزالعشق ہے نہ کہ رمزالعاشقین۔

پروفیسر محمد اسلم لکھدا اے: "غلام قادر رضوان اللہ علیہ "ہندوی" تے فارسی دا بڑا چنگا شاعر سی تے اوہ غلام تخلص کرداسی۔ اوہدا پنجابی کلام بھی تذکریاں وچ مل جاندا اے اوسنے رمزالعشق دے ناں توں "ہندوی" زبان وچ اک لمبی چوڑی نظم لکھی اے جس دا موضوع تصوف اے' ایہہ کتاب نوں گوہر نوشاہی ہوراں دی کوشش نال مجلس ترقی ادب لاہور نے ۱۹۷۲ء وچ چھاپ دتا اے۔ شمس الدین قادری نے اسرار العشق دے نال توں ایس دی شرح بھی لکھی جیہڑی ۱۳۴۹ھ ۔ ۱۹۲۳ء وچ امرتسر توں چھپ چکی اے' غلام قادر شاہ رضوان اللہ علیہ دے پوتے سید محمد شاہ رضوان اللہ علیہ نے عربی تے فارسی وچ رمزالعشق دیاں دو شرحاں لکھیاں سن جنھاں دا حافظ انور علی رہتکی نے اردو وچ ترجمہ کیتا اے' موجودہ سجادہ نشین سید بدر محی الدین صاحب نے بھی جواہرالتصوف دے ناں توں رمزالعشق دی شرح لکھی اے۔ ایس توں ایہہ ظاہر ہوندا اے کہ رمزالعشق صوفیاں دے حلقے وچ بڑی مقبول رہی اے۔"

ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں۔ شیخ محمد فاضل الدین بٹالوی رضوان اللہ علیہ کے بیٹے اور جانشین غلام قادر شاہ رضوان اللہ علیہ اپنے وقت کے بڑے بزرگ اور متعدد تصانیف کے مالک تھے۔ ان کی ایک تصنیف صفاء المرآت کا ذکر پروفیسر شیرانی نے بھی کیا ہے غلام قادر شاہ کی ایک مثنوی "رمزالعاشقین" ہے جس میں انہوں نے رموز تصوف کو شعر کی زبان میں بیان کیا ہے۔ اس کی بحر چھوٹی اور یہ وہی مقبول بحر ہے جسے شاہ باجن میرانجی' جانم' اشرف اور فیروز نے بھی استعمال کیا ہے' بقول شیرانی پنجابی کی تمام خصوصیات اس مثنوی میں شامل ہیں مثنوی "رمزالعاشقین" میں آیات قرانی اور عربی عبارات' اصطلاحات و اشارات تصوف

کثرت سے استعمال میں آئے ہیں۔ فکری لحاظ سے خوب محمد چشتی کی مثنوی "خوب ترنگ" کی طرح یہ بھی ایک عالمانہ مثنوی ہے جسے علم تصوف کا راز دان ہی سمجھ سکتا ہے۔ منقبت بھی ان کا خاص موضوع ہے جو زیادہ تر حضرت غوث اعظم کی شان میں لکھی گئی ہیں۔ غزلوں میں فراق و ہجر کی کیفیات کو بیان کیا گیا ہے' شاعرانہ اشارے اور علامات مجازی نوعیت کے ہیں' لیکن جابجا حقیقت و معرفت کی طرف بھی اشارے ملتے ہیں..... غلام قادر شاہ کے علاوہ حیات' محمد جان' نصیرالحق نصیرا' امامی' ناظمی' علیم' جلال الدین جلالا' شیخ محمد حاجی' امام بخش قادری' علی' کامی' جانی' خلدی' بدھ سنگھ' میر صابر' صفیہ' بیگم' نامدار خاں دت' محمد غوث بٹالوی (۱۱۹۸ھ ـ ۱۷۸۳ء) اور دل محمد دلشاد پسروری وہ شعراء ہیں جنہوں نے اسی روایت میں شاعری کی اور اردو شاعری کی جڑیں پنجاب میں گہری کیں۔ ان سب لوگوں کی کاوشوں کی وجہ سے آج اردو کے بغیر پنجاب اور پنجاب کے بغیر اردو کوئی معنی نہیں رکھتے۔ یاد رہے کہ درج بالا شخصیات میں سے اکثر کا تعلق سلسلہ قادریہ فاضلیہ سے ہے' لہٰذا مشائخ قادریہ فاضلیہ اردو کے بانیوں میں شامل ہیں۔

ذخیرہ شیرانی میں رمزالعشق کے اور سات نسخے ہیں۔

مخطوطہ نمبر ۱۰۲۷' مخطوطہ نمبر ۱۸۱۴' مخطوطہ نمبر ۲۲۳۵' مخطوطہ نمبر ۵۷۹۱' مخطوطہ نمبر ۲۲۵۷' مخطوطہ نمبر ۱۴۶۳' اس میں رمزالعشق کے دو نسخوں کے علاوہ اردو مثنوی "چرخی نامہ" اور نعتیہ غزل بھی ہے۔

پنجاب میں اردو حصہ اول میں لکھا ہے کہ مثنوی رمزالعشق کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔ رمزالعشق کی آٹھ سے زائد مختلف شرحیں عربی' فارسی اور اردو میں لکھی گئی ہیں' ان میں سے بعض چھپ چکی ہیں۔

مولانا سید متین ہاشمی لکھتے ہیں کہ موصوف ہندوی اور فارسی کے قادر الکلام شاعر تھے اور غلام تخلص کرتے تھے' ہندوی نظم میں "رمزالعشق" کے عنوان سے تصوف کے موضوع پر ان کی ایک گراں پایہ تصنیف پائی جاتی ہے۔ جسے مجلس ترقی ادب لاہور نے ۱۹۷۲ء میں شائع کیا ہے شمس الدین قادری نے اسرار العشق کے عنوان سے اس کی شرح بھی لکھی ہے۔ غلام قادر شاہ کے پوتے سید محمد شاہ نے عربی اور فارسی میں رمزالعشق کی شرح لکھی تھی جس کا حافظ انور علی رہتکی نے

اردو میں ترجمہ کیا ہے۔

ڈاکٹر گوہر نوشاہی لکھتے ہیں کہ "رمز العشق" میں اصطلاحات صوفیہ کو سمجھنے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ خاص طور پر اہم ہے۔ صوفیانہ اصطلاحات کو استعارے کی صورت میں پیش کیا گیا ہے اور پھر ان استعاروں کی اس طرح وضاحت کی گئی ہے کہ مقامات سلوک مصنف کے ذاتی تجربات نظر آتے ہیں سید غلام قادر شاہ کے ارادت مند پنجاب کے مختلف حصوں میں موجود ہیں۔ پیر کبیر حضرت غلام محی الدین المعروف حضرت پیر قادری اور حضرت خیرالدین صاحب المعروف بابا خیر بہار شاہ سے شروع ہونے والے سلسلے انہی سے ملتے ہیں۔ ان سلسلوں کے فارسی اور اردو زبان منظوم شجرے، خطی اور مطبوعہ صورتوں میں دستیاب ہوتے ہیں۔ پنجاب کے قدیم اردو شعراء میں لکھا ہے کہ حضرت سید محمد فاضل الدین بانی سلسلہ فاضلیہ اور ان کے فرزند ارجمند غلام قادر شاہ کا نام اردو کے حامیوں کی فہرست میں آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے ان کی وجہ سے بارھویں صدی ہجری کے وسط میں شہر بٹالہ میں اردو کا دبستان قائم ہوتا ہے۔ جس میں متعدد اصحاب یعنی شیخ نصیرالحق، شیخ محمد نور، موسیٰ شیخ محمد حاجی، شیخ غلام غوث اور محمد جان وغیرہ حصہ لیتے ہیں اور اردو نظمیں لکھتے ہیں۔

ا۔ مثنوی رمز العشق کی شرح مسمی بہ "اسرار العشق": سلطان الشریعت،

برہان الطریقت قامع البدعت حضرت میر حسن شاہ صاحب قادری الحسینی الجیلانی قدس اللہ برہانہ نے بھی کی ہے، جس کا اردو ترجمہ حضرت محمد عبدالرحمن جلال آبادی نے کیا ہے۔ یہ مخطوطہ حضرت عبدالرحمان جلال آبادی ؒ کی اولاد امجاد سے جناب اسرارالحق صاحب ساکن بیڈن روڈ لاہور کے پاس ہے۔ اس نسخہ کے ابتداء میں حضرت عبدالرحمان جلال آبادی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے تین فائدے مدنظر رکھ کر اس کا اردو ترجمہ کیا ہے۔ اول فائدہ یہ مدنظر ہے کہ بحر توحید کے چشمہ سے اردو دان اصحاب بھی سیراب ہوں اور اردو زبان میں بھی یہ علم توحید کا خزانہ محفوظ رہے۔ دوسرا فائدہ یہ مدنظر ہے کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ گروہ میں سے اکثر اصحاب نے بذریعہ رسالہ جات و اخبارات یہ شکایت کی ہے کہ کوئی جامع کتاب ان کی نظر سے نہیں گزری جو مسئلہ وحدت الوجود پر ایسی شرح و بسط سے لکھی گئی ہو

کہ جس سے یہ مسئلہ بخوبی سمجھ میں آجائے۔ ان حضرات کی شکایت کو رفع کرنا بھی مقصود ہے۔ تیسرا فائدہ یہ مد نظر ہے کہ جو حضرات یہ فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ دیانت سے لیا گیا ہے۔ یا زنوفن کی ایجاد ہے' اس کو غور سے پڑھیں گے تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ دراصل یہی تعلیم ہے جو انبیاء مرسلین لے کر آئے ہیں اور جس کی آخر تکمیل حضرت رسول مقبول محمد مصطفےٰ ﷺ سے ہوئی اور یہی علم سینہ بہ سینہ یہاں تک پہنچا ہے' پہنچ رہا ہے' اور پہنچتا رہے گا اور اس کی تصدیق بذریعہ انکشافات و مبشرات ہوتی رہتی ہے اور جو اس پر عمل پیرا ہیں وہ بموجب یاایھاالذین آمنو آمنوباللہ ایمان والے ہی اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور وہی مومنین کے زمرے میں شامل ہوتے ہیں اور اس نور توحید کی شمع سے دل اور سینہ روشن اور منور کرتے ہیں۔

۲۔ مثنوی رمزالعشق کی شرح "اسرار وحدت": شرح مذکورہ بزبان اردو ہے جبکہ مثنوی رمزالعشق بزبان پنجابی ہے۔ یہ نایاب شرح ہے۔ جس کی ایک کاپی مولف کتاب ہذا (اسرار الحسنین قادری فاضلی) کو دستیاب ہوئی ہے۔ افسوس کہ اس کے ابتدائی اور آخری صفحات موجود نہیں ہیں جس بنا پر یہ پتہ نہیں چل رہا کہ یہ شرح کس شخصیت نے تحریر فرمائی۔ صفحات ۷ سے لے کر ۱۲۰ تک محفوظ ہیں۔ مسئلہ وحدت الوجود پر انتہائی جامع اور دقیق بحث کی گئی ہے۔ متلاشیان حق کے لیے اسرار و رموز کا خزینہ ہے۔ انداز تحریر و تاثیر سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی اعلیٰ پایہ کی علمی ہستی اور صاحب مشاہدہ شخصیت نے اسے تحریر فرمایا ہے۔ مثنوی شریف کے ہر شعر کی شرح انتہائی علمی نقاط کی حامل ہے۔ کسی فاضلی فقیر کی اعلیٰ کاوش ہے۔ جو سلسلہ قادریہ فاضلیہ کے فیوض و برکات کی آئینہ دار ہے۔

۳۔ مقدمہ مثنوی رمزالعشق: مجلس ترقی ادب' کلب روڈ (لاہور نے مثنوی رمزالعشق مصنفہ غلام قادر شاہ معہ مقدمہ از ڈاکٹر گوہر نوشاہی فروری ۱۹۷۲ء میں شائع کی ہے۔ جو ۷۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں ڈاکٹر گوہر نوشاہی صاحب نے اس خاندان مبارک کی مذہبی' روحانی و ملی خدمات پر روشنی ڈالی ہے۔ جو مزید تحقیق کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب میں مثنوی رمزالعشق کو اصل متن کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ جو ایک قابل قدر خدمت ہے۔

تعارف تصانیف: حضرت سیدنا غلام قادر شاہ رضوان اللہ علیہ کی مندرجہ ذیل تصانیف کا اب تک علم ہو سکا ہے۔

۱۔ اردو، فارسی اور پنجابی کلام: یہ کلام سہ حرفی، غزل، نعت، مستزاد، مسدس، اور ماہیہ کی اصناف میں ہے اور "پنجاب میں اردو" اور "جواہر تصوف" میں چھپ چکا ہے۔

۲۔ مثنوی رمزالعشق: یہ مثنوی (قلمی) نسخے ذخیرہ مخطوطات شیرانی پنجاب یونیورسٹی لائبریری زیر اندراج نمبر ۱۳۶۳، ۱۸۶۳، ۲۴۵۷ موجودہ ہیں تفصیل کے لیے مقدمہ مثنوی رمزالعشق از ڈاکٹر گوہر نوشاہی پڑھیں۔

۳۔ ہدیہ کبریٰ: یہ فارسی زبان میں نثر کا رسالہ ہے اس کا موضوع وہی ہے، جو "مثنوی رمزالعشق" کا ہے، یعنی مقامات سلوک کا بیان اور تجربات و مشاہدات صوفیہ کی وضاحت اس کتاب کا ایک مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے ذخیرہ شیرانی میں موجود ہے۔ ۱۹۲۴ء میں اس کا ایک ایڈیشن مع اردو ترجمہ مطبع ہندوستانی لاہور سے شائع ہوا تھا۔ مترجم اور ناشر حکیم غلام حسین امرتسری تھے، جو سلسلہ قادریہ کی ایک شاخ "خیر شاہی" کے ارادت مندوں میں سے تھے۔ کتاب کے آخر میں انہوں نے "خیر شاہی" طریقت کا شجرہ بھی درج کیا ہے یہ منظوم شجرہ اردو زبان میں ہے، حکیم غلام حسین کی نسبت پانچ واسطوں سے حضرت غلام قادر شاہ تک پہنچتی ہے، "ہدیہ کبریٰ" کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔ "ھو الاول والاخر والظاہر والباطن، متہائے بے منتہای مرذاتے راکہ ہمون ست محمد ۔صفات خود و ہمون ست محمود بایات خود" اور خاتمہ جس میں مصنف کا نام بھی موجود ہے اس طرح ہے "مؤلف ضعیف تراب الاقدام اہل اللہ غلام قادر شاہ اراہ اللہ وجہہ فی مراۃ وجہ حبیبہ والصلوۃ والسلام علی سید رسولہ و ہادی، سید خیر العالمین اجمعین و آلہ و اصحابہ والتبعین و و غوث العالمین سید اولیاء والتعلم اجمعین السید ابی ابی محمد محی الدین سید عبدالقادر الامین المکین ﷺ وعن جمیع المریدین وشیخی و ابی و سیدی و سندی قدرہ العارفین ابوالفرح محمد فاضل الدین قدس سرہ و جمیع اولیاء الاولین والاخرین و عبادالصالحین اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔"

"ہدیہ کبریٰ" کی نثر عربی الفاظ اور آیات قرآنی سے پر ہے' کہیں کہیں فارسی زبان میں اشعار بھی درج کئے گئے ہیں جن میں سے اکثر خود مصنف ہی کے معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے ارادت کا اظہار کتاب میں جابجا نظر آتا ہے ہر بیان کے خاتمے پر لکھا ہے "یا شیخ عبدالقادر شیاللہ"

۴۔ صفات المرآت: اس کتاب کا حوالہ حافظ محمود شیرانی صاحب کے ہاں ملتا ہے اس کے دو نسخے پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے ذخیرہ آذر میں موجود ہیں شیرانی صاحب نے واضح کیا ہے کہ یہ کتاب تصوف کے موضوع پر ہے۔ ذخیرہ مخطوطات آذر پنجاب یونیورسٹی لائبریری اندراج نمبر ۸۱۸۳۔ ۱۲۔ T۔ رکھتی ہے۔

۵۔ رسالہ باید دانست: یہ ذخیرہ مخطوطات شیرانی پنجاب یونیورسٹی لائبریری اندراج نمبر ۱۵۰۴ رکھتی ہے۔ آغاز۔ "الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ علی رسولہ محمد و آلہ اجمعین یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاللہ باید دانست کہ حضرت وجود راکہ حقیقت الحقائق است' سہ مرتبہ است کہ آں راغیب می نامند" الخ اس رسالے کے ابتدائی دو ورق مصنف کے مرید اور برادر نسبتی جان محمد نے نقل کئے ہیں' لیکن دو ورق کے بعد خط کی تبدیلی یہ ظاہر کرتی ہے کہ رسالہ کسی دوسرے شخص نے مکمل کیا ہے' ترقیمہ موجود نہیں ہے۔

تاہم مؤلف تذکرہ مشائخ قادریہ فاضلیہ (اسرار الحسنین قادری فاضلی) نے "باید دانست" کا ایک مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری زیر اندراج نمبر ۲۱۹۔ ۲۶۳ دیکھا' ایک جلد میں دو رسالے ہیں' پہلا رسالہ تصنیف حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ ہے۔ دوسرا رسالہ باید دانست ہے۔ دونوں مخطوطات ایک ہی قلم و طرز تحریر اور کاغذ رکھتے ہیں۔ جبکہ دونوں کتب کی تحریر میں تقریباً دو سال کا وقفہ ہے۔ دونوں مخطوطات کے راقم فقیر شاہ علی صاحب ہیں۔ رسالہ باید دانست کے آخر میں یہ تحریر ہے۔ "قد تمت ہذا نسخہ الشریفہ من تصنیف قطب وقت و جید العصر و بل قدمہ علی قدم غوث الثقلین محبوب اللہ مولانا و ہادینا حضرت غلام قادر شاہ و ارضا عنا و عن جمیع المریدین فقط بید خط بے ربط فقیر شاہ علی عفی عنہ' تاریخ ۵ رمضان المبارک ۱۳۰۶ ہجری المقدس تحریر یافت۔"

۶۔ رسالہ برزخیہ : ذخیرہ مخطوطات شیرانی، پنجاب یونیورسٹی لائبریری رسالہ برزخیہ اور رسالہ باید دانست ایک ہی رسالے کے دو نام ہیں رسالہ برزخیہ کا متن رسالہ باید دانست سے مختلف نہیں۔ اس مخطوطے کا ترقیمہ وہی ہے جو اوپر درج ہے، مؤلف کتاب ہذا (اسرار الحقیق قادری فاضلی) کے پاس اس کا قلمی قدیم نسخہ موجود ہے۔

۷۔ رسالہ تحقیق حقیق : ذخیرہ مخطوطات شیرانی پنجاب یونیورسٹی لائبریری اندراج نمبر۱۵۰۴ ہمراہ مخطوطہ رمز العشق و رسالہ باید دانست بخط محمد جان۔

آغاز۔ الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ محمد و آلہ اجمعین یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیأاللہ، تحقیق حقیق بداں ارشدک اللہ و ایای طریق الحق والیقین کہ اہل توحید سہ اقسام اند۔ اول قایل اند بتوحید وجوبی از متکلمین و جمہور حکماء" الخ ترقیمہ۔ "رسالہ مسمی بتحقیق حقیق من تصنیف مرشدی حضرت سید غلام قادر سلمہ اللہ تعالی بحرمتہ مرشدہ۔"

۸۔ نہایت الکمال : ذخیرہ مخطوطات آذر پنجاب یونیورسٹی لائبریری اندراج نمبر ۸۲۲۰۔۵۰۔T۔

از غلام قادر شاہ بٹالوی قادری فاضلی در اثبات و جواز کلمہ "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیأاللہ" (در اشغال و مراقب ہای گروہ قادریہ نامبوب) ایک اور نسخہ ذخیرہ مخطوطات پنجاب یونیورسٹی لائبریری زیر اندراج نمبر ۱۴۶۳۔۴۔۴۵۱۳ بھی موجود ہے، فقیر پر تقصیر مؤلف کتاب ہذا (اسرار الحسنین قادری فاضلی) کے پاس اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔

۹۔ ثمرنامہ : ذخیرہ مخطوطات آذر پنجاب یونیورسٹی لائبریری اندراج نمبر ۴۲۰۔۷۔۱۹۷۔O۔ نستعلیق، ملکیت سید محمد فیض محی الدین شاہ خلف سید حسین شاہ مورخہ یکم رمضان ۱۳۰۳ھ انتخاب از کلام شعرای فارسی، پنجابی، اردو از جملہ امیر خسرو، جامی، بوعلی شرف قلندر، جیلانی، سی حرفیاں (پنجابی) از غلام قادر وغیرہ ہم صفحہ ۲۰۲۔

۱۰۔ گلزار قادریہ : ذخیرہ مخطوطات آذر پنجاب یونیورسٹی لائبریری اندراج نمبر

۸۲۰۲-۳۶-T از رحمت اللہ بن عبدالواحد بن غلام محی الدین یکی از مریدان شیخ غلام قادر بٹالوی (م۱۱۷۶ھ) بنگرید بہ و پنجاب میں (اردو ۳۲۳) بہ نثر آمیختہ بہ نظم نامبوب' در مناقب حضرت سلسلہ قادریہ و خصوصاً در احوال وضاحت حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی' در خاتم کتاب احوال مرشد خود شیخ غلام قادر بٹالوی نگاشتہ است برائے تحقیق احوال مشائخ قادریہ ساکن بٹالہ' این نسخہ خیلی مہم است۔

آغاز۔ (پنجابی) حمد و ثناء رب نوں جیندا کل ظہور کشن ہارا خلق دا حضرت رب غفور۔

آغاز۔ (فارسی) ابتدا با امر حضرت مصطفیٰ واجب واجب است باحمد آں رب علی ساقیا یک جام از بحر خدا۔ حمد و نعت۔ منقبت۔

۱۱۔ سی حرفیاں پنجابی: ذخیرہ مخطوطات شیرانی پنجاب یونیورسٹی لائبریری اندراج نمبر۴۲۰۷-۱۹۷-O از سید غلام قادر شاہ بٹالوی رضوان اللہ علیہ

۱۲۔ بیاض: ذخیرہ مخطوطات آذر و شیرانی پنجاب یونیورسٹی لائبریری اندراج نمبر ۲۷۱-۶۲۵۱ از سیدنا غلام قادر شاہ بٹالوی رضوان اللہ علیہ

۱۳۔ رسالہ: ذخیرہ مخطوطات پنجاب یونیورسٹی لائبریری اندراج نمبر ۱۱۹۵-۱۰-۱۰۲۷-۹-۴۰۷۹ از سید غلام قادر شاہ بٹالوی رضوان اللہ علیہ

۱۴۔ "چرخی نامہ": کامتن ذخیرہ شیرانی' پنجاب یونیورسٹی لائبریری کی بیاض نمبر ۱۴۶۳ سے حاصل کیا گیا ہے' اس کے علاوہ یہ نظم اور کسی جگہ مطبوعہ یا خطی صورت میں دستیاب نہیں ہو سکی۔ اس کا پہلا بند اس طرح ہے۔

الف آپ کو خوب پچھان تو ہی صاحب تو سلطان
یہی معرفت' یہی گیان

(مقدمہ مثنوی رمزالعشق از ڈاکٹر گوہر نوشاہی)

۱۵۔ اسرار قادر: مخطوطہ نمبر ۶۲۲۔ ایف۔ موضوع تصوف بزبان فارسی۔ اوراق ۱۱۵۔ (صفحات ۲۳۰) مولف مولوی محمد جان ولد مولوی عبدالغفور۔ مجموعہ' ملفوظات' معمولات' اوراد' وظائف حضرت سیدنا غلام قادر شاہ ابن حضرت سیدنا

سید محمد فاضل الدین رضوان اللہ علیہ یہ رسالہ مسمی "اسرار قادر" قرب، جذب، وصل، معرفت حق و یقین کے حصول کے لئے انتہائی فائدے مند ہے۔ اس کے سات باب ہیں۔

باب اول دربیان اوراد و وظائف باب دوم دربیان اذکار جلی و خفی

باب سوم دربیان اذکار لطائف ستہ و سلطان الاذکار و طرایق حبس نورالانوار است باب چہارم دربیان مراقبات و تصورات باب پنجم دربیان اشغال باطنہباب ششم دربیان وجوب و قدم و حدوث و مکان ہفتم دربیان مسائل توحید و تحقیق معانی تجلیات الہی و خاتم باب اول دربیان اوراد و وظائف برائے طالب صادق و عاشق و اثق۔کتاب کے آخر میں حضرت محمد جان رحمۃ اللہ علیہ مولف کتاب مذکورہ نے اپنے پیرو مرشد حضرت سیدنا سید غلام قادر شاہ رضوان اللہ علیہ کی خوبصورت منظوم مدح تحریر فرمائی ہے، جس کے ۲۱ اشعار ہیں۔یہ نسخہ یکم رجب المرجب سنہ یک ہزار و دو صد و دہ ہجری۔ ۱۲۱۰ھ ہجری مقدس لکھا گیا۔اس نسخہ کی ایک کاپی بندہ فقیر پر تقصیر (اسرار الحسنین قادری فاضلی) کے پاس موجود ہے۔

۱۶۔ مناجات پیر دستگیر: (پ ۱۵) مدح غوث رحمۃ اللہ علیہ، نظم، نسخ، ۲۷x۳۴ س)، ۸ سر، ۲۲ ورق، مُڈھ دستگیر دی کرم دی نظر رہی غوث پاک تھی ایک سوال سانوں، جھیکر" جبرائیل ایہہ لیایا حضرت نوں ایہہ..... سنایا، کیفیت = سارا متن بڑے سوہنے نسخ خط وچ لکھیا اے۔ ساری دی ساری کتاب دا من طلائی اے ایہہ نسخہ خط تے سائز دے لحاظ نال شاید اپنی مثال آپ ہووے۔ جلد وی نہایت قدیم تے ابھرویں منقش اے۔ (چھماہی "کھوج" ۸۔۹ ص ۔۲۱۹۔ پنجاب یونیورسٹی پنجابی شعبہ) ڈاکٹر انجم رحمانی اپنے مضمون "عجائب گھر لاہور دے پنجابی مخطوطے" وچ لکھدا اے خط نسخ وچ لکھی مناجات پر دستگیر دا اندراج نمبر ۱۲۵۰ اے بندہ ڈاکٹر انجم رحمانی نوں مورخہ ۹۳۔۱۔۱۹ نوں اس دے دفتر عجائب گھر وچ ملیا تے اس نے مینوں دسیا کہ ایہہ مناجات حضرت غلام قادر شاہ بٹالوی رضوان اللہ علیہ دی اے تے بندہ ناچیز دا "اسرار الحسنین قادری فاضلی" نوں ڈاکٹر انجم رحمانی نے کئی ہوروی سوہنیاں گلاں دسیاں۔

۱۷۔ سی حرفی: (۱۳۶۳۔۱۴۵۱۳ھ) غلام قادر شاہ، تصوف، نظم، نستعلیق ۲۶ x ۱۴

س' ۹ سطر ۴-۸ الف ورق' مدعا = الف آپ کو خوب پہچان' بھیکڑ = روں روں میں آپ سمایا۔ (ترجمہ) تمام شدسی حرفی از حضرت غلام قادر شاہ۔
(تماہی "کھوج" ۸-۹ پنجاب یونیورسٹی شعبہ پنجابی)

وصال مبارک: آپ نے ۵ ربیع الثانی ۱۱۷۶ھ کو بمقام بٹالہ شریف ضلع گورداسپور (انڈیا) وفات پائی اور دربار قادریہ فاضلیہ کی خانقاہ معلی میں مدفون ہوئے۔

پروفیسر محمد اسلم لکھدا اے: "غلام قادر رضوان اللہ علیہ نے کوئی ۲۶ ورہے رشد و ہدایت دا سلسلہ جاری رکھیا' اوہدی وفات ۱۱۷۴ھ ۱۷۶۲ء وچ ۵۲ ورے دی عمر وچ ہوئی تے اوہ بٹالے وچ اپنے والد دے پہلو وچ دفن ہویا۔ سید احمد شاہ رضوان اللہ علیہ لکھدے نے کہ ابدالی نے اوہدے مرن دے بعد اوہدے پتر غلام غوث رضوان اللہ علیہ نوں اک تعزیتی خط بھی لکھیا سی۔"

عرس مقدس: جواہر تصوف میں لکھا ہے کہ آپ کا عرس مبارک دربار قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف فاضلیہ کالونی فیروز پور روڈ لاہور میں ۵ ربیع الثانی روایات قدیم کے مطابق ہوتا ہے۔

اولاد مبارک: آپ کو حضور غوث اعظم ﷺ نے فرزند صاحب کمالات روحانی کی بشارت فرمائی تھی۔ حضرت محمد فاضل الدین رضوان اللہ علیہ نے حضور سیدنا غوث اعظم سے استفسار فرمایا کہ قادری سلسلہ کی ہدایت کا جھنڈا میری زندگی تک ہی محدود رہے گا یا میرے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا جسے میں نے قائم کیا ہے' تو حضرت غوث اعظم نے فرمایا کہ تاقیامت آپ کی نسل میں یہ سلسلہ قائم رہے گا۔ چنانچہ قدرت نے اب تک اس پیش گوئی کی نہایت شاندار طور پر تائید فرمائی ہے اور اس پیش گوئی کی تصدیق تقریباً دربار فاضلیہ کے مسند پر جو بھی صاحب سجادہ ہوتے رہے ان کو حضور غوث اعظم کی جناب سے بڑے کھلے لفظوں میں ارشاد ہوتی رہی ہے..... سید غلام قادر شاہ کے بعد ان کے بیٹے فرزند کبیر سید غلام غوث شاہ اور ان کے بعد ان کے بیٹے فرزاد کبیر ابواحمد سید محمد شاہ مسند آرائے۔
اس خاندان کی قدسی روایت کے مطابق حضرت اہل اللہ غلام قادر شاہ

رضوان اللہ علیہ کے بعد آپ کے فرزند اکبر حضرت سیدنا سید غلام غوث رضوان اللہ علیہ سجادہ نشین سوم ہوئے گویا حضرت قطب معظم و نائب غوث اعظم ابوالفرح سیدنا و مولانا محمد فاضل الدین رضوان اللہ علیہ کے فیوض و برکات آپ کے فرزند اکبر سیدنا سید اہل اللہ غلام قادر شاہ رضوان اللہ علیہ کے ذریعہ سیدنا سید غلام غوث رضوان اللہ علیہ کو منتقل ہوئے۔

خلفاء کرام: کیپٹن احسان اللہ خان دانش تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ غلام قادر اہل اللہ رضوان اللہ علیہ کے مریدین و معتقدین کا سلسلہ پنجاب سے نکل کر ایک طرف کابل اور دوسری طرف دکن تک پہنچ گیا تھا۔ ان میں میاں عبدالنبی، شیخ عبدالرزاق، شیخ غلام حسن اور حضرت سید ولایت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے اسمائے گرامی دربار شریف کے مخطوطات میں محفوظ ہیں مولانا سید رکن الدین الملقب بہ رکن عالم والمعروف بہ فاضلی میاں صاحب پشاوری قادری فاضلی بھی آپ کے مرید باصفا تھے۔ یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ آپ کو خلافت تھی یا نہیں، لیکن آپ کی اور آپ کے برادر خورد مولانا سید قطب الدین الملقب بہ قطب عالم والمعروف بہ حاجی میاں صاحب کی قبریں اب بھی اہل علاقہ کی زیارت گاہ ہیں جن سے لوگ اپنی حاجت روائی کے لیے آج بھی رجوع کرتے ہیں "تاریخ پشاور" کے مصنف لکھتے ہیں یہ کتاب اواخر انیسویں صدی میں مرتب کی تھی۔

لوگوں کو اعتقاد ہے کہ اس خانقاہ کے احاطہ سے اگر کوئی شخص کچھ چرا کر لے جائے تو بہرحال اس کو نقصان پیش آتا ہے۔ اس واسطے ساکنان دیہہ آلات کشاورزی اس احاطہ میں رکھا کرتے ہیں۔ اور کوئی شخص باارادہ اس پر ہاتھ نہیں ڈالتا آج دو سو برس کے بعد بھی لوگ اس طرح اس خانقاہ کے معتقد چلے آتے ہیں۔

ان کے علاوہ حضرت شیخ غلام حسین تھانیسری خلیفہ مجاز حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی قادریہ فیضان حضرت شاہ غلام قادر اہل اللہ رضوان اللہ علیہ سے پہنچا تھا، شیخ عبدالرزاق اور شیخ غلام حسن بھی غالباً پہلے نقشبندیہ سلسلے میں حضرت جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ قادریہ فیضان انہیں سلسلہ عالیہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف کے صاحب سجادہ سے ملا، وہ دونوں بزرگ پشاور کے آس پاس کے علاقوں کے رہنے والے تھے۔ حضرت سید ولایت شاہ جن کا ذکر مولانا

سید رکن الدین القادری الفاضلی نے بھی کیا ہے' غالباً پشاور میں رہتے تھے' میاں عبدالنبی صاحب کا جالندھر سے تعلق تھا اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد مہابت خان پشاور میں مدرس بھی رہے ہیں (رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین)

ڈاکٹر گوھر نوشاہی لکھتے ہیں کہ سید غلام قادر شاہ کے ارادت مند پنجاب کے مختلف حصوں میں موجود ہیں۔ پیر کبیر حضرت غلام محی الدین اور حضرت خیر الدین شاہ صاحب سے شروع ہونے والے سلسلے انہی سے ملتے ہیں۔ ان سلسلوں کے فارسی اور اردو زبان میں منظوم شجرے' خطی اور مطبوعہ صورتوں میں دستیاب ہوتے ہیں۔ سید محمد جان حضرت غلام قادر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور سالے تھے آپ نے اپنے بہنوئی حضرت غلام قادر صاحب رضوان اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت کی جو مورث اعلیٰ بٹالہ شریف ابوالفرح محمد فاضل الدین کے فرزند ارجمند تھے۔

ماخوذ

۱۔ دربار قادریہ فاضلیہ کا قرطاس التعارف ۲۔ الفاضل ۳۔ مقدمہ مثنوی رمزالعشق از ڈاکٹر گوہر نوشاہی ۴۔ تذکرہ مشائخ قادریہ ۵۔ ماہنامہ عرفات بابت ماہ مئی ۱۹۸۸ء ۶۔ پنجابی ادب دی کہانی۔ ۷۔ قلمی نسخہ جناب احسان اللہ خان دانش قادری پشاوری ۸۔ روزنامہ نوائے وقت ادبی ایڈیشن مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۸۹ء۔ ۹۔ پروفیسر محمد اسلم' ششماہی کھوج 4 پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج ۱۰۔ ماہنامہ برہان دہلی ستمبر ۱۹۷۸ء۔ ۱۱۔ مراسلہ عرس مقدس دس ربیع الثانی ۱۴۰۰ ۲۷ فروری ۱۹۸۰ء۔ ۱۲۔ مکتوب عرس مقدس ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ ۳ مئی ۱۹۷۴ء۔ ۱۳۔ تاریخ ادب اردو جلد اول از ڈاکٹر جمیل جالبی۔ ۱۴۔ جواہر تصوف۔ ۱۵۔ مناقب غوث الاعظم شائع کردہ محکمہ ثقافت صوبہ سرحد پشاور۔ ۱٦۔ اردو انسائیکلوپیڈیا۔ جلد دوم۔ ۱۷۔ پنجاب میں اردو حصہ اول از حافظ محمود شیرانی۔ ۱۸۔ پنجاب کے قدیم اردو شعراء مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد۔ ۱۹۔ مکتوب عرس مقدس دس ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ / ۱۹۸۸ء۔ ۲۰۔ فہرست مخطوطات عربی و فارسی جلد سوم مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری۔ ۲۱۔ اسرار قادر مخطوطہ۔ ۲۲۔ ششماہی کھوج مسلسل ۱۱۔۱۲ شعبہ پنجابی' پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

۳۵۔ حضرت سید غلام غوث قادری رحمۃ اللہ علیہ
(سجادہ نشین سوم)

ولادت: آپ کی ولادت باسعادت سے پیشتر ہی حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے بشارت فرمائی تھی کہ فرزند صاحب کمال روحانی عطا ہو گا۔ آپ نہایت حسین و جمیل تھے اور نہایت زیرک و دراک تھے۔ ولادت باسعادت بٹالہ شریف میں ہوئی۔ بیس سال کی عمر میں والد کی وفات پر زیب سجادہ ہوئے' اس حساب سے آپ کی تاریخ ولادت ۱۱۵۶ھ / ۱۷۴۲ء کے لگ بھگ ہوتی ہے۔

تعلیم و تربیت: آپ کے والد ماجد حضرت سید اہل اللہ غلام قادر رضوان اللہ علیہ نے اپنی درسگاہ قادریہ فاضلیہ میں ان کی تعلیم کا اہتمام کیا جہاں انہوں نے علوم و فنون کے درجات علیہ کے مراحل بڑے امتیاز سے طے کئے۔ آپ نے اپنے اسلاف کی طرح بیس سال کی عمر کو پہنچنے تک علم و عمل میں کمال حاصل کرلیا تھا۔ بلکہ گھوڑے کی سواری' تیر و تفنگ کے استعمال و دیگر فنون سپاہگری میں بھی آپ نے کافی مشق حاصل کرلی تھی۔ آپ نے علوم و فنون کی تعلیم اپنے والد ماجد سے ہی حاصل کی تھی جنہوں نے کئی بار فرمایا۔ "ذکاوت میں یہ لڑکا مجھ سے بھی سبقت لے جائے گا۔" سید غلام غوث شاہ رضوان اللہ علیہ فارسی اور عربی کے عالم تھے۔ حضرت سید بدر محی الدین رضوان اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ

بیعت و خلافت: اعلیٰ تعلیم کے بعد آپ کی روحانی تربیت بھی حضرت سید غلام قادر رضوان اللہ علیہ نے بتائیدات الہیہ انجام دی۔ علمی استکملات اور روحانی اقصی انعامات اور غایت النہایات کے حاصل کر لینے کے علاوہ آپ نے اپنے مستقبل کی تشکیل اور دینوی معاشرہ میں اپنے مقام کی تجدید و تعین کے لیے بھی اپنے والد ماجد مرشد اکمل سے ہی تربیت یاب ہوئے تھے آپ کی عمر بیس سال کی تھی جس وقت حضرت سید غلام قادر شاہ رضوان اللہ علیہ کی وفات ہونے پر آپ کو سجادگی اور اس کے متعلق تمام امانت کی ذمہ داری کا بوجھ اٹھانا پڑا۔ اس میں کوئی

شک نہیں اور تاریخ نے اپنا فیصلہ یہی دیا ہوا ہے کہ آپ علمی کمالات کے عزارت و کثرت اور علو فکر و درایت آپ کی روحانی کمالات کے غلبہ کی ہم گیری نے اس زمانے میں آپ کو مضروب المثل بنا دیا تھا۔ آپ کا باطن اپنے والد کی تربیت سے نہایت روشن ہوا۔ آپ نے اپنے والد کے دست مبارک پر بیعت کی تھی..... سجادہ آراء ہونے کے وقت آپ کی عمر بیس سال کی تھی۔ سید غلام قادر شاہ کے بعد ان کے بیٹے سید غلام غوث شاہ اور ان کے بعد ان کے بیٹے ابو احمد سید محمد شاہ مسند آرائے خلافت ہوئے۔ بیس برس کی عمر میں اپنے والد کی وفات پر ۱۱۷۶ھ میں گدی نشین ہوئے۔

مقبول بارگاہ رسالت: حضور نبی اکرم ﷺ سے جو عشق آپ کو عطا ہوا تھا اس کی تابش و اشراقات کا یہ عالم تھا کہ کئی بار آپ اپنی مجلس وعظ میں نہایت ادب کے استغراق کی ہیئت اختیار کر کے صرف اس قدر فرماتے حضور نبی اکرم ﷺ تشریف لائے ہیں۔

خدا کا راز ہے قادر نہیں ہے جس پہ سخن یہ کئی بار ہوا کہ آپ جب دربار کے مشاغل میں مصروف ہوتے تو فوراً کھڑے ہو جاتے اور زبان پر اصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ جاری ہوتا' حاضرین استفسار کرتے کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ تو آپ فرماتے کہ سرور کائنات محمد مصطفےٰ ﷺ کا گزر اس جگہ سے ہوا ہے۔

فضائل و شمائل: آپ مستجمع علوم و العرفان مجد السیادہ والمحامد الکریمہ السنیہ' متصرف لواء القادریہ الفاضلیہ' عمدہ الاصفیاء والاتقیاء' ذوالحسب الباہر والنسب الفاخر' فرید زمانہ' وحید قرآن' شیخ المرشد العارفین' فخرا لعملاء الراسخین اور سنت الواصلین تھے..... آپ کے فیوض تمام پاک و ہند برصغیر میں نیا بیج چشمہ سار کی صورت میں موجزن تھے بلکہ ایران و افغانستان میں بھی معارف الہیہ کی اشاعت جس ولاء مطلق اور اخلاص عمیق سے آپ نے فرمائی تھی..... تمام پنجاب برصغیر پاک و ہند میں بھی کاخ ہائے بلند سے نور مصطفیٰ کو سلسلہ قادریہ فاضلیہ کے مکتب فکر تصوف میں جہاں افروز دیکھنے کے مواقع حضرت سید غلام غوث رضوان اللہ علیہ نے بڑی فیاضی سے عنایت فرمائے۔ ہزاروں کفار نے آپ سے نور ہدایت کی توجہات

پاکر اسلام قبول کرلیا تھا۔ کثیر التعداد خوش نہاد طالبان حق آپ کے لطف عمیم اور کرم عظیم سے روحانی فیوض سے بھی مالا مال ہوگئے۔ علاقہ جالندھر کا ایک قابل ذکر خاندان جس نے آپ کے سلسلہ سے فیض کی سرفرازی حاصل کی۔ وہ خاندان افغان ہے' جس کی سربراہی میاں نور احمد خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ نے کی تھی..... حضرت سید غلام غوث رضوان اللہ علیہ کے عہد سجادہ نشینی میں مدرسہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف کی شمع کی تابانیاں اور ضیا باریاں بڑی براقی سے جگمگا رہی تھیں' لنگر اور سالانہ عرس مقدس حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی روایات عالیہ درخشاں تھیں۔ رشد و ہدایت کا عروج و ارتقاء اوج ثریا پر پہنچ گیا تھا اور برصغیر پاک و ہند کے اطراف و اکناف کے بیشتر زاویوں میں اس رشد و ہدایت کا اثر و نفوذ ہوگیا تھا۔ چنانچہ اس وقت کے سکھ حکام نے یہ اندازہ کیا تھا کہ آپ کے مریدین کی تعداد اس وقت ایک لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ بیعت کرنے کے بعد آپ کو آپ کے والد ماجد نے علم مالم یعلم کے مطابق عرفان کی تعلیم دی اور زمانہ نے دیکھ لیا کہ عرفان نے کیسی بہار کی' قصیدہ غوثیہ بھی آپ کا وظیفہ رہا لیکن ہر روز چند بار پڑھا کرتے تھے۔ صلوۃ الاسرار' تہجد' اشراق پر پوری مواظبت و پابندی رکھی اور اپنے والد ماجد کی اتباع میں ہر روز خانقاہ شریف مزارت کی زیارت کے لیے تشریف لے جاتے..... حضرت سید غلام غوث رضوان اللہ علیہ نے مدرسہ' کتب خانہ' لنگر کا نظم و نسق اپنے والد ماجد کی طرح کامل اہتمام سے سرانجام دیا' اپنے مدرسہ میں خود تدریس میں حصہ لیتے تھے۔ وعظ بھی فرمایا کرتے تھے۔ لیکن تصنیف و تالیف کے لیے آں ممدوح کو کافی فرصت نہیں ملی۔ کیونکہ خلائق کی خدمت گزاری میں آپ کا اکثر وقت صرف ہو جایا کرتا تھا.....
آپ بیس برس کی عمر میں سجادہ نشین ہوئے اور ازبسکہ یہ عمر ایک اتنے بڑے خانوادہ طریقت کے مہمات کو سنبھالنے کے لیے بہت کم ہے۔ آپ نے حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ کی دستگیری اور اعلیٰ حضرت سیدنا ابوالفرح محمد فاضل الدین اور حضرت شاہ غلام قادر اہل اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی توجہ سے خانقاہ شریف کے کام کو بہت عمدگی سے سنبھالا اور سلسلہ عالیہ کے مریدین و معتقدین کی راہنمائی فرماتے رہے' گوناں گوں مشکلات کے باوجود آپ کے عہد مبارک میں سلسلہ عالیہ روز افزوں ترقی پر رہا۔ چنانچہ اس دوران خانقاہ عالیہ سے توسل اور سلسلہ ارادت قائم کرنے والوں

کی تعداد میں معتدبہ اضافہ ہوا اور غیر مسلموں میں سے بھی ہزار ہا لوگ حضرت سید شاہ غلام غوث رضوان اللہ علیہ کے دست اقدس پر اسلام لائے اور بیعت کر کے فیضان قادریہ سے بھی مالا مال ہوئے۔

خوارق عادات : آپ کے خوارق خاصی تعداد میں کتب مناقب میں مندرج ہیں۔ ایک واقع یہاں درج کرنے پر اکتفا کروں گا آپ اپنے مدرسہ فاضلیہ میں تدریس فرما رہے تھے' حیات اللہ طالب علم اس مجلس میں بحیثیت تلمیذ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ حضور اپنی ٹوپی مجھے عطا کر دیں تو اپنے پاس تبرکاً" رکھ لوں گا۔ جس کی وجہ سے مجھے یہ فضیلت کی تحصیل و دیگر امور دنیوی میں کامیابی ہوتی رہے گی' یہ خیال اس نے ظاہر نہیں کیا' ظاہر کرنے کی مجال ہی نہیں تھی۔ مگر ادھر حضور کو اس خیال سے علام الغیوب نے اطلاع دے دی۔ تو آپ نے معاً" فرمایا' حیات اللہ! یہ ہے ٹوپی اسے کام میں لایئے' یہ تو تمہارے ہی لیے مجھے ملی تھی' حیات اللہ ازبس حیران ہوئے۔ انہوں نے عمر بھر اسے متبرک سمجھ کر صندوق میں رکھا اور صاحب علم و فضیلت ہوئے اور بیان کرتے ہیں کہ اس دن سے جبکہ یہ عطیہ ہوا میرا صندوق اعلیٰ اعلیٰ پوشاک اور فاخر تر لباس کے پارچہ جات سے خالی نہیں رہا۔

تصنیف و تالیف : آپ کی تصنیف "رمز العشق" کی شرح بزبان فارسی اس کے وجود اثبات پر دلالت کر رہی ہے کہ آپ نے اپنے ایرانی متعقدین کی فرمائش پر یہ تصنیف فرمائی تھی۔ شیخ غلام غوث رضوان اللہ علیہ بھی اردو میں شعر کہتے تھے۔ پنجاب میں اردو حصہ دوم میں لکھا ہے کہ بارہویں قرن کا ربع آخر پنجاب میں بے شمار شعراء دیکھتا ہے' جو کثرت کے ساتھ اردو میں شاعری کرتے ہیں۔ زبان صاف ہو جاتی ہے' ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ ان کے کلام میں اور ہندوستانیوں کے کلام میں فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے اس عہد کے شعراء میں ان لوگوں کا شمار ہونا چاہیے۔ نامدار خاں دت' محمد غوث بٹالوی رضوان اللہ علیہ دلشاد پسروری' خوش دل' فدوی' شاہ مراد' رام کشن اور وارث شاہ وغیرہ ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں غلام قادر شاہ کے علاوہ حیات' محمد جاں' نصیرالحق نصیرا' امامی' ناظمی' علیم' جلال الدین

—

جالا، شیخ محمد حاجی، امام بخش قادری، علی کامی، جانی، خلدی، بدھ سنگھ، میر صابر، خفیہ بیگم، نامدار خاں دت، محمد غوث بٹالوی (م ۱۱۹۸ھ ۱۷۸۳ء) اور دل محمد دلشاد پسروری وہ شعراء ہیں جنہوں نے اسی روایت میں شاعری کی اور اردو شاعری کی جڑیں پنجاب میں گہری کیں۔ ان سب لوگوں کی کاوش سے آج اردو کے بغیر پنجاب اور پنجاب کے بغیر اردو کوئی معنی نہیں رکھتے۔ آپ کا کلام کتاب "جواہر تصوف" مرتبہ دربار قادریہ فاضلیہ (بٹالہ شریف) فیروزپور روڈ لاہور میں موجود ہے۔

نمونہ کلام

زہے نور حقیقت آفتاب برج حقانی
شہے شاہان عالم غوث محی الدین جیلانی
در یکتائے دریائے ولایت قادر مطلق
مہ برج سیادت خاک پائش تاج سلانی

سیدنا غلام غوث رضوان اللہ علیہ کی ایک اردو نعت "جواہر تصوف" میں موجود ہے۔ حضرت قبلہ و کعبہ سیدنا شاہ غلام غوث رضوان اللہ علیہ بھی اپنے دونوں اجداد کی طرح اعلیٰ پایہ کے شاعر تھے، اس کے علاوہ آپ نے حضرت شاہ غلام قادر اہل اللہ علیہ کی مثنوی رمز العشق کی شرح بھی فارسی زبان میں لکھی ہے۔ جس کا اردو ترجمہ دربار عالیہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف فروز پور روڈ لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔ پروفیسر محمد اسلم لکھدا اے "غلام غوث رضوان اللہ علیہ بھی اپنے پیو دادے واگوں پڑھیا لکھیا شخص سی تے اوہدا اردو تے فارسی کلام موجود اے۔ سید احمد شاہ رضوان اللہ علیہ دی روایت اے کہ اوہنے علامہ سعید الدین تفتازانی (م ۷۹۳ھ ۱۳۹۱ء) تے علامہ شریف جرجانی (۸۱۶ھ ۱۴۱۳ء) دیاں کتاباں اتے حاشے بھی لکھے سن۔

شرح رمز العشق : (ش ۲۲۳۵ ـ ۵۲۳۵) شاہ غلام غوث پسر حضرت فاضل شاہ ساکن قصبہ بٹالہ، تصوف، نظم نستعلیق، ۱۹×۱۱ س م ۱۷ تا ۱۸ سطر۔ ۱۰ الف۔ ۱۴ ب ورق لمہ = وہی وہی تا وو جھاکوی، بھیکڑ = کہیا رمز العشق تمام (چھماہی "کھوج"

۸۔۹ صفحہ ۱۹ پنجاب یونیورسٹی شعبہ پنجابی)

سکھوں کا ظلم و ستم: توحید کے اس بحر مواج بیکراں کو دیکھ کر سکھ حکومت کے بعض کوتاہ نظر عمال اور کارگزاروں کے دلوں میں حسد و بغض، خصومت و عداوت کی آگ بھڑک اٹھی۔ یہ حسد و بغض عداوت اور بد نفسی اس وجہ سے پیدا ہوئی تھی کہ حضرت سید غلام غوث رضوان اللہ علیہ کی دعوت اسلام میں ایک غیر معمول کشش اور دلاویزی تھی۔ ہزار بہانے تراشے گئے تاکہ آپ کو ایذاؤں کے کرب و بلا میں مبتلا کیا جائے' بالاخر آپ پر تخویف ظلم و تعدی یہاں تک کیا گیا کہ اقتصادی لحاظ سے آپ کو محروم الوسائل کر دیا گیا۔ یعنی تجویع کا عمل شروع ہو گیا ہے۔ ذبح بقر کے شاخسانہ سے آپ پر اور آپ کے مریدین پر مظالم اور سفاکیوں کے دروازے کھول دیئے گئے' مغلیہ عہد حکومت سے جو بیش بہا جاگریں اس خاندان کو ملی تھیں وہ ضبط کر لی گئیں اور آپ کے لیے مصیبتوں اور انگاروں کو مشتعل کر دیا گیا۔ لیکن حضرت سید غلام غوث رضوان اللہ علیہ اور آپ کے خاندان اور مریدین نے ثبات و استقلال کا نہایت جلیل القدر ثبوت دیا۔

تزل الجبال والراسیات و قلبهم

عن الحب لا یخلو ولا یتزلزل

بڑے بڑے پہاڑ اپنی جگہ سے پھسل جاتے ہیں مگر ان لوگوں کے دل اس محبت الہی سے کبھی بھی متزلزل نہیں ہوتے۔

یہ شعر نہایت صحیح طور پر حضرت سید غلام غوث رضوان اللہ علیہ اور ان کے رفقاء پر صادق آتا ہے۔ آپ نے اشاعت توحید بند نہیں کی اور بالاخر آپ نے' آپ کے خاندان اور مریدین جو کہ دربار عالیہ میں تھے ان سب نے ہجرت کا عزم کر لیا تاکہ کسی اسلامی ملک میں چلے جائیں اور بہتر حالات کا انتظار کریں' انہیں علم تھا کہ ان سے اغیار کی دشمنی اللہ کے لیے تھی۔ لا تتخذو اعدوی و عدو کم اولیاء میں یہی ارشاد الہی مضمر ہے کہ جو اللہ کا دشمن ہے وہ ہر اس شخص کا بھی دشمن ہے جو اللہ کے غیر کی نفی کرتا ہے۔

الحاصل حضرت سید غلام غوث مع رفقاء کے عزم ہجرت پر گامزن ہو کر ابھی وزیر آباد ہی پہنچے تھے کہ آپ نے اپنی وفات کے متعلق اپنے ساتھیوں کو اشارہ

فرمایا اس اثناء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کا والد مہان سنگھ بمقام وزیر آباد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' اس نے بڑے ادب سے عرض کیا کہ آپ ہجرت کا ارادہ ترک فرما دیں' ہم ان سب سے انتقام لیں گے جنہوں نے آپ کو مصائب و آلات میں مبتلا کیا اور بٹالہ ہی آپ کا مستقر ہو گا۔ مگر آپ نے فرمایا کہ میں تو اب بہت جلدی دار آخرت جانے والا ہوں' اب میں اس جہان میں نہیں رہوں گا۔ اس لیے واپس بٹالہ جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' چنانچہ آپ وزیر آباد میں ہی علیل ہو گئے اور کچھ دنوں بعد وہاں ہی وفات پا گئے۔ آپ کے زمانہ میں طوائف الملوکی پھیل چکی تھی' سکھ حکومت بھی پایہ استقلال کو نہیں پہنچی تھی۔ بٹالہ کے اردگرد بعض سکھ حکام نے آپ سے نہایت تکلیف دہ و دل آزار طریق سے برتاؤ جاری کر دیا اور کوشش یہ کی گئی کہ آپ کو ہر طرح دکھ پہنچایا جائے۔

اس پالیسی کے ظہور کا باعث کیا ہوا تھا' یہی کہنا کافی ہو گا۔ کہ آپ کے والد ماجد نے جو خدمات اسلام اور خلائق کی سہولت کے لیے سرانجام دی تھیں۔ ان کو بعض کج فہم حکام وقت نے ملک کے مستقبل کے لیے سد راہ سمجھ لیا بہر حال آپ نے یہی مناسب سمجھا کہ کابل تشریف لے جائیں۔ وزیر آباد کے مقام پر آپ پہنچے تو پیام اجل آ پہنچا۔

سید غلام قادر شاہ رضوان اللہ علیہ کا چھوڑا ہوا بھاری کتب خانہ بھی انہی کے حصے میں آیا' لیکن سکھوں کے ظلم و ستم کی نذر ہو گیا جنہوں نے کتب خانہ لوٹ لیا اور سید غلام غوث کے اثاث البیت کو کچھ لوٹا' کچھ جلا دیا۔ شیرانی صاحب نے اس واقعہ کا ذمہ دار جے سنگھ کو قرار دیا ہے جس نے جسا سنگھ رام گڑھیا سے بٹالہ اور کلانور کا علاقہ حاصل کرنے کے لیے مسلمانان بٹالہ پر ظلم و ستم روا رکھے شیرانی صاحب کے ہاں اس واقع کا ماخذ غلام محی الدین ابن عبدالکریم پشاوری کی کتاب "تذکرۃ الابرار" ہے۔ بٹالہ اور کلانور پر رام گڑھیا مثل والوں کا قبضہ تھا' جے سنگھ نے جسا سنگھ رام گڑھیا کو ستلج پار نکال کر ان مقامات پر بھی قبضہ کر لیا۔ لیکن جے سنگھ نے مسلمانان بٹالہ کو سخت اذیتیں پہنچائیں۔ شرفاء کو لوٹ لیا اور ان کے مکانات جلا دیئے۔ حضرت شیخ غلام غوث بٹالوی (م۔ ۱۱۹۸ھ) جو حضرت شیخ غلام قادر کے فرزند اور جانشین تھے قید کر دیا اور ان کا اثاث البیت تک لوٹ لیا اس سلسلہ میں

ان کا بے نظیر کتب خانہ لوٹ لیا گیا۔ مصنف "تذکرۃ الابرار" اس کے متعلق کہتا ہے۔

"آنکہ قدم درمیدان وقاحت گزاشتہ دست تعدی براماکن و مساکن آں حضرت شیخ غلام قادر بٹالوی دراز کردہ متاع و اشیا و مواد و اسباب لزومی و جمع اثاث الیست بغارت بردند' خصوصاً جواہر نایاب کتب کہ در نوادر روزگار و عجائب عالم بمرور دہور و چندیں مساعی جمیلہ و انواع ترددات جمع آمدہ' شب و روز در مدرسہ شریفہ۔ مستعمل طلاب بود۔ بدست آنچناں جہال افتاد کہ کتاب از کباب و اسباب را از آیاب فرق نمی کردند۔ مولانا سید متین ہاشمی لکھتے ہیں کہ سیدنا احمد شاہ رضوان اللہ علیہ سجادہ نشین پنجم دربار قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف اپنی تصنیف جس کا قلمی نسخہ دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور میں محفوظ ہے "احوال ہند و ملوک آں" میں صفحہ نمبر ۵۱۲ سے صرف قصبہ بٹالہ کا تذکرہ صفحہ نمبر ۵۹۹ تک ہے' قصبہ بٹالہ کے تذکرے کے ضمن میں آپ نے اپنا اور اپنے اسلاف کا تذکرہ کیا ہے۔ سلسلہ تحریر میں آپ نے ان مظالم کا بھی ذکر کیا ہے۔ جو سکھوں نے پنجاب کے قدیم شہروں' مسلمانوں کے اکابر کے مزارات' باغات و محلات کے ساتھ روا رکھے۔ صفحہ نمبر ۵۷۴ پر تحریر فرماتے ہیں "اسی موقع پر سکھوں نے مصنف کے دادا سید غلام غوث رضوان اللہ علیہ کے ساتھ بھی گستاخی کی اور انہیں گرفتار کرکے قلعہ میں قید کر دیا۔ اس کے بعد آپ کو گرفتار کرکے جے سنگھ کے پاس لے گئے..... جس وقت آپ قلعہ میں قید تھے ان کے خاص دو مریدین ولی اللہ اور خلیفہ عبدالرسول (رضی اللہ عنہ) نامی نے بتایا کہ انہیں خواب میں متعدد بار حضرت رسالت مآب ﷺ اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے صراحتہ اور کنایتہ فرمایا ہے کہ "اب تمہارے ہاتھ میں یہ اختیار ہے کہ جب چاہو قید خانہ سے باہر آجاؤ" جب یہ خبر آپ کو ملی تو آپ بذریعہ کمند باہر تشریف لے آئے اور کابل جانے کا عزم مصمم فرمالیا..... سفر کے دوران وزیر آباد کے قریب آپ کی ملاقات رنجیت سنگھ کے والد مہان سنگھ سے ہوئی۔ وہ کمال فروتنی اور تواضع سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے آنحضرت کو واپس بٹالہ چلنے اور آپ کے دشمنان کو کیفر کردار تک پہنچانے کی پیش کش کی مگر آپ نے انکار فرمایا۔

کیپٹن احسان اللہ خان دانش قادری فاضل لکھتے ہیں کہ پانی پت سے افغان لشکر کی واپسی کے بعد رنجیت سنگھ کے دادا چڑ ھت سنگھ سکر چکیا نے گوجرانوالہ کے علاقہ میں قوت حاصل کرلی اور وزیر آباد کا علاقہ بھی مغل فوجدار سے چھین لیا۔ مشرقی پنجاب کا وہ حصہ جس میں بٹالہ اور کلانور کے شہر واقع ہیں سکھوں کے ایک اور جتھے کے جس کا سردار جے سنگھ کنہیا تھا قبضہ میں چلا گیا تھا۔ اس ظالم نے بٹالہ کی مسلمان آبادی کو بے دردی سے لوٹا اور ان میں قتل و غارت کا بازار گرم کیا اس کی مثال کم ہی ملے گی۔ دربار شریف اس کے مظالم کا سب سے زیادہ نشانہ بنا وہاں کی شاندار لائبریری جس میں اس زمانہ میں ہزاروں اعلیٰ پایہ کی اور نایاب کتابیں تھیں' اس بدبخت نے جلا کر خاک کردی اور عمارتوں اور باغوں کو تاراج کرکے ویران کر دیا' اور یہ اس لیے کہ یہ دربار عالی نہ صرف تبلیغ اسلام کا سب سے بڑا مرکز تھا بلکہ غازیان پانی پت کے ساتھ اس کے سجادہ نشین حضرت شاہ غلام قادر اہل اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے مریدین و معتقدین کا تعاون بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہ تھی۔ چنانچہ حضرت شاہ غلام غوث رحمۃ اللہ علیہ اپنے آل و عیال اور خدام سمیت ہجرت پر مجبور ہوگئے۔ لیکن آپ کا قافلہ بمشکل وزیر آباد پہنچا ہوگا کہ جے سنگھ کنہیہ قدرت کی جانب سے اپنے افعال کا سزا وار ہو کر خود اپنی ہی قوم کے ہاتھوں جہنم رسید ہوا' جسا سنگھ رام گڑھیا جے سنگھ سے پہلے اس علاقہ پر قابض تھا رنجیت سنگھ کے باپ مہان سنگھ سکر چکیا پسر چڑ ھت سنگھ سکر چکیا والی وزیر آباد اور سنسار چند والی کٹوچ سے مل کر جے سنگھ پر چڑھائی کی اور بٹالہ کے پاس اچل کے مقام پر شکست دے کر جے سنگھ کا قلع قمع کر دیا۔ حضرت شاہ غلام غوث رضوان اللہ علیہ وزیر آباد ہی میں تھے کہ سکھ سرداروں میں سے بعض یعنی رنجیت سنگھ کا والد بھی تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے درخواست کی کہ ہجرت کا ارادہ ترک فرما کر بٹالہ واپس تشریف لے چلیں' لیکن حضرت سیدنا غلام غوث رضوان اللہ علیہ کی طبیعت اس جانب مائل نہ ہوئی جب سکھ امرا نے بہت زور ڈالا اور منت کی تو آپ نے فرمایا کہ میرا وقت پورا ہو چکا ہے۔ اس دار فانی سے دار بقا کی طرف سفر کرنے والا ہوں اس لیے میرے بٹالہ جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا' آپ کی یہ پیش گوئی جلدی پوری ہوگئی۔ وزیر آباد میں آپ علیل ہوئے اور تھوڑے ہی دن

پھر اپنے نانا جان علی سے جا ملے...... سادات عظام اور ان کے خدام ہی رہ گئے جو اب لٹا ہوا قافلہ تھی۔ ایک رات بسر کر کے وہاں سے چلے تھے دوسرے قافلہ کا ہمراہ ان سے جدا ہو گیا۔ ان کے درد ناک قصے سے وہ غربت و مصیبت کے ایام صبر و استقامت کے ساتھ کاٹ رہے تھے۔ چنانچہ حضرت سید محمد شاہ صاحب آپ کے فرزند اکبر جو مہاجرت میں ہمراہ تھے لاپتہ تھے کہ اس شدید مصیبت کے وقت یہ مصرعہ زبان پر ہمیشہ جاری ہو گیا تھا۔

صبت علی مصائب لوانها
صبت علی الایام صرن لیالیا

یعنی مجھ پر وہ مصیبتیں ٹوٹ پڑی ہیں جو اگر روشن دنوں پر پڑ جائیں تو وہ اندھیری راتوں میں بدل جائیں۔ یہ ایک مظلوموں کا یہ قافلہ یہاں سے واپس روانہ ہوا تاکہ اپنی عزیز ترین ہستی کے جسد مبارک کو جس کی روح اس دنیا سے اس طرح کے دردناک انداز سے رخصت ہو گئی تھی۔ اپنی آخری آرام گاہ تک پہنچا سکے۔ پروفیسر محمد اسلم لکھدا اے کہ "غلام غوث" رضوان اللہ علیہ نوں گدی اتے بیٹھیاں ہالے ایک سال ہی گزریا سی کہ رام گڑھیا مثل دے سکھاں نے بٹالے اتے دھاوا بول دتا۔ غلام غوث رضوان اللہ علیہ دا بٹالے وچ رہنا خطرے توں خالی نہیں سی ایس لئی اوہ اپنے بال بچیاں تے خاص خاص مریداں تے خادماں نوں لے کے کیڑیاں چلا گیاں۔ کیڑیاں دے اعوان تے راجپوت سرداراں نے اوہناں دا سواگت کیتا۔ بٹالے دے لاگے غلام غوث رضوان اللہ علیہ دی چار پنج ہزار ویگھے زمین تے ست پنڈ سن جنہاں اتے سکھاں نے قبضہ کر لیا۔ اوہنوں کیڑیاں وچ رہندیاں کوئی چھ مہینے ہی گزرے سن کہ سکھ کاڑیاں نے کیڑیاں اتے دھاوا بول دتا۔ کاڑیاں دے کیڑیاں اپڑن توں پہلوں ہی غلام غوث رضوان اللہ علیہ بٹالے پرت گیا۔ احمد شاہ رضوان اللہ علیہ دی روایت اے کہ اوہ دا دادا ایہہ سمجھدا سی کہ رام گڑھے سکھ کاڑیاں سکھاں کولوں گھٹ ظالم نہیں سن پر اوہناں وچ کجھ چنگیاں عادتاں وی سن..... اوس زمانے وچ پنجاب تے خاص طور تے دوآبہ باری دے ایہہ حالات ہوئے وی کہ چلے سن ایس لئی غلام غوث رضوان اللہ علیہ نے کابل جان دا فیصلہ کر لیا۔

غلام غوث رضوان اللہ علیہ جدوں کابل جاندا ہویا وزیر آباد اپڑیا تے اوتھے رنجیت سنگھ دا پیو سردار مہان سنگھ ڈیرہ لائی بیٹھا سی۔ اوہدی غلام غوث رضوان اللہ علیہ دے نال ملاقات ہوئی تے اس نے پیر صاحب دی بڑی آؤ بھگت کیتی۔ سردار مہان سنگھ نے غلام غوث رضوان اللہ علیہ نوں آکھیا کہ اوہ کابل جان دا ارادہ چھڈ دیوے تو اوہ اوہدی خاطر کابلیاں نال لڑن نوں تیار اے تے اوہ بٹالہ جت کے غلام غوث رضوان اللہ علیہ نوں اوہدے پتر رنجیت سنگھ نوں جہدی عمر اوس ویلے تن ورے دی سی' دعا دتی' احمد شاہ رضوان اللہ علیہ نوایس گل دا یقین سی کہ رنجیت سنگھ دی کامیابی اوہدے داوے دی دعا دا نتیجہ سی۔ حضرت سید غلام غوث رضوان اللہ علیہ ۱۱۹۸ھ میں وفات پاگئے۔ آپ کے بیٹے ابو احمد محمد شاہ اور دوسرے ساتھ آپ کا جسد خاکی ایک صندوق میں بند کرکے کلانور لے گئے اور وہاں شیخ محمد افضل کلانوری کے مرقد کے پاس سپرد خاک کر دیا۔ سید غلام غوث عالم فاضل ہونے کے علاوہ فارسی اور اردو کے شاعر تھے۔

وصال مبارک و تدفین: آپ جواں عمر میں ہی وفات پاگئے تھے جبکہ آپ کی عمر بیالیس سال تھی۔ ۱۸۹۸ھ (۱۷ شعبان) آپ کی تاریخ وفات ہے۔ آخری کلمات جو بوقت وفات آپ نے ارشاد فرمائے وہ یہ ہیں۔ میراں بولئے ہوئی ہو سو ہو...... آپ کا جنازہ کلانور ضلع گورداسپور لے جایا گیا اور وہاں حضرت شیخ محمد افضل کلانوری قدس سرہ کے مزار مقدس سے بالکل متصل آپ کو مدفون کیا گیا۔

ہجرت کے دوران وزیر آباد کے مقام پر آپ پہنچے تو پیام اجل آپہنچا اور آپ کی وصیت کے مطابق آپ کا جنازہ کلانور ضلع گورداسپور لایا گیا اور حضرت خواجہ محمد افضل پیجو کے مزار کے بالکل ساتھ غربی جانب آپ کو دفن کیا گیا۔ ہر سال حضور سجادہ نشین دربار قانلیہ بٹالہ شریف آپ کا پہلے سالانہ ختم دربار میں دلاتے ہیں اور دوسرے تیسرے دن آپ کے مرقد پر جاکر آپ کا ختم عرس منعقد فرماتے ہیں۔ اس طرح سال میں ایک بار شیخ محمد افضل قدس سرہ کا عرس کلانور دربار قانلیہ کی جانب سے ادا ہوتا ہے۔ عرس مقدس حضرت سید غلام غوث سجادہ نشین سوم دربار قادریہ قانلیہ بٹالہ شریف رضوان اللہ علیہ ۱۷ شعبان منعقد ہوتا ہے۔ بٹالہ ابھی شورشش پسندوں سے شاید مکمل طور سے پاک نہ ہوا تھا لہٰذا حضرت

سید غلام غوث رضوان اللہ علیہ کو لاہور میں حضرت اعلیٰ سید ابوالفرح محمد فاضل الدین رضوان اللہ علیہ کے مرشد ارشد حضرت شیخ محمد افضل قادری اقدس سرہ کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں رکھے اور ان کے درجات کو اور بھی اونچا کرے۔ پروفیسر محمد اسلم لکھتے ہیں کہ ۱۱۹۸ھ ۸۳-۱۷۸۲ء میں سید غلام غوث رضوان اللہ علیہ کی وفات ہو گئی اور انہیں ان کے دادا حضرت ابوالفرح محمد فاضل الدین رضوان اللہ علیہ کے مزار واقع لاہور کے احاطے میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ نوٹ: (پروفیسر محمد اسلم نے غلط لکھا ہے یاد رہے کہ آپ کے دادا حضرت ابوالفرح رضوان اللہ علیہ بٹالہ شریف میں مدفون ہیں۔)

خلفاء کرام: علاقہ جالندھر کا ایک قابل ذکر خاندان جس نے آپ کے سلسلہ سے فیض کی سرفرازی حاصل کی وہ خاندان افغان ہے جس کی سربراہی میاں نور احمد خان قادری (ﷺ) نے کی تھی..... میاں نور احمد خان قادری نور اللہ مرقدہ نے خلیفہ جعل اللہ من الابرار کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور خلیفہ عبدالرسول ﷺ نے حضرت سید غلام غوث رضوان اللہ علیہ (سجادہ نشین دربار قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف) کے مرید باصدق و صفا ہونے کا فخر حاصل کیا تھا اور جالندھر ہی کے صوفی اکبر علی ﷺ نے دربار قادریہ فاضلیہ سے روابطہ روحانی قائم کئے تھے۔ علی ہذا صوفی حافظ غلام قادر شاہ ﷺ جالندھری نے بھی قادری خاندان جالندھر کے وسیلہ سے بٹالہ شریف کے قادریہ فاضلیہ انوار سے کامگاری حاصل کی تھی۔ الفاضل میں لکھا ہے کہ آپ کے فیض کرم سے کئی دارالسلوک (پیر خانے) قائم ہوئے۔ خلیفہ عبدالرسول صاحب نور اللہ مرقدہ حضرت سید غلام غوث رضوان اللہ علیہ کے مرید صادق تھے اور یہ خلیفہ صاحب مخلوق کی راہنمائی کرنے میں شمع ہدایت ثابت ہوئے۔ چنانچہ میاں نور احمد المعروف قادری صاحب نور اللہ مرقدہ خلیفہ صاحب کے مرید ہوئے اور میاں نور صاحب المعروف قادری صاحب نور اللہ مرقدہ کا سلسلہ اب تک خدا کے فضل سے جالندھر میں بڑی شان و شوکت سے جاری ہے۔ میاں غلام محی الدین خان صاحب مرحوم کی اولاد سے صاحبزادہ نثار احمد خان آج کل جالندھر میں سجادہ نشین ہیں اور وہ خاندان دنیوی لحاظ سے بھی علاقہ میں قابل تحسین امتیاز حاصل کئے ہوئے ہے خانقاہ "قادری صاحب" کے نام سے مشہور ہے سالانہ

عرس بھی جالندھر میں ہوتا ہے۔ اور سالانہ عرس جو کہ دربار فاضلیہ بٹالہ میں ہوتا ہے' اس میں جالندھر کی شاخ کے سجادہ نشین بھی شامل ہوتے ہیں۔ مذکورہ شاخ سے کئی دیگر نخل بار آور ہوئے۔ چنانچہ راجہ سانسی میں جو کہ ضلع امرتسر میں مشہور قصبہ ہے وہاں بھی ایک خانقاہ اسی سلسلہ کی ایک شاخ ہے۔ صاحب خانقاہ قادری صاحب کے مرید تھے' یہ خانقاہ بھی اس وقت تک خلائق کے لیے سرچشمہ فیضان ہے ہزاروں مردوزن سالانہ عرس پر راجہ سانسی میں جمع ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ حضور مولانا سید غلام غوث رضوان اللہ علیہ کے فیض کرم نے ایک دیگر خاندان کو بھی عنایت سے سرفراز فرمایا اور وہ خاندن اس وقت جالندھر میں صوفی خاندان سے ملقب ہے۔ اس کے بانی صوفی محمد اکبر علی صاحب نور اللہ مرقدہ ہوئے ہیں جنھوں سائیں الہی شاہ صاحب جالندھری کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور سائیں صاحب کا رشتہ ارادت پیر بگے شاہ صاحب سے قائم ہوا تھا' اور پیر غلام محی الدین صاحب قادری سے فیضان حاصل کیا جو کہ میاں نور احمد صاحب موصوف کے معتقدین سے تھے اور یہ اوپر لکھا جاچکا ہے کہ میاں نور احمد صاحب قادری کا سرچشمہ فیضان خلیفہ عبدالرسول صاحب تھے' چونکہ حضرت سید غلام غوث رضوان اللہ علیہ کے حلقہ بگوش تھے ان کے حالات شرائف غوثیہ میں ہیں جہاں ان کا دربار فاضلیہ کے خلفاء کے احوال درج ہیں۔

صوفی محمد اکر علی صاحب کے جانشین خان بہادر محمد علی صاحب مرحوم کچھ عرصہ رہے۔ ان کی فوتگی پر جان صاحب صوفی احمد علی صاحب جانشین ہوئے' آپ محکمہ زراعت میں ایکسٹرا اسسٹنٹ ڈائریکٹر ہیں اور جن کے حقیقی بھائی صوفی محمود علی صاحب آئی سی ایس ہیں۔

یاد رہے کہ حضرت پیر قادری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد مبارک سے صاحبزادہ نثار احمد خان صاحب کی خانقاہ چک نمبر ۱۲۲ گ ب تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد میں مرجع خلائق ہے' اور آپ کے دو صاحبزادگان حضرت ڈاکٹر کرار احمد خان صاحب اور حضرت کرنل جرار احمد خان صاحب مدظلہ عالی عوام الناس کو فیض پہنچا رہے ہیں اور اسی طرح قبلہ حافظ غلام قادر شاہ جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے اولاد مبارک سے صاحبزادہ حضرت میاں ارشاد الحق صاحب بمقام ریڈہالہ ضلع گوجرانوالہ فیوض و برکات قادریہ

پھیلا رہے ہیں اور سلسلے کی خدمت میں مشغول ہیں۔

سید غلام غوث رضوان اللہ علیہ کے بعد سلسلہ فاضلیہ میں ان کے بیٹے ابواحمد محمد شاہ رضوان اللہ علیہ کو بہت شہرت اور عزت نصیب ہوئی..... پیر کبیر حضرت غلام محی الدین اور حضرت خیرالدین شاہ صاحب سے شروع ہونے والے سلسلے انہی سے ملتے ہیں' ان سلسلوں کے فارسی اور اردو زبان میں منظوم شجرے' خطی اور مطبوعہ صورتوں میں دستیاب ہوتے ہیں۔

حضرت غلام غوث رضوان اللہ علیہ نے کئی ایک بزرگوں کو خلافت سے نوازا' ان میں خلیفہ عبدالرسول قابل ذکر ہیں۔ خلیفہ عبدالرسول سے سائیں نور احمد خان کو خلافت ملی اور ان کے دست حق پرست پر میاں غلام محی الدین جالندھری نے بیعت کرکے سلسلہ عالیہ قادریہ فاضلیہ میں خلافت پائی۔ اسی جالندھر کے خاندان سے حضرت صوفی حافظ غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت پہنچی تھی جن سے سائیں خیر بہار شاہ المعروف بہ خیر شاہ امرتسری کو فیض پہنچا۔ آگے چل کر ان بزرگان کرام سے بھی سینکڑوں لوگ مستفید ہو کر سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے اور حضرت پیران پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ کے اس خاندان عالی سے شرف ارادت سے نوازے گئے۔ اللہ تعالیٰ سب سے راضی ہو اور ان کے درجات بڑھائے۔ آمین پھر آپ کے فرزند رشید حضرت محمد شاہ قادری فاضلی سجادہ نشین مقرر ہوئے جو اپنے والد کے اکلوتے فرزند تھے۔

ماخذ: ۱۔ دربار قادریہ فاضلیہ کا قرطاس التعارف از سیدی و مرشی سید بدر محی الدین قادری فاضلی سجادہ نشیم نہم ۲۔ تذکرہ مشائخ قادریہ۔ ۳۔ ماہنامہ وفات مئی ۱۹۸۸ء۔ ۴۔ پنجاب کے قدیم اردو شعراء مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد۔ ۵۔ الفاضل ۶۔ مقدمہ مثنوی رمزالعشق از ڈاکٹر گوہر نوشاہی۔۷۔ پروفیسر محمد اسلم' چھماہی کھوج پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج۔ ۸۔ قلمی نسخہ جناب احسان اللہ خاں دانش قادری فاضلی پشاوری۔ ۹۔ پنجاب میں اردو حصہ اول و دوم۔ ۱۰۔ تاریخ ادب اردو جلد اول از ڈاکٹر جمیل جالبی۔ ۱۱۔جواہر تصوف۔ ۱۲۔ فہرست مخطوطات (عربی و فارسی) جلد سوم ترتیب و تحقیق از مولانا سید متین ہاشمی مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور۔ ۱۳۔ پروفیسر محمد اسلم' مقالہ شائع شدہ برہان دہلی ستمبر ۱۹۷۸ء۔

۳۶۔ سیدنا محمد شاہ قادری فاضلی رحمۃ اللہ علیہ
(سجادہ نشین چہارم)

پیدائش مبارک: آپ کی تاریخ ولادت باسعادت تقریباً ۱۱۷۷ھ ۱۷۶۴ء ہے۔ آپ اپنے والد محترم کے اکلوتے فرزند تھے۔

تعلیم و تربیت: آپ کی تعلیم کا انتظام آپ کے والد ماجد نے ہی انجام دیا تھا۔ آپ کا تبحر فی العلم تبصر فی الدین اور تدبر فی السیاست وہ خوبیاں ہیں جن کا اعتراف عارفین ملک کی تاریخ کے ایک ایک ورق نے کیا ہے۔

بیعت و خلافت: آپ اپنے والد محترم کے دست مبارک پر بیعت کرکے سلسلہ قادریہ فاضلیہ میں منسلک ہوئے تھے۔ مجتمع کمالات روحانیہ سید غلام غوث رضوان اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کے اکلوتے بیٹے سید محمد شاہ رضوان اللہ علیہ مسند نشین ہوئے ہجرت کے دوران آپ اپنے والد ماجد کے ساتھ وزیر آباد میں تھے۔ جہاں سے آپ واپس بٹالہ آئے اور سجادہ نشین بنے آپ نے بھی والد بزرگوار کی طرح نہایت سنگین حالات میں اہل سلسلہ کی سربراہی کا کام انجام دیاں آپ کا عہد بھی سکھوں کی طوائف الملوکی کے دور میں تھا کہنے کو تو پنجاب پر مسلمانوں کی حکومت تھی لیکن عملاً یہاں سکھ جتھوں کا سکہ چلتا تھا۔ یہ سکھ سردار آپس میں بھی ہمہ وقت لڑنے میں مصروف رہتے تھے جس کی وجہ سے عام لوگوں کی زندگی عذاب میں پڑی ہوئی تھی۔ مسلمان بادشاہ یہاں سے بے دخل کر دیئے گئے تھے۔ مغل تو پہلے ہی پنجاب سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے' درانی حکمران بھی آپس میں چپقلش کی وجہ سے پنجاب کے نظم و نسق کو نہ درست کرسکے۔

فضائل و شمائل: آپ سند العلماء و فخر العرفا' و جمال الولایت اور کمال الصفوۃ ہیں..... اسلام کی تبلیغ و اشاعت آپ نے پہلے سے بھی زیادہ رسوخ عزم' قوت

ارادہ اور جوش حمیت سے شروع فرما دی۔ مریدین کی تنظیم کے لیے اس فقر کو تصرف میں لے آئے جو ذکر کی گرمی سے شعلے کی طرح روشن، جو فکر کی سرعت میں تجلی سے زیادہ تیز آپ کے روحانی فیوض کا ایک انطلاقی عظیم تھا اور جوش آفاق گیر تھا۔ جس سے سلسلہ عالیہ کی تبلیغ کو اعلاء حق کا غیر معمولی درجہ حاصل ہو گیا تھا آپ نے مدرسہ فاضلیہ کا جس عالی ذوق سے اہتمام فرمایا وہ آپ کی تاریخ میں ورق در ورق دلپذیر جلوہ گری کر رہا ہے..... سالانہ عرس مقدس حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ آپ بڑے تزک و احتشام سے فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا لنگر حاجت مندوں، طالب علموں اور مسافروں کے لیے رحمت کا گھر تھا..... حضرت موصوف کے اصطبل میں نہایت اعلیٰ قسم کے قیمتی گھوڑے پالنے کا اہتمام بھی کیا جاتا تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ یہ گھوڑے میں نے جہاد کے لیے تیار کئے ہیں تصوف و ادبیات میں آپ کو خاص شغف حاصل تھا۔ سید غلام غوث رضوان اللہ علیہ کے بعد سلسلہ فاضلیہ میں ان کے بیٹے ابو احمد محمد شاہ کو بہت شہرت اور عزت نصیب ہوئی۔ عقیدت مندوں نے انھیں اپنے جد اعلیٰ حضرت ابوالفرح سید محمد فاضل الدین شاہ رضوان اللہ علیہ کا ہم پایہ قرار دیا ہے۔ "فسانہ نادر" کے مصنف فتح محمد نادر نے ان سے متعلق کسی "برگزیدہ" کا مندرجہ ذیل شعر نقل کیا ہے۔

بٹالہ از دو محمد گرفت فضل و پناہ
یکے محمد فاضل و دگر محمد شاہ

حضرت سید محمد شاہ رضوان اللہ علیہ نے از سر نو لنگر غوثیہ اور عرس مبارک کا اجراء کیا اور مدرسہ قادریہ فاضلیہ بھی دوبارہ جاری فرما دیا۔ حالات کے مارے ہوئے اور دکھ درد کے ستائے ہوئے مسلمان مرید اور غیر مرید آ آکر قادریت کے اس سرچشمہ سے فیض یاب ہونے لگے اور ان میں نئے سرے سے جینے کی آس پیدا ہو گئی۔

ابو احمد محمد شاہ باصلاحیت اور صاحب ذوق انسان تھے۔ والئی کابل شاہ زمان سے ان کے اچھے مراسم تھے اور ان کے ساتھ خط و کتابت بھی رہتی تھی۔

خوارق عادات و کرامات: آپ کی خوارق و کرامات کی وجاہت اور عظمت تاریخ میں ایک مسلمہ حقیقت ہیں۔

تصانیف: آپ نے تصنیف و تالیف میں بھی خاصی دلچسپی لی تھی۔ تصنیف و تالیف میں جو بے نظیر دستگاہ آپ کو میسر تھی اس کا اندازہ آپ کی شرح رمز العشق و قصیدہ غوثیہ سے ظاہر ہے۔ شرائف غوثیہ بھی آپ کی تصنیف ہے' جس میں خاندان فاضلیہ کے احوال مندرج ہیں۔ آپ بہترین شاعر تھے۔ آپ کا فارسی کا کلام "جواہر تصوف" مرتبہ دربار قادریہ فاضلیہ (بٹالہ شریف) فیروز پور روڈ لاہور میں موجود ہے۔ نمونہ کلام درج ذیل ہے۔

بداغ عشق تو درد مندم　　بدام شوق تو پائے بندم
بگیر و ستم بدہ مرا دم　　قبول فرما تو یا محمد
بہ ناتوانی زپا فتادم　　شفیع جز تو دگر ندارم
زرحمت تو امید دارم　　قبول فرما تو یا محمد

(جواہر تصوف ص ۹۵)

سید ابو احمد محمد شاہ نے حضرت غلام قادر شاہ رضوان اللہ علیہ کی تصنیف "مثنوی رمزا لعشق" کی شرح لکھی جو اپنے زمانے میں بے حد مقبول تھی۔ پنجابی ادب دی کہانی میں عبدالغفور قریشی لکھتے ہیں کہ مثنوی رمزا لعشق دی شرح سید غلام قادر شاہ دے فرزند شیخ ابو احمد محمد شاہ نے لکھی عبدالغفور قریشی نے انہیں سید غلام قادر شاہ کا فرزند لکھا ہے۔ جو درست نہیں ہے۔ اس مثنوی رمزا لعشق کی شرح مصنف سید غلام قادر شاہ رضوان اللہ علیہ کے پوتے ابو احمد شاہ متوفی ۱۲۴۴ھ نے لکھی جس کا حوالہ "تذکرۃ الابرار" میں موجود ہے۔ حضرت سید محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا دور اگرچہ مصائب و مشکلات سے خالی نہ تھا لیکن اس کے باوجود آپ نے اپنے بزرگوں کی پیروی میں نعتیں اور منقبتیں بھی لکھی ہیں اور جامع ا لکنوز کے نام سیدنا و مولانا و مرشدنا حضرت شیخ ابو سعید مخزومی رضوان اللہ علیہ کے تحفہ مرسلہ کی شرح بھی آپ کی تصنیفات میں سے ہے۔ سید محمد شاہ رضوان اللہ علیہ بڑے عالم فاضل اور فارسی اور اردو کے شاعر تھے۔ آپ کی تصانیف میں شرح رمزا لعشق' لطائف غوثیہ' شرائف غوثیہ' شرح تحفہ مرسلہ اور نظم غوثیہ ملتی ہیں۔ سید محمد شاہ رضوان اللہ علیہ کو تفسیر' حدیث' فقہ' منطق اور صرف و نحو پر کامل دسترس حاصل تھی۔ وہ اردو فارسی کے قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ پروفیسر محمد اسلم لکھتا ہے کہ محمد شاہ نوں تفسیر'

فقہ، منطق، اصول تے صرف و نحو اتے بڑا عبور سی تے اوہ اردو تے فارسی وچ شعر بھی کہہ لیندا سی۔ اوہدی لکھیاں ہویاں غزلاں تے رباعیاں اج بھی موجود نیں۔ اوہنے کاشف الرموز دے ناں تے اپنے دادا دی تصنیف رمزالعشق دی شرح بھی لکھی سی۔ اوہنے شیخ عبدالقادر جیلانی دی شان وچ "نظم غوثیہ" بھی لکھی تے اوہدی تصانیف وچ شرح تحفہ مرسلہ، شرائف غوثیہ تے لطائف غوثیہ دا وی پتہ چلدا اے۔"

ہجرت: الفاضل میں لکھا ہے کہ ابتدائے زندگی میں آپ ملکی فسادات کی وجہ سے بہت ملول خاطر رہے۔ سکھوں کی ان دنوں دو پارٹیاں تھیں۔ ہر ایک پارٹی اپنی حکومت مقبول بنانا چاہتی تھی۔ کشت و خون غارتگری۔ تکاید و تحارب کا بازار گرم تھا۔ بٹالہ پر بھی کئی حملے ہوئے حضرت سید محمد شاہ کو بھی اپنے والد ماجد کی طرح تکالیف اٹھانی پڑیں کیونکہ ان کے والد ماجد حکومت کے طالبان کے مؤید نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے ہی ہجرت اختیار کر گئے۔ حضرت سید محمد شاہ رضوان اللہ علیہ نے سجادہ نشینی کی ابھی تکبیر اولیٰ ہی پڑھی تھی کہ ان کے لیے بھی زلزلہ پیدا کر دیا گیا۔ انہیں شہر سے نکل جانے پر مجبور کر دیا گیا۔ آپ مسانیاں جو بٹالہ سے چند کوس پر واقع ہے اور وہاں حضرت شاہ بدر دیوان رحمۃ اللہ علیہ کا مرقد ہے چند دن مقیم رہے..... ادھر دربار فاضلیہ کی عمارت کو اغیار مذکورہ نے بہت نامناسب طور پر استعمال کرنا شروع کر دیا۔ مسجد جو خانقاہ کے قریب ہے اس میں دفتر بنایا۔ دربار میں اصطبل بنایا۔ عام طور پر ان دنوں مسلمانوں کی مقدس عمارات کو اسی صورت میں استعمال کیا گیا تھا۔ کچھ وقت کے بعد خدا خدا کرکے امن کا دور آیا اور حضرت موصوف بٹالہ میں پھر تشریف لے آئے۔ آپ نے عمارات کی مرمت کرائی۔ مدرسہ و لنگر کا کام پھر جاری فرمایا اور اپنی زندگی کے آخری ایام اپنی خاندانی روایات کو از سر نو استوار کرنے میں لگائے۔ "عبرت نامہ" کے مصنف مفتی علی الدین نے لکھا ہے کہ۔ "این خاندان را مہاراجہ صاحب رنجیت سنگھ بہادر در قدر ہر شخص جاگیر وجہ معیشت دادہ بود و اکثر برآمد نذورات اہل بیعت و ارادت اوقات گزاری فقرای اپنی خاندان عالی شان می شود" گمان غالب ہے کہ یہ جاگیر سید محمد شاہ ہی کو پیش کی گئی ہوگی اس طرح سکھوں نے اس ظلم اور زیادتی کا ازالہ کر دیا جو جے سنگھ وغیرہ

کے ہاتھوں ان کے والد کے ساتھ ہوئی تھی۔ حضرت سید محمد شاہ رضوان اللہ علیہ ایسے ناگفتہ بہ حالات میں حضرت اعلیٰ سیدنا ابوالفرح محمد فاضل الدین رضوان اللہ علیہ کے سجادہ نشین ہوئے کہ بٹالہ شریف میں ہونے والے گذشتہ دردناک واقعات کی بنا پر آپ وہاں رہنا پسند نہ کرتے تھے۔ لیکن سکھ جتھیدار جو جے سنگھ وغیرہ کی حضرت شاہ غلام غوث اور خانقاہ عالیہ کی بے ادبی کی پاداش میں سزا اور تادیب دیکھ چکے تھے مصر ہوئے کہ آپ بٹالہ شریف میں دربار عالی ہی میں قیام فرمائیں اور انہوں نے آپ کو یہ یقین دلایا کہ نہ صرف آپ اور آپ کے متعلقین و مریدین کے جان و مال محفوظ رہیں گے بلکہ یہ بھی کہ آپ کی جانب سے دین اسلام کی تبلیغ اور سلسلہ عالیہ کی اشاعت میں بھی کوئی رکاوٹ نہ ڈالی جائے گی۔ حضرت سید محمد شاہ رضوان اللہ علیہ نے چندے تامل فرما کر حالات کی کسی قدر بہتری اور آس پاس کے مریدین و متعقدین کی پشت پناہی اور استعانت کے پیش نظر بالاخر ان کی درخواست کو قبول فرمایا اور بٹالہ شریف تشریف لے آئے۔ اپنے والد سید غلام غوث رضوان اللہ علیہ کی تدفین کے بعد انہوں نے بٹالہ میں سکونت اختیار کرلی۔ لیکن کچھ ہی دنوں کے بعد جے سنگھ کنھیا ان کے درپے آزاد ہوگیا اور مجبوراً بٹالہ سے نقل مکانی کرکے مثانی چلے آئے لیکن بعد میں حالات موافق ہوگئے تو وہ دوبارہ بٹالہ آئے اور اپنے خاندانی مدرسے کو دوبارہ جاری کیا' کلانور میں اپنے بزرگوں کے مزارات کی مرمت کرائی۔ پروفیسر محمد اسلم لکھدا اے کہ جدوں اوہدے والد غلام غوث رضوان اللہ علیہ نے کابل جاں دا ارادہ کیتا تے سیدنا محمد شاہ رضوان اللہ علیہ اوہدی میت لے کے کلانور آئے تو سوگ دیاں رسماں پوریاں کرن دے بعد بٹالے چلے گئے۔ اوس ویلے اوہناں دا مدرسہ تے خاندانی جائداد سکھاں دے قبضے وچ سی۔ آپ نوں بٹالے وچ رہندیاں زیادہ دیر نہیں سی ہوئی کہ جے سنگھ کاہنیا اوہناں دے مگر پے گیا۔ محمد شاہ رضوان اللہ علیہ بٹالے توں مثانی چلے گئے اوہناں دناں وچ ہی رام گڑھیاں تے کاہنیاں وچ لڑائی ہوئی تے جے سنگھ کاہنے دا کلا پتر گوربخش سنگھ رام گڑھیاں دا مقابلہ کردا ہویا ماریا گیا تے بٹالے اتے رام گڑھیاں دا قبضہ ہوگیا..... بٹالے اتے رام گڑھیا دا قبضہ ہون دے بعد محمد شاہ رضوان اللہ علیہ مثانی توں بٹالے پرت آئے۔ آپ روز روز دے جھگڑیاں تے نس بھج توں تنگ آئے

ہوئے سی ایس لئی آپ دے ساتھیاں نے آپ نوں صلاح دتی کہ اوہ جے سنگھ کا ہے نوں مل کے سارے غصے گلے دور کر لے۔ محمد شاہ رضوان اللہ علیہ نے ایس گل تے عمل کیتا تے اوہدی جے سنگھ نال صلح ہو گئی۔ محمد شاہ رضوان اللہ علیہ نے اپنے خاندانی مدرسے نوں دوبارہ چالو کیتا تے کلانور وچ اپنے بزرگان دیاں قبراں دی مرمت کرائی۔ آپ دے کابل دے حاکم شاہ زماں نال بھی چنگے تعلقات سن تے اوہناں دی خط و کتابت بھی ہوندی رہندی سی۔"

وصال مبارک: حضرت سید محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۲۲۴ھ میں بمقام بٹالہ شریف وقوع میں آئی اور بٹالہ شریف میں آپ دربار قادریہ فاضلیہ کی خانقاہ معلی میں مدفون ہوئے۔ رنجیت سنگھ کا عہد حکومت تھا۔ مزار اقدس بٹالہ شریف ضلع گورداسپور انڈیا میں ہے۔

الغرض ۱۲۲۴ھ مطابق ۱۸۰۹ء میں جب آپ نے اس دار فناء سے دار بقا کی طرف رحلت کی تو سلسلہ عالیہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف کی متبرک روایات اپنی پہلی جیسی آب و تاب کے ساتھ قائم ہو چکی تھیں اور پورے پنجاب، صوبہ سرحد اور کشمیر تک کے تمام علاقوں میں اس سلسلے کے ماننے والے عقیدت مند موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی روح کو اپنے جوار رحمت میں رکھے۔ آپ رضوان اللہ علیہ نے ۱۲۲۴ھ میں عمر ۴۵ سال وفات پائی۔

عرس مبارک: جواہر تصوف کے مطابق آپ کا سالانہ عرس بمقام دربار قادریہ فاضلیہ فیروزپور روڈ لاہور ہر سال مورخہ ۱۳ ربیع الثانی منعقد ہوتا ہے۔

خلفاء کرام: آپ کے دست مبارک پر کثیر تعداد لوگوں نے بیعت کی اور سلسلہ قادریہ فاضلیہ میں داخل ہوئے..... آپ کے بعد آپ کے فرزند اکبر حضرت سید احمد شاہ رضوان اللہ علیہ دربار قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف کے سجادہ نشینی کے منصب پر فائز ہوئے۔

حضرت سیدنا محمد شاہ رضوان اللہ علیہ کے دو صاجزادے تھے۔ ایک تو سید احمد شاہ دوسرے عطا محی الدین۔ ۱۲۲۴ھ / ۱۸۰۹ء میں مؤلف تاریخ ہندوستان فرزند کبیر حضرت سیدنا احمد شاہ رضوان اللہ علیہ مسند نشین ہوئے اس وقت ان کی

عمر بیس سال سے بھی کم تھی۔

پروفیسر محمد اسلم صدر شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لکھدا اے کہ "اوہدے دو پتر سن۔ احمد شاہ تے عطا محی الدین، احمد شاہ اپنے بھرا کولوں کوئی چار ورے وڈا سی۔ عطا محی الدین نے عمر تے کوئی زیادہ نہیں پائی پر اوس نے کئی کتاباں اپنے پچھے چھڈیاں نیں۔ اوہنے فردوسی دے شاہنامہ دے شعراں دے برابر سٹھ ہزار شعراں وچ عہد نبوی تے خلافت راشدہ دی منظوم تاریخ لکھی۔ اوہ زہری تخلص کردا سی۔ اوہدی اک تصنیف ریحان السیر دا ناں بھی "تاریخ ہندوستان" وچ ملدا اے۔ احمد شاہ بن محمد شاہ رضوان اللہ علیہ دا کہنا اے کہ اوہنوں ہیئت تے نجوم وچ بھی کافی درک سی۔ عطاء محی الدین دا عین جوانی ۳۰ ورہے دی عمروچ انتقال ہویا۔ "تاریخ ہندوستان" پڑھن نال ایہہ گل صاف نظر آوندی اے کہ احمد شاہ ابن محمد شاہ رضوان اللہ علیہ دے سارے خاندان نوں تاریخ تے ادب نال ڈھڈا لگاؤ سی تے اوہنوں ایہہ شوق اپنے بزرگاں کولوں ورثے وچ ملیا سی۔"

ماخذ: ۱۔ دربار قادریہ فاضلیہ کا قرطاس التعارف۔ ۲۔ تذکرہ مشائخ قادریہ۔ ۳۔ پنجاب کے قدیم اردو شعراء، ۴۔ الفاضل۔ ۵۔ مقدمہ مثنوی رمزالعشق از ڈاکٹر گوہر نوشاہی ۶۔ قلمی نسخہ کیپٹن احسان اللہ خاں قادری فاضلی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ ۷۔ مدینۃ الاولیاء لاہور۔ ۸۔ پنجابی ادب دی کہانی از عبدالغفور قریشی۔ ۹۔ تذکرۃ الابرار۔ ۱۰۔ پروفیسر محمد اسلم، مقالہ شائع شدہ برہان دہلی ستمبر ۱۹۷۸ء۔ ۱۱۔ پروفیسر محمد اسلم چھماہی کھوج پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج۔ ۱۲۔ ماہنامہ عرفات بابت ماہ مئی ۱۹۸۸ء۔ ۱۳۔ جواہر تصوف۔

۳۷۔ حضرت سید احمد شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ
(سجادہ نشین پنجم)

ولادت: آپ جناب حضرت سید محمد شاہ سجادہ نشین چہارم دربار قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف رضوان اللہ علیہ کے فرزند اکبر تھے۔ بٹالہ میں ولادت ہوئی۔ آپ کی تاریخ ولادت باسعادت معلوم نہ ہو سکی۔ تاہم ۱۲۰۴ھ، ۱۷۸۹ء سن میں آپ کی ولادت

مبارک ہوئی۔

تعلیم و تربیت: قرآن حکیم کے ماخذ، علوم ظاہری اور علوم باطنی اور عرفان کی جامعیت کے سرچشمہ احمد شاہ رضوان اللہ علیہ نے قرآن مجید حفظ کیا اور ابتدائی تعلیم اپنے والد سید محمد شاہ رضوان اللہ علیہ سے حاصل کی۔ پروفیسر محمد اسلم لکھدا اے کہ اوہنے اپنے خاندانی رواج دے مطابق اپنے والد کولوں ظاہری تے باطنی تعلیم حاصل کیتی۔ اوہدا حافظہ بڑا چنگا سی تو اوہ اپنے بارے میں لکھدا اے کہ اوس نے ۱۱ ورہیاں دی عمر وچ مطول جیسی مشکل کتاب پڑھ لئی سی۔ اک واری اوہنوں قرآن مجید حفظ کرن دا شوق ہویا تے اوہنے تن چار مہینیاں وچ دس سپارے حفظ کر لئے۔ ایسے دوران وچ رمضان شروع ہو گیا تے اوہدے والد نے اوہنوں تراویح وچ امام مقرر کر دتا۔ ستاں دناں وچ دس سپارے سنا کے تے اوہنے اپنے والد نوں آکھیا کہ ہن کوئی دوجا امام مقرر کر دیو، اوہنے آکھیا کہ قرآن احمد شاہ ہی سناوے گا۔ احمد شاہ لکھدا اے کہ اوہنے رات نوں جنا قرآن سنانا ہوندا سی اوہ دن ویلے اوہنوں دو واری پڑھ لیندا سی تے رات نوں سنا دیندا سی۔ جدوں رمضان ختم ہویا تو اسیں حافظ ہو چکا سی۔"

بیعت و خلافت: آپ جناب حضرت سید محمد شاہ قادری سجادہ نشین چہارم دربار قادریہ قانیہ بٹالہ شریف رضوان اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ قادریہ قانیہ سے منسلک ہوئے تھے۔ آپ حضرت سید محمد شاہ قادری بٹالوی کے فرزند تھے اور انہیں سے سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے۔ آپ اس گدی کے پانچویں سجادہ نشین تھے۔ حضرت سید احمد شاہ رضوان اللہ علیہ اپنے صاحب عزیمت والد بزرگوار حضرت سید محمد شاہ رضوان اللہ علیہ کے رحلت فرمانے کے بعد ایسے نازک حالات میں سجادہ نشین ہوئے کہ مسلمانان ہند دوراہے پر کھڑے تھے۔

پروفیسر محمد اسلم لکھدا اے کہ بٹالے دے قادری خاندان دا پنجواں پیر سید احمد شاہ رضوان اللہ علیہ ۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء وچ اپنے بزرگاں دی روحانی گدی اتے بیٹھا۔ اوس ویلے اوہدی عمر ۲۰ ورہیاں توں بھی گھٹ سی۔"

فضائل: آپ سند السالکین، مرشد الحقائق، کنز الفقراء، بحر الصفاء، نیر الواصلین

اور شیخ مشائخ تھے۔ علوم و فنون میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ آپ بھی مدرسہ فاضلیہ کی بہبودی کے لئے بہت دلچسپی لیتے اور تصنیف و تالیف میں بھی کچھ وقت صرف فرماتے رہے۔ آپ کے فیض تربیت سے بڑے بڑے اولیاء اللہ پیدا ہوئے جن کی وساطت سے جموں کشمیر کے علاقہ میں آپ کے خاندان کے روحانی و علمی اور دینی حمیت کے کارنامے اشاعت پذیر ہوئے اور اس علاقے کے کثیرالتعداد لوگ آپ کے ہاتھوں پر بیعت ہوئے۔ آپ نے خاندان فاضلیہ میں سب سے پہلے تبلیغی دورہ کی تنظیم کی بنیاد رکھی چنانچہ گجرات' سیالکوٹ اور کشمیر و جموں کے علاقاجات میں آپ خود ایک سے زیادہ مرتبہ تشریف لے گئے۔ اور حضور سرور کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ والتحیات کی تعلیمات اور صحابہ و اولیاء کرام رضی اللہ عنہم کی علمی اور اخلاقی وراثت کو اہل اسلام میں پھیلایا اور اسلام کے مصفا سرچشمہ سے خلائق کو سیراب فرمایا۔ آپ کا انداز تبلیغ وہی تھا جو کہ عاشقان الٰہی کا ہوتا چلا آیا ہے۔ آپ کی تربیت سے۔ آپ کی نگاہ کرم سے' آپ کے فیض باطن سے لوگوں کے دامن عشق و محبت کے موتیوں سے بھر گئے۔ آپ نے عشق و محبت کی آگ سوزاں رکھتے ہوئے علاوہ سالکین کی جماعت سے چند ایک مجازیب بھی پیدا کئے تھے۔ چنانچہ بابا شاہباز اور سائیں دہلا وغیرہ رحمتہ اللہ علیہم آپ ہی کے مریدین سے تھے۔ جنہیں آپ نے وہ مئے عرفان پلائی جو کہ انسان کو محبت الٰہی میں یکتا بنا دیتی ہے۔

وہ مے جس میں ہے سوزو ساز ازل
وہ مے جس سے کھلتا ہے راز ازل

حضرت سید احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف کا اہتمام فروغ التزام پر مواظبت فرمائی اور غیر مسلم لوگوں کو دعوت الی الحق سے متواتر مستفیض فرمایا جاتا رہا اور اچھی خاصی تعداد نے دربار قادریہ فاضلیہ میں مختلف اوقات پر اسلام قبول کیا۔ آپ سالانہ عرس مقدس میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ' دربار معلی میں بڑے اہتمام سے ادا فرمایا کرتے تھے اس تقریب میں ہزاروں عقیدت مندوں کا اجتماع ہوتا تھا۔ آپ نے دربار معلی کی عمارات میں بھی اضافہ فرمایا۔ جب سے آپ زینت افزائے سجادہ قادریہ فاضلیہ ہوئے اس وقت سے اپنی زندگی کے آخری ایام تک آپ نے عمارات رونق افزاء باغات دلکشا کا اضافہ

فرمانے میں بہت دلچسپی لی' حتی کہ کلانور کے مقام پر جس جگہ حضرت شیخ محمد افضل کلانوری اور حضرت سید غلام غوث سجادہ نشین۔ ثالث دربار قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف کے مزارات' ہیں وہاں پر بھی مسافر خانے اور مسجد تعمیر کروائی اور وسیع خوبصورت باغ لگوایا۔ کیونکہ وہاں خانقاہ شریف کی زیارت کے لئے ہر سال دو دفعہ حضرت سجادہ نشین دربار قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف کا تشریف لے جانا معمولات خصوصی میں شامل تھا۔

آپ نے روایات خاندان کو بڑے احترام سے ملحوظ رکھا۔ قرآن حکیم کے حافظ' علوم ظاہری اور علوم باطنی اور عرفان کی جامعیت کے سرچشمہ تھے اور آیت کریمہ واسبغ علیکم نعمہ ظاہرۃ باطنۃ کی مظہریت حقیقت اور معرفت کے درجات سے سالکین کو مرزوق اور متمتع فرمایا۔ ہزاروں نفوس نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ قادریہ فاضلیہ میں اضافہ کیا۔ سینکڑوں سالکین کو آپ کی توجہات نے اس قابل بنا دیا کہ وہ اللہ کے راز کو سمجھ سکیں۔ آپ نے طریقت قادریہ فاضلیہ کی بدرجہ کمال اشاعت فرمائی اور یہ حقیقت مستحق فرما دی کہ سلسلہ عالیہ قادریہ فاضلیہ بھی اللہ کے ذکر کا مصداق ہے انا نحن نزلنا الذکر وانالہ لحافظون یعنی بے شک ہم نے قرآن حکیم اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں اس آیت کریمہ میں تحفظ ذکر کا وعدہ ہے۔ اولیاء اللہ کے سلسلہ قادریہ فاضلیہ کے تحفظ کے حقوق نیابت الہی کے طور پر ادا کئے جا رہے ہیں۔ آپ صاحب خوارق و کرامات تھے۔ ہزاروں کرامات لوگوں نے مشاہدہ کی تھیں۔

آپ نے علاقہ جات گجرات' سیالکوٹ' کشمیر و جموں' جالندھر' ہوشیار پور اور لدھیانہ کی کافی سیر و سیاحت کی اور وہاں کے بے شمار لوگوں کو فیوض و برکات سے نوازا۔ علاوہ بریں لاہور بھی تشریف لاتے رہے ہیں اور لوگوں کو راہ ہدایت سے نوازتے رہے ہیں۔ آپ نے خانقاہ کی عمارت میں اضافہ کیا اور اپنے پیر خانہ کلانور کے مقام پر خانقاہ و مزارات حضرت شیخ محمد افضل کلانور قادری اور حضرت سید غلام غوث سجادہ نشین ثالث کے پاس مسافر خانے اور مسجد بنوائی۔ نیز وسیع خوبصورت باغ بھی لگوایا۔ آپ کے عہد بابرکت دربار عالیہ قادریہ فاضلیہ جس کو سکھوں کی طوائف الملوکی میں شدید نقصان پہنچا تھا۔ نشاۃ ثانیہ کا کام بڑے عمدہ

طریق پر ہوا۔ نئی عمارات بھی تعمیر ہوئیں۔ باغات بھی لگائے گئے اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے عرس سراپا قدس کا اہتمام بھی اپنی شاندار روایات کے مطابق کیا جاتا رہا۔ حضرت سید احمد شاہ رضوان اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت بٹالوی کے شیخ طریقت حضرت شیخ محمد افضل کلانوری رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں بھی جہاں حضرت شاہ غلام غوث رضان اللہ علیہ بھی ابدی نیند سو رہے ہیں' آپ کا معمول تھا کہ سال میں دو مرتبہ کلانور شریف حاضری دیا کرتے چنانچہ خانقاہ عالیہ کے دوسرے سجادہ نشین حضرات نے بھی یہ روایت قائم رکھی اللہ تعالیٰ سب سے راضی ہو۔ آمین۔

مفتی علی الدین نے عبرت نامہ میں لکھا ہے کہ احمد شاہ کے مرید ہزاروں کی تعداد میں تھے اور وہ عوام میں میاں صاحب کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ عبرت نامہ کے مصنف مفتی علی الدین لکھتے ہیں کہ حضرت احمد شاہ رضوان اللہ علیہ حضرت محمد فاضل شاہ رضوان اللہ علیہ کے پانچویں جانشین ہیں۔ اپ کے وصل کے بعد آپ کے صاجزادہ حضرت سید حسین شاہ سجادہ نشین ہوئے۔ آپ کے ہزاروں مرید تھے لوگ آپ کو "میاں صاحب" کے لقب سے پکارتے تھے۔ اس خاندان کے لوگ اپنے آپ کو شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ظاہر کرتے تھے لیکن کچھ لوگ اس دعوے پر اعتبار نہ کرتے تھے لہٰذا تحقیق کے بعد آپ نے فتویٰ جاری فرمایا کہ جو کوئی آپ کے بزرگان کے نسب میں شک کرے گا وہ کافر اور مرتد سمجھا جائے گا۔

تواریخ سے بھی یہ ثابت ہے کہ یہ خاندان حسنی و حسینی سادات ہیں نسبی شجرہ کے مطابق تمام شخصیات کے حالات زندگی "مراۃ الرحمٰن" میں پڑھیں۔

حضرت سید احمد شاہ رضوان اللہ علیہ بھی اس سلسلہ عالیہ کے دوسرے بزرگوں کی طرح بڑے کرامت والے تھے۔ آپ نے کثرت سے دور دور تک دورے کئے اور مخلوق خدا کو بے شمار فوائد پہنچائے۔

ڈاکٹر گوہر نوشاہی صاحب مقدمہ رمز العشق مرتبہ مجلس ترقی ادب لاہور کے صفحہ ۸۔ ۹ تحریر کرتے ہیں:

"حضرت ابوالفرح نے اپنی زندگی میں غربا اور مساکین کے لئے جو لنگر جاری کیا تھا۔ سید غلام قادر شاہ نے اس کو بھی استحکام دیا۔ اس لنگر کے اخراجات غالباً" اس جاگیر کی آمدنی سے ادا ہوتے ہوں گے جو کہ گرفن (Greffen) اور

میسی (Massy) کے بقول بادشاہ فرخ سیر نے اس خاندان کو عطا کی تھی۔"

کرامات: دریائے چناب کے کنارہ پر ضلع سیالکوٹ مغربی پاکستان میں قصبہ کلووال واقع ہے۔ جناب حضرت احمد شاہ رضوان اللہ علیہ کے زمانے میں ہی یہ قصبہ بڑی رونق سے آباد تھا۔ دریائے چناب نے کچھ عرصہ سے اپنا رخ بدلنا شروع کیا ہوا تھا۔ اور یہاں تک حالت پہنچ گئی کہ تمام علاقہ کلووال اور اس کے ملحق ہزاروں ایکڑ اراضی کا رقبہ زیر آب ہو گیا اور دریائے چناب اس علاقہ میں بہنا شروع ہو گیا۔ ان دونوں اس علاقہ کے لوگوں نے جناب حضرت سید احمد شاہ رضوان اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کی دعا سے دریائے چناب کا رخ بدل جائے تو ہم لوگ تباہی سے محفوظ ہو جائیں گے۔ ورنہ یہ علاقہ ہمیشہ کے لئے غیر مسکون اور ویران ہو جائے گا۔ کچھ دنوں بعد آپ خود مع درویشاں اس علاقہ میں تشریف لے گئے اور ایک کشتی پر سوار ہو گئے اور حضرت موصوف نے اپنے ایک درویش کو ارشاد فرمایا کہ قصیدہ غوثیہ کا یہ شعرورد زبان رکھیں فلوالقیت سری فی بحار لصار الکل غوراً فی الزوالی (بس اگر میں اپنی توجہ سمندروں پر مرکوز کر دوں تو تمام سمندر نیچے زمین میں جذب ہو جائیں) چنانچہ کچھ وقت اس ہی کشتی میں آپ مع درویشاں بیٹھے رہے۔ کشتی پانی پر چلتی رہی۔ درویش موصوف قصیدہ غوثیہ کا مذکورہ حصہ پڑھنے ہی مصروف تھے۔ اور حضرت ممدوح خود محو مشاہدہ تھے' اپنے لطیفہ روح القدس پر حق تعالیٰ کی تجلی مشاہدہ کر رہے تھے۔ واذا قضی امراً فانما یقول لہ کن فیکونْ کی صفت الٰہیہ کے حکم کے صدور کا انتظار شدید ہو رہا تھا۔ چنانچہ اس ہی وقت دریائے چناب کا پانی نیچے اترنا شروع ہو گیا آپ نے کشتی کو واپس کنارے پر پہنچانے کا حکم دے دیا اور رات چناب کا رخ بدل گیا اور آہستہ آہستہ تمام علاقہ کو از سر نو زرخیز آباد علاقہ کی صورت عنایت ہو گئی۔ یہ کرامت حجرہ شریف کے قریب ظہور پذیر ہوئی تھی۔ بشریت کا لباس حقیقت محمدیہ کے ظہور کمالات کے لئے بھی ایک ضروری امر ہے۔ حضرت سید احمد شاہ رضوان اللہ علیہ بشریت میں ملبوس ضرور تھے مگر حقیقت میں وہ صفات الٰہیہ کی تبعیت میں اختیارات تصرف لئے ہوئے تھے دریا کی کیا مجال تھی کہ اپنی جگہ پر موجزن رہتا۔

سید احمد شاہ رضوان اللہ علیہ اپنی تصنیف "احوال ملک ہندو ملوک آں"

میں تحریر فرماتے ہیں کہ ماہ رمضان میں تراویح کے دوران جتنا قرآن سنانا ہوتا تھا۔ دن کو یاد کر کے رات کو نماز تراویح مین سنا دیتا تھا۔

الفاضل میں آپ کی مذکورہ کرامت کو یوں بیان کیا ہے کہ آپ نے دریا کے کنارے اجلاس فرمایا۔ مصلی پر پر رونق افروز ہوئے' بغداد کی طرف منہ کیا۔ خبر نہیں کس سے وہاں باتیں ہو رہی تھیں' کچھ وقت کے بعد آپ نے حکم دیا کہ ملاح کشتی لائیں' عرض کیا گیا کہ اس مقام پر دریا کی موجیں اور طلاطم بہت خوفناک صورت اختیار کئے ہوئے ہے کشتی وہاں ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔ لیکن آپ نے اصرار فرمایا کہ ضرور کشتی وہاں ہی لائی جائے۔ حکم بجالایا گیا' کشتی ریزہ ریزہ ہونی تو درکنار آپ اس میں سوار ہو گئے۔ ایک دو آدمی آپ کے احباب میں سے اس ناؤ میں بیٹھ گئے۔ عین منجھدار میں پہنچ کر ایک جگہ آپ نے ارشاد فرمایا کوئی آدمی یہاں جرات کر سکتا ہے کہ دریا میں یہاں کود پڑے اور کچھ ریت تہ سے لائے۔ حضرت سید احمد شاہ رضوان اللہ علیہ کا مرید ولو القیت سری فی بحار۔ لصار الکل غورا فی الزوالی کا ورد کرتے ہوئے عین دریا میں کود پڑا۔ اور پانی وہاں تھوڑا رہ گیا اور مرید موصوف نے ریت لیکر شیخ موصوف کے حضور پیش کر دی۔ آپ شام کو واپس کو وال تشریف لے آئے اور رات وہاں قیام فرمایا۔ صبح ہو گئی جس جگہ سے ریت شخص مذکور نے پیش کی تھی وہاں سے دریا دوسری جانب رخ اختیار کر گیا اور اب تک دریا کے سیلاب سے یہ علاقہ محفوظ ہے۔ اور اطراف کے لوگوں نے آپ کی خدمت میں کچھ رقبہ زرعی اراضی کا نذر کیا۔ جہاں آپ فروکش ہوئے تھے وہاں اب حجرہ اور باغ بھی موجود ہے۔ آج کل اس جگہ کو موجودہ سجادہ مدظلہ کی عنایت سے بہت زینت حاصل ہے وہاں اب باغ ہے۔ حجرہ کے ارد گرد نئی عمارت تعمیر ہو چکی ہے۔ جہاں کہ سالانہ اجتماع کے وقت حضور قبلہ صاحب سجادہ اقامت گزیں ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کی کرامات تعداد میں کثیر ہیں۔

تصانیف : حضرت سید احمد شاہ صاحب نے کتابیں بھی تصنیف فرمائی تھیں۔ اکثر بزبان فارسی تصوف میں یہ تصانیف تھیں۔ ایک کتاب ملکی حالات کے متعلق بھی تصنیف فرمائی۔ یہ بھی بزبان فارسی ہے۔ اور بہت ضخیم ہے۔ اس کا نام "احوال ملک ہند و ملوک آں" اس میں آپ کے خاندان کے احوال بھی درج ہیں۔ ان

جانگسل مظالم کا بھی ذکر ہے جو اس خاندان پر اور متوسلین دربار قادریہ فاضلیہ پر عمال طوائف الملوکی نے برپا کئے تھے اور اس میں ان مذمومات اور شدائد کا بھی ذکر ہے جو کہ طوائف الملوکی کے عمال نے پاک پتن کی درگاہ معلی اور دیگر مقامات مقدسہ پر ارتکاب کئے تھے۔ آپ نے ایک کتاب تواریخ ہند بھی تصنیف فرمائی تھی۔ ایک کتاب احوال سلاطین ہند بھی آپ کی تصنیف ہے۔ آپ نے کئی تصنیفات چھوڑیں۔ آپ نے ایک بہت ضخیم اور علو مرتبہ کے لحاظ سے بلند مقام کتاب "احوال ملک ہند و ملوک آں" بزبان فارسی تصنیف فرمائی۔ جو کہ تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے اور آج کل لاہور میں دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری میں موجود ہے کتاب کے بعض حصے ٹھیک حالت میں نہیں ہیں لیکن بیشتر حصہ عمدہ حالت میں ہے اور اپنے موضوع پر بیش قیمت معلومات کا خزانہ ہے۔ اپ کا منظوم کلام اگر تھا تو معلوم نہیں ہو سکا۔

پروفیسر محمود اسلم لکھدا اے کہ "پنجابی یونیورسٹی پٹیالہ دے شعبہ تاریخ دے اک استاد گور بخش سنگھ ہوراں نے اس کتاب "احوال ملک ہندو ملوک آں" دے اونے حصے دا جیہڑا سکھاں بارے اے پنجابی وچ ترجمہ کر کے پٹیالے تو چھاپ دتہ اے۔ اصل کتاب اوہناں دی نہیں ویکھی۔ سوہن لال سوری دی عمدۃ التواریخ دے نال تاریخ ہندوستان دا اپنا حصہ کسے نے ضمیمے دے طور تے شائع کردتا سی تے گور بخش ہوراں نے اوسے دا ترجمہ کردتا اے۔ ایس گل دا فیصلہ تے ترجمے نوں اصل نال ملا کے ہی کیتا جا سکدا اے۔

تاریخی المیہ: پروفیسر محمد اسلم لکھدا اے کہ افسوس اے کہ بٹالے دے اس علمی خاندان دا بہت سارا علمی خزانہ پہلوں بندہ بیراگی دے حملے وچ تباہ ہویا تے فیر رام گڑھیاں تے کاھنیاں دیا جھڑپاں وچ برباد ہوا۔ ایہدے بعد جناں کم ہویا اوہدا بہت سارا حصہ ۱۹۴۷ء دے ہنگامیاں وچ تباہ ہو گیا۔

یاد رہے کہ ۱۹۹۲ء میں دوران تحقیق مولف کتاب ہذا (اسرار الحسین قادری فاضلی) کو اس سلسلہ کے بانی حضرت ابوالفرح محمد فاضل الدین رضوان اللہ علیہ اور ان کے صاحبزادہ حضرت سید غلام قادر شاہ رضوان اللہ علیہ کی تقریباً ڈیڑھ درجن سے زائد تصانیف (مخطوطات) پنجاب یونیورسٹی لائبریری سے دستیاب

ہوئی ہیں جن کی مائیکرو فلمز حاصل کر لی گئی ہیں تاہم مزید تحقیق کی بے حد ضرورت ہے۔

مختصر تعارف "احوال ملک ہندو ملوک آں": یہ سکھوں کے عہد کی بہت اہم تاریخ ہے کیونکہ مصنف نے بہت سے واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں یا اپنے بزرگوں کی زبانی جو ان واقعات کے عینی شاہد تھے سنے ہیں اور تحریر کئے ہیں۔ اس میں پنجاب اور خاص طور پر دو آبہ باری کی تاریخ قلم بند کی گئی ہے شروع میں ہندوستان کے جغرافیائی حالات تحریر کئے گئے ہیں۔ صوبہ اودھ صوبہ گجرات اور صوبہ کشمیر کے بارے میں مختصر حالات ہیں لیکن صوبہ لاہور اور خاص طور پر دو آبہ باری کے حالات بڑی تفصیل سے درج ہیں۔

صوبہ لاہور کو پانچ دو آبوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر دو آبے کے شہروں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس میں ان شہروں کے باسی اور ان کی عادتیں اور تہذیب و تمدن کے بارے میں لکھا ہے۔ پھر ان کے اہم شہروں اور قصبات کے جغرافیائی تاریخی' ادبی' سیاسی اور سماجی حالات کا ذکر کیا ہے۔ دو آبہ باری کے ضمن میں بٹالہ کو بہت اہمیت دی گئی ہے صرف اس شہر کے بارے میں ۱۴۴ اوراق تحریر ہیں جس میں خاص طور پر بزرگان خاندان عالیہ قادریہ فاضلیہ کے حالات درج ہیں۔ اس کتاب میں احمد شاہ ابدالی کے حملوں' مختلف سکھ مسلاں کے عروج۔ سکھ افغان لڑائیاں اور خاندان فاضلیہ شریف پر سکھوں کے ظلم پر کافی تفصیل موجود ہے۔ جو کہ ایک تاریخی ریکارڈ ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے کہ ایک کاہنیاں نے گائے ذبح کرنے کے بہانے پر کیریاں میں ہزاروں مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ مزید سکھوں نے اپنے دور میں لاہور کی مسجدوں' مزاروں' مدرسوں اور باغوں کے ساتھ جو ظلم کئے ان کی ایک جھلک اس کتاب میں دیکھی جا سکتی ہے۔ سکھوں کے گوروؤں' بندہ بیراگی' نہنگوں اور سکھ مذہب کے حالات زیر عنوان "ذکر گورداں و ابتدائے سنگھاں و مذہب ایشاں" تحریر کئے گئے ہیں۔ اس تاریخ میں بکرمی' ہجری اور عیسوی تینوں سن استعمال کئے گئے ہیں کتاب کی ابتدا میں مصنف نے اہل ہند کے مذاہب کا بھی ذکر کیا ہے قدیم ہند کے جغرافیائی حالات اور حدود اربعہ بیان کرنے کے بعد نظام الملک اور آگے چل کر محمد بن قاسم کے حملے اور ہندوستان میں مسلمانون کی آمد کا تذکرہ کیا ہے۔ مشہور مشہور

شہروں کے حالات بھی بالتفصیل لکھے ہیں جس میں صوبہ بہار کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ جگہ جگہ ہندوؤں کے بت کدوں کا بھی تذکرہ کیا ہے اور الہ آباد کے بارے میں بھی لکھا ہے۔

ایک جگہ حضرت سید غلام غوث رضوان اللہ علیہ کے ساتھ سکھوں کی گستاخی اور قلعہ میں قید کر دیے جانے کے بارے میں واقعات لکھے ہیں۔ لکھا ہے کہ جس وقت آپ قید میں تھے تو ان کے دو خاص مریدین ولی اللہ اور خلیفہ عبدالرسول نامی نے بتایا کہ انہیں خواب میں متعدد بار حضرت رسالت ماب ﷺ اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے سراحۃً اور کنایۃً فرمایا ہے کہ

"اکنوں اختیار بدست شما است ہر گاہ کہ خواہید از زندان بر آئید" (اب تمہارے ہاتھ میں اختیار ہے کہ جب چاہو قید خانہ سے باہر آ جاؤ) افغانوں کی نسل کے بارے میں بھی گفتگو کی ہے۔ گرونانک کے خلفاء کا تذکرہ کیا گیا ہے گروؤں کے تذکرے کے بعد تفصیل سے بندہ بیراگی کی فتوحات اور اس کے مظالم کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ اسی ہنگامے سے مصنف کے مورث اعلیٰ سید ابوالفرح محمد فاضل الدین الحسنی القادری رضوان اللہ علیہ بھی متاثر ہوئے اور بٹالہ چھوڑ کر انہیں سلطان پور جانا پڑا۔

تاریخ کے اس مخطوطے کی سب سے بڑی اور اہم خصوصیت یہ ہے کہ غالباً" یہ دنیا میں واحد نسخہ ہے جو دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری کے ریسرچ سیل میں موجود ہے۔ یہ مخطوط کتابی شکل کبھی بھی شائع نہیں ہوا ہے یہ نسخہ مصنف (حضرت سید احمد شاہ رضوان اللہ علیہ) کے فرزند حضرت سید حسین شاہ (رضوان اللہ علیہ) نے دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری کی نذر کیا تھا۔ اگرچہ کسی حد تک کرم خوردہ ہے تاہم قابل استفادہ ہے۔

اوراق۔ ۴۷۸' خط۔ نستعلیق

کاتب۔ رجب علی ولد سید حاجی شاہ ساکن بٹالہ ۱۵ شوال ۱۲۸۳ھ

وصال: حضرت سید احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بمقام بٹالہ شریف وفات پائی اور خانقاہ معلی دربار قادریہ فاضلیہ میں بمقام بٹالہ شریف مدفون ہوئے۔ وصال ۱۸۵۸ء کے لگ بھگ ہے۔

پروفیسر محمد اسلم لکھتے ہیں کہ میرے اندازے کے مطابق احمد شاہ رضوان اللہ علیہ نے ۱۸۳۴ء کے لگ بھگ ۴۵ سال کی عمر میں وفات پائی اور بٹالہ میں اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔

نوٹ: پروفیسر محمد اسلم کا اندازہ غلط ہے کیونکہ پروفیسر صاحب کی اپنی ہی تحریر کے مطابق سید احمد شاہ رضوان اللہ علیہ ۱۸۰۹ء میں بیس سال سے کم عمر میں مسند نشین ہوئے اور ۴۵ سال عمر مبارک پائی تو اس طرح ۱۸۵۴ء / ۱۸۵۵ء کے لگ بھگ وصال مبارک تقریباً" درست معلوم ہوتا ہے۔ جواہر تصوف کے مطابق آپ کا سالانہ عرس مبارک بمقام دربار قادریہ فاضلیہ' فیروز پور روڈ لاہور مورخہ ۷ شوال منعقد ہوتا ہے۔

خلفاء کرام: آپ کے فرزند اکبر حضرت سید حسین شاہ رضوان اللہ علیہ تھے جو آپ کے دست مبارک پر بیعت تھے لہٰذا آپ کے وصال کے بعد بمطابق موروثی روایت آپ منصب سجادگی پر فائز ہوئے۔

ماخذ: (۱) قرطاس التعارف (۲) الفاضل (۳) تذکرہ مشائخ قادریہ (۴) پروفیسر محمد اسلم۔ ماہنامہ برہان دہلی ستمبر ۱۹۷۸ء۔ (۵) پروفیسر محمد اسلم۔ چھماہی کھوج ۴ پنجاب یونیورسٹی۔ (۶) قلمی نسخہ جناب احسان اللہ خاں دانش قادری فاضلی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ۔ (۷) عبرت نامہ مفتی علی الدین مطبوعہ لاہور۔ (۸) مقدمہ رمز العشق از ڈاکٹر گوہر نوشاہی مرتبہ مجلس ترقی ادب لاہور (۹) احوال ملک ہند و ملوک آل (بزبان فارسی مخطوطہ) سید احمد شاہ قادری فاضلی رضوان اللہ علیہ (۱۰) فہرست مخطوطات (عربی و فارسی) جلد سوم مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور

۳۸۔ حضرت سید حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین ششم

ولادت: آپ حضرت سید احمد شاہ صاحب رضوان اللہ علیہ کے فرزند اکبر تھے۔ آپ کی تاریخ ولادت باسعادت نہ معلوم ہو سکی۔ تقریباً" سن ۱۲۵۸ھ' ۱۸۴۸ء میں آپ کی ولادت مبارک ہوئی۔

بیعت و خلافت: آپ اپنے والد ماجد حضرت سید احمد شاہ رضوان اللہ علیہ کے

دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف میں منسلک ہوئے تھے۔

آپ جناب حضرت قبلہ سید احمد شاہ رضوان اللہ علیہ کے فرزند اکبر تھے۔ لیکن آپ سے سجادہ نشینی کے منصب پر فائز ہونے کا قدرت نے اس وقت مطالبہ کیا جبکہ آپ بعمر دس سال تھے چنانچہ اپ کو صغر سنی میں ہی یہ جلیل القدر منصب ملا۔ اور پھر اس کا بوجھ جس ہمیت اور ہمت سے برداشت فرمایا اس کی یاد تاریخ کے اوراق سے کبھی محو نہیں ہو سکے گی۔ آپ ظاہری علوم کی تعلیم کماحقہ' حاصل نہیں کر سکتے تھے لیکن ذکاوت وجودت کے اعتبار سے وہی شخصیت رکھتے تھے جو کہ آپ کے خاندان میں دو اڑھائی صد سال سے ابا" عن جد چلی آ رہی تھی۔

پروفیسر محمد اسلم لکھدا اے کہ "سید احمد شاہ دے مرن دے بعد اوہدا پتر سید محمد حسین گدی اتے بیٹھا ۱۹۴۷ء تک ایہہ گدی بٹالے وچ موجود رہی تے ایہدے بعد سجادہ نشین سید نذر محی الدین لاہور آ گئے۔ ہن اوہناں دے وڈے پتر سید بدر محی الدین سجادہ نشین نیں۔"

نوٹ: محمد حسین کی بجائے مکمل نام سید حسین شاہ رضوان اللہ علیہ پڑھیں۔ مزید ان کے فرزند اکبر و سجادہ نشین حضرت سید حافظ ظہور الحسین شاہ رضوان اللہ علیہ کا اسم مبارک بھی پروفیسر اسلم صاحب نے چھوڑ دیا ہے۔ جبکہ ان کے بعد فرزند اکبر و سجادہ نشین حضرت سید نذر محی الدین شاہ رضوان اللہ ہیں)

فضائل و شمائل: آپ عالی بتار' نیر قدسیاں' ترجماں و اصلان عارفان' کلید اسرار طریقت قادریہ آں منت عظیم کہ حق برجہان نہاد تھے۔ آپ بڑے عابد مرتاض سجدہ گزار تھے۔ اوائل عمر ہی سے عبادات میں استغراق آپ کے اخلاق پر عمیق اثر کر چکا تھا۔ واسجد واقترب آیت کریمہ۔ سجدہ کر اور قرب الٰہی حاصل کر لے پر آپ نے سرتاپا عمل کیا کئی لاکھ نوع کے نوافل اور بیشمار سجدے آپ نے اپنی زندگی میں ادا کئے۔ درود شریف تزکیہ و تصفیہ کتنی تعداد میں آپ نے ورد زبان فرمایا اس کا اندازہ لگانا کسی طریق سے بھی ممکن نہیں ہے۔ جہاں کہیں بھی جس وقت بھی تشریف فرما ہوتے' سجدہ ریزی اور عبادت گزاری کا اہتمام وہاں ضرور کیا جاتا

بلکہ یہاں تک مشہور تھا کہ آپ ضلع کے جلیل القدر ملکی تمدنی اعتبارات سے رئیس بھی تھے۔ اس لئے ایک تقریب شادی پر مدعو تھے۔ یہ تقریب علاقہ کے اس ہندو رئیس کے ہاں منعقد ہوئی جن کی ملکی تمدنی اعتبار سے دنیوی سرفرازی بہت ہی عروج پر تھی۔ جناب حضرت سید حسین شاہ رضوان اللہ علیہ سے اس رئیس کو عقیدت تھی اس لئے آپ تقریب پر تشریف لے گئے مگر عصر کا وقت آ پہنچا تو حضرت ممدوح نے نماز کے لئے فراغت طلب کی۔ اس ہندو رئیس کے مکان سے ملحق رفیع الشان عمارت مندر کی تھی۔ یہ مندر ہندو رئیس مذکور کے ہی زیر انتظام میں تھا۔ ہندو رئیس مذکور نے عرض کیا کہ اس وقت آپ یہاں مندر کے صحن میں ہی نماز ادا فرمالیں۔ چنانچہ قالین کا مصلی وہاں بچھایا گیا اور حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے نماز ادا فرمائی اور چند منٹ کا التوا بھی برداشت نہیں فرمایا۔ ماحصل اس بیان کا یہ ہے کہ حضرت سید حسین شاہ رضوان اللہ سجادہ نشین بھی تھے اور سجاد بھی تھے اور تادم وفات آپ کے دل و دماغ پر حضرت اعلیٰ رضوان اللہ علیہ کا یہ سجع درخشاں رہا ہے۔

بندہ از بندگی شود فاضل

چنانچہ وفات سے کچھ وقت پیشتر بستر علالت پر آپ درود شریف خیرات القادر تصنیف حضرت اعلیٰ رضوان اللہ علیہ کا ورد فرمار ہے تھے اور اسی حالت میں وفات فرما گئے۔ آپ صاحب کرامات و خوارق تھے۔ آپ نے تبلیغی دورہ بکثرت فرمایا۔ آپ کے دست مبارک پر ہزاروں نفوس بیعت کر کے سلسلہ قادریہ فاضلیہ میں منسلک ہوئے۔ آپ مدرسہ قادریہ فاضلیہ کا اہتمام بڑی سرگرمی اور شدت شوق سے انصرام فرماتے رہے حالانکہ بوجہ آشوب نوائب آپ کی اپنی تحصیل علوم تشنہ تکمیل ہی رہی تھی۔ آپ نے مدرسہ قادریہ فاضلیہ کے انتظام اور فروغ کو اپنے جوہر عقیدہ میں شامل کیا ہوا اور آپ اس پر دائم المتابعۃ تھے اور کبھی بھی تمام زندگی میں اس سے انحراف نہیں فرمایا بلکہ اس مدرسہ کے علاوہ ایک سکول مروجہ تعلیم اردو حساب انگریزی کے لئے آپ نے بٹالہ شریف ہی میں دربار قادریہ فاضلیہ سے دو فرلانگ کے فاصلے پر جاری فرمایا جو کچھ عرصہ کے بعد حکام کے انتظام میں دے دیا تھا۔ دربار عالیہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف کو آپ کے طفیل بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ غیر مسلم بھی اس سلسلے عالیہ کی سجادگی کی نسبت سے آپ کا بے حد

احترام کرتے اور اپنی تقریبات میں آپ کو باصرار مدعو کرتے۔ آپ بھی ان کی خوشی اور غمی میں شریک ہوتے اور ان سے سلوک فرماتے۔ مگر اس دوران بھی اپنے معمولات میں حرج نہ آنے دیتے۔

کیپٹن احسان اللہ خاں دانش قادری فاضلی لکھتے ہیں کہ آپ کے دست حق پرست پر بہت سے غیر مسلم اسلام لائے۔ حضرت سید حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب کرامات و خوارق تھے۔ لوگ دور دور سے اپنی حاجات روائی کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے چنانچہ ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے آپ سے بیعت کر کے سلسلہ عالیہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف میں داخل ہونے کا شرف حاصل کیا۔ آپ نے بدلتے ہوئے حالات کے پیش نظر مدرسہ قادریہ فاضلیہ کی توسیع و فروغ کے ساتھ ساتھ بٹالہ شریف میں دربار عالیہ سے کچھ فاصلے پر ایک انگریزی سکول کا بھی اجرا فرمایا تاکہ مسلمان بچے نئی تعلیم بھی حاصل کر سکیں اور غیر مسلموں سے پیچھے نہ رہیں۔ حضرت سید حسین شاہ رضوان اللہ علیہ اپنے خاندانی پس منظر اور ذاتی مجد و شرف کی بنا پر حکومت کی نظروں میں معزز اور محترم تھے۔ اور سرکاری اعزازات و خطابات سے دور رہنے کے باوجود تقریبات میں آپ کی پذیرائی کی جاتی تھی۔

الفاضل میں لکھا ہے کہ آپ کا میدان عمل دنیاوی مصروفیات کے علاوہ حجرہ عبادت بھی تھا۔ آپ بڑے عابد مرتاض بزرگان سے شمار ہوتے ہیں۔ اور آپ نے ہر وقت کے لئے ورد شغل علیحدہ علیحدہ مقرر فرما رکھا تھا۔ مسجد' خانقاہ' دربار' خلوت خانہ' حجرہ' باغ' استراحت خانہ مقامات تھے۔ جن پر آپ شبانہ روز میں کچھ وقت سیر فرماتے اور ان میں سے ہر مقام پر ایک تسبیح و مصلی رکھا ہوتا۔ جو کہ خادم آپ کی خدمت میں پیش کرتا جبکہ آپ تشریف لے جاتے اور مقررہ عبادت اس مقام پر ادا فرمانے کے بعد تسبیح و مصلی خادم کے حوالہ فرما دیتے۔ عبادت کا یہ ذوق و انہماک آخر لمحہ حیات تک قائم رہا۔ جو بھی مرید آپ کی شمع ہدایت سے مستفید ہوئے ان سے اکثر لوگ ہمہ تن عبادت میں لگے رہتے "بندہ از بندگی شود فاضل" کا زریں اصول آپ کے اور آپ کے معتقدین کے پیش نظر رہا۔ چنانچہ دربار میں شبانہ یوم میں کئی لاکھ دفعہ درود شریف پڑھا جاتا۔ کئی ہزار رکعتیں ادا ہوتیں۔ مہینہ میں کئی دفعہ ختم قرآن ہوتا۔ آپ نے جتنی عبادت فرمائی اور جس قدر آپ

حلقہ بگوشاں سے عبادت کرائی اس کی مثال بہت مشکل سے ملے گی۔ آپ سجادہ نشین تھے اور سجاد بھی' تدریسی کام خود سرانجام نہیں فرما سکے۔ لیکن دربار میں درس کا اعلیٰ انتظام موجود تھا۔ آپ لنگر' املاک زرعی و جائیداد سکنی کا انتظام کرنے میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔ آپ کا مضبوط جسم اور بارعب صورت تھی۔ جرات شجاعت میں صاحب کمال تھے۔ اور تحمل عفو درگزر' نرمی' ملاطف کے باوجود اپ کے جلال سے لوگوں کے دلوں پر ہیبت طاری رہتی تھی۔ آپ کا روحانی فضل و کمال نہ صرف مسلمانوں کی نظر میں ممتاز تھا بلکہ غیر مسلم بھی آپ کو صاحب روحانیت سمجھتے تھے۔

خوارق عادات: آپ کی روحانی منزلت کی نسبت ایک واقعہ مشہور ہے۔ آپ جس خاندان کے چشم و چراغ تھے وہ صدیوں سے علم و عمل کا مجمع البحرین چلا آتا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ میں تو خدا نے سن رشد سے قبل ہی کمالات روحانیہ کے اعتبار سے وہ استعداد ودیعت کر رکھی تھی جو کہ سلسلہ روحانیت کی قیادت کے منصب کے لئے مخصوص ہے۔ آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ ضلع گجرات کے ایک مرید کے پاس جنہیں تقرب الٰہی سے کافی حصہ دربار فاضلیہ کے ذریعے مل چکا تھا۔ چند آدمی اس غرض سے گئے کہ ان کے ساتھ بٹالہ چلیں اور حضرت حسین شاہ رضوان اللہ علیہ کی زیارت کریں۔ آپ ان دنوں ابھی سجادہ نشینی کی مسند پر بیٹھے ہی تھے اور بالکل چھوٹی عمر تھی۔ اس مرید باصفا نے پہلے تو کہا بہت اچھا چلتے ہیں زیارت ہو جائے گی۔ لیکن دوسرے روز ارادہ تبدیل کر لیا اور ان لوگوں سے کہہ دیا کہ وہاں جائیں کیونکر؟ جو صاحب کمال تھے وہ تو وصال پا گئے' اب ان کے صاجزادے ہیں جو کہ سجادہ نشین ہوئے ہیں اور وہ ابھی بچے ہیں۔ ان سے کسی کو کیا فیض ملے گا۔" اسی شب اس صوفی نے عالم رویا میں دیکھا کہ دربار سرکار دو عالم ﷺ قائم ہے اور وہ صوفی دربار میں داخل ہونا چاہتے تھے لیکن سید حسین شاہ سجادہ نشین دربار فاضلیہ کی اجازت داخلہ کے لئے ضروری محسوس ہوتی ہے اور حضرت سید حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اجازت کیونکر دوں' میں تو ابھی بچہ ہوں۔ سن رشد کو بھی نہیں پہنچا۔ نیک مرد کی بے تابی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا اور ادھر ممانعت پر اصرار ہو رہا تھا۔ آخر اسی کشمکش میں عالم رویا ختم ہوا۔ صبح ہوئی'

صوفی موصوف نے ان احباب کو جمع کیا جنہیں وہ پیشتر انکار کر چکے تھے اور ماجرا سنایا اور کہا کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے کہ میں نے اس پایہ کے صاحبزادہ پر حرف رکھا۔ چنانچہ وہ بزرگ اپنے قافلہ کو لیکر بٹالہ پہنچے اور حضرت موصوف سے عفور درگزر کے لئے التجا کی۔

وصال: آپ کی وفات ۱۲۹۴ھ میں وقوع پذیر ہوئی اور آپ خانقاہ معلی دربار قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف میں مدفون ہوئے۔ الفاضل میں لکھا ہے کہ آپ بستر علالت پر کچھ عرصہ بمقام کسوکی ضلع گجرات بیمار رہے۔ اور اس علالت میں انتقال فرما گئے۔ انتقال سے چند منٹ پیشتر خیرات القادر (درود شریف) مرتبہ مورث اعلیٰ ابوالفرح سید محمد فاضل الدین رضوان اللہ علیہ پڑھ رہے تھے۔ کتاب سینہ پر رکھی تھی۔ زبان کی طاقت گویائی کمزور ہو چکی تھی۔ متعلقین و وابستگان پیکر غم بنے ہوئے کھڑے تھے۔ لیکن وہ مرد خدا انگشت کے اشارے سے کتاب موصوف پر درود کا ورد فرماتے رہے۔ اس صورت میں روح اطہر پرواز فرما گئی۔ مورخہ ۲۶ ذ۔عقدہ ۱۲۸۹ھ کو بمقام کسوکی ضلع گجرات میں آپ کا وصال ہوا اور آپ کو بمقام بٹالہ آپ کے خاندان کی خانقاہ میں دفن کیا گیا۔

جواہر تصوف کے مطابق آپ کا سالانہ عرس دربار قادریہ فاضلیہ (بٹالہ شریف) فیروز پور روڈ لاہور مورخہ ۲۶ ذ۔عقدہ کو منعقد ہوتا ہے۔

خلفاء کرام: جناب حضرت سید حسین شاہ رضوان اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کے فرزند اکبر حضرت حافظ سید ظہور الحسین رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشینی کے منصب مقدس پر فائز ہوئے۔

ماخذ: (۱) قرطاس التعارف (۲) تذکرہ مشائخ قادریہ (۳) الفاضل (۴) پروفیسر محمد اسلم۔ ماہنامہ برہان دہلی ستمبر ۱۹۷۸ء (۵) قلمی نسخہ جناب احسان اللہ خان دانش قادری فاضلی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ (۶) پروفیسر محمد اسلم۔ چھماہی کھوج ۴۔ پنجاب یونیورسٹی (۷) جواہر تصوف

۳۹۔ حضرت سید حافظ ظہور الحسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(سجادہ نشین ہفتم)

ولادت: آپ کی عمر جس وقت کہ آپ مسند آرا ہوئے تقریباً انیس سال کی تھی۔ یہ واقعہ ۱۲۸۹ھ کا ہے۔

درج بالا تاریخ کو مدنظر رکھا جائے تو اندازاً" آپ کی ولادت کا سن ۱۲۷۰ھ ہجری بنتا ہے۔ (واللہ اعلم) آپ حضرت سید حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند کلاں تھے آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال جبکہ آپ چار سال کی عمر میں تھے وقوع میں آگیا۔

تعلیم و تربیت: آپ نے قرآن حکیم حفظ فرمایا۔ علوم ظاہری میں ان علمائے کبار سے اکتساب فرما ہوئے جو کہ اس زمانہ میں فنون و علوم عربیہ میں بحرزخار تھے۔ اور آپ بھی زمانے میں علوم ظاہری کے افق پر سورج بن کر چکے۔ وہ سورج جو کسوف (سورج گرھن) سے منزہ تھا ..... آپ نے قرآن حکیم کو حفظ کیا تھا۔ اس لئے متحقق یہ ہو گیا تھا کہ آپ کو قرآن سے ربط منفرد حاصل تھا اور قرآن میں آپ نے اپنے لئے نور' ہدایت' ضیاء و شفاء' رحمت ذکر' حب الہیٰ' عشق رسول ﷺ اور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے باوفا محبت کے کمالات کا وسیلہ جلوہ گر پایا۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ قادریہ فاضلیہ میں حاصل کی۔ کچھ عرصہ آپ امرتسر میں بھی علم حاصل کرتے رہے۔ اس کے بعد تکونڈی میں عالم کامل مولانا محمد عبداللہ مرحوم و مغفور جو کہ اس زمانہ میں منقول اور معقول میں عالم متجر تھے ان کی خدمت میں کچھ رہ کر منطق' فقہ' تفسیر اور حدیث سے فارغ التحصیل ہوئے۔ یہاں یہ درج کر دینا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ آپ کی عمر جس وقت سات سال کی ہوئی تو آپ کی بینائی بالکل جاتی رہی لیکن آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ دوران علم میں آپ دیگر طالب علموں کی بہ نسبت اساتذہ کو بدر جہا زیادہ اطمینان دیا کرتے تھے حالانکہ دوسرے طالب علم کتابوں کو اپنی آنکھوں سے پڑھتے تھے۔ عبادت و ریاضت میں اس حد تک مگن ہوئے کہ صاحب

اسرار ہوگئے۔ بچپن ہی میں ظاہری نظر جاتی رہی تھی لیکن اللہ نے حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے طفیل بے پناہ چشم بصیرت سے نوازا تھا پہلے دن کا چاند لوگوں کو اشارہ سے بتایا کرتے تھے۔ اور یہ بھی آپ کے خوراق میں سے ہے کہ کتاب کے کسی حصہ پر ہاتھ رکھ کر بتاتے کہ یہ کس موضوع پر ہے یا اس میں کیا لکھا ہے۔

بیعت و خلافت: بیعت اپنے والد محترم حضرت سید حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر کرکے سلسلہ قادریہ فاضلیہ سے منسلک ہوئے۔ ریاضت و عبادت میں اس حد تک استغراق فرمایا کہ قرآن حکیم آیات اور احادیث نبوی کے اسرار باوجود پہنائی اور وسعت کے آپ پر مکشوف بایں حد ہوگئے کہ آپ کی ظاہری آنکھوں کی بصارت تو بچپن ہی سے ضائع ہو چکی تھی مگر آپ کی روح کی آنکھوں نے بذات خود مستقل چشم بصارت و بصیر کی حیثیت اختیار کرلی تھی۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے اپنے آباو اجداد کی روایات کے مطابق اپنے والد کے ہاتھ پر سلسلہ قادریہ میں بیعت کی اوران علوم باطنی کے حاصل کرنے میں مصروف ہوئے جو کہ سینہ بہ سینہ ان کے والد کو مل چکا تھا۔ آپ کی عمر جس وقت کی آپ مسند آرا ہوئے تقریبا انیس ۱۹ سال کی تھی۔ یہ واقعہ ۱۲۸۹ء کا ہے۔

جناب حضرت سید حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کے فرزند اکبر حضرت حافظ سید ظہور الحسین رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشینی کے منصب مقدس پر فائز ہوئے اور مریدین کے لئے سلسلہ روحانی دربار قادریہ فاضلیہ (بٹالہ شریف) کے لئے روح استحکام ثابت ہوئے۔

فضائل: سیدی و مرشدی سید بدر محی الدین تحریر فرماتے ہیں کہ آپ نیر علم و عرفان' نور قدسیاں فقر۔ خاقان انوار حقیقت اور سلطان اقلیم معرفت تھے آپ سے جو کرامات رونما ہوتی رہی تھیں وہ اس حقیقت کی سند ہیں کہ آپ کے قلب و چشم' بصیرت و بصارت سے آپ کے ہاتھ سے' آپ کی زبان سے' آپ کے چلنے پھرنے' اٹھنے بیٹھنے سے نور کا چشمہ ابل رہا تھا۔ آپ اپنے عملہ درویشاں سے تعویذ لکھوا کر سائلوں کو عنایت فرماتے تھے مگر ایک خاص قسم کے حالات میں ان سے تعویذات لکھوا کر ان تعویذات پر اپنی مہر ثبت فرماتے تھے۔ اور جب تک وہ مہر ثبت نہیں

ہوتی تھی وہ تعویذات تمن و فیض کے لئے موثر نہیں ہوتے تھے آپ احیاناً" کبھی کبھی وعظ تقریر فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی تقریر تصوف و تفسیر فقہ و حدیث کے معارف و نکات کی توقیر و کثرت اس حد تک پہنچ جاتی تھی کہ عشاء کے وقت تقریر شروع ہوئی تو بمشکل تہجد کے وقت ختم ہو سکی۔ گھنٹوں یہ تقریر جاری رہی۔ بڑے بڑے زعماء' علماء اور فصحاء آپ کی تقریر نہایت اشتیاق سے سن کر مستفیض ہوتے تھے۔ آپ کی کرامات معنوی اور کرامات حسی بکثرت موجود ہیں...... اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ حضرت حافظ سید ظہور الحسین رضوان اللہ علیہ سجادہ نشین ہفتم نے اپنے فقر کے تاج و سریر و سپاہ کے اعوان و اعیان سے مریدوں کی خوب امداد فرمائی اور دربار فاضلیہ کو بہت مستحکم فرمایا۔

..... حضرت جد امجد سید ظہور الحسین قادری رضوان اللہ علیہ مدرسہ قادریہ فاضلیہ کے اہتمام میں آپ کے تلطفات و تفقیات بیکراں تھے۔ اور اس اہتمام میں نہایت قوی الارادہ اور بلند ہمت تھے۔ یہاں تک آپ نے اپنے مرض الموت میں دوپہر کے وقت چند لمحات پیشتر از وفات حضرت مرشدی و مولائی والدم ﷺ حضرت سید نذر محی الدین رضوان اللہ علیہ کو ارشاد فرمایا لنگر کی تقسیم جلد کرا دو اس سے یہ مقصود تھا کہ اگر کھانا جلدی تقسیم نہ کیا گیا تو آپ کی وفات سے جو کہ بموجب آپ کے علم کے جلدی ہونے والی تھی آپ کے مدرسہ کے طلباء درویشان کو کھانا ملنے میں دیر اور تاخیر ہو جائے گی اور آپ کو یہ منظور نہ تھا کہ طلباء اور درویشان کو یہ تکلیف ہو۔ دربار قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف میں روایات قدیمی کے مطابق حضرت غوث اعظم ﷺ کا سلانہ عرس مقدس ہر سال بڑی شان و شوکت سے ادا فرماتے تھے..... آپ نے اپنے باغات اراضی اور مکانات وغیرہ کا انتظام خوش تدبیری اور تثبیت عزم کے ساتھ سرانجام دیا۔ دربار میں بالا خانہ کی نہایت پختہ اور خوبصورت عمارت آپ ہی نے زر کثیر سے تیار کروائی تھی۔ آپ کے زمانہ سجادہ نشینی میں ہزاروں لوگوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ آپ کی بے شمار کرامات ہیں۔ نہایت بلند ہمت انسان تھے۔ لنگر کا انتظام نہایت اہتمام سے کرتے تھے۔ ہمیشہ پالکی میں سوار ہو کر دورہ تبلیغ کرتے تھے۔ دربار میں بالا خانے کی نہایت پختہ اور خوب صورت عمارت آپ نے ہی بنوائی تھی۔ لاہور تشریف لاتے تھے.....

حضرت علامہ خواجہ نواب الدین رمداسی چشتی قادری نے دینی و روحانی علوم کے لئے بٹالہ شریف میں حضرت علامہ حافظ سید ظہور الحسین گیلانی رضوان اللہ علیہ سے استفادہ حاصل کیا تھا آپ بہت اچھے شاعر تھے اردو فارسی زبانوں میں آپ کا انتہائی عمدہ کلام جواہر تصوف مرتبہ دربار قادریہ فاضلیہ میں موجود ہے۔

القاضل میں لکھا ہے کہ

سجادہ نشینی کی اہم ذمہ داریاں اور آپ کا بظاہر آنکھوں سے معذور ہونا مشکلات کا مجموعہ تھا...... اس وقت دربار فاضلیہ کی انتظامی حالت نہایت مخدوش ہو چکی تھی...... حاسدین نے ان کو تکالیف بڑھانے کی کوشش بھی شروع کر دی لیکن آپ کی زندگی کے سوانح سے بالکل بظاہر ہو جاتا ہے کہ خدا نے آپ کو دربار کے حالات کو مستحکم اور مشید بنانے کے لئے پیدا کیا تھا۔ آپ کی جید طبع۔ مضبوط حافظہ۔ جگرداری۔ تبحر علم۔ ذکاوت اور وہ مُمنات جو کہ خدا نے آپ کو روحانی جہت سے عطا کر رکھی تھیں آپ کے لئے نہایت صریح ثابت ہوئیں۔ جس سے آپ نے دربار کی پریشانی حالت کو از سر نو تازگی و رونق اور فروغ دیدیا اور یہ کہنا مبالغہ نہیں ہے کہ ایسے وقت میں جبکہ آپ پر مصیبتیں ہر طرف سے منڈلا رہی تھیں آپ کا وجود باجود دربار کے لئے ملائک پا ثابت ہوا۔..... آپ کی زندگی کا ایک نمایاں پہلو یہ تھا کہ باوجود ظاہری بصارت کی معذوری کے آپ دور دراز مقامات کے سفر کو بھی نہایت خوشی سے فرماتے خواہ وہ سفر بحری ہو یا بری۔ میدان کا ہو یا کہسار کا چنانچہ پنجاب کے مختلف اضلاع میں آپ نے بذریعہ پالکی سفر کیا۔ اس پالکی کو معتقدین اٹھایا کرتے۔ اس کے آگے ذکر کرنے والوں کا گروہ ہوتا تھا جو کہ با آواز بلند ذکر اللہ کئے جایا کرتے تھے..... مصروفیتوں کے باوجود آپ تدریس کے شغف کو بھی مد نظر رکھتے تھے۔ ایک دو آدمی سفر و حضر میں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہوتے تھے جنہیں آپ درسی کتابیں فقہ' منطق وغیرہ پڑھایا کرتے تھے آپ زہد و ریاضت میں اسلاف کے اسلوب پر چلتے تھے اور اس ریاضت کی وجہ سے آپ کے کھانے سونے وغیرہ اوقات میں بالعموم عدم مواظبت پیدا ہو جاتی تھی..... آپ کا عزم سفر اس قدر بلند مرتبہ تھا کہ آپ باوجود اپنی معذوری کے ان دنوں جبکہ سفر زمانہ حال کی آسائشوں سے بالکل محروم تھا بغداد شریف تشریف لے گئے اور زیارت دربار غوثیہ سے

مشرف ہوئے.....

آپ کے خوارق و کرامات اگر تمام باضبط تحریر میں لائے جائیں تو دفاتر درکار ہوں گے۔ کیونکہ عرصہ ستائیس ۲۷ سال میں شاید کوئی دن ہو گا جس دن آپ کے ہاتھوں آپ کو مقبولیت بارگاہ ایزد سے نشانات ظاہر نہ ہوئے ہوں۔

تبلیغی دورے: آپ نے تبلیغ طریقت قادریہ فاضلیہ کے لئے کئی بار مختلف اکناف ملک میں دورہ فرمایا اور آپ ہمیشہ پالکی میں دورہ فرماتے تھے جو کہ ان دنوں بڑی عزت و توقیر کی سواری تصور ہوتی تھی۔ پھر آپ نے تخت رواں کی سواری دواسپہ گاڑی تیار کرائی اور اس میں سفر فرمایا کرتے تھے۔ پالکی کے اٹھانے کے لئے لوگوں کا اتنا ہجوم جمع ہو جاتا تھا کہ ان میں سے پالکی اٹھانے والے متوغین کا انتخاب بہت مشکل ہو جاتا تھا۔ کیونکہ حقیقت الامر یہ ہے کہ جو کوئی آپ کی پالکی اپنے کندھوں پر رکھتا تھا وہ اپنے مقصد میں مظفراور کامیاب ہو جاتا تھا۔ اس لئے ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ پالکی اٹھائے اور مراد پائے..... سنگلاخ و راہ گزاروں اور نشیب و فراز راہوں' میدانوں اور کوہساروں کا سفر آپ کی ہمت اور استقلال کے لئے سنگ راہ نہیں ہو سکا۔ اور آپ نے ان مہمات سفر میں کئی بار لوگوں کو حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی نوازشات پر ناز کرتے ہوئے فرمایا۔ جس وقت میری دعائیں مریدوں کے لئے عنایت سبحانی اور اعانت ربانی منعطف کرانے سے قاصر ہو جائیں گی یعنی جب میری دعائیں منقطع الاستجابت ہو جائیں گی تو میں خود اپنے آپ کو مریدوں سے منقطع کر لوں گا۔ آپ کا مطلب یہ تھا کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ مریدوں کو حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ مایوس فرمائیں۔ وہ ضرور دستگیری فرمائیں گے آپ کے زمانہ سجادگی میں ہزاروں لوگوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ آپ نے کئی کئی مہینے ریاست جموں و ضلع گجرات کا دورہ کیا پالکی میں آپ دورہ کرتے رہے جو کہ اچھی خاصی جماعت کے کندھوں پر ہوتی تھی۔ کیونکہ آپ کا جسم' آپ کا قد و قامت نہایت شہ زور آدمیوں کا سا تھا۔ اور دوسرے وجہ یہ بھی تھی اکثر لوگ حصول سعادت کے لئے بھی اس پالکی کو اٹھانے میں شرکت کرتے تھے۔ آپ کی پالکی کے ساتھ بیس پچیس آدمی اعلیٰ اعلیٰ گھوڑوں پر سوار ہوتے تھے۔ اور اس سے کہیں زیادہ تعداد میں پیدل لوگ آپ کے ہمرکاب ہوتے تھے۔ قافلہ کا اسباب متاع جو کہ

کئی خیموں- کتابوں کے صندوقوں اور ہچو حشل ضروری سامان پر مشتمل ہوتا تھا- اونٹوں کی قطار پر لدا ہوا ہوتا تھا- دیکھنے والوں کے دلوں پر اس کی شوکت کی وہ ہیبت ہوتی تھی کہ جیسے کوئی صاحب جلال حاکم جس کو قدرت نے ید بیضا سے موید کیا ہو سیر کے لئے نکلا ہو- آپ کے ساتھ جو ہمسفر ہوتے تھے وہ بٹالے سے نہیں بلکہ جس علاقہ میں آپ دورہ پر تشریف لے جاتے وہاں ہی سے آپ کے ساتھ شامل ہو جاتے تھے- چند دن آپ کے ساتھ قیام کرتے اور پھر وہ جب رخصت ہو جاتے تو ان کی جگہ اور رضاکار سعادت مند شمولیت حاصل کرتے' ان میں علماء بھی ہوتے- زعماء بھی تھے' دنیا کے اہل تعزز و تمول بھی تھے بعض بالکل ان پڑھ سادہ مزاج اور مجذوب بھی ہوتے تھے- جہاں کہیں بھی قیام ہوتا خیمے نصب ہو جاتے اور یہ لشکر چھوٹی سی بستی کی صورت میں رونق افروز ہو جاتا تھا- کچھ دن قیام رہتا- علماء میں سے بعض وعظ و لیکچر میں مصروف ہو جاتے- تمام اپنے مشاغل و اذکار میں مشغول اور حضور خود لوگوں کو داخل طریقت کرنے میں لگ جاتے- دن بھر یہ کام جاری رہتا- رات کو "فذا فرغت فانصب" پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اب ریاضت میں مصروف ہو جاتے- یہی پروگرام مہینوں جاری رہتا- اور پھر کچھ وقت کے لئے دربار واپسی ہوتی- یہی دستور العمل متواتر ستائیس ۲۷ سال آپ کا معمول رہا- اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ صرف ان معتقدین کی محبت میں نئی روح پھونک دی گئی جو کہ آپ کے والد ماجد اور جد امجد کے ہاتھوں بیعت کر چکے تھے بلکہ ان کے علاوہ ہزارہا مرد مان جو کہ دربار فاضلیہ کے حالات سے بالکل نا آشنا تھے پنجاب کے مختلف اضلاع خصوصاً" گجرات' گوجرانوالہ' ہوشیار پور- گورداسپور' سیالکوٹ' جالندھر اور ریاست جموں و کشمیر سے آکر داخل سلسلہ فاضلیہ ہوئے- اس میں شبہ نہیں کہ آپ نے اس خاندان اور دربار کی تاریخ میں اپنا نام نہایت روشن کیا ہے- کیونکہ آپ کی خوبیاں اس خاندان اور دربار کی جگمگاہٹ کا ذریعہ ثابت ہوئیں..... آپ کی اس پالکی کو میدان کے وسیع راستوں پر ہی نہیں بلکہ علاقہ جموں و کشمیر کی دشوار گزار گھاٹیوں پر بھی آپ کے بہادر مخلص احباب طریقت علی علی کرتے ہوئے اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے اٹھائے لئے جاتے تھے جبکہ آپ تبلیغ کی خاطر علاقہ جات میں عزم سفر کیا کرتے تھے.....

آپ کی زندگی کا ایک نمایاں پہلو یہ تھا کہ باوجود ظاہری بصارت کی معذوری کے آپ دور دراز مقامات کے سفر کو بھی نہایت خوشی سے فرماتے خواہ وہ سفر بحری ہو یا بری۔ میدان کا ہو یا کہسار کا' ان دنوں جب کہ سفر زمانہ حال کی آسائشوں سے بالکل محروم تھا۔ بغداد شریف تشریف لے گئے اور زیارت دربار غوثیہ سے مشرف ہوئے۔

پشاور میں تشریف آوری: آپ پشاور بھی تشریف لے گئے تھے۔ کسی فرنٹیر میل کے ذریعے نہیں بلکہ یہ سفر منزل بہ منزل بذریعہ پالکی طے ہوا تھا۔ آپ کی قوت عزم کے لئے پشاور آخری حد نہ تھی۔ بلکہ آپ نے کابل تشریف لے جانے کا ارادہ فرمالیا تھا لیکن بوجہ دربار کی مصروفیات کے آپ کو واپس تشریف لانا پڑا پشاور میں کچھ عرصہ نور عرفان کی ضیاء پاشی ہوتی رہی۔ ان دنوں میاں سر فضل حسین مرحوم کے والد ماجد خان صاحب میاں حسین بخش خاں صاحب مرحوم پشاور میں عہدہ جلیلہ پر فائز تھے۔ ان کے ہاں ایک دعوت ہوئی پھر متواتر دو ماہ یہ آفتاب فضل و فضیلت جناب غوثیہ کا مبلغ خاندان فاضلیہ کا مسند آرا پشاور میں اسلام کے فیضان سے خلائق کو مستفید کرتا رہا۔ اور ہر روز آپ کا اور آپ کے قافلے کا کھانا نئے میزبان کے ہاں ہوتا۔...... حضرت سید غلام قادر شاہ رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین دوم کے زمانہ میں پشاور کے علاقہ میں تعلقات طریقت پیدا ہوئے تھے اس کے بعد حضرت سید ظہور الحسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ان تعلقات کو تازہ کیا اور حلقہ ارشاد کو توسیع دی اور سینکڑوں آدمیوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی..... مولوی کرم الہی صاحب مرحوم گجراتی جو کہ "بہادران اسلام" و ہمچو قسم تاریخی کتابوں کے مصنف ہوئے ہیں ایک قلمی نوٹ میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ آنجناب کی خدمت میں چند علماء جبکہ آپ پشاور کا دورہ فرما رہے تھے حاضر ہوئے تاکہ ایک مسئلہ شرعی نقطہ نگاہ سے دریافت کریں۔ کیونکہ آپ کی فضیلت کا شہرہ عام ہو چکا تھا۔ حضرت موصوف نے مولوی کریم بخش اور مولوی کرم الہی صاحبان کو شامی جو کہ فقہ کی ایک مستند کتاب ہے حوالہ کی اور فرمایا فلاں باب نکالو اور عبارت متعلقہ پڑھو۔ ہر دو صاحبان اس حکم کی تعمیل میں لگے رہے کچھ وقت گزر گیا۔ مگر باب مذکورہ نہ نکلا۔ آں ممدوح نے بڑے جوش سے کتاب ان سے پکڑ لی اور بسم اللہ پڑھ کر فوراً وہ جگہ نکال دی

جہانگہ عین وہ مطلوب مسئلہ مذکورہ تھا۔ آپ کا ظاہری بینائی سے معذور ہونا اور اس قسم کے افعال صادر کرنا یقیناً خوارق سے ہے۔ اس قسم کا واقعہ ایک دفعہ ایک عدالت میں جج کے روبرو بھی آپ کے ہاتھوں ظاہر ہوا۔ ایک دفعہ چند علماء کرام آپ کی خدمت میں آئے جبکہ آپ پشاور تعلیم مریدین کے لئے تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے آپ سے ایک فقہ کا مسئلہ پر گفتگو کی تو آپ نے اپنے موقف کی تائید میں شامی کا حوالہ دیا جو کہ فقہ کی مستند اور عظیم کتاب ہے۔ چنانچہ شامی کی کتاب منگوائی گئی اور آپ کی خدمت میں علماء کرام موجود تھے ان سے آپ نے مذکورہ مسئلہ فقہ شامی سے نکالنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ انہوں نے باب تو پیش کر دیا مگر مسئلہ موضوع اس کتاب میں علماء کو نہ مل سکا۔ تو آپ نے خود کتاب شامی اپنے دست مبارک میں پکڑی اور ایک ساعت میں اس کتاب سے ان سطور پر اپنی انگلیوں سے اشارہ فرما کر کہاں یہاں سے مسئلہ واضح ہو جاتا ہے علماء کرام نے دیکھا تو واقعی آپ کا ارشاد درست تھا۔ اسی کرامت کو دیکھ کر نہ صرف پشاور کے دیگر علماء کرام نے بلکہ پشاور کے قرب و جوار کے اکثر مسلمانوں نے اس کرامت کا حال سن کر آپ کے دیدار سے مشرف ہونے کا فخر حاصل کیا...... اس نوع کا ایک واقعہ ایک عدالتی کاروائی کے اثنا میں بمقام گورداسپور آپ کے دست مبارک سے ظہور پذیر ہوا جو کہ انگریز جج کے روبرو آپ کی کرامت کا آرائش عنوان ثابت ہوا تھا۔

کرامات: آپ کے خوارق و کرامات اگر تماماً ضبط تحریر میں لائے جائیں تو دفاتر درکار ہوں گے۔ کیونکہ عرصہ ستائیس ۲۷ سال میں شاید کوئی دن ہو گا جس دن آپ کے ہاتھوں مقبولیت بارگاہ ایزد سے نشانات ظاہر نہ ہوتے ہو..... آپ کا ظاہر بینائی سے معذور ہونا اور اس کے متعلق خوارق ظاہر کرنا صرف کتابوں تک ہی محدود نہیں بلکہ ایسے کئی واقعات آپ کی تاریخ میں ملتے ہیں کہ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو خدا کی جانب سے وہ نور حاصل تھا جس سے باوجود نابینا ہونے کے وہ اشیاء حقائق کو خوب دیکھ لیا کرتے تھے۔

آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ کی تجلیات فیض نے کثیر التعداد لوگوں کے قلوب کو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے سلسلہ قادریہ فانیہ کے وسیلہ سے قلب نبوی ﷺ سے مربوط کر دیا اور الفقر فخری (فقر میرا سرمایہ فخر

ہے) حدیث نبوی کی دل نوازیاں ان لوگوں کے لئے اس حد تک محبوب ہو گئیں کہ وہ لوگ مقربین بارگاہ الٰہی ہو گئے...... علاوہ ازیں اولاد کے لئے جو ترستے تھے ہزاروں کی تعداد میں تھے انہوں نے آپ ہی کی درگاہ سے تعویذ حاصل کئے اور بار آور ہوئے رزق ظاہری کے امور میں آپ کی طرف سے ہزاروں لوگ سائل وار آئے اور آپ کی دعاؤں سے ان کو اللہ تعالیٰ نے رزاقی کے جلوے دکھائے۔ ترقی عزو جاہ کے شائقین جوق در جوق آپ کی طرف رجوع کرتے' درحالیکہ وہ دنیوی اعتبار سے ان کا پایہ خس و خاشاک سے زیادہ نہ تھا مگر وہ بے سرد سامان' وہ بے ماحصلان آپ ہی کی دعاؤں سے شان و شوکت کے دم ساز ہو گئے اور سارے جہاں میں ان کے پایہ کی بلندی نظر آنے لگی..... چنانچہ آپ سے جو کرامات رونما ہوتی رہی تھیں وہ اس حقیقت کی سند ہیں کہ آپ کے قلب و چشم' بصیرت و بصارت سے آپ کے ہاتھ آپ کی زبانوں سے آپ کے چلنے پھرنے سے' اٹھنے بیٹھنے سے نور کا چشمہ ابل رہا ہے۔

چند ایک کرامات کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ سیدی و مرشدی حضرت سید بدر محی الدین تحریر فرماتے ہیں کہ کئی بار ایسا ہوا کہ امساک بارش کا زمانہ دراز ہو گیا اور علاقہ کے لوگ آپ کی خدمت میں نماز استقاء کے لے ملتجی ہوئے۔ مسلمانوں کے ساتھ نماز استقاء ادا فرمائی اور باران رحمت نے نہایت فیاضی سے خلائق کی مقصد برداری کر دی۔ ایک واقعہ اس ضمن میں بہت دلچسپ ہے جو کہ حضرت مرشدی و مولائی والدم (حضرت سید نذر محی الدین رحمتہ اللہ علیہ) نے کئی بار ذکر فرمایا تھا اور اس ہی واقعہ کو کئی غیر مسلم لوگوں نے بھی بیان کیا جو کہ کرامت دیکھ کر متاثر ہو گئے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ بارش بندی رہی۔ کئی مہینوں بارش کا امساک زمینداروں کے لئے روح فرسا ہو گیا تھا۔ دوسرے لوگوں اور مویشیوں کے لئے بھی یہ ایک بڑی مصیبت تھی۔ پریشانی ہر سمت متلاطم تھی' آپ کی توجہ نماز استقاء کے لئے مبذول کرائی گئی۔ آپ نے شہر بٹالہ کے مسلمانوں کو شہر سے باہر نماز استقاء کے لئے مجتمع کیا اور نماز استقاء سے فارغ ہو کر سخت دھوپ میں بغداد

شریف کی سمت کھڑے ہو گئے اور جس میں تو لوگوں کو یہ خیال دامنگیر ہو گیا کہ آپ نے ارادہ کر لیا ہے کہ جب تک بارش نہ ہو گی آپ دعا سے دست کش نہیں ہونگے غیر مسلم لوگوں کا بھی ہجوم تھا کیونکہ انہیں بھی بارش کی انتظار شدید تھی۔ وہ منتظر تھے کہ حضرت موصوف کی کرامت دیکھیں۔ بالاخر سحاب کرم آسمان پر نمودار ہوا۔ یہ سیاہ مست بادل جوش میں آسمان پر چکر لگانے لگا۔ حضرت موصوف رحمتہ اللہ علیہ کی دعاؤں کا جواب لیکر آیا تھا۔ آغوش سحاب میں وہ جوش استعجائب تھا کہ اس کا ضبط چند ساعتوں کے لئے بھی نہیں ہو سکا۔ بارش شروع ہو گئی اور زور سے ہونے لگی۔ کہ آپ مع رفقاء کے بٹالہ شہر میں اس شدت بارش میں پہنچے اور سڑکوں کوچوں' کھیتوں میں بارش کے پانی کا سیل رواں تھا۔

۲۔ ایک دفعہ ضلع سیالکوٹ میں بمقام حجرہ شریف آپ تبلیغی دورہ پر رونق افروز تھے۔ رات کے وقت اس کمرہ میں جہاں آپ کو استراحت فرمانا تھا خادم نے دو بتی والی لمپ روشن کی' اس سے پیشتر ایک ہی بتی والی لمپ آپ کے کمرہ میں روشن ہوا کرتی تھی۔ صوفی کرم الٰہی صاحب مرحوم جو کہ اپنی ایک تصنیف میں واقعہ بیان کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ میں ان دنوں ضلع گجرات سے آں ممدوح کی زیارت کے لئے حجرہ شریف گیا ہوا تھا۔ جب خادم دو فیتے والی لمپ روشن کرکے رخصت ہو گیا تو حضور نے فرمایا کہ آج لمپ میں دو بتیاں روشن کر دی گئی ہیں۔ ایک کو گل کر دو۔ چند ملاقاتی اس وقت آپ کے پاس بیٹھے تھے ان کی حیرت کی کوئی حد نہ رہی۔ جبکہ انہوں نے اس مرد خدا کے نور کی تیزی کا کرشمہ اس کی کرامت کی صورت میں دیکھا۔

۳۔ یہ بھی کئی دفعہ ہوا کہ آپ کے پاس کوئی شخص ملنے گیا۔ بعض اوقات اس نے اسلام علیکم ہی کہا تو آپ نے اس کا نام ظاہر فرما دیا۔ بعض دفعہ اس نے بالکل سکوت رکھا کہ آپ نے فرما دیا۔ آپ فلاں بن فلاں ہیں۔ راضی خوش بخریت ہیں۔

۴۔ آپ کا وعظ علمی نکات سے بھرا ہوتا۔ اور سلسلہ تقریر مسلسل ہوتا۔

۳۴ آیات قرآنی کے بیان میں تمام رات صرف ہو جاتی نہایت فصیح بامحاورہ اردو میں وعظ فرمایا کرتے۔

۵۔ چنانچہ خاصی تعداد آپ کے معتقدین میں سے وہ پیدا ہو گئی تھی جن کے متقی اور مصلی ہونے کے دنیا نے تصدیق کی تھی کیونکہ ان کے جوارح اللہ کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے اور رذائل کا حجاب ان سے دور ہو چکا تھا۔ آپ کے ان متبعین کے ہاتھوں سے بھی لوگوں نے خوارق و کرامات کا اظہار ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔

۶۔ پہلے دن کا چاند لوگوں کو اشارہ سے بتایا کرتے تھے اور یہ بھی آپ کے خوارق میں سے ہے کہ کتاب کے کسی حصہ پر ہاتھ رکھ کر بتاتے کہ یہ کس موضوع پر ہے یا اس میں کیا لکھا ہے۔

جناب دانش صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت قبلہ پیرجی سید ظہور الحسین شاہ رضوان اللہ علیہ کا ایک درخشندہ کرامت گورداسپور کی عدالتی تاریخ کے اوراق پر بھی ثبت ہے۔ اس موقع پر ایک مقدمہ کا فیصلہ ہی اس بات پر ہوا کہ آپ نے جب اپنی مہر اوپر تلے رکھے ہوئے سات کاغذات کے اوپر والے صفحہ پر ثبت فرمائی تو وہ ساتوں کاغذوں پر بیک وقت ثبت ہو چکی تھی جبکہ عام حالات میں ہر ایک کاغذ پر علیحدہ علیحدہ مہر لگانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ انگریز جج بھی جس کے سامنے ان کی عدالت میں یہ خرق عادت واقعہ پیش آیا کی حقیقت سے انکار نہ کر سکا۔ اس کے علاوہ اولاد، رزق و روزگار اور ترقی درجات کے لئے آپ کی خدمت میں ہر روز سینکڑوں لوگ آتے اور مطمئن ہو کر جاتے..... بعض حالات میں کچھ خاص تعویذات لکھوا کر ان پر اپنی مہر ثبت فرما دیتے جو اعجاز کا کام کرتے لیکن وہی تعویذات آپ کی مہر کے بغیر اثر نہ کرتے۔

۷۔ ایک مرتبہ آپ تقریباً چار پانچ سو آدمیوں کے ہمراہ بشکل قافلہ کشمیر کے تبلیغی دورے پر تھے۔ راستے میں ایک بہت بڑا درخت تھا جو راستے میں رکاوٹ تھا۔ اگر قافلہ ارد گرد سے گزرتا تو فصل خراب ہونے کا اندیشہ تھا۔ آپ پالکی میں سوار تھے آپ نے حکم دیا کہ میری پالکی اس

درخت کے قریب لیجائیں۔ آپ نے قریب پہنچکر درخت کو ہاتھ لگایا کہ میں تبلیغ کے لئے سفر کر رہا ہوں اور تو میرے راستے میں حائل ہونا چاہتا ہے۔ اتنا فرمانا تھا کہ درخت وہاں سے چل کر دور چلا گیا۔ اور قافلہ روانہ ہو گیا اس کرامت کا پورا قافلہ عینی شاہد ہے۔

۸۔ آپ کے پاس بٹالہ شریف میں کچھ لوگ حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ حضور ہمارے گاؤں میں بھینسوں کی افزائش نسل کے لئے ایک مشترکہ بھینسا پال رکھا ہے' جسے دیہاتوں میں مالی کہا جاتا ہے وہ زمیندار کی فصلیں اڑا جاتا ہے۔ کئی آدمیوں کو زخمی کر چکا ہے اور بے حد سرکش ہے اس لئے دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو میری طرف سے پیغام دینا کہ تجھے بٹالہ شریف میں بلایا جا رہا ہے۔ واپسی پر ان لوگوں نے دور سے اس مالی کو ایسے ہی پیغام دیا تو اس نے اپنا سر زمین پر رکھ دیا۔ اور سیدھا بٹالہ شریف کی طرف چل پڑا۔ اور دربار شریف حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچ گیا۔ اکثر خدام دربار اکثر خدام دربار شریف بتاتے ہیں کہ ہم نے اس مالی کو خود دیکھا ہے۔ اس پر خادم لنگر شریف کے لئے لکڑیاں لادنے کا کام لیتے تھے۔

۹۔ جناب غلام یٰسین قادری صاحب نے مولف کتاب ہذا (اسرار الحسنین قادری فاضلی) کو بتایا کہ میرے دوست مولانا فضل دین صاحب کے والد ماسٹر بدر الدین صاحب جو ملکوال کے رہنے والے تھے بازو پکڑنے کے بڑے ماہر تھے۔ ان کا یہ دعوی تھا کہ جو پیر ہم سے بازی جیت جائے اس کے بیعت ہو جائیں گے۔ یہ اس طرح ہے جس طرح کہ حضور انور ﷺ کے زمانہ اقدس میں عظیم پہلوان رکانہ نے دعوی کیا کہ اگر حضور ﷺ مجھے گرا دیں تو آپ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام لے آؤنگا۔ مقابلہ ہوا اور آپ ﷺ نے پہلے ہی جھٹکے میں اس کو چت کر دیا۔ حضور سیدنا حافظ ظہور الحسنین شاہ رضوان اللہ علیہ تبلیغی دورے پر بٹالہ شریف سے تحصیل کھاریاں تشریف لائے ہوئے تھے کسی نے آپ کے ساتھ ماسٹر بدر الدین صاحب کے مذکورہ دعوے کا ذکر کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بلا بھجوایا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ

نے اس کا بازو پکڑا۔ ماسٹر صاحب نے بہت زور لگایا حتی کہ تمام جسم سے خون رسنے لگا آخر کار بے اختیار ہو کر قدموں میں گر گیا۔ آپ نے اسے بیعت فرمایا۔ تمام وظائف عطا فرمائے اور خلافت بھی عطا فرمائی۔ ان کے وصال کے بعد ان کے بیٹے مولانا فضل دین صاحب کو حضور سیدنا نذر محی الدین قادری فاضلی رضوان اللہ علیہ نے بھی خلافت عطا فرمائی۔ مگر انہوں نے آگے بیعت کرنے کی بجائے غلامی کو ہی فخر سمجھا۔

۱۰۔ آپ کی ان گنت کرامات کا چرچا سن کر ایک انگریز آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ برائے آزمائش اس نے مٹھائی کے ڈبے میں اونٹ کے لیڈنے پیش کئے۔ آپ نے فرمایا کہ اے شخص تو لیڈنے لیکر آیا ہے لیکن اب یہ مٹھائی بن گئی ہے۔ جب ڈبہ کھولا گیا تو واقعی مٹھائی بن چکی تھی۔ یہ واقعہ مولانا فضل دین صاحب نے جناب غلام یٰسین قادری صاحب کو بتایا۔ مولانا فضل دین صاحب وہ تھے جو کہ دن میں ۴۱ بار درود کبریت احمر پڑھتے تھے اور بے حد مجاہدہ کرتے تھے۔

۱۱۔ جناب نذر حسین صاحب نے راقم الحروف کو بتایا کہ ایک مرتبہ ڈی سی گورداسپور نے دن رات لنگر کی شہرت سن کر برائے آزمائش آدمی رات کو احوال کا جائزہ لینے کے لئے خفیہ دورے کا پروگرام بنایا۔ مگر قربان جائیں حضور کی دوربینی اور کشف پر آپ نے خادم کو فرما دیا کہ آدھی رات کے وقت سائل آئے گا اس کو تبرک دینا۔ اور ایسے ہی ہوا۔ ڈی سی صاحب کو پتہ چل گیا کہ آپ صاحب کشف و کرامات ہیں اور تقسیم لنگر کا اعلی انتظام فرماتے ہیں۔

۱۲۔ خادم دربار نے مجھے بتایا کہ ایک بے اولاد عورت کئی بار آئی مگر اولاد نہ ہوئی آخر کار اس عورت کو کسی نے سمجھایا کہ یہ در غوث اعظم ہے حضور کے آگے گریہ زاری کریں ضرور بات بن جائے گی۔ وہ عورت حاضر ہوئی آپ نے حسب سابقہ یہی فقرہ فرمایا کہ اللہ تعالی رحم فرمائے گا۔ تو وہ عورت بولی کہ اگر اللہ تعالی نے میری درخواست پر رحم کرنا ہوتا تو ضرور کر دیتا آپ میری دستگیری فرمائیں اور خاتون آپ کی زبان

سے "ہاں" سننے کے لئے بے تاب ہو گئی۔ اور اصرار کرنے لگ گئی آپ نے فرمایا اچھا جا اللہ تجھے بیٹا دیگا جس کی پشت پر اگر پنجے کا نشان ہو گا تو سمجھ لینا کہ ہم نے لیکر دیا ہے۔ وہ عورت چلی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو خوبصورت بیٹا دیا۔ وہ لیکر دربار شریف حاضر ہوئی لیکن آپ نے ملاقات کرنا پسند نہ کیا اور فرمایا کہ اس عورت کی قسمت میں اولاد نہ تھی مگر اس عورت نے مجھے مجبور کر دیا اور بارگاہ ایزدی میں میری ضد اور اصرار جسے میں نامناسب سمجھتا تھا اس عورت کے لئے کرنا پڑی۔

وصال مبارک: حضرت سید ظہور الحسین شاہ رضوان اللہ علیہ کی وفات بمقام بٹالہ شریف ۱۰ شوال ۱۳۱۷ھ کو وقوع پذیر ہوئی اور آپ کا مزار اقدس دربار قادریہ فاضلیہ کی خانقاہ معلی میں بمقام بٹالہ شریف ہے۔ آپ علاقہ ضلع ہوشیار پور میں بغرض تبلیغ سفر فرما رہے تھے دوران سفر ایک دن آپ نے مجمع مریدین میں بیٹھے ہوئے اس امر پر چند کلمات ارشاد فرمائے کہ ولی اللہ کی روح انتقال کی بعد زیادہ قوی تر ہو جاتی ہے۔ آپ نے اس پر کچھ تقریر فرمائی اور آخر میں کہا کہ اس کا مشاہدہ میرے احباب کو عنقریب ہو جائے گا۔ اس تقریر سے چند ہفتے کے بعد آپ کا بمقام بٹالہ شریف انتقال ہو گیا۔ اہل ذوق کی رائے ہے کہ آپ کا یہ تقریر فرمانا ایک طرح اپنے انتقال سے احباب کو آگاہ کرنا تھا۔ وفات سے چند گھڑیاں بیشتر آپ نے اپنے صاحبزادہ حضرت سید نذر محی الدین رضوان اللہ علیہ کو ارشاد فرمایا کہ شربت تیار کر کے لاؤ۔ شربت پیش کیا گیا تو آپ نے نوش فرمایا اور کچھ باقی چھوڑ دیا اور حضرت سید نذر محی الدین صاحب کو فرمایا کہ میاں جی اسے پی لیجئے۔ پھر فرمایا جلدی نوش کریں چنانچہ آپ نے شربت کے نوش کرنے میں کوئی تاخیر نہ فرمائی۔ اس کے بعد آں حضور نے حکم دیا کہ لنگر کے تقسیم کرنے کا وقت تو نہیں ہوا مگر جلدی تقسیم کر دیں یہ بھی ایک گونہ اپنی رحلت کی تیاری میں حکم دیا۔ چنانچہ لنگر کے تقسیم ہونے کے تھوڑے ہی وقت بعد یہ آفتاب علم و عرفان غروب ہو گیا۔ انتقال کے دوسرے روز ایک صاحبدل نے عالم خواب میں دیکھا کہ آنحضور کا جنازہ دربار فاضلیہ کے دروازے سے باہر نکلا ہے۔ اور آپ کے جانشین حضرت سید نذر محی الدین صاحب جنازہ کے ہمراہ ہیں اور جنازہ پر سے حضور حافظ صاحب مخاطب

حضرت قبلہ سید نذر محی الدین صاحب ہو کر فرما رہے ہیں۔ بود ماوشما در دو عالم نگہبان و محافظ غوث اعظم (ہمارے اور آپ کے دونوں جہاں میں غوث اعظم نگہبان و محافظ ہونگے) جواہر تصوف کے مطابق آپ کا سالانہ عرس مورخہ ۱۰ شوال دربار قادریہ فاضلیہ وفاضلیہ کالونی لاہور منعقد ہوتا ہے۔

خلفاء کرام: آپ سید حافظ ظہور الحسین شاہ رضوان اللہ علیہ کے روحانی معالی الامور میں سے یہ بھی ہے کہ سید نور حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو آپ نے کمالات قدسی سے آراستہ فرمایا۔ نور الاسرار مقرب الٰہی پیر سید نور حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان منڈی شریف تحصیل کوٹلی (ضلع میرپور آزاد کشمیر) کے مقام پر رونق افروز ہے آج کل اس خاندان کے سربراہ صفوف سیماء قدسیت سناء پیر سید آفتاب حسین شاہ ہیں نور الابرار مقرب الٰہی پیر سید نور حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے درجات قدسیہ کا صلہ حاصل کیا۔ دنیوی فروغ بھی ان کو ملا۔ انہوں نے دربار فاضلیہ بٹالہ شریف کی محبت و اطاعت میں مستغرق ہو کر انوار توحید اور اسرار حقیقت محمدیہ سے لوگوں کو روشناس کیا اور اپنے ہر عمل سے ثابت کر دیا کہ انہیں جو فیضان کے لئے منتخب فرمایا گیا تھا...... پیر سید آفتاب حسین شاہ قادری فاضلی کی قیادت روحانی میں ان کے خاندان کا سلسلہ قادریہ فاضلیہ سے روشن اور پر کشش اخلاص اور صدق وفا لامع اور جذاب صورت میں قائم ہے۔ حضرت سید ظہور الحسین شاہ رضوان اللہ علیہ کے خلفاء میں سے آزاد کشمیر میں کوٹلی کے علاقہ منڈی شریف کے پیر سید نور حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو بڑی شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی۔ ان کے وصال فرمانے کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت سید آفتاب حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو بڑی شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی۔ ان کے وصال فرمانے کے بعد آج کل ان کے صاحبزادے ان کے سجادہ پر ہیں۔ حضرت حافظ سید ظہور سید ظہور الحسین شاہ رضوان اللہ علیہ کے وصال مبارک کے بعد آپ کے صاحبزادے فرزند کبیر حضرت سید نذر محی الدین قادری رضوان اللہ علیہ سجادہ نشینی کے منصب عظیم پر فائز ہوئے۔

ماخوذ: (۱) قرطاس التعارف (۲) الفاضل (۳) تذکرہ مشائخ قادریہ (۴) قلمی نسخہ کیپٹن احسان اللہ خاں دانش قادری فاضلی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ۔ (۵) پندرہ روزہ ندائے

اہل سنت لاہور ۱۴ تا ۳۱ جنوری ۱۹۹۲ء۔ (۵۶) ماہنامہ عرفات ماہ جنوری ۱۹۹۲ء۔
(۷) جواہر تصوف مرتبہ (۸) مجموعہ تصوف از علامہ شمس الدین قادری فاضلی رحمۃ اللہ علیہ
(۹) دربار قادریہ فاضلیہ۔ فیروز پور روڈ لاہور۔

۴۰۔ حضرت سید نذر محی الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ
(سجادہ نشین ہشتم)

ولادت: آپ ۲۶ صفر ۱۲۹۹ ہجری (۱۸۸۳ء) میں پیدا ہوئے۔ تقریباً انیس سال کی عمر میں تھے جب ۱۹۰۰ء میں بتاریخ ۱۰ شوال ۱۳۱۷ھ آپ کے مرشد امجد والد ماجد کی وفات ہو گئی تھی.... آپ بمقام بٹالہ شریف پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت: آپ کی تعلیم کا انتظام آپ کے والد ماجد مرشد امجد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔ حافظ محمد رمضان مرحوم نے آپ کو مبادی العلوم میں تعلیم دی تھی جو ضلع گجرات کے متوطن تھے اور زہد و ورع اور صدق وفا سے ان کو فطری مناسبت تھے اور انہوں نے زندگی کا بیشتر حصہ دربار قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف ہی میں گزارا تھا۔ حضرت عارف کامل سید نذر محی الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی تعلیم کے بعد بھی حافظ محمد رمضان مرحوم نے اپنے مرشد سید ظہور الحسین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت ہی کو اختیار کئے رکھا اور حضرت عارف کامل کے عہد سجادہ نشینی میں بمقام بٹالہ شریف فوت ہو گئے تھے۔ مولوی محمد عالم مدرس مدرسہ رحمانیہ لاہور اور مولانا سید احمد علی مرحوم پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور و خطیب شاہی مسجد لاہور کو مختلف اوقات میں علوم تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف کی تعلیم کے لئے تعین فرمایا گیا۔ اس وقت مولوی محمد عالم مرحوم مدرسہ رحمانیہ لاہور میں تعین نہیں ہوئے تھے اور مولانا سید احمد علی مرحوم بھی اس وقت تک لاہور میں متمکن نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے بٹالہ شریف ہی میں ان کو مدرسہ قادریہ فاضلیہ میں تدریس کے لیے مامور کیا گیا تھا حضرات کثیر العلم تھے۔ ان علمائے کرام نے آپ کو مذکورہ علوم ظاہری سے آراستہ فرما دیا تھا۔

اس سے پیشتر آپ کی تعلیم مختلف معلمین کے ذریعے آپ کے والد ماجد مرحوم نے سرانجام دی تھی۔ عربی و فارسی، ادبیات، صرف و نحو، فقہ تفسیر وغیرہ

فنون کی آپ کو کماحقہ تعلیم دی گئی تھی۔ علم فقہ میں آپ کو بالخصوص دلچسپی تھی۔ آداب دربار، مشاغل و اوراد و تعویذات میں بھی آپ کو خاصی مہارت کرائی گئی.... یہاں تک کہ گھوڑے کی سواری نیزہ بازی بھی آپ کو سکھائی گئی حالانکہ آپ کو تعلیم دینیات سے بہت تھوڑی فرصت ملا کرتی تھی۔ یہ سب کچھ تھوڑے وقت میں ہوا۔ تحصیل علم و اکتساب تربیت مذکورہ کی وجہ سے آپ کی جسمانی صحت پر بہت اثر ہوا کیونکہ فطرتاً لطیف بدن واقع ہوئے ہیں۔

جناب دانش صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "قبلہ و کعبہ سیدنا و مولانا و مرشدنا حضرت سید نذر محی الدین القادری الفاضلی رضوان اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم بٹالہ شریف میں حاصل کی۔ گجرات کے حافظ محمد رمضان مرحوم جو زہد تقویٰ اور صدق و صفا کے پیکر تھے آپ کے استاد تھے جو بٹالہ شریف میں ہی مقیم ہوئے۔ حضرت عارف کامل علیہ الرحمتہ نے مولوی محمد عالم صاحب جو بعد میں مدرسہ نعمانیہ لاہور میں معلم مقرر ہوئے اور مولانا سید احمد علی جو مدرسہ قادریہ فاضلیہ میں پڑھاتے تھے اور بعد میں اسلامیہ کالج لاہور میں پروفیسر رہے سے تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف کی تعلیم حاصل کی۔ ان بزرگ اساتذہ کی اس زمانہ میں بڑی قدر و منزلت تھی۔ اور علمائے کرام کے حلقوں میں ان کا علم و فضل مسلم تھا۔ ان بزرگوں نے بہت دل لگا کر اپنے ہونہار شاگرد کو مروجہ علوم سے آراستہ کیا۔ آپ نے عربی فارسی علوم کی تحصیل اپنے والد محترم کے زیر اہتمام مدرسہ قادریہ فاضلیہ میں فرمائی تھی۔

تقریباً انیس سال کی عمر میں تھے جب ۱۹۰۰ء میں بتاریخ ۱۰ شوال ۱۳۱۸ھ آپ کے مرشد امجد والد ماجد کی وفات ہو گئی تھی آپ سجادہ نشینی کے منصب پر فائز ہو کر دربار قادریہ فاضلیہ کی سروری نورانی مہمات میں مصروف ہوئے۔

بیعت و خلافت: حضرت عارف کامل سید نذر محی الدین قادری رضوان اللہ علیہ اپنے والد ماجد کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ قادریہ فاضلیہ میں داخل ہوئے تھے حضرت عارف کامل کا لطیف مزاج تھا۔ بدن نحیف و لاغر پایا تھا۔ نازک اور نہایت نحیف جسم تھا۔ صحت کمزور تھی آپ نے وراثت میں پائی ہوئی تھی۔ آپ کا خاندان علم و عمل کا گہوارہ تھا۔ اس میں علم میں آپ نے بہت پذیرائی پائی تھی۔

آپ کے والد ماجد مرشد امجد علم و عرفان کے مجمع البحرین تھے اور آپ ان کے محبوب فرزند تھے۔ آپ نے ان سے وہ علمی و روحانی تربیت حاصل کی تھی جو کہ طلائے خالص کا حکم رکھتی تھی۔ آپ کے خلق عظیم کا سورج آپ کی تمام زندگی میں کسی وقت بھی منکور نہیں ہوا۔ اور نہ ہی آپ کے خلق عظیم کے سورج کو کبھی کسف و گہن عارض ہوا۔ آپ کے والد ماجد مرشد امجد رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلہ عالیہ قادریہ فاضلیہ کی عظمت و وجاہت اور اپنے خاندان کی عزت و وجاہت کو بدلتے ہوئے حالات کے مطابق ایک نیا استحکام دینے کا اقتضا محسوس کر لیا ہوا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی سجادہ نشینی کے تقریباً ستائیس سال اس مقصد کے لئے صرف فرمائے اور ایک ایسا قالب تعمیر فرما دیا جس میں قلب کی حیثیت آپ کے محبوب فرزند اور مرقع کمال سجادہ نشین حضرت عارف کامل سید نذر محی الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ نے حاصل کی۔ چنانچہ آپ نے اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات عرفان اور ان کی سلسلہ قادریہ فاضلیہ کی روایات سے والہانہ شیفتگی کو اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں مشہود کیا۔ حضرت عارف کامل رحمۃ اللہ علیہ کمالات کے لحاظ سے وہ تاریخ تھے جو کہ ان کے والد ماجد مرشد امجد رحمۃ اللہ علیہ نے گویا حضرت عارف کامل رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں اپنی خود نوشت تاریخ تصنیف فرما دی تھی۔ حضرت اعلیٰ سیدنا سید محمد فاضل الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ کو سلسلہ قادریہ فاضلیہ عنایت ہوا اور اس کا مستقر اللہ تعالیٰ کی ملاء اعلیٰ میں موجود ہے۔ اس سلسلہ سلوک کی حفاظت کے حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اولی السجادہ القادریہ الفاضلیہ یکے بعد دیگر متمکن ہوتے رہے جو کہ برکات تدلی اعظم سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ حضرت عارف کامل سید نذر محی الدین قادری رضوان اللہ علیہ جب سجادہ نشینی پر جلوہ آرا ہوئے تو آپ کو جبلی و فطری استعداد نے سیدنا سید محمد فاضل الدین ابوالفرح قادری رحمۃ اللہ علیہ کے حضور میں تحدیث بزبان حال یوں کی۔

بیک کرشمہ صوفی و شم قلندر کن

(آپ مجھے ایک کرشمہ نظر سے صوفی قلندر بنا دیجئے) چنانچہ حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے کرشمہ التفات سے آپ کی سجادہ نشینی کی آفرینش سے ہی آپ کو ان کمالات محافظ کی تاجوری مل گئی۔ لوگوں کی خاطر زندہ رہنے کی کوشش کرنا اور دربار کی روایات قائم رکھنے کے لئے ہر ممکن قربانی و ایثار کرنے کے لئے کمربستہ رہنا یہ سب

کچھ آپ کے والد ماجد علیہ کے فیضان صحبت نے آپ کو ۱۰ شوال ۱۳۱۶ھ سے پہلے ہی سکھا دیا ہوا تھا۔ آپ کے والد ماجد علیہ نے اپنا جانشین تیار کرنے کے لئے خاص عنایت و توجہ سے کام لیا تھا۔ اور معمولی معمولی باتوں میں بھی توجہ عالیہ معروف کرنے سے دریغ نہیں فرمایا۔ سیدنا و مولانا و مرشدنا حضرت سید نذر محی الدین رضوان اللہ علیہ اپنی عمر شریف کے انیس برس میں تھے جب آپ کو والد بزرگوار حضرت پیرجی حافظ سید ظہور الحسین شاہ رضوان اللہ علیہ کے انتقال کے بعد خانقاہ عالیہ کی سجادہ نشینی کے فرائض سنبھالنے پڑے۔ یہ عمر زندگی کے عام معمولات پورے کرنے کی بھی نہیں ہوتی چہ جائیکہ ایک اتنے بڑے دربار عالی کا اہتمام والنصرام جس کے مریدین و متعلقین نہ صرف پورے غیر منقسم پنجاب بلکہ جموں و کشمیر، صوبہ سرحد اور تبت تک پھیلے ہوئے تھے۔ بٹالہ اس عظیم سلسلے کا مرکز تھا اور اسے قادری نسبت کے شیدائیوں کے دلوں میں بغداد ثانی کی حیثیت حاصل تھی چنانچہ یہ شعر اکثر بزرگوں کی زبان پر رہا کرتا تھا۔

ساقی بدہ پیالہ بغداد شد بٹالہ

۱۰ شوال المکرم ۱۳۱۷ کو اپنے والد ماجد کے انتقال فرما جانے کے بعد آپ دربار فاضلیہ مسند سجادہ پر جلوہ گر ہوئے۔

فضائل: آپ کو مقام توکل حاصل تھا۔ حضرت مولائی قبلہ کی زندگی میں کئی مرحلے آئے جن پر آپ نے علیحدگی تنہائی میں بھی الحمد للہ علی کل حال ورد زبان رکھا اور بعد میں معلوم ہوا کہ وہ مصائب آپ کے "مقام شکر" کو واضح کرنے کے لئے تھے اور یہ خلق آپ کا اس قدر راسخ و مضبوط ہو چکا تھا کہ اگر کسی آدمی سے آپ کو کوئی رنج و آزار پہنچتا تو آپ نہایت متانت و سنجیدگی سے درگزر فرماتے اور انتقام سے گریز فرماتے۔ اور حالات کو اللہ پر چھوڑ دیتے۔ آپ غیر معمولی بردبار اور حلیم و سنجیدہ تھے اگر آپ کی حالت کو مذکور اصلاحی رنگ میں بیان کیا جائے تو کہا جائے گا کہ آپ مقام شکر پر فائز ہیں۔ آپ نے اپنے آباؤ اجداد کی طرح ہر خاص و عام کے لئے لنگر جاری رکھا اس کے نظم و نسق میں شاندار ترقی آپ کے فیض و کرم سے ہوئی۔ ہر صبح و شام کئی مسافر طالب علم، محتاج اس لنگر سے روٹی کھاتے۔ کئی بیوگان و یتامیٰ جن کی روٹی لنگر کے ذمہ لگی ہوئی تھی۔ اسی لنگر سے ہر مذہب و ملت کا آدمی

کھانا لے سکتا تھا۔ آنحضور کے لنگر سے طلبا نہ صرف روٹی لیتے بلکہ کتابیں اور پوشاک بھی ان کو اس سرچشمہ سے ملتیں۔ سالانہ عرس پر ہزارہا لوگ اس لنگر سے کھانا کھاتے۔ آپ کے عہد سجادہ نشینی میں تقریباً بیس لاکھ لوگ آپ کے لنگر سے کھانا کھا چکے جن میں زیادہ حصہ مسافروں یا ان اشخاص کا ہے جو کہ بغرض زیارت دربار شریف میں آئے۔ آپ نے تقریباً پچاس ہزار میل سفر اپنے منصب سجادہ نشینی کے فرائض ادا کرنے میں طے فرمایا۔ اس سفر میں ہزارہا لوگ آپ کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ قادریہ قانلیہ میں داخل ہوئے۔ کئی مواضع میں آپ نے مسجد میں بنوائیں۔ کئی نکاح کے متعلق لوگوں کا تصفیہ کرایا۔ کئی مردوں کو حرامکاری کے راستہ سے دور لے گئے۔ کئی باہمی تنازعات جو کہ معتقدین کے ذاتی امور تمدنی کے متعلق ہوتے آپ کی ذات والا صفات کی وجہ سے حل ہوئے۔ کئی خاندان میں علم کے متعلق بیزاری تھی آپ کی ہدایت سے وہ خاندان علم سے مال مال ہو گئے۔ بہت بدعقیدہ لوگوں نے توبہ کی۔ کئی مقامات پر مدارس آپ کی ہمت مردانہ سے جاری ہوئے۔ ہر پہلو سے اپنے محبان و احباب سلسلہ کی اصلاح کرنے میں سفر سے کام لیا۔ اس سفر کے دوران تقریباً پندرہ ہزار اشخاص داخل سلسلہ طریقہ قانلیہ ہوئے۔ یہ ان کے علاوہ ہیں جو آپ کے قدیمی محبان ہیں اور تقریباً دو ہزار اشخاص غیر مذہب سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ بہت سے لوگ آپ کے فیضان باطنی سے مالا مال ہوئے۔ ان کی دعائیں مستجاب اور خواب صادق ہوتے۔ انہیں آنحضور کی جانب سے بیعت کی اجازت تھی اور ان کے حلقہ ہائے رشد و ہدایت کافی وسیع ہیں۔ ایک مرد خدا کا یہاں خاص طور پر ذکر کروں گا۔ وہ آبہ کے علاقہ کے ایک معزز خاندان سے صالح نوجوان تھے ان کا نام محمد حسین تھا۔ وہ ہر ماہ بٹالہ حاضر ہوا کرتے تھے اور پاس ادب کی یہ حالت تھی کہ بٹالہ پہنچتے ہی وہ جوتا پاؤں سے نکال لیتے۔ عام طور پر سکوت اختیار رکھتے۔ تعلیم یافتہ تھے اور بہت زود فہم ان کی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ بلاوضو حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا نام نہیں لیتے تھے۔ اور اپنے گھر میں ہر ماہ محفل گیارہویں بڑی دھوم سے منعقد کیا کرتے اور سلسلہ بیعت کی بھی انہیں اجازت تھی۔ علاقہ کے لوگوں میں خصوصاً ان کی برادری میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی۔ حاسدین نے ان کے خلاف فتاوے

حاصل کرنے شروع کر دیے۔ بہت سے علماء نے تو اس جوان صوفی کے خلاف فتویٰ دے دیا کہ یہ مشرک ہے۔ اور مشائخ عظام مثلاً حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی انہوں نے اس صوفی کے متعلق تحریر منگوائی۔ اس تحریر پر پیر صاحب نے کچھ تبصرہ فرمایا اور آخر میں یہ لکھا جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ شخص عاشقان الہیٰ سے ہے اور ایسے مرید پر اس کا پیر بجا طور پر فخر کر سکتا ہے۔ چند دیگر مشائخ نے بھی پیر صاحب کی تائید فرمائی۔ یہ تھی باطن کی صفائی جو کہ حضور قبلہ کی نگاہ کرم سے فیض یاب ہوا۔ آپ کی مصروفیات سے یہ بھی ہے کہ ہر روز کثیر التعداد اشخاص کو آپ اپنی ملاقات سے مشرف فرماتے۔ جو کہ پنجاب اور ریاستہائے کشمیر و بہاولپور وغیرہ علاقہ جات سے اپنی دینی و دنیاوی امور کی بہتری کے لئے آپ کی دعائیں لینے آتے۔ آپ کے عہد سجادہ نشینی میں لنگر' مسجد' مہمان خانہ وغیرہ عمارات میں غیر معمولی ترقی و توسیع ہوئی۔ آپ نے کلانور شریف میں جہاں خانقاہ معلی حضور قبلہ شیخ محمد افضل کلانوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سید غلام غوث ثاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف ہیں وہاں ایک بڑی خوبصورت عمارت بطور قیام گاہ کے تعمیر کرائی۔ کیونکہ سال میں دو دفعہ دربار فاضلیہ سے حضور صاحب سجادہ مزارات مقدسہ واقع کلانور شریف پر تشریف لے جاتے۔ وہاں عرائس منعقد کرتے۔

پنجاب کے واقعی ہر دلعزیز گورنر اور بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کے دیرینہ رفیق کار سردار عبدالرب نشتر مرحوم و مغفور جو خاندانی اعتبار سے حضرت شاہ محمد غوث لاہوری سابقہ پشاوری کے ارادات مند تھے جب کبھی عارف کامل حضرت سید نذر محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو اس خاندان کی نسبت قادریہ کے اعتراف کے طور پر اکثر یہ شعر پڑھا کرتے۔

ساقی بدہ پیالہ بغداد شد بٹالہ

آپ کے مقدمین میں سے کسی نے بھی اس قدر طویل عرصہ سجادہ قادریہ فاضلیہ کی مسند آرائی نہیں فرمائی جتنا عرصہ آپ کا عہد سجادہ نشینی ہے۔ یعنی تقریباً ساٹھ سال۔ آپ کے دست رشد و طریقت پر ہزاروں لوگوں نے بیعت کی۔ ایک اچھی خاصی تعداد غیر مسلم لوگوں کی تھی جس نے آپ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا۔ دربار کے لنگر کو آپ نے بہت ترقی دی۔ ایک اچھی خاصی تعداد علماء و

طالبان فقہ کی تھی۔ جو آپ کی نگاہ کرم سے فیض یاب ہوئے۔ ان کی زبان حال کی یہ کیفیت ہو گئی تھی۔

عالم رنگ و بو نظاروں میں گلگشت کرتے
انہیں کی بدولت مجھے علم و عرفان کی دولت ملی

خانقاہ شریف کے مہمانوں کی آمدورفت اور دیکھ بھال کے لئے بھی عام حالات میں یہ عمر (یاد رہے کہ آپ انیس برس کے تھے جب سجادہ نشین کے فرائض سنبھالنے پڑے) کم محسوس ہوتی ہے جس میں حضرت عارف کامل سیدنا و مولانا سید نذر محی الدین نے سجادگی کا منصب سنبھالا اور وہ بھی ایک ایسے سلسلہ طریقت کا جو تقریباً ڈھائی سو سال سے منفرد روایات کے ساتھ چلا آ رہا تھا لیکن یہ صاحب سجادہ کم عمر تو ضرور تھے لیکن تھے حضرت غوث اعظم ﷜ کے فرزند دلبند اعلیٰ حضرت سید ابوالفرح محمد فاضل الدین ﷫ کے بیرہ عظیم۔ اور حضرت اعلیٰ کی روحانی وراثتیں معہ تمام کمال اس سلسلے کے ہر سجادہ نشین کو منتقل ہوتی رہتی ہیں کہ حضرت غوث اعظم ﷜ سے انہوں نے یہ وعدہ لیا تھا کہ ان کا وارث سجادہ صاحب نظر ہو گا۔ چنانچہ حضرت سید نذر محی الدین ﷫ کو بھی اللہ تعالیٰ نے انہی انوار غوثیہ سے نوازا تھا لہٰذا انہوں نے اس بار گراں کو بھی ہچکچائے بغیر اٹھایا اور تھوڑے ہی عرصہ میں دیکھنے والے سمجھ گئے کہ بٹالہ شریف کا نوجوان سجادہ نشین ان تمام صلاحیتوں کا مالک ہے جو سابقوں حضرات میں تھیں۔ حضرت سید نذر محی الدین رضوان اللہ علیہ تریسٹھ برس کے قریب سجادہ نشین رہے اور اس دوران انہوں نے حضرت سیدنا ابوالفرح محمد فاضل الدین ﷫ کے زمانہ سے لیکر اپنے دور تک کے تمام سلسلہ مریدین و معتقدین کی جواب کئی پشتوں سے بیعت چلے آ رہے تھے دستگیری بھی کی اور سینکڑوں نئے مریدین کو بھی سلسلہ عالیہ نعمتوں سے نوازا۔ جب مملکت خدا داد پاکستان وجود میں آئی تو یہ تعداد ہزاروں کو پہنچ چکی تھی آپ نے مدرسہ قادریہ فاضلیہ کو اسی ذوق و شوق سے جاری رکھا جیسے کہ بزرگوں نے اسے جاری کیا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ اہل بٹالہ کو دنیوی تعلیم حاصل کرنے کی طرف بھی متوجہ فرماتے رہے۔ بیسویں صدی کا سورج جب طلوع ہوا تو اس نے دیکھا کہ بٹالہ کا تاریخی شہر کفر کی تاریکیوں کی جگہ اسلام کے انوار سے روشن ہے۔ اور خاندان عالیہ قادریہ

فاضلیہ بٹالہ شریف کے نوجوان سجادہ نشین اس روشنی کے مینار ہیں جنہیں دیکھ کر بھٹکے ہوئے دور دور سے آتے ہیں اور اپنا رخ درست کرتے ہیں۔

کیپٹن احسان اللہ خان دانش تحریر فرماتے ہیں کہ عارف کامل سیدنا و مولانا و مرشدنا حضرت سید نذر محی الدین القادری الفاضلی کثیر الکرامات بزرگ تھے اور صاحب تصوف جن کے فقط اشارہ ابرو پر لوگوں کی بگڑی ہوئی تقدیریں بن جایا کرتی تھیں لیکن آپ نے کبھی بھی ان خوارق کی نسبت اپنی طرف نہ کی۔ لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں آتے اور اپنی مرادیں پاتے تھے۔ کسی کو تعویذات عطا ہوتے کسی کو ورد اور کسی کو تسلی کے ایک دو کلمات جو سمندروں کی وسعت اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہوتے۔ مگر شفقت و محبت سب پر تھی۔ ہر ایک پر نظر کرم رہا کرتی اور سب کے دکھ درد کا مداوا کرنے والے۔ مجسم جمال تھے شاید ہی کبھی کسی نے انہیں غصہ میں دیکھا ہو۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہ ابھی ابھی عرش پر سے کوئی فرشتہ اتر کر آیا ہو۔ لیکن انداز گفتگو ایسی کہ کسی کو زیادہ بات کرنے کی مجال نہ ہوتی۔ صاحب اللفظ اور سیف زبان تھے۔ آپ کی معنوی کرامات کا تو کوئی حد و حساب ہی نہیں۔ حسی کرامات یا خوارق کو اگر اکٹھا کیا جائے تو بھی کئی ایک ضخیم کتابیں بن جائیں۔ بلکہ اس سلسلہ عالیہ کے تمام سجادہ نشین حضرات اور دوسرے بزرگوں کا یہی طریق رہا ہے۔ چنانچہ خلائق کو بے پناہ دینی و دینوی فوائد اس سلسلہ عالیہ کی خانقاہ سے پہنچے۔ شفائے بیماراں کے سلسلہ میں ایک واقعہ راقم الحروف کو یاد آیا اور وہ یوں ہے کہ حضرت قبلہ و کعبہ سیدنا نذر محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حیات مبارک کے آخری سال میں مجھے اپنے پیرو مرشد حضرت سید عنایت علی شاہ ضیاء جعفری القادری الفاضلی پشاوری کی معیت میں حضرت عارف کامل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ ان دنوں آپ کی طبیعت کافی علیل تھی لیکن پھر بھی مریدین و معتقدین کی جانب متوجہ رہتے تھے۔ میں نے درویشوں میں سے کسی سے اس بات کا ذکر کیا تو اس نے بتایا کہ شدید علالت کے علاوہ یہی معمول رہتا ہے۔ اس دوران ایک درویش نے کہا کہ پرسوں حضرت کی طبیعت زیادہ خراب تھی لیکن فلاں جگہ سے ایک گونگے بچے کے والدین اسے لیکر بڑی دور سے چل کر آئے تھے تو حضرت نے انہیں باریابی کا شرف بخشا اور کالی مرچوں کو دم کر کے کچھ

تعویذات سمیت انہیں عطا کیں کہ بچے کو کھلائیں اور ساتھ کچھ دن کے بعد دوبارہ آنے کو کہا بچے کے والدین اسے لے کر چل پڑے۔ لیکن بڑے دروازے تک ہی گئے تھے کہ پھر لوٹ آئے اور نذر گزرائی کہ ایک ہی بار حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی دم شدہ کالی مرچیں کھانے سے بچہ بول پڑا تھا۔

جناب نذر حسین صاحب نے مولف کتاب ہذا (اسرار الحسنین قادری فاضلی) کو بتایا کہ چوہدری فتح محمد ذیل دار برنالی ضلع گجرات آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ جناب ذیلداری کے لئے درخواست دی ہے مگر ڈی سی اسے مسترد کر رہا ہے۔ آپ نے دعا فرمائی' لیکن چوہدری فتح محمد صاحب بوجہ پریشانی پھر عرض کرنے لگ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم ڈی سی کے دفتر جاؤ اب میں تجھے بھیج رہا ہوں۔ جب وہ دفتر گئے تو ڈی سی نے از خود ہی تقرری کے احکامات جاری کر دیے۔ خود ہی آرڈر کر کے خود ہی حیران ہو گیا کہ یہ مجھ سے کیسے ہو گیا؟

قربان علی سکنہ گولڑے ملکے ضلع میرپور آزاد کشمیر جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' فوج میں سپاہی تھا' آپ نے پوچھا کہ یہ کیا نشان ہے اس نے عرض کیا کہ حضور یہ لانس نائیک عہدے کا فیتہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر دو فیتے لگ جائیں تو عرض کیا کہ نائیک ہو جاتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اگر تین لگ جائیں تو عرض کیا کہ حوالدار ہو جاتا ہے اس سے اوپر عرض کیا کہ نائب صوبیدار ہو جاتا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں صرف ایک ہی سال کے عرصہ میں نائب صوبیدار / صوبیدار کے عہدے تک پہنچ گیا جبکہ دوسرے تمام ساتھی حیران تھے۔ یہ صرف آپ کی نظر کرم کا نتیجہ تھا۔

سراج دین ڈوگر ولد میاں غلام ساکن فیصل آباد لکھتے ہیں کہ پاکستان بننے پر ہم ہجرت کر کے پاکستان آ گئے تو میرے والد صاحب نے جناب سرکار کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے پاس لوگ آتے ہیں کہ آپ بٹالہ شریف والوں کے مرید ہو تو ہمارے لئے دعا کر دیا کرو تاکہ آپ کے پیرو مرشد کا فیض عام لوگوں تک پہنچتا رہے۔ لہٰذا حضرت عارف کامل رضوان اللہ علیہ نے ان کو اجازت عطا فرما دی۔ اس کے بعد میرے والد صاحب جس کو بھی تعویذ وغیرہ دیتے اس کا کام بن جاتا۔ یہ سرکار کی نظر عنایت تھی۔

غفور احمد ولد عمر بخش ساکن ضلع فیصل آباد اپنے مراسلہ میں لکھتے ہیں کہ ۷۴-۸-۸ کو نہری کھال پر جھگڑا ہو گیا اور میرے بھائی نے حفاظت کے پیش نظر مخالفین پر گولی چلا دی۔ جس بنا پر گرفتاری ہو گئی اور ضمانت نہ ہوتی تھی۔ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کے لئے عرض کیا۔ آپ کی دعا سے ضمانت بھی ہو گئی اور صلح بھی ہو گئی مزید مجھے آپ کی دعا سے حج کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

سلطان احمد ساکن محلہ اعواناں سیالکوٹ اپنے مکتوب میں تحریر کرتے ہیں کہ ۱۹۶۱ء میں والدہ کو دماغی عارضہ ہو گیا آپ کی دعا سے والدہ محترمہ تندرست ہو گئیں اور بیعت کا شرف بھی حاصل کیا۔ حضرت عارف کامل رضوان اللہ علیہ نے ان کو جو وظائف بتا رکھے تھے۔ وہ نہایت پابندی سے پڑھتیں۔ مزید لکھتے ہیں کہ ہماری ساڑھے بارہ ایکڑ اراضی زمین پر کسی نے ناجائز قبضہ کر لیا تھا اور بے حد مایوس تھے۔ حضور کی کرم بخش سے ہم نے مقدمہ جیت لیا اور زمین ہمیں واپس مل گئی۔ ایسے ہزاروں واقعات ہیں جن کو تحریر میں لانا ناممکن ہے۔

ضلع گجرات کے ایک گاؤں کے سفر کے حال کو بیان کرنا ضروری ہے۔ جب آپ مع اپنے رفقاء کے اس گاؤں میں قیام فرما ہوئے تو مغرب کی نماز کا وقت آ پہنچا۔ آپ نے حکم دیا کہ نماز کی تیاری کی جائے۔ گاؤں والوں نے عرض کیا کہ مسجد کا کنواں مردار گر جانے کی وجہ سے شرعاً ناپاک ہو چکا ہے۔ وضو کے متعلق کیا حکم ہے۔ آپ نے کنواں کی کیفیت دریافت کئے بغیر حکم دے دیا کہ کنواں میں سے تین سو ڈول پانی نکال لیا جائے تو کنواں شرعاً پاک ہو جائے گا اور پانی وضو کے قابل سمجھا جائے گا۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں لوگوں نے تین سو ڈول پانی نکال دیا۔ مگر اس ہی علاقہ کے ایک مشہور سند یافتہ مفتی عالم وہاں موجود تھے۔ انہوں نے اس فیصلہ کو قابل اعتنا نہ سمجھا اور لوگوں کو ہدایت کی کہ تمام پانی اس کنواں سے نکال کر ہی کنواں شرعاً پاک سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ وہ ذاتی طور پر اس کنواں کی حالت سے باخبر تھے۔ وہاں کے متوطن تھے اور ان کو علم تھا کہ کنواں بئر معینہ یعنی چشمہ دار اور سوت والا چاہ نہیں تھا۔ اور شرعی حکم یہ ہے کہ اگر کنواں چشمہ دار اور سوت والا نہ ہو اور اس میں کوئی جاندار چیز مر جائے اور اس کا جسم خراب ہو کر پھول

جائے تو ایسے کنواں کا تمام پانی نکالنا ضروری ہوتا ہے۔ مگر جو حکم حضرت عارف کامل رحمۃ اللہ علیہ نے صادر کیا تھا۔ وہ اس کنواں کے لئے تھا جو کہ چشمہ دار ہو (بئر معینہ سوت والا کنواں ہو۔

مولوی صاحب مفتی صاحب نے لوگوں کو تمام رات اس کنواں سے سارا پانی نکالنے کی کوشش میں لگائے رکھا مگر پانی ختم نہ ہوا۔ یہ واقعہ تمام علاقہ میں ایک انوکھا اور عجیب محسوس ہونے لگا اور لوگوں نے پانی کے تین سو ڈول تو نکال ہی لئے ہوئے تھے۔ کنواں پاک متصور ہو گیا تھا اور نمازیوں نے اس پانی سے وضو کر کے نماز ادا کر لی تھی کنواں تو واقعی چشمہ دار اور سوت والا نہیں تھا مگر جس وقت حضرت عارف کامل رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے اس کے پاک کرنے کا طریقہ ارشاد ہوا جو کہ چشمہ دار کنواں کے لئے مقرر ہے تو اس ہی وقت باذن اللہ (اللہ کے حکم سے) وہ کنواں چشمہ دار ہو گیا جس کا پانی ختم نہیں ہوتا۔ اللہ کے ولی کی کرامت کی لطافت اور حکمت افروزی کی عظمت شان کا تلازم اس ولی اللہ کی عظمت شان سے مربوط ہوتا ہے۔ جتنا کوئی ولی اللہ عظیم الشان درجات پر متمکن ہوتا ہے اس کی کرامت میں اس ہی قدر عظمت شان موجود ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت عارف کامل رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ کرامت یقیناً ایک بہت عظیم الشان کرامت ہے۔ یوں تو آپ نے پتھروں پر تعویذات تحریر فرما کر سینکڑوں دیہات میں کئی بار بھیجے جہاں کہ پانی کی شدید قلت تھی اور چاہات میں پانی پینے کے لئے بھی میسر نہیں تھا۔ پتھروں پر تعویذات ثبت شدہ جب ان چاہات میں رکھے گئے تو وہی چاہات میٹھے پانی سے لبریز ہو گئے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود کی تصدیق کے لئے حسی اور معنوی آیات و دلائل ظاہر فرمائے ہیں اس ہی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آں حضورؐ کے اولیاء اللہ کی صداقت کے لئے بھی حسی اور معنوی دلائل بصورت کرامات کا ظہور ہوا۔

حضرت عارف کامل رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات لوائح ارشادات اور اخلاق طیبہ میں معنوی کرامات مکنون اور محفوظ ہیں اور حسی کرامات کی تعداد کا حصر اس قرطاس میں کرنا نہایت مشکل ہے۔ ہزار ہا کرامات میں ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ ایک شخص نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے اولاد کے لئے تعویذات حاصل کئے۔ اور چند مہینے ان تعویذات کا

استعمال ہوتا رہا۔ تو ایک خط میں آپ نے اس شخص کو صاف واضح الفاظ میں لکھا کہ فرزند پیدا ہوگا اور اس کا نام بھی آپ نے تجویز فرما دیا۔ جب خط مکتوب الیہ کو ملا تو اس نے وہ خط اپنے پاس محفوظ رکھا حتی کہ اس کے ہاں واقعی فرزند پیدا ہوا۔

ایسے کئی واقعات آپ کی تاریخ میں تحریر ہو سکتے کہ آپ نے قبل از وقت اطلاع دی۔ چنانچہ ہجرت ۱۹۴۷ء سے تین ماہ پیشتر سے ہی آپ نے بٹالہ شہر اور اس کے حوالی کے متعلق چند واقعات بیان فرمائے۔ جو کہ آپ نے خوابوں میں مشاہدہ فرمائے تھے۔

آپ کے متعلق یہ کرامات بھی مشہور ہیں کہ آپ کی توجہ سے کئی بار ضیافتوں' دعوتوں میں تھوڑے سے کھانے سے کثیر التعداد لوگوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ ایک واقعہ مشہور ہے کہ ایک دفعہ پنجاب کے بڑے نامور پیر صاحب بٹالہ میں آئے تھے تو انہوں نے آپ سے ملاقات کے لئے آرزو کا اظہار کیا۔ آپ نے پیام بھیجا کہ ملاقات کے لئے تشریف لے آئیں اور ماحضر بھی دربار عالیہ کے لنگر سے ہی تناول کریں۔ چنانچہ پیر صاحب موصوف نے یہ بھی واضح کر دیا کہ ان کے ہمراہ پچیس اشخاص بھی دعوت میں شامل ہوں گے۔ لنگر میں بڑے پر تکلف کھانے کا اہتمام کر دیا گیا۔ جب پیر صاحب موصوف تشریف لائے تو ان کے ہمراہ تقریباً دو سو اشخاص ضیافت کے دستر خوان پر موجود تھے۔ منتظمین لنگر نے حضرت عارف کامل رحمۃ اللہ علیہ سے ماجرا عرض کر دیا۔ تو آپ نے توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ مہمانوں کے لئے کھانا دستر خوان پر لگا دیا جائے۔ آپ بہ نفس نفیس خود بھی وہاں دستر خوان پر تشریف فرما ہو گئے۔ ماحصل کلام یہ ہے کہ وہ پچیس آدمیوں کا کھانا جب دو سو اشخاص کے لئے دستر خوان پر رکھ دیا گیا تو آپ نے فرمایا بسم اللہ کیجئے تو تمام دو سو اشخاص نے وہ کھانا تناول کیا۔ بڑے اطمینان سے تناول کیا اور کسی قسم کی کمی کا احساس تک نہیں ہوا اور سب مہمانوں نے خوب مزے سے یہ کھانا تناول کیا۔

ایک واقعہ یہ ہے کہ تقریباً ۳۵ سال کا عرصہ ہوا۔ حضرت عارف کامل رحمۃ اللہ علیہ بمبئی تشریف لے گئے۔ یہ سفر آپ کے لطیف و نحیف جسم کے لحاظ سے بہت طویل سفر تھا۔ وہاں تقریباً ایک ہفتہ قیام فرمایا گیا۔ اس شہر میں جس فرود گاہ پر آپ کا قیام ہوا اس کے مالک آپ کے بہت صادق مرید تھے۔ امراء بمبئی میں ان کا شمار ہوتا

تھا۔ آپ کے وہ میزبان تھے۔ بمبئی شہر سے بہت لوگ آپ کے حلقہ ارادات میں شامل ہو گئے اور بمبئی میں آپ کا فیض خوب گلبار ہوا۔ آپ کے میزبان کاروبار نقطہ نگاہ سے اپنے اقران و امثال میں محسود بھی تھے اور ان سے ان لوگوں کو دنیوی رقابت کی وجہ سے خصومت بھی تھی۔ چنانچہ ان کو قتل کرنے کے درپے تھے۔ ایک دن حضرت عارف کامل رحمۃ اللہ علیہ قیام بمبئی کے دوران اپنے میزبان کے ساتھ لینڈو گھوڑا گاڑی میں سیر کے لئے تشریف فرما ہوئے کہ میزبان کے دشمنوں نے میزبان پر قاتلانہ حملہ کرنے کے لئے مسلح آدمی لینڈ و گاڑی کے قریب پہنچا دیے۔ جو کہ میزبان مذکور کی تلاش میں تشنہ تھے۔ گاڑی میں انہوں نے جھانکا تو گاڑی میں صرف پیر صاحب بٹالہ شریف حضرت عارف کامل ہی نظر آئے اور کوئی آدمی نظر نہیں آیا حالانکہ میزبان مذکور تو وہاں گاڑی میں صاف نظر آ رہا تھا۔ چنانچہ حملہ آوری کا مقصد وہ لوگ پورا نہ کر سکے۔ یہ کرامت حضرت عارف کامل رحمۃ اللہ علیہ کی تمام شہر میں مشہور ہو گئی۔ آپ کی توجہ روحانی سے گاڑی میں آپ کی ذات جمیلہ صفات مرکز نگاہ بن گئی اور آپ کے ماسوا کو آپ کی صورت میں ایسا محتوی کر دیا گیا کہ گویا وہاں آپ کی صورت کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔

ایک واقعہ ہے کہ بنوں کے علاقہ کے ایک باتھور افغان کی بٹالہ ضلع گورداسپور میں بطور علاقہ مجسٹریٹ تعیناتی ہو گئی۔ خانصاحب موصوف کا بٹالہ سے تبادلہ اور مختلف مقامات پر تعیناتی ہوتی رہی تھی اور بٹالہ میں عید کی تقریب قریب آنے پر خان صاحب موصوف نے تجویز کی کہ تمام مسلمانوں کو ایک ہی عید گاہ میں نماز ادا کرنی چاہیے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اثر و رسوخ سے علماء شہر کو اس تجویز پر عمل کرنے کے لئے مائل کر لیا۔ حضرت عارف کامل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی خان صاحب گئے اور عرض کیا کہ آپ اس دفعہ اپنی عید گاہ کی بجائے باہر کھلے میدان میں عید ادا فرمالیں تو شوکت اسلام کی بہار سے اس علاقہ کے مسلمانوں کا تخیل و قار ترو تازہ ہو جائے گا۔ آپ نے تجویز قبول فرمالی اور عید کے دن بٹالہ میں ایک میدان میں بٹالہ اور اطراف و اکناف کے مسلمانوں ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو گئے تاکہ نماز عید ادا کی جائے۔ خان صاحب موصوف نے وہاں تمام علمائے کرام سے کہا کہ آپ سب کس شخص کی امامت میں یہ نماز عید ادا کر سکتے ہیں؟ حنفی، شیعہ، اہل

حیثیت۔ جب نے یک آواز کہا کہ حضرت میاں صاحب یعنی حضرت عارف کامل
رحمۃ اللہ علیہ ایسی شخصیت ہیں کہ ہم سب کو ان کی امامت میں نماز ادا کرنے میں کوئی
اعتراض نہیں ہو گا۔ چنانچہ والد محترم راوی ہیں کہ واقعی حضرت کامل رحمۃ اللہ علیہ نے عید
کی نماز کی امامت فرمائی اور ہر فرقے کے مسلمانوں نے آپ کی اقتداء میں نماز
ادا کی۔ یہ واقعہ بھی آپ کی کرامات میں شمار ہوتا ہے۔

آپ کی ایک یہ کرامت بھی مشہور ہے کہ بٹالہ شریف میں ایک بڑے
عالم تھے جن کو آپ سے نہایت عقیدت تھی۔ وہ ایک دفعہ شدید علیل
ہو گئے اور لقوہ سے قطعی مایوسی ہو گئی تو آپ عیادت کے لئے ان مولوی صاحب
کے مکان پر تشریف لے گئے۔ مولوی صاحب کو آپ کی تشریف آوری سے بڑا
سکون ملا اور چند منٹ آپ وہاں ٹھہرے اور دعا فرمائی۔ جب آپ وہاں سے
واپس تشریف لے گئے تو مولوی صاحب نے اپنے تیمارداروں سے کہا کہ مجھے شفایابی
کا احساس ہونے لگا ہے۔ میری صحت درست ہو رہی ہے اور اب مجھے کامل امید
ہے کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعا میرے لئے باعث صحت ہو جائے گی۔ چنانچہ چند
دنوں میں وہ صحت یاب ہو گئے۔

حضرت سید بدر محی الدین رضوان اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ
بٹالہ شریف میں لاہور کے آریہ سماج نے بہت بڑا اجتماع منعقد کیا اور اس میں
صداقت قرآن حکیم پر مناظرہ کرنے کے لئے علمائے دین کو دعوت دی۔ پنجاب سے
ہر مکتب فکر کے علمائے دین بٹالہ شریف پہنچ گئے اور انہوں نے حضرت عارف کامل
رحمۃ اللہ علیہ سے استدعا کی کہ مسلمانوں کی جماعت مناظرہ کی صدارت آپ قبول فرمائیں۔
حضرت موصوف ان دنوں علیل تھے اور فرمایا کہ میں اپنی شمولیت کی نیابت جناب
صورت پیش کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ میرا بیٹا میاں بدر محی الدین میری نمائندگی
کرے گا۔ اس وقت میری عمر تقریباً چودہ سال تھی۔ چنانچہ میرے اتالیق (مولوی
صاحب) اور ایک جماعت علماء کے ہمراہ مجھے جلسہ مذکور میں بھیجا گیا اور مجھے اس
جلسہ میں مسلمانوں کی جماعت کا صدر بنایا گیا۔ ہزاروں لوگ مسلم اور غیر مسلم وہاں
پہنچ تھے۔ آریہ سماج کی طرف سے ان کا ایک لیڈر لاہور سے آیا ہوا تھا۔ وہ اس
جلسہ میں ان کا صدر تھا۔ اس معرکہ میں اسلام کے علماء کو شاندار کامیابی حاصل ہوئی

تھی۔ اس واقعہ کو بھی حضرت عارف کامل ؒ کی کرامت تصور کیا گیا تھا۔

حضرت کامل ؒ نے اپنی زندگی میں کئی لاکھ حاجت مندوں کو تعویذات عنایت فرمائے۔ آپ کی جناب سے لاکھوں کے لئے دعائیں کی گئیں۔ آپ کی طفیل ہزاروں کو روحانی کمالات نصیب ہوئے۔

عرس مبارک کی اہمیت: سلسلہ قادریہ فاضلیہ کے ہر ایک شعبہ میں حضرت کامل نے درخشاں ترقی پیدا کر دی۔ دربار قادریہ فاضلیہ کے سالانہ اجتماع یعنی حضرت غوث اعظم ؒ کا سالانہ عرس مقدس ہر سال آپ نے نہایت دلوع و شیفتگی سے قائم کئے رکھا اور اس تقریب کی وفور ترقی اور فراوانی حسن اہتمام ہر سال کا معمول بن چکا تھا۔ ملک پاک و ہند برصغیر کے مختلف اطراف سے لوگ جوق در جوق آ کر اس تقریب میں شامل ہوتے۔ کھانا بطور تبرک بکثرت تقسیم کیا جاتا۔ ہزاروں لوگ اس تبرک کو اپنی سعادت مندی اور بخت بلندی کا ذریعہ سمجھ کر بڑی عقیدت سے حاصل کرتے۔ خانقاہ معلی پر ختم' دربار کے حجرہ مقدسہ میں تجلیات' صلوات' تنویر' دربار عالیہ صبح کے وقت مجلس مواعظ و خطبہ عرس اور قوالی بلا مزمیر ہزاروں زائرین کے قیام کا انتظام' ہزاروں زائرین جب اپنے گھروں اور اوطان کی طرف مراجعت کرتے تو ان پر حضرت غوث اعظم ؒ کی محبت کا رنگ اس طرح جاری و ساری ہوتے دکھائی دیتا کہ ان کی روح میں نئی گناہ وسعت و رونق پیدا ہو گئی ہے۔ مجلس مذکور میں بڑے بڑے جلیل القدر علماء خطبہ عرس کی تقریر کرنے کو اپنے لئے جلائل مفاخر کی علامت سمجھتے تھے۔ چنانچہ مولانا احمد علی خطیب شاہی مسجد لاہور و معلم عربی اسلامیہ کالج لاہور اور مولانا اصغر علی روحی مولوی فاضل ایم او ایل صدر معلم (شعبہ عربی) اسلامیہ کالج لاہور اور مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری خطیب جامع مسجد وزیر خان لاہور' مولوی فیض میراں ایم اے رحمتہ اللہ علیہم اجمعین نے اس عرس مقدس کی تقریب پر کئی سال مختلف زمانوں میں حضرت عارف کامل ؒ کی سجادہ نشینی کے دور میں خطبہ عرس مقدس کی تقریر کرنے کا شرف حاصل کیا۔ مولانا اصغر علی روحی ایم او ایل نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ اس عرس مقدس کی متواتر حاضری سے میرا قلب منور ہو گیا ہے۔ مولانا ابوالحسنات نے ایک دفعہ فرمایا کہ میں سال بھر سینکڑوں تقریبوں پر تقریر کرتا ہوں مگر میں اس عرس مقدس کی تقریب کے

لئے تمام سال والہانہ طور پر منتظر رہتا ہوں۔ کیونکہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بٹالہ شریف کے دربار کی یہ تقریب حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی توجہات شفقت کا مرکز ہے اور انوار قدسی اس مجلس میں موج در موج وارد ہوتے ہیں۔

تبلیغی دورے: طریقہ تبلیغ سفر کا یہ تھا کہ جب کبھی کسی علاقہ میں دورہ تجویز فرمایا جاتا تو اس علاقہ کے تمام دیہات کو نظام اوقات کی اطلاع تفصیل سے دی جاتی۔ کئی مہینوں پیشتر ہی سے یہ انتظام کیا جاتا تھا۔ خیمے' گاڑیاں اور گھوڑے اور کثیر التعداد لوگ اس سفر میں آپ کے جلو میں ہوتے۔ آپ خود اپنی کار میں تشریف فرما ہوتے تھے۔ کسی مقام پر چند منٹ کسی جگہ چند گھنٹے اور کسی صورت میں ایک دن قیام فرما لیا جاتا۔ جس علاقہ میں یہ ورود مسعود ظہور میں آتا وہاں مریدوں کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لئے بھی ظاہری و باطنی' صوری اور معنوی ضیافتوں اور دعوتوں کا ایک جہاں آباد ہو جاتا تھا۔ کئی میل قریہ اور گاؤں کے باہر معززین علاقہ جم غفیر کی صورت آپ کے استقبال کے لے جمع ہو جاتے۔ سفر میں نماز' ورد' درود' اذکار' اشغال تسبیح و تہلیل' تلاوت قرآن حکیم' صلواۃ غوثیہ و تہجد' اشراق و ضحیٰ کے نوافل میں آپ کی معیت و اتباع کرنے والوں کی تعداد بھی معمولی نہیں ہوتی تھی۔ سال میں تقریباً ایک ماہ اس قسم کے سفر ظفر کے لئے مخصوص رکھا جاتا۔ اور یہ سفر بڑی مستقیم تنظیم کے ساتھ طے کئے جاتے تھے جو کہ فقر کی عظمت اور ظاہری وجاہت کی تابانی کا نمونہ ہوتے تھے۔

حضرت عارف کامل رضی اللہ عنہ نے تبلیغ و تنظیم کے لئے طریقت قادریہ فاضلیہ کے انوار فشانی کے لئے اپنی زندگی میں ہزارہا میل کا سفر بذریعہ اسپ گاڑی' موٹر کار اور ریلوے ٹرین مختلف اطراف ملک برصغیر پاک و ہند میں کوہساری سفر اور بری سفر اختیار فرمائے اور ہزاروں نفوس کو سلسلہ عالیہ میں داخل فرمایا۔ آیتہ کریمہ والذین هم لامنتهم و عهدهم راعون کے معارف مریدوں کے ذہن نشین کراتے تھے تاکہ سلسلہ عالیہ قادریہ فاضلیہ کی محبت و ارادات میں جو منسلکین ہیں وہ اپنے اسی میثاق و عہد اور امانت کی مکمل حفاظت کریں۔ آپ نے سینکڑوں دیہات میں لوگوں کو مساجد تعمیر کرنے پر متوجہ فرمایا۔ ہزاروں نفوس جو کہ اولاد کے لئے ترستے تھے اور ان کی امیدیں آرزوئیں بھی عقیم ہو چکی تھیں۔ یعنی ان کی سب امیدیں

بے پروبال ہو گئی تھیں۔ آپ ہی کی روحانی دلنواز توجہات سے ایسے ہزارہا لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اولاد بخشی تو ان ہی لوگوں نے ان کرامات کو نہایت تعجب خیز پایا۔ مگر زیادہ تعجب تو اس میں تھا کہ جب وہ مایوس تھے تو ان کو ان انوکھی چیزوں کے مانگنے میں تعجب نہ ہوتا تھا اور جب دعا قبول ہوتی تھی تو وہ بہت متعجب ہوتے تھے۔ اس پر آپ فرماتے کذلک اللہ یفعل مایشاء (آیت کریمہ) اللہ اس ہی طرح اپنی مشیت پوری کر دیتا ہے۔ وہ لوگ سلسلہ طریقت قادریہ میں جوق در جوق شامل ہوئے اور اولاد اور نسلیں بھی اس دربار عالیہ کے صف مریدین میں شامل ہوئیں۔ آپ کی اس نوع کی کرامات کے اشتہادات آج ہزاروں گھروں میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ تعلیم دینوی تمتعات روزگار املاک اور ازدواجیات کے مسائل و مشاکل کے حل کرنے میں آپ کے خوارق و کرامات کی فراوانی اوز کثرت آپ کی طرف سے گویا یہ اعلان کر رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ مومنین کی راہیں آسان بناتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی امداد اور تائید کرنا اپنا حق قرار دے رکھا ہے۔ لہٰذا اولیاء اللہ خداوند کریم کی نیابت کرتے ہوئے کان حقا علینا نصر المومنین آیت کریمہ ہے کہ مومنین کی امداد تائید ہمارا حق دیا گیا ہے پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ حضرت عارف کامل رحمۃ اللہ علیہ کے مہمات سفر کے متعلق عرب کے نامور شاعر کا یہ شعر خوب صادق آتا ہے۔

الخیل واللیل والبیداء تعرفنی والسیف والرمح والقرطاس والقلم

گھوڑے یعنی وسائل سفر اور راتیں یعنی زمانہ سفر اور دشت نور دیاں یعنی مکان، سفر اور تلوار یعنی آپ کی دعاؤں کی نتائج کی قطعیت اور سولت نیزے یعنی نظر فیض اثر قرطاس کاغذ اور قلم یعنی لوگوں کے امور صالح کی مشکل کشائیوں کی کرامات کا جریدہ عالم بہ ثبت اور مسطور ہو جانا یہ سب کچھ حضرت عارف کامل رحمۃ اللہ علیہ کے حالات سفر سے عیاں ہے۔ لفظی معنی شعر کے تو یہ ہیں کہ گھوڑے، رات، میدان، تلوار، کاغذ اور قلم مجھے خوب جانتے ہیں۔

قیام پاکستان کے لئے خدمات: براعظم ہندو پاکستان میں مسلمانوں کے لئے علیحدہ وطن کے قیام کے سلسلے میں خانقاہ عالیہ قادریہ فاضلیہ (بٹالہ شریف) کا کردار یوں تو

سب جاننے والوں پر عیاں ہے۔ لیکن یہ بات کم ہی لوگوں کو معلوم ہو گی حضرت عارف کامل رضوان اللہ علیہ نے کافی عرصہ پہلے اس سلسلے میں پیش گوئی فرما دی تھی۔ حضرت سید بدر محی الدین رضوان اللہ علیہ نے قیام پاکستان کے سلسلہ میں حضرت عارف کامل رضوان اللہ علیہ کے حکم پر کانگریس کے موقف کی تردید میں کئی ہزار خطوط اور مراسلے لوگوں کو بھیجے اور انہیں پاکستان کے قیام کی ضرورت اور اہمیت کی طرف متوجہ کیا۔ انہوں نے مشائخ عظام کو بھی اس جانب متوجہ کرنے میں خانقاہ عالیہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف کے سجادہ نشین حضرت سید نذر محی الدین رضوان اللہ علیہ کے حکم پر خاص اہتمام فرمایا تھا۔ بلکہ یہ بھی حضرت عارف کامل رضی اللہ عنہ کی کرامات میں سے ہے کہ بٹالہ شریف اور آس پاس کے علاقوں پر جو کچھ آنے والا تھا وہ حضرت قبلہ پر خواب کی صورت میں ظاہر کر دیا گیا تھا چنانچہ ان کے متنبہ فرمانے پر بہت سے لوگوں کی جان و مال و آبرو وہاں سے ہجرت کرنے پر بچ گئی۔ آپ اکثر اوقات مناسب طریقہ پر مغیبات سے اطلاع دے دیا کرتے تھے جو بعد میں درست ثابت ہوتے تھے۔ تحریک پاکستان کے دوران اس خاندان عالی کے اثر و رسوخ نے آل انڈیا مسلم لیگ کے لئے بہت کام کیا۔ سیدنا حضرت سید بدر محی الدین رضوان اللہ علیہ نے اپنے قبلہ گاہی حضرت سجادہ نشین ہشتم حضرت عارف کامل کی راہنمائی میں اپنے تمام تر وسائل اور توانائیاں حصول پاکستان کے لئے وقف کر دی تھیں اور یہ وہ زمانہ تھا جب دوسرے علماء اور مشائخ ابھی پوری طرح کھل کر سامنے نہیں آئے تھے۔ اس کے علاوہ آل انڈیا کانگریس کی تردید میں مسلسل جدوجہد کرتے ہوئے کئی ہزار خطوط اور مراسلے مشائخ عظام کی خدمت میں پیش کئے جو کہ اس وقت کے مشائخ عظام نے نہایت پسند فرمائے تھے اور حضرت عارف کامل رضی اللہ عنہ نے بہت ہی تحسین فرمائی۔

نوٹ = اگر اس خاندان مقدس کے خلفاء کرام، مشائخ، متوسلین مریدین اور معتقدین کی قیام پاکستان کے لئے خدمات لکھی جائیں تو اس کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔

قیام پاکستان اور ہجرت : حضرت سید بدر محی الدین رضوان اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۹۴۷ء یعنی ہجرت کرنے پر جب ہم پاکستان آئے تو مہاجر کو اپنی زندگی کے لیے ہر نوع کے افتقارات و حاجات کے لئے جدوجہد کرنا ایک حاجت کبیرہ

مقصود ہونے لگی تھی چنانچہ حضرت والد محترم عارف کامل رحمۃ اللہ علیہ کی اس قسم کے مسائل و مشاکل کے حل کرنے میں مجھے شب و روز کی معروفیت ہو گئی تھی اور آپ کو میرے تعب و مکابدہ کا بہت احساس تھا۔ اور کئی بار اس پر اظہار اطمینان فرمایا۔ اس مسائل سے زیادہ مجھ سے استغراق الروح اور اشباع القلب کا تقاضا مقتضیات نے کیا جو کہ پاکستان میں دربار قادریہ فاضلیہ کے مرکز و مستقر قائم کرنے کے متعلق حضرت عارف کامل رحمۃ اللہ علیہ کے لئے پیدا ہو گئی تھی کیپٹن احسان اللہ خاں دانش قادری تحریر فرماتے ہیں کہ قیام پاکستان کے وقت جب مشرقی پنجاب جہاں بٹالہ شریف واقع ہے فسادات کی لپیٹ میں آیا تو اس سلسلہ عالیہ کے اس وقت کے صاحب سجادہ حضرت سید نذر محی الدین قادری فاضلی رضوان اللہ علیہ نے اپنے خاندان سمیت پہلے سیالکوٹ ہجرت فرمائی اور بعد میں شہر اولیاء لاہور میں مستقل طور پر اقامت پذیر ہوئے۔ عارف کامل حضرت سید نذر محی الدین رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ عالیہ کے سجادہ نشین ہشتم تھے۔ آپ کا وصال اواخر ۱۹۶۱ء میں ہوا۔ آپ ۶۲ سال صاحب سجادہ رہے۔

۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے وقت مشرقی پنجاب کے علاقہ جس میں کہ بٹالہ شریف بھی واقع ہے۔ مسلمانوں پر جو قیامت صغری ٹوٹی اس کے دیکھنے والے ابھی کثیر تعداد میں زندہ ہیں۔ سکھوں اور ہندو جاٹوں نے اس زمانہ میں مسلمانوں پر جو مظالم کئے اس کے تصور ہی سے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ظالم مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کرنے کی فکر میں تھے ان کی سینکڑوں ٹولیاں مسلمانون کے گاؤں پر جا پڑتیں اور قتل و غارت کا بازار گرم کر دیتیں۔ اس سے گھبرا کر مسلمانوں نے ان علاقوں کی طرف جہاں مسلمان اکثریت میں تھے اور جو پاکستان کا حصہ بننے والے تھے ہجرت شروع کر دی۔ ہندو جاٹوں اور سکھوں کی ٹولیوں نے دن دھاڑے بھارتی فوجیوں اور غیر مسلم پولیس کی آنکھوں کے سامنے' بلکہ ان کی شہہ پر ان قافلوں کو بھی تہ تیغ کرنا شروع کر دیا۔ بچوں کو ماؤں کے سامنے سنگینوں کی نوک پر رکھ لیتے۔ عورتوں کو بھگا کر لے جاتے۔ جوانوں کو بری طرح عذاب دے دے کر زندگی اور موت کی سرحدوں پر تڑپتے چھوڑ جاتے' بلکہ آگ میں زندہ جلا دینے کے واقعات بھی ہوئے اور بہنوں اور بیٹیوں کے

سامنے ان کے بھائیوں آباؤں اور دوسرے عزیزوں پر ایسے ایسے وحشیانہ مظالم بھی ہوئے جن سے اس وقت تک تاریخ ناآشنا تھی۔ ان حالات میں بٹالہ شریف چھوڑنے بغیر چارہ نہ تھا۔ سادات کی تاریخ ایک بار پھر اپنے آپ کو دہرا رہی تھی۔ عارف کامل سیدنا و مولانا مرشدنا حضرت سید نذر محی الدین القادری کاظمی اپنے جنت آباد وطن کو چھوڑ کر حضرت اقدس سیدنا ابوالفرح محمد فاضل الدین القادری الگیلانی کے روضہ مقدس پر آخری سلام عرض کر کے اپنے اہل و عیال سمیت عازم پاکستان ہوئے اور بالآخر لاہور تشریف لائے۔ اہل لاہور کی قسمت جاگی اور مسلمانوں کا یہ نوزائیدہ وطن گلشن قادریہ کے ان گل ہائے سرسبد کے قدوم میمنت لزوم سے رشک جنات عدن و فردوس ہوا۔ حضرت شیخ محمد طاہر بندگی اور حضرت شیخ ابو محمد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی ارواح مقدس نے اپنے سلسلہ طریقت کے پنجہ السلف کی پذیرائی کی اور حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ماہیت میں طریقت قادریہ کا علم پھر آب و تاب کے ساتھ بلند ہوا۔ لاہور، چالی بٹالہ و بغداد ہوا۔ خانقاہ شریف محمود پور روڈ پر اس علاقہ میں قائم ہوئی جہاں اب قاتلیہ کھیلی اہل حضرت بٹالوی سیدنا مولانا و مرشدنا حضرت سید ابوالفرح محمد فاضل الدین القادری الگیلانی کی یاد کو تازہ کرتا ہے اور مدرسہ قادریہ فاضلیہ کے لئے تو شاہ ضلع سرگودھا میں جگہ حاصل کی گئی اور اب نقل کی تو آبادی شہر آباد میں مدرسہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف کی یاد کر رہے۔ لیکن ان خانقاہ اور مدرسہ کی عظمت رفتہ کی بحالی کو حضرت عارف کامل رحمۃ اللہ علیہ بچشم ظاہر نہ دیکھ سکے۔ اگرچہ چشم باطن جب بھی دیکھتا ہوگا اور اب ملاحظہ فرما کر خوش ہو رہے ہوں گے۔ کیونکہ آپ قیام پاکستان کے بعد زیادہ عرصہ اس عالم آب و گل میں نہ رہے۔

وصال مبارک: ۷ ربیع الثانی ۱۳۷۱ھ کو بمقام لاہور آپ کی وفات ہوئی اور حضرت محمد طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ اقدس کے قریب آپ کی تدفین ہوئی۔ جہاں آپ کے مزار پر ایک عالیشان مقبرہ تعمیر کیا گیا ہے ۷ ربیع الثانی ۱۳۷۱ ہجری۔ مطابق ۱۸ ستمبر ۱۹۵۱ء عیسوی آپ اس دار فانی سے دار بقا کی طرف رحلت فرما گئے اور اپنے لاکھوں مریدین و معتقدین کو سوگوار چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کی روح مقدس کے طفیل سلسلہ عالیہ کے

وابستگان کو اپنی رحمتوں سے ڈھانپ دے (آمین) آپ کو قبرستان میانی شریف لاہور میں سپرد خاک کیا گیا۔ مزار مبارک پر سجادہ نشین نہم اور حضرت عارف کامل کے خلف الصدق حضرت سید بدر محی الدین رضوان اللہ علیہ نے ایک عالی شان گنبد تعمیر کرایا ہے۔ مزار مبارک حضرت شیخ محمد طاہر بندگی کے روضہ منورہ کے نواح میں مرجع خلائق ہے۔

حضور سید بدر محی الدین قادری فاضلی رضوان اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عارف کامل ؒ اپنی زندگی میں بھی سلسلہ قادریہ فاضلیہ کے استحکام کے لئے غیر متناہی مساعی فرماتے رہے اور وفات کے بعد بھی آپ کی وہ توجہات متواتر سرگرم عمل ہیں۔ چنانچہ مجھے اکثر اوقات علماء' صوفیا اور صادق محبان ملے ہیں جنہوں نے اپنے خوابوں کے مضامین ذکر کئے۔ جن کا خلاصہ یہی ہے کہ حضرت عارف کامل ؒ ان کو ہدایت فرماتے ہیں کہ اپنے مقاصد و مطالب کے لئے فاضلیہ کالونی میں دربار قادریہ فاضلیہ کی طرف رجوع کیا کریں کیونکہ یہ ہمارا مرکز ہے۔ اور ہماری توجہات اس ہی نظام و سلسلہ طریقت کی نگہداری کے لئے مامور ہیں۔

عرس مبارک: آپکا سالانہ عرس مبارک دربار قادریہ فاضلیہ فیروزپور روڈ لاہور ہر سال مورخہ ۷ ربیع الثانی منعقد ہوتا ہے۔

خلفاء کرام: آپ کی طفیل ہزاروں کو روحانی کمالات سے محظو ظیت ملی چنانچہ نیر صفوف سید آفتاب حسین قادری فاضلی (منڈی شریف کوٹلی آزاد کشمیر) حضرت عارف کامل ؒ ہی کے لطف و کرم کا مہبط ہیں اور ان کو صغر سنی ہی میں آپ کے انوار کرم نے مستفیض فرما دیا تھا۔ چنانچہ ان کا دل سلسلہ قادریہ فاضلیہ کے عشق سے لبریز ہے۔

ان روحانی شخصیات میں سے سائیں رحمت اللہ ؒ کا بھی شمار ہوتا ہے۔ گجرات کے متوطن تھے اور اسی ضلع میں ان کا مزار ہے۔ ان کی زندگی کا بیشتر حصہ پشاور میں بسر ہوا۔ حضرت عارف کامل نے ان پر عنایات روحانی کی نور افشانی فرمائی۔

ان ہی مردان خدا سے پیر سید غلام جیلانی ؒ ہیں۔ ان کا مزار پیر محل ضلع فیصل آباد کے علاقہ میں ہے اور یہ بھی حضرت عارف کامل ؒ کے تربیت یافتہ

تھے اور انہوں نے جب حضرت ممدوح ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی تو آپ نے پیر سید غلام جیلانی مرحوم کی تلطف و تفضل سے دستگیری فرمائی۔

ان کے علاوہ بھی متعدد ارباب محبت و خلت کو حضرت عارف کامل ﷺ نے درجات معنوی و باطنی کے اعتبار سے اپنی التفات کرم کا مورد بنادیا۔ آغا سید عنایت علی ضیاء جعفری قادری فاضلی پشاور میں ہیں۔ وہ بھی حضرت عارف کامل کے تربیت یافتہ ہیں جو دل و زبان سے حضرت عارف کامل ﷺ کے روحانی احسانات کی وجہ سے سراپا سپاس گزار ہیں۔ عارف کامل حضرت سیدنا و مولانا و مرشدنا سید نذر محی الدین القادری فاضلی نے اپنی نوازش ہائے بیکراں کے صدقہ میں ایک دنیا کو روحانیت و قادریت کی نعمتوں سے نوازا۔ چنانچہ آپ کے دست مبارک پر بہت سے لوگوں کو طریقت قادریہ فاضلیہ میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہوا اور وہ لوگ مزید نوازے گئے جو پشت ہا پشت سے اس خاندان عالی کے بزرگوں سے بیعت چلے آرہے تھے۔ ان میں کئی ایک بزرگ آپ ﷺ کے فیض تربیت سے تکمیل تک پہنچے اور خلعت خلافت سے نوازے گئے یہاں یہ ذکر کر دینا شاید بے جا نہ ہوگا کہ اس سلسلہ عالیہ کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ یہاں سے خلافت صرف ان بزرگوں کو عطا کی گئی جو اس فن میں کامل ہوئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے حضرات خلافت کے سلسلے میں انتہائی احتیاط سے کام لیتے تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ عالیہ کے خلفائے کرام کامل و مکمل روحانیت اور کمالات باطن کے حامل ہوتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں طریقت قادریہ کی اس عظیم درسگاہ سے کسی کو اس وقت تک سند نہیں دی جاتی جب تک وہ اس فن میں طاق نہ ہو جائے اور آگے چل کر دوسروں کے پڑھانے سکھانے یا انہیں تربیت دینے کے کامل و اکمل طریق پر لائق نہ ہو' چنانچہ اس سلسلہ عالیہ کے خلفائے کرام کامل بزرگ اور مکمل درویش ہوتے ہیں۔ شاہ شریعت کے شہوار اور اسرار باطن کے ماہر جنہیں فقیری بھی زیب دیتی ہے اور امیری بھی۔ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین

حضرت عارف کامل سیدنا نذر محی الدین القادری فاضلی ﷺ کے خلفائے کرام میں سے حضرت سید آفتاب حسین شاہ القادری فاضلی ﷺ منڈی شریف علاقہ کوٹلی آزاد کشمیر کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت سید نور حسین

شاہ بھی اس سلسلہ عالیہ کے اعلیٰ پایہ کے درویشوں میں سے تھے جنہیں قبلہ و کعبہ پیر جی حضرت حافظ سید ظہور الحسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت پہنچی تھی۔ حضرت سید آفتاب حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ صغر سنی ہی سے حضرت عارف کامل رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو گئے تھے۔ اس سلسلہ عالیہ سے دل سے محبت رکھتے تھے۔ آپ نے بڑے بڑے سخت مجاہدے کئے اور فائز المرام ہوئے اور منڈی شریف میں اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ان کی روح کو اپنے جوار رحمت میں رکھے۔ آمین! اس وقت آپ کے صاحبزادے سجادہ نشین ہیں۔

حضرت سائیں رحمت اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ : حضرت سائیں رحمت اللہ قادری فاضلی رحمۃ اللہ علیہ بڑا عرصہ مجذوب رہے۔ بعد میں اشارہ غیبی پر حضرت عارف کامل رضوان اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کا شرف حاصل کیا۔ آپ نے بڑی بڑی سخت ریاضتیں کیں۔ حضرت عارف کامل سیدنا نذر محی الدین رضوان اللہ علیہ نے خلافت سے سرفراز فرمایا۔ آپ بھلوال من مضافات سرائے عالمگیر کے رہنے والے تھے اور وہیں بعد وصال دفن ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں سے نوازے' آمین! آپ نے چالیس سے زیادہ برس اپنے شیخ طریقت کی خدمت میں گزارے اور ایک عرصہ تک سیاحت کی' آپ نے دور دور تک تبلیغی دورے کئے اور بہت سے لوگ آپ کے طفیل سلسلہ عالیہ قادریہ فاضلیہ میں داخل ہوئے۔

حضرت سید عنایت علی شاہ ضیا جعفری رحمۃ اللہ علیہ : حضرت سید عنایت علی شاہ ضیاء جعفری رحمۃ اللہ علیہ ابتداء میں کچھ عرصہ جذب میں رہے۔ حضرت سائیں رحمت اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ بعد میں حضرت عارف کامل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دامن تربیت میں لے لیا اور انہی سے خلافت پائی۔ عالم فاضل بزرگ تھے اور اعلیٰ پایہ کے شاعر---- اردو فارسی دونوں زبانوں میں تصوف کے مضامین پر بہت کچھ لکھا ہے۔ ہر سال عرس شریف پر حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں ایک منقبت پڑھتے آپ پشاور کے رہنے والے تھے اور وہیں ۱۶ ربیع الاول سن مطابق ۲۳ مئی ۱۹۷۱ء کو آپ نے ایک مختصر علالت کے بعد رحلت فرمائی۔ حضرت شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے جانب شمال ایک علیحدہ احاطہ میں مدفون ہوئے۔ آپ کی قبر مبارک سے

بھی فیض جاری ہے۔ آپ ؒ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے ڈاکٹر سید مرتضیٰ اختر جعفری صدر شعبہ اردو پشاور یونیورسٹی سجادہ نشین ہوئے۔ آپ کے چھوٹے صاحبزادے سید حیات محی الدین جعفری بھی صاحب برکت و سعادت درویش ہیں۔

حضرت پیر سید غلام جیلانی ؒ: حضرت پیر سید غلام جیلانی ؒ بھی قبلہ و کعبہ حضرت عارف کامل سید نذر محی الدین ؒ کے خلفائے کرام میں سے تھے۔ مزار پیر محل علاقہ فیصل آباد میں ہے۔ حضرت عارف کامل ؒ کو آپ سے بڑی محبت تھی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے جوار رحمت میں رکھے اور ان کے درجات کو اور بھی اونچا کرے۔ آمین

حضرت حافظ غلام قادر شاہ جالندھری ؒ کے پوتے حضرت عطاء الحق قادری ؒ آپ کے دست مبارک بیعت ہوئے اور فیض یاب ہوئے۔ لہٰذا آپ نے والد محترم حضرت میاں شمس الحق ؒ کے وصال کے بعد ان کے سجادہ نشین بنے۔

اولاد مبارک: آپ کے چھ فرزند ہیں۔ فرزند کبیر (۱) سیدنا بدر محی الدین الگیلانی القادری (سجادہ نشین نہم) رضوان اللہ علیہ (۲) سید آفتاب محی الدین سیکشن آفیسر محکمہ خوراک) (۳) سید ضیاء محی الدین (بی ایس سی انجینئرنگ) (۴) سید ذکاء محی الدین بی، اے (مینیجر بنک) (۵) سید نجم حسین ایڈیشنل اکاؤنٹنٹ جنرل۔ (مغربی پاکستان) (۶) سید ماہتاب حسن۔

اشعار در تعریف پیر طریقت سید نذر محی الدین رضوان اللہ علیہ:

نذر محی الدین ظہور پنج تن
غوثیہ سجاد صدر انجمن
صاحب کشف و کرامت ذوالکرم
وہ کریم ابن الکریم محترم
ہر کہ دست خود بدست داد او
کامران شد مطمئن دلشاد او
ہیں وہی پیر طریقت خاکسار

جن کا جاری فیض ہے لیل و نہار
مصدر حسنات اولاد علی رضی اللہ عنہ
عابد و عارف وہ ہیں کامل ولی
شہرۂ آفاق ہے ان کا سخا
لنگر ان کا جاری اور مہمانسرا
رہتا ہے فقراء کا در پر اژدہام
میں بھی ان کا ایک ہوں ادنیٰ غلام

(فیضان غوثیہ ص ۴ کلام از حضرت غلام جیلانی شاہ صاحب)

ماخذ: ۱۔ قرطاس التعارف، ۲۔ الفاضل، ۳۔ مدینتہ الاولیاء (لاہور)، ۴۔ قلمی نسخہ کیپٹن احسان اللہ خاں دانش قادری فاضلی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ ۵۔ روزنامہ نوائے وقت ادبی ایڈیشن ۲۳ نومبر ۱۹۸۹ء۔ ۶۔ جواہر تصوف۔ ۷۔ فیضان غوثیہ از حضرت غلام جیلانی شاہ رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۴۔ حضرت سید بدر محی الدین قادری فاضلی رحمۃ اللہ علیہ
(سجادہ نشین نہم)

ولادت باسعادت: حضرت سید بدر محی الدین صاحب قادری رضوان اللہ علیہ آپ حضرت سیدنا سید نذر محی الدین قادری رضوان اللہ علیہ کے صاحبزادہ خلق اکبر ہیں۔ آپ سال ۱۹۰۵ء میں بمقام بٹالہ شریف ضلع گورداسپور پیدا ہوئے۔ آپ نہایت حسین و جمیل تھے آپ کا نام بدر محی الدین رکھا گیا۔ بلحاظ صورت و سیرت بلاشبہ آپ چودھویں کا چاند تھے۔ سادات کا یہ خاندان اپنی وجاہت شرافت، علم و کرامت، فضل و قیادت، رشد و ہدایت، عرفان و طریقت میں اپنی مثال آپ اور معروف و مشہور ہے۔ اس خاندان کے مورث اعلیٰ حضرت مخدوم پیر سید محمد فاضل الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ تھے اور نیابت غوثیت کی وجہ سے آسمان شہرت کے نیر تاباں تھے۔ جن کے فیضان سے اب تک ایک کثیر مخلوق ہدایت پا رہی ہے۔ حضرت مخدوم

کا نام "بدر محی الدین" رکھا گیا۔ حقیقتاً آپ اسم مخدوم سید نذر محی الدین قادری جامع الکمالات تھے۔

تعلیم و تربیت: سیدی و مرشدی سید بدر محی الدین رضوان اللہ علیہ اپنی تصنیف "دربار قادریہ فاضلیہ کا قرطاس التعارف" میں تحریر فرماتے ہیں۔ "میری عمر سات سات کی تھی جب ایک مولوی صاحب کو جو کہ سہارن پور (یو پی ہند) کے مدرسہ کے فارغ التحصیل تھے مدرسہ قادریہ فاضلیہ کا معلم متعین کر دیا گیا۔ اس وقت میں ہی اکیلا طالب علم تھا جو کہ مولوی صاحب سے مدرسہ قادریہ فاضلیہ میں صرف نحو (عربی) کی تعلیم پاتا تھا۔ میں ان دنوں انگریزی سکول میں بھی داخل تھا اور وہاں سے فراغت پاکر دربار میں مولوی صاحب سے پڑھاتا تھا۔ میں نے بٹالہ کے میونسپل بورڈ ہائی سکول میں تعلیم پاکر پنجاب یونیورسٹی کے میٹرک کا درجہ طے کرکے اسلامیہ کالج لاہور میں داخلہ حاصل کیا۔۔۔۔۔ چنانچہ لاہور میں اسلامیہ کالج میں تعلیم کے علاوہ مفتی عبدالقادر مرحوم اور مولوی ابوالرشید محمد عبدالعزیز مرحوم کو مامور کیا گیا کہ میری اقامت گاہ پر مجھے فقہ، ادب اور منطق کے نصاب کی کتابیں پڑھائیں۔ میں نے لاہور کے قیام ہی میں کالج کی تعلیم کے علاوہ مولوی کے امتحان میں کامیابی حاصل کیں۔ اس کے بعد مولوی عالم اور مولوی فاضل اور منشی فاضل کے تمام نصاب کی تکمیل مدرسہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف میں کرکے امتحانات یونیورسٹی میں کامیابی حاصل کی۔۔۔۔۔ پنجاب یونیورسٹی کے مذکورہ بالا نصاب پر مستزاد وہ کتابیں مدرسہ مذکورہ میں بالاستیعاب پڑھیں جو کہ قدیمی درسگاہوں میں منتہی درجہ کے لیے مخصوص ہوتی ہیں یوں تو ان دنوں مولوی فاضل و منشی فاضل وغیرہ کے نصاب میں بھی وہ کتابیں داخل تھیں جو علوم و فنون کے قدیمی مدارس میں مروج تھیں۔ مگر میرے اساتذہ کرام نے نصاب کے علاوہ ان علوم و فنون کے ان کنوز سے بھی مجھے خوب روشناس کرایا۔ جو کہ متقدمین عالی پایہ مفکرین، مفسرین اور معروف محققین منطقین کی تصانیف کی معاون اور گنجینوں میں مرتکز ہیں۔ اس جاہ نوروی سے میرے دل میں ایک مخصوص جذبہ مطالعہ پیدا ہوگیا۔ وہ جذبہ بذل المهجة فی المطالعہ تھا۔ وہ اساتذہ خود بھی چھ گھنٹے تدریس کی تیاری کے لیے مطالعہ میں صرف کرتے اور پھر میرے لیے چھ گھنٹے تدریس میں صرف کرتے۔ انہیں سوائے میری

تعلیم کے کوئی مصروفیت نہ تھی۔۔۔۔۔ میں نے خود اپنے لیے اساتذہ کرام کا انتخاب کیا۔ ان کے حقوق کا رفاہیت کا انتظام انتساق میں نے خود سرانجام دیا۔ اپنے لیے کتابیں لاہور (پاکستان) بمبئی (ہندوستان) اور مصر سے منگوائیں۔ اساتذہ کی امداد مطالعہ کے لیے کمیاب شروح اور حواشی نہایت گراں قیمت صرف کر کے مہیا کیں۔ مجھے یاد ہے بعض کتابیں لاہور سے ایک یا دو روپیہ میں دستیاب ہو سکتی تھیں۔ لیکن میں نے وہی کتابیں مصر سے ایک سو روپے اور دو سو روپے فی کتاب کے حساب سے منگوائیں کیونکہ نامور منطقین محققین اور سربلند والا پا ادباء کے شرح اور حواشی ان کتابوں کو مزین کیے ہوتے تھے۔۔۔۔۔ میرے اساتذہ کرام میں مولوی احمد علی صاحب گجراتی بھی ہیں جن سے میں نے مبادی العلوم کا اکتساب کیا۔ مولوی صاحب موصوف جید عالم اور معیاری معلم ہیں۔ ذہین محنتی ہیں اور علوم دینی میں دستگاہ رکھتے ہیں۔ مولوی سید عبدالغفور بجنوری یو۔ پی (ہندوستان) سے میری تعلیم ہی کے لیے آئے تھے۔ معقول مشاہرہ پر ان کی تعیناتی کی گئی صوفی منش، متقی متورع تھے۔ مولانا محمد نورالحق مرحوم ضلع کیمبل پور کے متوطن تھے۔ بعد میں لاہور ہی کو انہوں نے اپنا وطن بنا لیا۔ دیوبند (انڈیا) کے دارالعلوم کے فارغ التحصیل تھے۔ پنجاب یونیورسٹی کے مولوی فاضل اور منشی فاضل تھے۔ سندھ کے ایک بہت مشہور مدرسہ عربیہ کے صدر معلم تھے۔ اور پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور میں بھی معلم کے منصب پر فائز رہے تھے۔ سریع الخاطر، شدید الذکاء تھے۔ علوم منقول و معقول میں واقعی بحر ذخار تھے۔ ان سے میرا عرصہ تلمذ طویل تھا۔ انہوں نے منتہی درجہ کی تمام کتابیں مجھے بٹالہ شریف میں تدریس کی تھیں میرے متعلق فرمایا کرتے تھے منطق اور ادب عربی کے اعتبار سے ہمارے میاں صاحب جامع الفضیلتین ہیں مولانا موصوف کو ان مضامین میں بہت تفوق حاصل تھا۔ علم و ادب میں شہسوار قلم تھے۔ بہت دل آویز مضمون آراء تھے۔ ان کے عربی مضامین اور فارسی عبارت میں اعلیٰ فصاحت اور گوہر بار بلاغت پائی جاتی تھی۔ علم منطق مع اپنی تمام وسعتوں اور نادر الوجود خزائن کے مولانا موصوف میں متجلی اور متموج تھا اور معقولات میں ان کا انتشار اور استبحار متقدمین زعماء منطقیین کے معیار کے مماثل تھا۔ سندھ، پنجاب اور صوبہ سرحد میں منتسجبہ العلماء

مشہور ہوتے تھے ------ مولانا سلطان احمد گنجوی مرحوم نے فقہ، اصول فقہ، معانی حدیث، تفسیر کی کتابیں نہایت محنت اور وفور شوق سے مجھے بٹالہ شریف میں پڑھائی تھیں۔ مولانا کا تبحر علم، دقت نظر، تعمق فکر اور محنت مسلمہ حقائق ہیں۔ درویش سیرت عالم تھے۔ الفاضل میں لکھا ہے کہ آپ کی تعلیم و تربیت ابتداء ہی سے ایسے انداز سے ہوئی کہ تحصیل علوم و اکتساب کمال کا شوق صاحب موصوف کے لیے خاص شعار ثابت ہوگیا اور اس ذوق نے آپ کو ایسا محنتی بنا دیا کہ مطالعہ میں جب بھی کوئی چیز مانع ہوئی تو آپ کو بہت ہی مبغوض ہوئی۔ ایک طرف تو آپ کی تعلیم بی اے تک پہنچی اور دوسری طرف خاص اہتمام سے آپ نے تمام نصاب عربیہ جو کہ قدیم طریق میں مقرر چلا آتا ہے طے کیا اور پھر مولوی فاضل اور منشی فاضل کی سندات بھی حاصل کیں۔ آپ کے اساتذہ سے مولانا سید عبدالغفور صاحب بجوری، مولانا نور الحق صاحب سابق معلم اورینٹل کالج لاہور مولانا سلطان احمد صاحب گنجوری اور مولانا احمد علی گجراتی قابل ذکر ہیں یہ اساتذہ کرام مختلف اوقات میں میاں صاحب کی تعلیم کے لیے دربار فاضلیہ بٹالہ شریف میں مقیم رہے۔ میاں صاحب موصوف کو علوم تفسیر اور فلسفہ منطق میں خاص شغف حاصل تھا اور اب بھی باوجود کثیر المشاغل ہونے کے مطالعہ کتب کو اپنی مصروفیات سے سمجھتے ہیں تھے۔

جناب دانش صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کا خاندان علم و عمل کا گہوارہ ہے۔ حدت فہم و ذکاء آپ نے وراثت میں لی ہوئی تھی۔ آپ کی تعلیم کا انتظام آپ کے والد ماجد مرشد الجد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔ جب آپ کی عمر سات سال کی تھی تو ایک مولوی صاحب جو کہ سہارن پور (یو پی ہند) کے مدرسہ کے فارغ التحصیل تھے ان سے مدرسہ قادریہ فاضلیہ میں صرف و نحو (عربی) کی تعلیم حاصل کی۔ انگریزی سکول میں بھی پڑھتے تھے اور وہاں سے فراغت پاکر دربار میں مولوی صاحب سے پڑھتے تھے۔ بٹالہ کے میونسپل بورڈ ہائی سکول سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور اسلامیہ کالج لاہور میں داخل ہوئے اس کے ساتھ ساتھ گھر پر فقہ، ادب اور منطق کے نصاب کی کتابیں مفتی عبدالقادر، مرحوم مولوی ابوالرشید محمد عبدالعزیز مرحوم سے پڑھیں۔ کالج کی تعلیم کے علاوہ مولوی کے امتحان میں کامیابی حاصل کی۔ مولوی عالم، مولوی فاضل اور منشی فاضل کے تمام نصاب کی تکمیل مدرسہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف میں

کرکے یونیورسٹی کے امتحانات میں کامیابی حاصل کی----- اساتذہ کرام نے نصاب کے علاوہ علوم و فنون کنوز سے بھی خوب روشناس کرایا جو کہ متقدمین عالی پایہ مفکرین، مفسرین اور معروف محققین، منطقیین کی تصانیف کے معاون اور گنجینوں میں مرتکز ہیں۔ اس جادہ نوردی سے آپ کے دل میں ایک مخصوص جذبہ مطالعہ بیدار ہوگیا۔ جودت طبع اور محبت و رغبت نے کمالات علمی کے اکتساب میں آپ کی یہاں تک مساعدت کی کہ فارغ التحصیل ہونے کے بعد بھی کثرت مطالعہ میں آپ کو غیر معمولی شغف رہا۔ دربار قادریہ فاضلیہ کا عظیم کتب خانہ آج بھی آپ کے اس جذبہ مطالعہ کا غماض ہے----- آپ کے اساتذہ کرام میں مولوی احمد علی صاحب گجراتی۔ مولانا سید عبدالغفور بجنوری (یو پی، ہند) مولوی نورالحق ضلع اٹک اور مولانا سلطان احمد گنجوی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں جو آپ کو نہایت شوق اور محنت سے پڑھاتے تھے بلکہ ان کی محنت کا اندازہ موجودہ اساتذہ کے لیے قابل تقلید ہے آپ کے اساتذہ پڑھانے سے پہلے خود روزانہ چھ گھنٹے تدریس کی تیاری کے لیے مطالعہ میں صرف کرتے تھے۔ قبلہ و کعبہ حضرت سیدنا بدر محی الدین قادری فاضلی خود دینی اور روحانی علوم کے ساتھ ساتھ جدید علوم میں بھی اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ آپ نے اسلامیہ کالج لاہور میں اس زمانے میں داخلہ لیا تھا۔ جب شمالی ہند کے مسلمانوں میں جدید تعلیم نہایت محدود تھی۔ بلکہ انگریزی پڑھنے، بولنے اور سمجھنے والے تو انگلیوں پر گنے جاسکتے تھے۔ ابتدائی تعلیم بھی وہیں (بٹالہ شریف) حاصل کی، بیک وقت دینی و دنیوی تعلیم حاصل کی، بٹالہ شریف کے میونسپل بورڈ ہائی سکول میں بھی پڑھتے تھے اور مدرسہ عالیہ قادریہ فاضلیہ کے ایک مولوی صاحب سے عربی صرف و نحو کی تعلیم بھی حاصل کرتے تھے۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد اسلامیہ کالج لاہور میں اعلیٰ تعلیم کے لیے داخل ہوئے۔ حضرت عارف کامل رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی تعلیم و تربیت سے خاصی دلچسپی تھی۔ چنانچہ لاہور میں بھی انگریزی تعلیم کے ساتھ ساتھ مفتی عبدالقادر مرحوم اور مولوی ابوالرشید محمد عبدالعزیز مرحوم سے اپنی اقامت گاہ پر فقہ، امتحانات مولوی فاضل (عربی) اور منشی فاضل (فارسی) بھی پاس کیے----- آپ کے اساتذہ کرام میں مولوی احمد علی گجراتی بھی تھے جن سے آپ نے مبادی العلوم کا اکتساب کیا۔ مولانا سید عبدالغفور بجنوری یو پی سے آپ کی

تعلیم کے اساتذہ میں سے ہیں۔ فرمایا کرتے تھے کہ منطق اور ادب عربی کے اعتبار سے ہمارے میاں صاحب حضرت سید بدر محی الدین رضوان اللہ علیہ جامع الفضیلتین ہیں۔ ان کے علاوہ مولانا سلطان احمد گنجوی سے بھی فقہ' اصول فقہ' حدیث اور تفسیر پڑھی۔

پروفیسر مشتاق احمد صاحب فرماتے ہیں کہ اس خاندان کا طغرائے امتیاز ہے اور اب تک اس نسل پاک میں یہ شرف نہ صرف نمایاں ہے بلکہ اس کے افراد پر اس کی گہری چھاپ ہے۔ اور علم دوستی تو اس گھر کا عمومی چلن ہے۔ حضرت عارف کامل سید نذر محی الدین رضوان اللہ علیہ نے اپنے فرزند جلیل سید بدر محی الدین رضوان اللہ علیہ کی تعلیم و تربیت کا خصوصی اہتمام فرمایا۔ ابتدائی تعلیم دربار عالیہ بٹالہ شریف اور انگریزی سکول بٹالہ شریف میں حاصل کی۔ ابتداء عربی کتب صرف و نحو اور مروجہ علوم میں دسترس حاصل کی اور میونسپل بورڈ ہائی سکول سے میٹرک کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ پھر اسلامیہ کالج لاہور میں داخل ہوئے' کالج کی تعلیم کے ساتھ عربی ادب' فقہ' حدیث اور منطق میں خوب مہارت حاصل کی اور نصابی کتب اس وقت کے مشہور علماء سے پڑھیں۔ جن میں مفتی عبدالقادر' مفتی ابوالرشید عبدالعزیز شامل تھے۔ عربی فارسی کے عالم و فاضل کے امتحانات پنجاب یونیورسٹی سے بالتخصیص پاس کئے' علوم اسلامیہ کے ضمن میں حضرت مولانا احمد علی صاحب گجراتی مولانا سید عبدالغفور بجنوری' مولانا محمد نور الحق (اٹک والے) اور مولانا سلطان احمد گنجوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو فاضل جلیل بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ اوائل شباب میں آپ کے علمی ذوق کا یہ حال تھا کہ ہمہ وقت مصروف مطالعہ رہتے تھے۔ اسی مطالعہ اور کتب بینی کا نتیجہ کہ بٹالہ شریف اور پھر لاہور میں دربار عالیہ کا کتب خانہ بہت بڑے کتب خانوں میں شمار ہوتا ہے۔

بیعت و خلافت: سیدنا بدر محی الدین رضوان اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اوائل عمر ہی سے حضرت عارف کامل رحمۃ اللہ علیہ کی رقیت و خدمت کو اپنی سرشت و فطرت بنالیا تھا۔ میری عمر انیس سال تھی۔ حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اپنے دست مبارک پر بیعت فرمایا کر مجھے سلسلہ قادریہ فاضلیہ میں داخل ہونے کی سعادت عظمیٰ عنایت فرمائی تھی اور اس وقت میرے قلب و روح کی یہ حالت تھی۔

دور اپنی طرف سے حاضر ہے
آگے بڑھ ہے تمہارے ہاتھ نباہ

چنانچہ میں نے اس وقت سے لے کر حضرت عارف کامل علیہ کی وفات ۱۸ ستمبر ۱۹۶۱ء بمطابق ۷ ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ تک اسی جذبہ اتصال کی وجہ سے جذبہ حضوری کو ترو تازہ رکھا۔ آپ کے والد بزرگوار نے جب ملاحظہ فرمایا کہ آپ علوم ظاہرہ اولیٰ میں درجہ کمال کو پہنچ رہے ہیں تو ۱۹۳۳ء میں آپ کو اپنے دست حق پرست پر بیعت فرما کر نہ صرف داخل سلسلہ فرمایا بلکہ اپنی نیابت کے لیے منتخب کر لیا۔ سال ۱۹۶۱ء میں عارف کامل حضرت سید نذر محی الدین قادری علیہ سجادہ نشین ہفتم کی وفات ہونے پر آپ کو سجادگی اور اس کے متعلق تمام امانت کی ذمہ داری کا بوجھ اٹھانا پڑا۔ آپ کا قلب تجلیات انوار قادریہ سے بھرا ہوا تھا۔ یوں کہیے کہ قلب کی انگشتری میں انوار قادریہ کا نگینہ اس طرح نصب ہوا تھا گویا انگشتری اسی نگینہ کے لیے بنائی گئی تھی ایک سخنور نے آپ کی شان میں فرمایا۔

آسمان ہی کند بدر گاہت سید بدر نذر محی الدین

زمانہ سجادگی کے ۲۸ سالوں میں ہزاروں طالبان حق نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کر کے مریدین سلسلہ قادریہ قانتیہ میں اضافہ کیا۔ آپ کے مریدین میں علماء بھی تھے امراء اور حکام بھی۔ مریدین سلسلہ قادریہ قانتیہ میں سے جن میں روحانی درجات کے لیے صلاحیت موجود تھی آپ کی نظر فیض اثر نے ان کو حسب قوت استعداد نوازش ہائے بیکراں سے نوازا۔ پروفیسر قاری مشتاق احمد صاحب فرماتے ہیں کہ ۱۹۶۱ء میں اپنے والد بزرگوار مخدوم العالم حضرت الشیخ سید نذر محی الدین علیہ کے وصال پر زیب سجادہ ہوئے اور آپ نے آستانہ عالیہ کی تمام ذمہ داریوں کو بکمال و تمام سنبھالا اور کچھ اس شان سے کام کیا کہ آستانہ ہالہ ہو گیا اور آپ اس کے "بدر" ہو گئے۔ اس بدر منیر کی ضیاء پاشیوں نے آستانہ عالیہ کو قبول حاجات اور مرکز تجلیات بنا دیا۔

حضرت سید بدر محی الدین قادری فاضل نے سیدنا نذر محی الدین رضوان اللہ علیہ کی حیات ہی میں بٹالہ شریف دربار عالیہ کے امور انجام دینے کا کام سنبھالا اور زینت سجادہ بننے کے بعد لاہور میں تن تنہا ۲۸ برس کی مسلسل محنت سے دربار

عالیہ کو اپنے منفرد مقام پر دوبارہ لا کھڑا کیا۔ دربار فاضلیہ کا مرکز فیروز پور روڈ لاہور پر قائم ہے اور حضرت سید نذر محی الدین رضوان اللہ علیہ کے فرزند اکبر قوی الارادہ کثیر العلم شدید الذکاء جناب سید میاں بدر محی الدین قادری آپ کے بعد منصب سجادہ نشین پر فائز ہوئے۔

فضائل: سیدنا و مرشدنا حضرت سید بدر محی الدین رضوان اللہ علیہ جلیل القدر اور کامل و اکمل بزرگوں کے وارث جانشین صاحب سجادہ تھے۔ لباس سادہ مگر بہت عمدہ پہنتے تھے اور دوسروں کو بھی حسب توفیق اس کی تلقین فرماتے تھے۔ کم گوئی عادت میں داخل تھی۔ مگر کم آمیز نہ تھے۔ ہر روز سینکڑوں مریدین معتقدین اور حاجت مندوں کی معروضات پوری توجہ سے سنتے اور حسب ضرورت تعویذات عطا فرماتے یا اوراد و ظائف تلقین فرماتے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ میں نے حضرت شاہ ولی اللہ علیہ کے قلم سے یہ پڑھا ہے کہ تعویذ کے معنی ہیں کسی شر یا بیماری سے اللہ تعالٰی کی پناہ مانگنا۔ یہ دراصل اس اندیشے کا جواب تھا جو اس سلسلے میں حاضرین میں سے کسی کے دل میں پیدا ہوا----- حضرت صاحب قبلہ کا مکاشفہ بھی بے پناہ تھا اور ان سے خرق عادت یا کرامت کے بھی بے شمار واقعات دیکھنے اور سننے میں آئے جنہیں لوگ اس وجہ سے کھل کر بیان نہیں کرتے کہ انہوں نے زبان بندی کر دی تھی۔ پروفیسر قاری مشتاق احمد فرماتے ہیں کہ رہی آپ کی سیرت طیبہ تو عرض یہ ہے کہ یہ ایک بحر ہے جس کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ البتہ مختصر سا نقشہ یہ ہے آپ کشادہ رو اور روشن جبین تھے۔ شرافت کا پیکر اور نفاست کے خوگر تھے' لباس پاکیزہ اطوار پاکیزہ عادات پاکیزہ' جلال و جمال کا حسین امتزاج تھے جلال دیکھنا ہو تو "منتظم صاحب" دیکھئے اور جمال دیکھنا ہو تو سجادگی کا دور دیکھئے۔ قائم اللیل تھے۔ شریعت کے موءدب اور اوراد و وظائف کے باشدت پابند تھے۔ اہل علم کا پاس فرماتے اور خوب کرم فرماتے اور اہل تقویٰ کا ادب کرتے اور خصوصی رعایت فرماتے۔ مفکر تھے حلیم الطبع تھے۔ جب مسکراتے تو معلوم ہوتا' بہار آگئی ہے۔ کوئی کتنا پریشان ہوتا جب حاضر ہوتا آپ کو دیکھ کر ہی تسکین پالیتا کسی کی تکلیف و بے چینی دیکھ کر خود مضطرب ہو جاتے اور جب تک مداوا نہ فرما لیتے آرام نہ کرتے علوم شریعت و طریقت اور علوم مروجہ کے جامع تھے۔ گفتگو میں وقار' ٹھہراؤ اور دلکشی تھی۔ جہرو

بلند آواز نہ تھی اور اشاروں کنائیوں میں حسن معانی تھا اور طرز تکلم گہری سوچ کا غماز اور حکیمانہ تھا ہمہ وقت ذاکر تھے اور حضور غوث اعظم ؓ سے ایسا آبائی اور وجدانی عشق تھا کہ فرماتے۔

محی الدین محی الدین کنم ہر دم
من ندانم سوائے محی الدین

احباب ہوں یا دوست' مریدین ہوں یا متوسلین ارادت مند ہوں یا خدام ہر کوئی حضرت کے قریب تھا اور حضرت ہر کسی کے بڑھ کر قریب تھے بارعب تھے۔ لیکن اندر سے فقیر صاحب شوکت تھے مگر باطن میں ریشم سے زیادہ گداز و نرم محبت و کرم کا سیل رواں تھے۔ اہل اقتدار خود چل کر آتے۔ مگر یہ قادری فقیر اپنے دربار میں مقتدر تھا اور کسی کے در پر کبھی نہ گیا اس کی وجہ یہی ہے کہ بر شیراں شرف دارد سگ درگاہ جیلانی آپ کی ذات ہمہ تن انجمن تھی' جس کی جلوت و خلوت دونوں محمود تھیں اور یہ ایسی ہستی تھے جس کے زلف گرہ گیر کا ہر کوئی اسیر تھا۔ صاحب کشف و کرامات تھے' آستانہ عالیہ کے روز افزوں ترقی و برکت اس کی نقیب ہے۔ آپ کا اٹھ جانا اہل نسبت کے لیے قیامت ہے۔ آپ کی صفات حمیدہ کے متعلق کچھ لکھنے سے پہلے مناسب ہے کہ ممدوح کی تعریف کرنے کے متعلق ایک مشہور شاعر کا نظریہ تحریر کردوں جو میری کم بضاعتی پر صادق ہے۔

من ذرہ تو خورشید من مدح تو حاشا

(میں ایک ذرہ ہوں اور آپ سورج ہیں اس لیے میرا آپ کی مدح میں پورا اترنا خارج از بحث ہے) مگر عشاق کا شیوہ ہے کہ ممدوح کی مدح کرنے میں ولولہ شوق کی وجہ سے جرات و جسارت کرلیتے ہیں----- حضور کا لطیف مزاج تھا۔ طبعاً نفاست و لطافت پسند تھے۔ نازک اور نہایت خوش جمال جسم تھا۔ آپ میں صفات حمیدہ متجلی تھیں۔ فراست حزم و احتیاط' اہتمام حقوق' محبت' صدق و اخلاص' حسن انتظام' اہتمام' اصلاح مریدین' تحقیق و تدقیق' توکل' صبر' رضا' شکر' عدل' تقویٰ' مجاہدہ' یقین' اجتہاد' تحمل' عفو' اور وفا یہ سب فضائل و کرم آپ میں درخشاں تھیں' آپ نہایت قوی الارادہ اور بلند ہمت تھے۔ آپ کے خلق عظیم کا سورج آپ کی تمام زندگی میں کسی وقت بھی مستور نہیں ہوا اور نہ ہی آپ کے خلق

عظیم کے سورج کو کبھی کسف و گہن عارض ہوا۔ بے شک آپ نہایت حلیم الطبع اور بہترین ہدایت دینے والے تھے۔ آپ ایک سچے صوفی تھے۔ لاکھوں عقیدت مندوں نے آپ سے اپنے دکھوں کا مداوا حاصل کیا۔ جناب دانش صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو جب مملکت خداداد پاکستان معرض وجود میں آئی تو خاندان عالیہ قادریہ فاضلیہ کو اپنا تین سو سالہ مرکز چھوڑ کر اس نئی مملکت کی طرف ہجرت کرنا پڑی۔ لیکن ولی عہد ہونے کی حیثیت سے نقل مکان کے جملہ انتظامات حضرت سید بدر محی الدین رضوان اللہ علیہ کو کرنا تھے اور یہ حقیقت سب پر عیاں ہے کہ آنجناب رضوان اللہ علیہ اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر ان ذمہ داریوں سے نہایت عمدگی کے ساتھ عہدہ برآ ہوئے۔۔۔۔۔ سیدنا و مولانا و مرشدنا حضرت سید بدر محی الدین القادری فاضلی اپنے آباؤ اجداد رحمۃ اللہ علیہ کی طرح الکرامت بزرگ ہیں' ان کے دست مبارک پر سلسلہ عالیہ کے مریدین و متوسلین اور غیر متوسلین سبھی کے ساتھ بہت سی خوارق پیش آئیں۔ لوگ اپنی حاجات و مشکلات لے کر آتے اور مطمئن ہو کر جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرزند دل بند کے طفیل ایک دنیا کی حاجت روائی اور مشکل کشائی فرمائی۔ لیکن اپنے بزرگوں کی طرح آپ نے ان کی نسبت اپنی طرف نہیں کی اگرچہ سمجھنے والے سمجھتے ہیں کہ یہ برکات کس کے دم قدم سے ہیں راقم الحروف کو ایسے بہت واقعات معلوم ہیں جو حضرت سرکار والا تبار سیدنا و مولانا' مرشدنا حضرت سید بدر محی الدین رضوان اللہ علیہ کے ہاتھ پر بصورت کرامت عمل میں آئے مگر بیان کرنے سے معذور ہوں کہ ہمارے حضرات ان کا چرچا پسند نہیں فرماتے۔ آپ کا مرتبہ باعتبار ذہن و ذکاوت کے بہت بڑا بلند پایہ ہے اور بلحاظ شرافت و اخلاق کے آپ ایک اعلیٰ مرتبہ رکھتے ہیں عمدۃ الاصفیاء والاتقیاء' شیخ المرشدین العارفین' بدر المعالی و شمس العلوم حضرت مولانا سید بدر محی الدین قادری رضوان اللہ علیہ حاجت مندوں' بیماروں پریشان حالوں کے واسطے آپ کا باب کرم ہمہ وقت کشادہ ہے۔ دعاؤں' تعویذات اور روحانی عملیات کی راہنمائی کے لیے نہ صرف خود تشریف فرما ہوتے بلکہ خدام آستانہ بھی ہمہ وقت حاضر باش ہوتے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ کی برکات کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے عہد سعادت ماب میں تقریباً ساٹھ ہزار وہ افراد بھی اولاد کی

نعمت سے فیضیاب ہوئے جو مدتوں سے اولاد نرینہ کو ترس رہے تھے۔ دوسرے بیماروں کی گنتی شمار میں نہیں لائی جاسکتی بلکہ حال یہ ہوگیا تھا کہ ضرورت مند' خستہ حال پریشان آتا تو یہی کہتا۔

برآساں تو ہر کس رسید مطلب یافت
روادار کہ نامید برگردم

آپ کے خوارق و کرامات کی تعداد اتنی ہے کہ اندازہ لگانا مشکل ہے۔ آپ کے زمانہ سجادگی میں جو لوگ آپ کی خدمت میں معروضات لے کر آئے جتنی ان کی تعداد ہے اس قدر آپ کی کرامات ہیں۔ ہزاروں لوگ جو اولاد کے لیے ترستے تھے اور ان کی امیدیں' آرزوئیں بھی عقیم ہوچکی تھیں۔ جب آپ ہی کی روحانی دلنواز توجہات سے ایسے ہزار ہا لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اولاد بخشی تو ان ہی لوگوں نے ان کرامات کو نہایت تعجب خیز پایا۔ مگر زیادہ تعجب تو اس میں تھا کہ جب وہ مایوس تھے تو ان انوکھی چیزوں کے مانگنے میں تعجب نہ ہوتا تھا۔ اور جب دعا قبول ہوتی تھی تو وہ بہت متعجب ہوتے تھے۔ آپ بچوں کے نام خود تجویز کرتے اور اکثر ان کے نام کے ساتھ لفظ سبحانی شامل کرتے۔ مثلاً خرخ سبحانی' محمد علی سبحانی محمد سعد سبحانی وغیرہ۔ اس وقت پنجاب میں اور ضلع کوٹلی آزاد کشمیر میں شاید کوئی قصبہ ایسا ہو جس میں سبحانی نام کا بچہ نہ ہوگا۔ گویا آپ کی دعا سے ہزاروں لوگ نیک اولاد کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں اور آپ کی اس نوع کی کرامات آج ہزاروں گھروں میں موجود ہیں۔ ایسے کئی واقعات آپ کی تاریخ میں تحریر ہوسکتے ہیں کہ آپ نے قبل از وقت مغیبات سے اطلاع دی۔ آپ علوم عربی و فارسی اور جدید تعلیم کے جید عالم ہیں اور دربار کی اشاعت و ابلاغ نہایت قابلیت و فراست سے کر رہے ہیں۔ جناب سید بدر محی الدین قادری کی توجہ سے طریقت قادریہ فاضلیہ کی تبلیغ و تنظیم میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے اور اب تک ہزاروں لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرکے طریقت قادریہ فاضلیہ میں داخل ہوچکے ہیں۔ آپ بٹالہ شریف میں آنریری مجسٹریٹ درجہ اول و سب رجسٹرار اور ممبر پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی رہ چکے ہیں دربار قادریہ فاضلیہ فیروزپور روڈ لاہور میں سالانہ عرس شریف کی شان اہتمام بے نظیر ہے۔ جوہر آباد کا مدرسہ "جامعہ قادریہ فاضلیہ بھی طریقت قادریہ فاضلیہ کے عملی فیضان کا ہی

سرچشمہ ہے۔

علمی خدمات: حضرت سید بدر محی الدین قادری رضوان اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے ۱۹۲۷ء میں مدرسہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف کا انتظام و انصرام تفویض فرمایا گیا۔ اس وقت میری عمر بائیس سال تھی اور حضرت عارف کامل سیدنا نذر محی الدین رضوان اللہ علیہ کے عاطفتہائے پے در پے سے اس مدرسہ کے انتظام کی ذمہ داری بٹالہ شریف میں ماہ اگست ۱۹۴۷ء تک میں نے سرانجام دی۔ اس مدرسہ کو اس ہی اثنا میں پنجاب یونیورسٹی کے اورینٹل کالج لاہور سے الحاق کا امتیاز مل گیا جس کی وجہ سے پنجاب یونیورسٹی کے ارباب حل و عقد نے اس مدرسہ کی ترقی کے لیے مشورے دیے جو کہ واقعی مفید ثابت ہوئے۔ اچھی خاصی تعداد طلبہ نے اس مدرسے سے پنجاب یونیورسٹی کے مختلف امتحانات میں کامیابی حاصل کی اور ان کا مستقبل شاندار سطح پر قائم ہوا۔ چنانچہ پنجاب میں اس درسگاہ کی عزت و شہرت کو عظیم استحکام ملا..... ماہ اگست ۱۹۴۷ء میں مملکت پاکستان کے وجود مسعود میں آجانے پر ہمارا خاندان ہجرت کر کے لاہور میں آگیا اور سلسلہ سلوک (دربار قادریہ فاضلیہ) کا مرکز بھی بالا آخر لاہور ہی میں قائم کیا گیا تو مدرسہ قادریہ فاضلیہ کے قائم کرنے کی تدبیر کی گئی چنانچہ یہی فیصلہ ہوا کہ علاقہ خوشاب (ضلع سرگودھا) میں مدرسہ قائم کیا جائے..... اس درس گاہ کا نام جامعہ قادریہ فاضلیہ ہے۔ اور اس میں عہد عتیق کے نصاب علوم عربیہ کے علاوہ مروجہ تعلیم کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔ مدرسہ عالیہ قادریہ فاضلیہ جوہر آباد کے علاوہ جہاں وہ شروع ہجرت ہی میں کام کرنے لگا تھا اب دو تین دوسرے مقامات پر بھی دربار شریف کے زیر اہتمام دینی علوم کی اشاعت کے لیے سرگرم عمل ہے۔ پروفیسر قاری مشتاق احمد صاحب فرماتے ہیں جہاں تک آپ کی علمی خدمات کا تعلق ہے۔ پورے ۳۸ سال دربار عالیہ کے منتظم رہے۔ اور حسن انتظام کا وہ مظاہرہ فرمایا کہ اپنے بیگانے سے خراج تحسین وصول کیا اور آپ کی کاوشوں کے نتیجہ میں درسگاہ عالیہ کا ڈھانچہ، نظم و ضبط اور عملی پروگرام ضرب المثل بن گیا۔ زیب سجادہ ہونے کے بعد ۲۸ برس تک نیابت کا ایسا حق ادا کیا کہ دربار عالیہ نہ صرف مرجع خلائق ہوا بلکہ اولیاء سلسلہ قادریہ کے فیضان کا مرکز و محور بن گیا۔ آپ نے دینی علمی و تبلیغی محاذ پر ٹھوس کام کیا۔ جوہر آباد کے مدرسہ کو

جدید خطوط پر استوار کیا اس کے لیے عمارت سرمایہ فاضل اساتذہ اور طلباء کے لیے بہترین سہولتوں کو عمل سعی فرمائی آج یہ مدرسہ ایک اہم کردار ادا کر رہا ہے جس سے ہزاروں تشنگان علم سیراب ہو رہے ہیں۔ ایک عالی شان کتب خانہ قائم فرمایا جس میں نادر کتب اور مخطوطے جمع ہیں اور یہ کتب خانہ فی نفسہ حضرت مخدوم کی علمی خدمات کا روشن باب ہے۔ کتب خانہ قائم فرمایا جس میں نادر کتب اور مخطوطے جمع ہیں اور یہ کتب خانہ فی نفسہ حضرت مخدوم کی علمی خدمات کا روشن باب ہے۔
آپ اپنی تصنیف قرطاس التعارف میں تحریر فرماتے ہیں کہ دربار عالیہ کی نصرت و فروغ کے لیے مضامین کی تصنیف و تالیف علاوہ کئی ہزار خطوط و مراسلے اور دستاویزات بزبان عربی و فارسی و اردو اور انگریزی میں میں نے حضرت عارف کامل ؒ کی طرف سے مرتب کئے۔ اس کے علاوہ آل انڈیا کانگریس کی تردید میں مسلسل جدوجہد کرتے ہوئے میں نے رسائل تصنیف کر کے حضرت موصوف سیدنا نذر محی الدین رضوان اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کئے جو کہ اس وقت کے مشائخ عظام نے نہایت پسند فرمائے تھے اور حضرت عارف کامل ؒ نے بہت ہی تحسین فرمائی۔

حضرت سید بدر محی الدین رضوان اللہ علیہ کے علمی مطالعے کا نچوڑ ان کی عام خط و کتابت میں بھی ملتا ہے۔ لیکن سیدنا غوث الثقلین کے عرس مقدس کے دعوت نامے ان کی ہمہ گیر مطالعے کے ایسے نمونے ہیں۔ جن کا ہر فقرہ مضامین کا انبار اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ وہ ہر سال عرس مبارک کے موقعہ پر نئے انداز کا دعوت نامہ تحریر فرماتے۔ جو مریدین اور معتقدین کو ارسال کر دیا جاتا۔ ہمارے طرح کے نام نہاد تعلیم یافتہ لوگ ان دعوت ناموں کے الفاظ و تراکیب پر بار بار غور کرتے اور بمشکل کچھ کچھ سمجھ پاتے یہ بات البتہ طے تھی کہ عرس مبارک کی اطلاع ہے لہٰذا حاضری کی تیاریاں شروع ہو جاتیں کہ عرس مبارک میں شمولیت اور حضرت صاحب قبلہ کی زیارت کا شرف نصیب ہو گا اس کے علاوہ علم و ادب کی جو بہت بڑی خدمت حضرت سید بدر محی الدین صاحب مرحوم و مغفور نے انجام دی وہ قصیدہ غوثیہ کی عربی شرح کی طباعت و اشاعت ہے۔ یہ شرح آج سے تقریباً تین سو سال قبل بانی سلسلہ حضرت ابو الفرح سید محمد فاضل الدین گیلانی قادری رضوان اللہ علیہ نے تحریر فرمائی تھی اور تادم اشاعت قلمی شکل میں تھی حضرت صاحب نے اس

کے ضخیم عربی متن کو ترجمہ کرا کے بیان الاسرار کے نام سے شائع فرما کر کتب خانوں میں تحفتاً" بغرض استفادہ عام رکھوایا۔ اس کے عربی متن کو ابتدا میں حضرت صاحب نے مختصر طور پر اس خاندان عالیہ اور اس کے مریدین و متعلقین کو متعارف کرایا ہے۔ جو تاریخ تصوف کے طالب علموں کی معلومات میں بیش بہا اضافے کا موجب بن سکتا ہے۔ علاوہ ازیں اردو ادب کے سرمائے میں اس خاندان کے بزرگوں نے جو قابل قدر اضافہ کیا وہ پروفیسر حافظ محمود شیرانی مرحوم و مغفور کی مایہ ناز تصنیف "پنجاب میں اردو" میں دیکھی جا سکتی ہے۔ آپ کے تحریر کردہ مراسلے برائے شرکت سالانہ عرس مقدس کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن سکتی ہے جن میں طالبان تصوف و روحانیت کے لیے بے پایاں ذخیرہ موجود ہے۔ یہاں یہ ذکر بھی مناسب ہے کہ سالانہ عرس مبارک حضور سیدنا غوث اعظم ۱۰ ربیع الثانی کے موقع پر جاری ہونے والے دعوت ناموں کی ایک ایک سطر علوم و معارف سے لبریز ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ جس سلسلہ کے دعوتی خطوط میں اسرار و رموز کے نکات بیاں کرنے کا یہ عالم ہے کہ اس کے باطنی فیوض و برکات کا عالم کیا ہو گا؟ درج ذیل ایک دعوتی خط کے مختصر متن کو پڑھ کر آپ خود ہی اندازہ لگا لیں۔

"حضرت غوث اعظم ؒ کی کرامتوں کو تیر انداز دیکھ رہے ہیں۔ اور تمام دنیا کو کمان کی طرح بے جان' جان لیتے ہیں۔ ان کی دنیاوی محسوسات فرشی ہونے کے باجود ان کی روح عرشی ہوتی ہے۔ عقیدہ فعال و راسخ ہونا چاہیے۔ اخرس یعنی مبہم نہ ہو۔ آخرس عقیدہ تو عنایات حاصل کرنے سے عاجز قاصر ہوتا ہے' وہ بے چشم و گوش نہیں رہتے بلکہ ان کی روح کو نور شعور عطا ہو جاتا ہے۔ وہی شعور ان کی روح کے لیے روح الارواح یعنی ذات باری تعالیٰ کی معرفت کو متجلی اور نور بے حجاب پالیتا ہے۔"

دربار قادریہ فاضلیہ' کالونی لاہور کا قیام: لاہور آ جانے کے بعد کچھ عرصہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا عرس حضرت عارف کامل سیدنا نذر محی الدین رضوان اللہ علیہ کی قیام گاہ میں منعقد ہوتا رہا۔ لیکن ساتھ ساتھ خانقاہ شریف کے لیے موزوں جگہ کی تلاش بھی جاری رہی۔ یہ کام حضرت سیدنا بدر محی الدین رضوان اللہ علیہ کے فرائض میں سے تھا۔ فیروز پورہ روڈ لاہور پر' اب جہاں فاضلیہ

حضرت شاہ جمال رحمتہ اللہ علیہ کے گنبد کے قریب کالونی اپنی بہار دکھا رہی ہے حضرت موصوف ہی نے منتخب فرمایا تھا اور ایک وسیع قطع زمین اس مقصد کے لیے حضرت کامل رضوان اللہ علیہ نے منظوری عطا فرمائی تو بعض مشکلات پر قابو جب حضرت کامل رضوان اللہ علیہ نے منظوری عطا فرمائی تو بعض مشکلات پر قابو پانے کے بعد اس جگہ مملکت قادریہ فاضلیہ کی یہ عظیم خانقاہ قائم کردی گئی اس وقت یہ جگہ بالکل ویران بیابان جیسی تھی اور لوگوں کو تعجب ہوتا تھا کہ اس جگہ ضروریات زندگی کیسے میسر آئے گی۔ لیکن اب وہی جگہ ایک شاندار کالونی بزبان حال پر اعلان کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمالی ہے اور اب میرے سینے پر بھی اس کی حمد و ثنا کی گونج آسمانوں تک پہنچ رہی ہے اور درود و سلام علیٰ افضل الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مناقب غوث العالمین رضی اللہ تعالیٰ علیہ کی عظیم روحانی محفلیں برپا ہوتی ہیں۔ میں ثانی بٹالہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ اسے ابد الاباد تک قائم و دائم رکھے (آمین)۔۔۔۔ جب تک فیروز پور روڈ پر جسے اب رومی روڈ کہتے ہیں دربار شریف کی عمارت جن میں حضرت سلسلہ کے لیے رہائش گاہیں بھی شامل ہیں۔ زیر تعمیر تھیں سالانہ عرس مبارک جیل روڈ پر جواب غوث اعظم روڈ کہلاتی ہے منعقد ہوتا رہا اور حضرت عارف کامل رضوان اللہ علیہ بھی اپنے اہل خانہ سمیت وہیں مقیم رہے۔ ۱۹۵۲ء میں جب خانقاہ عالیہ کا قیام یہاں ہوا تو اس کالونی کا نام لاہور امپروومنٹ ٹرسٹ کے حکام نے حضرت سیدنا بدر محی الدین القادری الفاضلی رضوان اللہ علیہ کے نام نامی اسم گرامی پر رکھنا چاہا۔ لیکن حضرت مرشد الوقت نے فرمایا کہ میرے دل کو فاضلیہ کالونی کے نام سے سکون ملتا ہے اس کا نام یہی رکھا جائے۔ چنانچہ حضرت اعلیٰ سید ابو الفرح محمد فاضل الدین القادری رضوان اللہ علیہ کی نو قائم شدہ یادگار فاضلیہ کالونی کہلاتی ہے لیکن یہاں پر سالانہ عرس ۱۹۶۱ء ۱۳۸۱ھ ہی میں ہوسکا جو حضرت عارف کامل رضوان اللہ علیہ (تاریخ وفات ۱۸ ستمبر ۱۹۶۱ء۔ ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ) کی اس دنیوی زیست میں آخری عرس ثابت ہوا اس کے بعد مرشد الوقت حضرت سید بدر محی الدین رضوان اللہ علیہ کی سرکردگی میں برابر ہوتا رہا ہے ۱۹۴۹ء میں جامعہ قادریہ فاضلیہ جوہر آباد کی بنیاد رکھی جو آج تک دینی و مذہبی تعلیم کی خدمات انجام دے رہا ہے۔ اور معروج درسگاہوں میں ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ جس سے ہزاروں تشنگان علم سیراب ہو رہے

ہیں حضور سیدنا بدر محی الدین رضوان اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں حضرت عارف کامل کی منظوری حاصل کر کے میں نے لاہور کے نواح میں اچھرہ کے قریب فیروزپور روڈ پر ایک قطعہ اراضی اس لیے تجویز کیا کہ یہاں پر ایک کالونی تعمیر ہو جہاں اقارب و احباب اپنے ذاتی ملکیتی مکانات بنوائیں اور اس کالونی میں سلسلہ قادریہ فاضلیہ کے لیے ایک ایسی فضا کی تشکیل ہو جائے جس میں الفقر فخری (ارشاد نبوی) کا تصور فروزاں رہے ..... ۱۹۵۲ میں ہزار عوائق و حواجز طے لینے کے بعد فاضلیہ کالونی کو معرض وجود میں لایا گیا۔ اس کا نام اسی وقت تک امپرومنٹ ٹرسٹ نے تعین نہیں کیا تھا۔ بالا آخر جب کالونی سب مراحل طے کر چکی تو حکام ٹرسٹ مذکور نے کہا کہ اس کا نام میرے نام پر مقرر کرلینا چاہیے تو میں نے کہا کہ فاضلیہ کالونی کے نام سے ہی مجھے بہت تسکین ملے گی کیونکہ

کم خود گیر و پیش شو غالب
قطرہ از ترک خویشتن گہرست

آخر میں یہ عرض کر دینا بے محل نہ ہو گا کہ دربار عالیہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف کی نشاۃ ثانیہ کلی طور پر حضرت سید بدر محی الدین رضوان اللہ علیہ کے طفیل ہوئی۔ یہ دربار عالیہ فیروز پور روڈ لاہور پر واقع حضرت شاہ جمال رحمتہ اللہ علیہ کے قریب بانی سلسلہ کے نام نامی سے موسوم فاضلیہ کالونی میں پورے آب و تاب سے قادریت کی ضیاء پاشیاں کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس موسس ثانی حضرت سید بدر محی الدین رضوان اللہ علیہ کو اعلیٰ علین کے مراتب سے سرفراز کرے۔ (آمین)

سالانہ عرس مقدس غوث اعظم کا اہتمام: آپ نے سلسلہ قادریہ فاضلیہ کے ہر ایک شعبہ میں ہر روز درخشاں ترقی پیدا کر دی۔ آپ کی عمر ۲۲ سال تھی جب سالانہ عرس مقدس حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا اہتمام و انبتاق آپ کو تفویض فرمایا گیا۔ آپ نے اس کے انتظام اور فروغ کو اپنے جوہر عقیدہ میں شامل کیا۔ تقریب کا بڑی سرگرمی اور شدت شوق سے انصرام فرماتے تھے۔ سالانہ عرس مقدس میں تریسٹھ تقاریب کے اوضاع و اطوار کا تحفظ اور اس کے انتظام کی کلیات و جزئیات کی مکمل ذمہ داری کو آپ نے کما حقہ پورا کیا۔ ان میں ۲۱ تقاریب بٹالہ شریف میں منعقد ہوئیں اور ۴۲ دربار فاضلیہ لاہور میں اس تقریب کے وفور ترقی و

فراوانیٔ حسن اہتمام ہر سال کا معمول بن چکا تھا..... عرس مقدس کی تقریب کے متعلق ذوق یقین کا وفور شعور ہر لحہ آپ کے صدق دل میں اس طرح موجزن رہا کہ تمام سال منسلکین و متمسکین سلسلہ میں سے جو کوئی بھی ملتا اسے اول و آخر یہی اشارہ ہوتا کہ عرس شریف میں ضرور آؤ۔

محی الدین محی الدین کم ہر دم

من نہ دانم سوائے محی الدین

دربار عالیہ میں ماہانہ ختم غوثیہ کے علاوہ ہر سال کی تقریبات اور عرس غوث اعظم کی شاندار مجالس باقاعدہ ہوتی ہیں۔ جن کی تاریخ صدیوں پر محیط ہے۔ فاضل اور فحول علماء کو خطابات پر باقاعدہ مدعو فرماتے جو فکر غوثیت کو حکیمانہ انداز میں پیش فرماتے۔ اہل علم سے آپ کی محبت سرپرستی اور وابستگی ایسی تھی کہ علماء پیغام کے منتظر رہتے۔ برصغیر کا شاید ہی کوئی نامور سنی عالم ہو جو ان تقریبات میں حاضری سے مشرف نہ ہوا ہو۔ مریدین متوسلین کے لیے درسگاہ میں قیام و طعام کا معقول اور باقاعدہ انتظام فرمایا۔ درگاہ عالیہ کی موجودہ نقشہ ہیت ترکیبی اس سعی کی نقیب ہے۔ حضرت سید بدر محی الدین قادری فاضلی نے زینت سجادہ بننے کے بعد لاہور میں تن تنہا ۲۷ برس کی مسلسل محنت سے دربار عالیہ کو اپنے منفرد مقام پر دوبارہ لاکھڑا کیا۔ چنانچہ کچھ عرصے سے عرس مقدس حضرت پیراں پیر دستگیرؒ پر حاضری اس قدر بڑھ چکی ہے کہ دربار شریف کے وسیع و عریض احاطہ کے علاوہ اس کے باہر بھی کھڑے ہونے کو جگہ نہیں ملتی ..... چنانچہ کاروبار تصوف کے جاری رکھنے کے ساتھ ساتھ نظم و ضبط اور وقت کی بھی پابندی جو اس دربار کا امتیاز ہے حضرت صاحب ہی کے طفیل ایک محکم روایت بن چکی ہے۔ دو ایک سال قبل صوبہ پنجاب کے اس وقت کے گورنر او درگاہ حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کے سجادہ نشین مخدوم محمد سجاد حسین قریشی صاحب بذات خود حضرت غوث اعظم کے عرس مبارک کے موقعہ پر دربار شریف حاضر ہوئے تو وہ خود اور ان کے سیکورٹی کے ارکان یہاں کے نظم و ضبط اور پابندی وقت کو دیکھ شدید تعجب سے دو چار ہوئے۔ یاد رہے کہ حضرت علامہ خلیل احمد قادری و حضرت علامہ قاری پروفیسر مشتاق احمد جیسے جید علماء کرام سالانہ عرس مقدس کے موقعہ پر خطاب کرنے کی سعادت حاصل کرتے۔

قیام پاکستان کے لیے آپ کی خدمات : تحریک پاکستان میں آپ نے صرف عملی حصہ لیا بلکہ آپ تحریک پاکستان کے قائدین میں سے تھے۔ جن مشائخ اہل سنت نے تحریک پاکستان میں مرکزی کردار ادا کیا اور ان میں آپ کے والد ماجد نے تحریک پاکستان میں مرکزی کردار ادا کیا ان میں آپ کے والد بزرگوار اور آپ نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد آپ لاہور میں قیام پذیر ہوئے۔

آپ نے تحریک آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔ ۱۹۴۷ء میں مملکت پاکستان کے وجود مسعود میں آ جانے پر آپ کا خاندان ہجرت کر کے لاہور آ گیا۔ تحریک پاکستان کے دوران اس خاندان عالی کے اثر و رسوخ نے آل انڈیا مسلم لیگ کے لیے بہت کام کیا۔ سیدنا حضرت بدر محی الدین رضوان اللہ علیہ اپنے قبلہ گاہی سجادہ نشین ہشتم کی راہنمائی میں اپنے تمام تر وسائل اور توانیاں حصول پاکستان کے لیے وقف کر دی تھیں اور یہ وہ زمانہ تھا جب دوسرے علماء اور مشائخ ابھی پوری طرح کھل کر سامنے نہیں آئے تھے چنانچہ ہجرت ۱۹۴۷ء کے عہد بٹالہ شریف میں اپنی جائداد کے عوض پاکستان میں انہیں بہت کچھ مل سکتا تھا مگر اس خاندان نے یہاں بھی ایثار سے کام لیا۔ تنگی و ترشی سے گذر بسر کر کے دربار شریف کی از سر نو تنظیم کی۔ حضور سیدنا بدر محی الدین رضوان اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ آل انڈیا کانگریس کی تردید میں مسلسل جدوجہد کرتے ہوئے میں نے رسائل تصنیف کر کے حضرت سید نذر محی الدین رضوان اللہ علیہ کی خدمات میں پیش کئے جو کہ اس وقت کے مشائخ عظام نے نہایت پسند فرمائے تھے اور حضرت عارف کامل" نے بہت ہی تحسین فرمائی۔

دنیاوی عروج : آپ نے ۱۹۴۷ء میں اکتساب علم کا دور بخیرو عافیت مکمل کر لیا اور بائیس ۲۲ سال کی عمر میں سب رجسٹرار کے منصب پر فائز ہوئے۔ ۱۹۴۷ میں ہی مدرسہ قادریہ فاضلیہ کا انتظام سنبھالا ۱۹۳۳ء میں آنریری مجسٹریٹ بٹالہ مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۷ء میں آپ نے تحصیل بٹالہ کے مسلم حلقہ میں انتخابی مہم کی اور پنجاب قانون ساز اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ آپ نو سال اس اسمبلی کے رکن رہے۔ آپ نے تحریک آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔ ۱۹۳۳ میں آنریری مجسٹریٹ بٹالہ مقرر ہوئے اور ۱۹۳۷ء میں پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور

تقریباً ۱۰ سال تک اسمبلی سے وابستہ رہے۔ تحریک پاکستان میں آپ نے نہ صرف عملی
حصہ لیا بلکہ آپ تحریک پاکستان کے قائدین میں سے تھے ۱۹۳۲ء میں حضرت سیدنا
بدر محی الدین القادری گیلانی رضوان اللہ علیہ نے تعلیم کا سلسلہ انجام تک پہنچا دیا
اور دلی دلچسپی سے خانقاہ شریف کے کام میں اپنے والد بزرگوار رضوان اللہ علیہ
کے ہاتھ بٹانے لگے۔ انہی دنوں بٹالہ شریف میں سب رجسٹرار کا اعزازی منصب پیش
کیا جاتا تھا۔ اس عہدہ پر متمکن حضرات حکومت کے تنخواہ دار نہ ہوتے تھے بلکہ
اعزازی طور سے کام انجام دیتے تھے چونکہ یہ کام بٹالہ شریف سے باہر گئے بغیر
انجام دیا جا سکتا تھا جس سے خانقاہ شریف کی خدمت میں کوتاہی کا امکان نہ تھا لہٰذا
حضرت عارف کامل رضوان اللہ علیہ نے حضرت سید بدر محی الدین سے فرمایا کہ اس
منصب کے لیے درخواست دے دینی چاہیے آپ نے امتثال امر کیا لیکن یہ
درخواست جب پنجاب سیکرٹریٹ پہنچی تو معلوم ہوا کہ بائیس ۲۲ سال کی عمر اس
منصب کے لیے کم ہے عام طور پر مقرر ہونے کی تھی یہ معاملہ سر فیروز خان نون سے
متعلق تھا انہیں جب اس کا علم ہوا تو گورنر سے بطور خاص منظوری حاصل کر لی اور
حضرت سید بدر محی الدین رضوان اللہ علیہ نے اعزازی سب رجسٹرار بٹالہ کے طور
پر اپنی خدمات انجام دینا شروع کر دیں۔ اس تحصیل میں جابجا بہ ضرورت ہو کر
آپ کے طفیل بٹالہ کے رہنے والوں کو خاص طور سے مسلمانوں کو کئی فائدے
پہنچے۔ ۱۹۳۳ء میں حضرت سیدنا بدر محی الدین رضوان اللہ علیہ آنریری مجسٹریٹ
بالا درجہ اول کے منصب سے ممتاز ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب گول میز کانفرنس
کے نتیجے میں برصغیر ہند میں مزید آئینی اصلاحات نافذ کی جا رہی تھیں۔ ۱۹۳۵ء میں
گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ پاس ہوا۔ جس کے تحت ۱۹۳۷ء میں صوبائی اسمبلیوں کے
لیے انتخابات منعقد کیے گئے۔ حضرت عارف کامل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لائق و
فائق فرزند کو ان میں حصہ لینے کے لیے کہا۔ چنانچہ آپ بٹالہ تحصیل کے مسلم حلقہ
سے پنجاب اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور تقریباً دس سال تک ایم ایل اے (ممبر
لیجسلیٹو اسمبلی) پنجاب رہے ..... دین کے ساتھ ساتھ دنیا کی محنت بظاہر عجب
کی بات معلوم ہوتی ہے کیونکہ ہمارے ہاں عام تصور ہے لیکن اسلام اس دنیا اور
اس دنیا دونوں کا دین ہے جو دنیا کی نعمتوں کے ساتھ اس دنیا کی نعمات سے ترجیح

کا قائل ہے۔ بلکہ ایک قرآنی دعا میں حسنات دنیا کو حسنات آخرت سے قبل رکھا گیا ہے اور تصوف بھی دنیاوی وجاہت کے قبول کرنے کی ممانعت نہیں کرتا بلکہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے تو اس کا تصور ہی بدل کر رکھ دیا تھا۔ وہ فقیری میں بادشاہی کرتے تھے۔ یہی روایت آنحضرت رضی اللہ عنہ کے خاص سلاسل طریقت میں بھی چلی آتی ہے۔ چنانچہ قادری سلسلے کا فقیر شان و شوکت کا فقیر ہوتا ہے۔ لہٰذا سلسلہ عالیہ فاضلیہ بٹالہ شریف کے حضرات نے فقیری میں بھی امیرانہ طریق پر زندگی گزاری ہے۔ اور اپنے متوسلین کو بھی اسی طور پر رہنے سہنے کی تلقین فرمائی ہے۔ حضرت عارف کامل علیہ الرحمتہ نے بدلتے ہوئے حالات میں اس طریقے کو اور بھی مدنظر رکھا تھا۔ اپنے عملی پس منظر اور اعلیٰ پایہ کی معاملہ فہمی کے باعث آپ نے بٹالہ شریف میں بطور اعزازی مجسٹریٹ بھی خدمات انجام دیں اور بہت سے بے کس اور بے بس لوگوں کی داد رسی کا سبب بنے۔ ۱۹۳۷ء کے عام انتخابات میں آپ بٹالہ شریف سے غیر منقسم پنجاب اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے جب کہ پاکستان بننے کے بعد کے انتخابات میں آپ کے فرزند اکبر اور موجودہ سجادۂ نشین دہم حضرت میاں سید الطاف محی الدین قادری فاضلی سلمہ اللہ بھی پنجاب اور مغربی پاکستان کے ممبر رہے لیکن اس دوران سیاست کچھ اور ہی چیز بن گئی جس کے باعث آپ یعنی حضرت میاں سید الطاف محی الدین قادری فاضلی سلم اللہ حضرت قبلہ کے فرمانے پر سیاست سے کنارہ کش ہو گئے۔

۱۹۲۷ء سے آپ عہدہ سب رجسٹرار بٹالہ پر فائز تھے اور ۱۹۳۳ء سے آپ بطور آنریری مجسٹریٹ بھی کام کیا آنریری مجسٹریٹ با اختیارات درجہ اول ہیں۔ تھے عدل آپ کا امتیازی وصف تھا آپ فرمایا کرتے تھے دربار قادریہ فاضلیہ کی بنیاد حضرت قدورۃ العارفین مرشد سالکین ابو الفرح سید محمد فاضل الدین قادری رضوان اللہ علیہ نے اس سلسلہ طریقت کی ترقی اور نمو مستمر کے لیے بشارت فرمائی تھی چنانچہ اس سلسلہ کی تاریخ میں اس باشت کی صداقت پہ شاہد ہے کہ اس خاندان کی دینی اور دنیوی وجاہت کے جواہرات روشن ہیں۔ مجدد شرف کی وجہ سے یہ خاندان والیان ریاست ہائے پنجاب اور جلیل القدر زعماء کی تاریخ پنجاب چیفس میں شامل ہے۔

کرامات : (ا) یہاں صرف چند ایک واقعات بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہوں اور ایک واقعہ یہ ہے کہ جب فاطمیہ کالونی میں عرس شریف منعقد ہونا شروع ہوا تو ایک صاحب جو ایک عرصہ سے اپنے اہل خانہ سمیت فاقوں میں مبتلا تھے لنگر لینے کو آئے کہ غوث پاک رضی اللہ عنہ کے دستر خوان سے کچھ مل جائے گا اور بچوں کے لیے لے جائیں گے۔ عرس کے موقعہ پر ہجوم بھی بے حد و حساب ہوتا ہے اور پھر جلدی بھی ہوتی ہے۔ جب کہ خدام کو یہ ہدایت ہوتی ہے کہ نظم و ضبط کو قائم رکھتے ہوئے باری باری سے لوگوں میں لنگر تقسیم کریں۔ ان صاحب کے بچوں کو غالباً تیسرے وقت کا فاقہ تھا اس لیے انہیں ذرا زیادہ ہی جلدی تھی ادھر خدام بغیر باری کے انہیں تبرک دینے کو تیار نہیں تھے بلکہ دے بھی نہیں سکتے تھے کہ جس کی باری تھی وہ بھی احتجاج کرتا آخر کار ایک خادم کا دل پسیجا اور اس نے انہیں تبرک دے ہی دیا اس دوران ان کا اضطراب شاید بہت بڑھ گیا تھا چاول ان کے دامن میں گرنے کی بجائے زمین پر گر گئے۔ کوئی کمزور عقیدے والا ہوتا تو شاید جھنجلا کر ناراضگی کا بھی اظہار کر دیتا مگر انہیں اللہ تعالیٰ نے یقین پختہ عنایت فرمایا تھا۔ گھٹنوں کے بل بیٹھ کر انہوں نے وہی چاول جمع کر کے اٹھائے اور گھر لے جا کر دھلوائے اور بیوی بچوں کے ساتھ کھالیے۔ عرس شریف کے بعد ایک روز آکر مرشد الوقت حضرت سیدنا بدر محی الدین رضوان اللہ علیہ سے قصہ بیان کیا۔ آپ بہت متاثر ہوئے۔ اس کے لیے دعا فرمائی اور کچھ دے کر چھوٹی موٹی تجارت کرنے کو کہا۔ ان صاحب نے تعمیل کی۔ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ اچھا خاصا کھانے پینے کا بندوبست ہو گیا سال چھ مہینے کے اندر اندر ان کے پاس اتنا سرمایہ ہو گیا کہ اپنے ایک عزیز کے ساتھ مل کر کاروبار پھیلا لیا اور خوشحال ہو گئے (بحمد اللہ) اس کے بعد وہ اپنی آسودہ حالی میں عمدہ لباس پہنے ہوئے عرس شریف کے موقع پر لنگر کی تقسیم اور دوسری خدمات میں مستعد ہو گئے۔ اور اپنی رحلت تک وہ بڑے خلوص اور یقین کے ساتھ یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی امان میں رکھے (آمین)۔....

جناب دانش صاحب تحریر فرماتے ہیں ہیں کہ پندرہ بیس برس پہلے دل کی ایک ایسی تکلیف میں مبتلا ہوا جو وقت کے ساتھ ساتھ بڑھ کر مہلک ہو جاتی ہے۔ میرے شیخ حضرت ضیاء جعفری علیہ الرحمتہ والغفران ان دنوں حیات تھے خود بھی

توجہ فرمائی اور عرس کے موقع پر جو تین چار روز بعد ہونے والا تھا۔ اور میں حاضری کے لئے اپنے معالج کی سخت ممانعت کے باوجود گیا تھا حضرت سیدنا بدر محی الدین سے بھی عرض کیا آپ نے توجہ فرمائی الحمد للہ وہ بلا انہی دنوں ٹل گئی میں ٹرین میں برتھ پر لیٹ کر راولپنڈی سے لاہور گیا تھا اور وہاں سے بیٹھ کر واپس آیا اس کے بعد رفتہ رفتہ اس بیماری کی تمام علامات دفع ہو گئیں۔

ایک خادم دربار نے راقم الحروف کو بتایا کہ آپ کا ایک فوجی مرید حاضر ہوا۔ تو اس کی وردی پر ایک فیتہ لگا ہوا تھا آپ اس سے پوچھتے گئے کہ اگر فیتہ اور لگ جائے تو کیا عہدہ ہو گیا وہ بتاتا گیا حتیٰ کہ آپ استفسار فرماتے گئے اور وہ فوجی مزید عہدے بتاتا گیا جب وہ کیپٹن کے عہدہ پر پہنچا تو آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیے تو وہ واقعی کیپٹن کے عہدے سے ریٹائرڈ ہوا جبکہ وہ صرف میٹرک تعلیم رکھتا تھا۔

جناب نذر حسین صاحب نے راقم الحروف کو بتایا کہ موضع ماہروال تحصیل کھاریاں ضلع گجرات کا ایک مرید جو مثانہ کی پتھری کا مریض تھا۔ حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ میں مثانہ میں پتھری کا مریض ہوں اور ہسپتال داخل ہونا چاہتا ہوں اس لیے میری صحت کے لئے دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہسپتال میں داخل ہونے کی بجائے یہاں سے تعویذ لے جاؤ اور پیو۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ وہ گیارہ دنوں کے بعد خدمت ہوا اور بتایا کہ پتھری ٹوٹ کر باہر نکل گئی ہے اور اب میں ٹھیک ہوں۔

جناب نذر حسین صاحب نے راقم الحروف کو ایک اور واقعہ بیان فرمایا کہ جامعہ اشرفیہ کے ایک مولانا صاحب جو حضرت سیدنا راغب محی الدین مدظلہ عالی کے معلم تھے۔ آپ سے عرض کرنے لگے کہ میری بیوی کو معدہ کی تکلیف ہے دعا فرمائیں آپ نے فرمایا کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے لنگر سے تبرک لے جاؤ اور بیوی کو کھلاؤ۔ وہ دربار شریف سے تبرک لے کر گئے اور بیوی کو کھلایا تو وہ بالکل تندرست ہو گئی۔

راقم الحروف ۹۱-۵-۲۷ بروز پیر مع پروفیسر غلام نبی شمیم بٹ صاحب برائے ملاقات پروفیسر محمد اسلم چیئرمین شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی نیو کیمپس لاہور

گئے تو پروفیسر اسلم صاحب نے ہمیں حضور سیدنا بدر محی الدین قادری رضوان اللہ علیہ کی خوارق عادات کے ذاتی مشاہدات سے آگاہ کیا۔ انہوں نے بتایا کہ ایک مرتبہ دیگر دو پروفیسر حضرات کے ساتھ حضور سیدنا بدر محی الدین قادری رضوان اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہماری ملاقات کے دوران ایک عقیدت مند حاضر خدمت ہوا اور اس نے بیڈن روڈ پر امرتسریوں کی سویٹ شاپ سے اعلیٰ مٹھائی کا ڈبہ ایک سنہرے رنگ کا قیمتی جائے نماز اور ایک سنہرے کاغذ کے لفافہ میں عمدہ ترین بڑے بادام آپ کی خدمت میں پیش کئے اور بتانے لگا کہ حضور آپ کی دعا سے ہمارا فلاں کام ہو گیا ہے۔ پروفیسر اسلم صاحب بتاتے ہیں کہ میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ کاش حضرت موصوف یہ اشیاء مجھے عنایت فرما دیں۔ بعد از گفتگو آپ پروفیسرز حضرات کو اجازت دیتے ہوئے اٹھے اور یہ تینوں چیزیں مجھے عنایت فرما دیں اور دوسرے دونوں پروفیسر حضرات کو الماری میں سے مٹھائی کے دو ڈبے اپنے دست مبارک سے نکال کر عطا فرمائے۔ پروفیسر محمد اسلم صاحب نے مزید بتایا کہ اس واقعہ کے بعد میں اکیلا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھے ملتے ہی وہ بات فرمانی شروع کر دی جو میرے دل میں تھی پھر آپ نے اس کے مطابق مجھے ہدایت فرمائی راقم الحروف کے استفسار پر کہ وہ کونسی بات تھی؟ پروفیسر صاحب نے بتانے سے انکار کر دیا کہ یہ بتانے سے قاصر ہوں۔ پروفیسر صاحب حضور سیدنا بدر محی الدین رضوان اللہ علیہ کے کشف و کرامات اور خوارق عادات کے بے حد معترف تھے۔ جبکہ راقم الحروف کو یہ پتہ چلا کہ پروفیسر صاحب دوسرے مسلک کے حامل ہیں۔ میں ان کے اعتراف کی داد دیتا ہوں۔ تاہم پروفیسر اسلم صاحب نے دوران گفتگو مشائخ قادریہ فاضلیہ پر تحقیقی و اشاعتی کام نہ ہونے پر افسوس کا اظہار کیا جس کے جواب میں بندہ نے ان کو بتایا کہ دراصل یہ سلسلہ ظاہری نمود و نمائش سے یکسر متنفر ہے اس لئے اس طرف توجہ نہ دی گئی۔

مولف کتاب ہذا نے حضور سیدنا بدر محی الدین قادری فاضلی رضوان اللہ علیہ کے دست مبارک پر ۲۲' ۲۳ سال کی عمر میں بیعت ہونے کا شرف حاصل کیا۔ ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ یا حضور میں شیطانی وسوسوں میں گھرا رہتا ہوں میری ظاہری و باطنی اصلاح فرما دیجئے۔ آپ نے دعا فرمائی اور مجھے آپ نے دست کرم

سے درود شریف پڑھنے کے لئے عطا فرمایا۔ جس کے بعد میری قلبی کیفیت بدلتی گئی۔ ایم اے انگلش کرنے کا بڑا شوق تھا۔ دل میں اس کے متعلق نفرت پیدا ہو گئی۔ پھر پنجاب یونیورسٹی لا کالج میں داخلہ لیا ایف ای ایل مکمل سال پڑھنے کے باوجود اسے پھر چھوڑ دیا۔ دینی اور روحانی تعلیم کی طرف اشتیاق بڑھتا گیا۔ لہٰذا ایم اے اسلامیات کی تیاری شروع کر دی جس سے تفاسیر' احادیث' فقہ' سیرت اور تصوف پر مطالعہ کا موقع دستیاب ہوا۔ اور یوں محبت اور عشق پروان چڑھنے لگا۔
حضور اعلیٰ کی دعا اور اجازت سے جنوری ۱۹۸۹ء میں بغداد شریف در غوث العالمین رضی اللہ عنہ پر حاضری کی شرفیابی ہوئی۔ حضور کے ارشاد کے مطابق آپ کا سلام وہاں کے گدی نشین حضرت سید یوسف گیلانی سلمہ اللہ کی خدمت میں پیش کیا۔ بے حد خوش ہوئے۔ اور جناب سرکار کی وجہ سے مجھ سے بہت شفقت فرمائی حتی کہ واپسی پر مجھے سلسلہ قادریہ شریف کی اجازت اپنے دستخط و مہر خاص سے عطا فرمائی۔ دوسرے سال فروری ۱۹۹۰ء میں دوبارہ غوث الاولین و آخرین کی بارگاہ میں دوبارہ حاضری کا شرف پایا۔ اور آپ کے قدمین شریفین میں سر رکھ کر سلسلہ قادریہ فاضلیہ کی خاص دعا مانگی اور کھڑے ہو کر قصیدہ غوثیہ بالجہر پڑھنے کا متعدد بار شرف حاصل کیا۔ ان حاضریوں کے بعد سینہ اس قدر کھل گیا کہ قرآن و تفسیر و احادیث کے ساتھ منفرد پہلوؤں پر کتب لکھ ڈالیں جن کی بے حد پذیرائی ہوئی۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے مزار اقدس پر ہر جمعرات حاضری میرے حصول فیض کا ذریعہ ہے اور میں شیخ کی روح کو ہر وقت اپنے ساتھ محسوس کرتا ہوں۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میری چشم عالم سے چھپ جانے والے

یاد رہے کہ حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے موجودہ گدی نشین حضرت سید یوسف گیلانی پاکستان تشریف لائے تھے تو دربار قادریہ فاضلیہ آئے تھے اور حضور سیدنا بدر محی الدین الگیلانی قادری رضوان اللہ کے ہاں قیام فرمایا جبکہ ان سے قبل بھی بٹالہ شریف اس وقت کے گدی نشین حضرت سید ابراہیم گیلانی بغداد شریف سے حضور سیدنا نذر محی الدین قادری رضوان اللہ علیہ کے عہد سجادگی میں تشریف لائے تھے۔

نعمت اللہ ساکن فیصل آباد جو ریلوے میں بطور ڈرائیور کام کرتے ہیں اس نے بتایا کہ شروع میں بندہ نجدیت اور وہابیت کی طرف مائل تھا۔ میری شادی لاہور میں ہوئی۔ ایک دن میری ساس جو حضور سیدنا بدر محی الدین کی مرید تھی اپنی بیٹی یعنی میری بیوی کو لیکر اپنے پیر خانہ گئی اور آکر اپنے پیرو مرشد کی تعریف کرنے لگ گئی۔ میں نے فوری ساس کی بات کاٹی اور کہا کہ پیر کچھ بھی نہیں کر سکتے خواہ مخواہ پیروں نے لوگوں کو گمراہ کر رکھا ہے۔ لیکن میری ساس نے کہا کہ ہمارے پیرو مرشد منفرد اور لاجواب شخصیت کے مالک ہیں اور علوم و معارف کے سمندر ہیں۔ میں نے کہا کہ میں لاہور جاؤں گا اور ایسے سوال کروں گا کہ وہ جواب نہ دے پائیں گے۔ لہٰذا حسب ارادہ میں نے چار پانچ سوال ذہن میں تیار کر لئے اور لاہور آکر دربار فاضلیہ شریف پہنچ گیا۔ میں گیٹ سے اندر داخل ہوا ہی تھا کہ سامنے حضور تشریف لا رہے تھے۔ ایک خادم جو مودب کھڑا تھا اس کے قریب آکر میرے ہی دل والے سوالوں کو خود ہی دہرا کر خود ہی جواب دیتے رہے اور اسی آدمی سے مخاطب رہے میں بھی قریب کھڑا سن رہا تھا۔ آخر میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ تم کیوں یہاں کھڑے ہو کر ہماری باتیں سن رہے ہو اور دیکھ رہے ہو۔ یہاں کوئی تماشا ہے جاؤ اپنا کام کرو' یہ فرما کر آپ سیدھے واپس گھر کی جانب چل پڑے۔ اپنے سوالوں کا جواب بغیر بتلائے پا کر میری قلبی کیفیت بدل گئی۔ عجیب کشمکش کا شکار ہو گیا۔ واپس آگیا' غلط عقائد سے توبہ کی اور اپنی ساس کو ساتھ لیکر دربار شریف حاضر ہوا اور حضور کے ہاتھ مبارک پر شرف بیعت حاصل کی نعمت اللہ صاحب مزید بتاتے ہیں کہ میں ٹرین لیکر کراچی گیا۔ وہاں ریلوے کے دفتر میں گفتگو کا سلسلہ چلا تو میں اپنے ہی پیرو مرشد کی تعریف کرتا جا رہا تھا۔ میں آپ کے تصرفات علوم و معارف اور فضائل بیان کر رہا تھا۔ کہ وہ ہمارے ریلوے کے ملازم کہنے لگے کہ اگر آپ کے پیرو مرشد اس قدر صاحب تصرف ہیں تو ہم کو لاہور خود بلا لیں۔ میں نے کہا کہ ایسا ہی ہو جائے گا۔ ایسا ہی ہوا چند دنوں کے بعد کراچی کے اس دفتر میں لاہور ریلوے ہیڈ کوارٹر سے ایک چٹھی موصول ہوئی کہ اس دفتر کے اہلکاروں کے خلاف بہت شکایات وصول ہو رہی ہیں لہٰذا یہاں لاہور ہیڈ کواٹر آکر وضاحت کریں۔ کراچی کے اس دفتر نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ پہلے دو آدمیوں کو لاہور بھیجا جائے

جو جا کر صورتحال کا جائزہ لیں اور صفائی پیش کریں۔ دفتر کے تمام اہلکاروں نے انہی دو ملازموں کو اس کام کے لئے منتخب کیا اور انہیں لاہور روانہ کر دیا گیا۔ جب وہ لاہور ریلوے ہیڈ کوارٹرز پہنچے اور متعلقہ برانچ میں وہ چٹھی لیکر گئے تو انہوں نے کہا کہ یہاں سے تو کوئی ایسی چٹھی جاری ہی نہیں کی گئی۔ اور نہ ہی ہمارے پاس تمہارے دفتر کی کوئی شکایت ہے۔ اور نہ اس چٹھی کا ہمارے پاس کوئی ریکارڈ ہے۔ وہ دونوں بڑے حیران ہو گئے اور "آ بیل مجھے مار" سے بچنے کے لئے دفتر سے باہر نکل گئے اور سوچنے لگے کہ آخر یہ کیوں اور کیسے ہوا۔ آخر کار انہیں یاد آگیا کہ ہم نے نعمت صاحب سے ایک بات کہی تھی کہ اگر تمہارے پیرو مرشد اس قدر روحانی طاقت رکھتے ہیں تو وہ ہمیں لاہور بلا لیں۔ تو انہوں ہی نے تو بلا کر ہمیں دکھا دیا ہے۔ اب یاد کرنے لگے کہ مذکورہ پیر صاحب کا کیا نام ہے۔ نام تو یاد نہ تھا تاہم دربار فاضلیہ یاد رہا۔ وہ کسی سے پوچھ گچھ کر کے دربار شریف پہنچ گئے۔ ابھی وہ دربار شریف پہنچے ہی تھے کہ حضور اندر سے خلاف توقع تشریف لے آئے اور مخاطب ہو کر فرمایا کہ تمہاری ملاقات ہو چکی ہے لہٰذا واپس کراچی چلے جائیں۔

محمد رفیق عاصی ولد عزیز الدین ساکن ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ اپنے مکتوب میں تحریر کرتے ہیں کہ میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اپنی تکلیف بیان کی۔ آپ نے ایک تعویذ عطا فرمایا اور فرمایا کہ اسے تیل زیتون مین ملا کر لگانا۔ ایسا کرنے سے مجھے پھلبیری کی تکلیف تھی جو بالکل ختم ہو گئی۔ مزید لکھتے ہیں کہ میں ایک بار آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ ملاقات کر کے باہر آیا تو ابھی میرے دل میں خواہش تھی کہ آپ سے باتیں کروں۔ اتنی دیر میں آپ بھی تشریف لے آئے میں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا اور التجا کرنے لگا کہ حضور میں آپ کا مرید ہوں۔ آپ فرمانے لگے کہ "ایمان اتنا کچا نہ رکھو۔ جب سلسلہ میں داخل ہو گئے ہو تو تمام پر نظر ہے۔" محمد رفیق عاصی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ میری بیوی کو اٹھرا کی تکلیف تھی۔ آپ کی دعا اور تعویذ سے وہ بھی جاتی رہی اور آپ کی دعا اور تعویذ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے لڑکا عطا فرمایا۔ بچے کا نام حبیب سبحانی بھی آپ نے خود تجویز فرمایا۔

مشتاق میراں ولد رائے علی گوہر ساکن ضلع گوجرانوالہ لکھتے ہیں کہ آپ کی دعا اور تعویذ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے نو لڑکیوں کے بعد خوبصورت لڑکا عطا فرمایا۔

جو کہ آپ کی بہت بڑی کرامت ہے۔ بچے کا نام الطاف میراں رکھا گیا۔

عنایت بیگم بیڈ فورڈ انگلینڈ سے تحریر فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے پیرو مرشد حضور سیدنا بدر محی الدین رضوان اللہ علیہ جو بھی بات اپنے دل میں رکھ کر یاد کیا انشاء اللہ وہ خواہش پوری ہوئی۔ میرے ہاں بیٹا نہیں ہوتا تھا۔ آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا جا خدا تجھے بیٹا دے گا۔ لیکن میں ابھی پریشان تھی کہ آپ میری خواب میں آئے اور فرمایا کہ گھبراتی کیوں ہے ایک مرتبہ جو کہہ دیا کہ تیری جھولی میں چیز ڈال دی ہے۔ آخر کار مرشد پاک کی دعا سے میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام مہربان رکھا۔

حاجی احمد ولد غلام محمد فیصل آباد سے تحریر کرتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکا عطا فرمایا لیکن اس کے بعد لگاتار تین لڑکیاں پیدا ہوئیں میں نے حضور سے عرض کیا آپ نے تھپکی دیتے ہوئے فرمایا کہ اب اللہ تعالیٰ لڑکے دے گا۔ آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے مجھے پھر تین بیٹے عطا کئے۔

محمد سرور ساکن پڑاں ضلع میرپور آزاد کشمیر اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں کہ میری والدہ تقریباً" بارہ سال سے بیمار تھی۔ سب علاج کرائے مگر کوئی آرام نہ آیا۔ آخر کار آپ سے دعا کرائی تو وہ بالکل ٹھیک ہو گئی۔ مزید لکھتے ہیں کہ آپ کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے مجھے لڑکا عطا فرمایا۔

ڈاکٹر غلام محمد ولد سردار علی اپنے مراسلہ میں لکھتے ہیں کہ میرا چھوٹا بھائی عنایت میراں کو دماغی عارضہ ہو گیا اور اسے زنجیر سے درخت کے ساتھ باندھ رکھا تھا۔ میرے والد صاحب دربار فاضلیہ شریف حاضر ہوئے اس وقت جناب سیدنا نذر محی الدین رضوان اللہ علیہ بھی جلوہ فگن تھے اور حضور سیدنا بدر محی الدین رضوان اللہ علیہ سامنے پلاٹ میں چہل قدمی فرما رہی تھے۔ والد صاحب سیدنا نذر محی الدین ﷺ کی اجازت سے آپ سے ملے۔ آپ نے دعا فرمائی۔ عین اسی وقت میرا بیمار بھائی جو اپنے گاؤں (چک نمبر ۲۳۲) میں تھا کہنے لگا کہ مجھے چھوڑ دو میں ٹھیک ہوں۔ جب والد صاحب گھر پہنچے اور دریافت کیا تو بھائی عنایت میراں کے ٹھیک اور تندرست ہونے کا وہی وقت تھا جب آپ دعا فرما رہے تھے۔ ڈاکٹر غلام محمد مزید تحریر کرتے ہیں کہ میری والدہ کو پیٹ میں رسولی ہو گئی تھی ہم انہیں آپریشن کے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

حاضری کا ارادہ کیا اور دل میں تہیہ کیا کہ جناب سیدنا بدر محی الدین رضوان اللہ علیہ سے ضرور شرف ملاقات حاصل کروں گا اور اگر پیر صاحب نہ ملے تو پھر فاتیلہ کالونی نہیں آؤں گا۔ لاہور کا رخ کیا' ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی سردی زور سے پڑ رہی تھی۔ رات کے تقریباً ۹ بجے میں دربار شریف پہنچ گیا۔ گیٹ کے ساتھ ہی کمرے جو کہ لوگوں سے پر تھے میں بھی داخل ہو گیا اور رات بڑی مشکل سے گزاری۔ صبح ہوتے ہی ایک صوفی آئے اور آتے ہی کہا کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ سے کون آیا ہے میں نے ہاتھ کھڑا کر دیا۔ وہ صوفی صاحب میرے قریب آئے اور کہا کہ آپ یہاں ٹھہریں۔ تمام لوگ جناب حضرت صاحب سے ملاقات کر کے چلے گئے تو پھر صوفی صاحب آئے اور مجھے لیکر حضرت صاحب کے پاس لے گئے۔ میں نے نہایت ہی ادب سے آپ کو سلام عرض کیا۔ آپ نے مجھے قریب بٹھا لیا۔ مجھ کو اس پیدا کرنے والے کی قسم ہے کہ حضرت صاحب نے جو جو باتیں میرے دل میں پوشیدہ تھیں وہ ساری کی ساری بتا دیں اور جس طرح میں لاہور پہنچا وہ بھی بتا دیا۔ میں نے اس دن حضور کا چہرہ مبارک پر نور دیکھا تھا۔

سراج دین ڈوگر ولد میاں غلام محمد ساکن فیصل آباد اپنے مراسلہ میں لکھتے ہیں کہ میرے والد صاحب حضور سیدنا بدر محی الدین کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ جناب بچوں نے ایک بس خریدی ہے جس میں ایک فریق تیسرے حصہ کا مالک ہے اور ڈرائیور بھی ہے وہ بس چوری کر کے لے گیا ہے مگر پولیس والے پرچہ درج نہیں کر رہے ہیں جبکہ عرصہ تین ماہ گزر چکا ہے جبکہ پولیس مخالف پارٹی کی مدد کر رہی ہے۔ جناب سرکار نے ہاتھ مبارک اٹھائے اور فرمایا کہ جاؤ کام ہو گیا۔ والد صاحب لاہور سے فیصل آباد دو بجے پہنچے تو ہم نے والد صاحب کو بتایا کہ پرچہ درج ہو گیا ہے۔ والد صاحب نے پوچھا کہ کتنے بجے درج ہوا تو ہم نے بتایا کہ آج صبح سوا سات بجے پولیس آئی تھی اور ہم کو ساتھ لے جا کر پرچہ درج کر دیا ہے۔ یہ وہی وقت تھا جب آپ کام ہو جانے کا ارشاد فرما رہے تھے۔

انوار بی بی زوجہ غلام علی کھرل ساکن حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ لکھتی ہیں کہ آج سے تقریباً ۳۳ سال پہلے میرے ہاں بچہ پیدا ہوا جو کہ اٹھرا کی وجہ سے فوت ہو گیا تو میں اپنے پیارے محبوب آقا پیر و مرشد رضوان اللہ علیہ سجادہ نشین نہم

دربار قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف لاہور کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ کی دعا کرام اور نوازش سے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد مجھے بچے عطا فرمائے جو کہ بالکل تندرست اور ٹھیک ہیں۔

جناب طالب حسین طالب ولد چوہدری محمد حسین چیف ایجوکیشن پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ ڈویژن حکومت پاکستان اسلام آباد اپنے مکتوب میں تحریر کرتے ہیں کہ حضور کی بے شمار کرامات ہیں جو میری ذات سے وابستہ ہیں لیکن ان میں سے چند تحریر کرتا ہوں کہ میں پنجاب یونیورسٹی لاہور کے ادارہ تعلیم و تحقیق میں زیر تعلیم تھا اور ایم ایڈ کا امتحان قریب تھا میں حضور کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا کہ اچھے نمبروں کے ساتھ کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔ آپ نے تسلی دیتے ہوئے استقبالیہ انداز میں فرمایا تیرہ چودہ سو نمبر کافی ہوں گے اور ساتھ ہی اپنے عصا مبارک سے زمین پر ۱۳۳۹ کا ہندسہ بنایا۔ میں نے یہ ہندسہ لکھ لیا۔ چار ماہ بعد دسمبر ۱۹۷۹ء میں جب نتیجہ سامنے آیا تو میرے ۱۶۰۰ سو نمبروں میں سے ۱۳۳۸ نمبر تھے اور مجھے ۸۴ فیصد نمبروں کے ساتھ حضور کی جناب سے گریڈ A کے ساتھ کامیابی عطا ہوئی۔

جناب طالب حسین طالب مزید لکھتے ہیں کہ میں ڈھانگری بالا آزاد کشمیر میں بطور مدرس ملازم تھا کہ جون ۱۹۸۱ء میں موسم گرما کی تعطیلات کے وقت آبائی گاؤں آگیا۔ اس دوران قصبہ بوعہ ڈھانگری میں میری رہائش گاہ سے میرا سارا گھریلو سامان چوری ہو گیا۔ میں پریشانی کے عالم میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا "بالکل نہ گھبرائیں آپ کو بہت خوش رہنا چاہیے۔ اپنے کام پر توجہ دو سب معاملہ ٹھیک ہو جائے گا" میں نے پولیس تھانہ میرپور آزاد کشمیر میں رپورٹ درج کرا دی اور بڑے اطمینان سے تدریس کا کام حسب معمول جاری رکھا۔ اردگرد کے لوگ اظہار افسوس کرنے آتے۔ صبر کی تلقین کرتے اور ساتھ یہ کہتے ہیں کہ چوری شدہ مال اس علاقے میں آج تک کسی کو ملا نہیں ہے۔ تقریباً دس ماہ بعد قصبہ ڈوہال میں ایک چور کے گھر پولیس نے چھاپہ مارا۔ میرا سارا سامان وہاں سے برآمد ہوا۔ پولیس کے اہلکاران نے سوئی سے لے کر چارپائیاں تک میرے سپرد کیں۔ عمر رسیدہ بزرگ یہ کہتے ہوئے سنے گئے کہ صحیح و سالم تمام سامان واپس ملنا ہماری زندگی کا پہلا واقعہ ہے۔ بلاشبہ یہ کسی بزرگ کی دعا کا نتیجہ ہے۔

الحاج محمد اقبال ولد حاجی صاحب داد ضلع گجرات اپنے مراسلہ میں تحریر کرتے ہیں کہ میری بیوی کے بچے ضائع ہو جاتے تھے۔ میں نے سرکار کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے دعا فرمائی اور تعویذ عطا فرمائے جس سے بچے ضائع ہونے کا عمل ختم ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد نرینہ عطا فرمائی اور اب میرے دو بچے ہیں۔ مزید لکھتے ہیں کہ میں نے جناب سرکار سے اپنی غربت کا ذکر کیا اور غیر ملک جانے کے ارادہ کا اظہار کیا۔ سرکار نے مجھ سے پوچھا کہ کس ملک جانے کا ارادہ رکھتے ہو۔ میں نے عرض کی قبلہ سعودی عرب جانے کا خیال ہے۔ سرکار نے دعا فرمائی۔ اور ساتھ یہ ہدایت فرمائی کہ حضور غوث پاک کی نیاز سالانہ ۳۰۰ روپے دیتے رہنا۔ میں دربار شریف سے گھر آیا اور سیدھا کراچی چلا گیا۔ کراچی کوئی جاننے والا بھی نہ تھا۔ لیکن سرکار کی عطا سے جلد کام بن گیا اور والدین کو حج کروایا۔ چھوٹے بھائی کو بھی سیٹ کروایا۔ یہ سب چیزیں سرکار کی دعاؤں کا نتیجہ ہیں۔

محمد جان ولد محمد آمین ساکن ضلع میرپور آزاد کشمیر اپنے مراسلہ میں تحریر کرتے ہیں کہ ۱۹۶۵ء میں مقبوضہ کشمیر میں تھا اور ۱۹۶۵ء کی جنگ میں مجھ پر پاکستانی فوج کا الزام لگا کر مجھے گرفتار کر لیا اور مجھے گولی مار دینے کا حکم سنایا گیا۔ اس وقت میں نے سرکار بٹالہ شریف کو مدد کے لئے پکارا کہ سرکار مجھے بچا لو تاکہ میں آپ کی بیعت حاصل کر سکوں اس وقت میں ابھی مرید نہ تھا عین اسی وقت گولی مارنے کا حکم روک دیا گیا اور مجھے رہا کر دیا گیا۔ رہائی کے فوری بعد دس نوافل بطور شکرانے کے ادا کئے۔ اور بعد از جنگ پاکستان آ کر حضور کے ہاتھ مبارک پر بیعت ہونے کا شرف حاصل کیا۔

مرزا شفیع ساکن سدھیڑی ضلع میرپور اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں کہ ہماری بچی گم ہو گئی تھی۔ ہم نے جناب سرکاری سے دعا کرائی۔ اس رات خواب آئی او رہم کو بچی صرف دس دنوں کے بعد مل گئی۔

محمد حنیف ولد برکت علی ساکن ضلع میرپور آزاد کشمیر' آپ نے مراسلہ میں تحریر کیا ہے کہ میں ایک لمبی بیماری میں مبتلا تھا۔ سرکار کی دعاؤں سے بالکل ٹھیک ہو گیا۔ مزید لکھتے ہیں کہ سرکار کی دعا سے ہر جگہ اور ہر میدان میں کامیابی

حاصل ہوئی ہے۔

غلام محمد ولد حاجی حاکم علی ساکن شہباز پور ضلع فیصل آباد آپ نے مراسلہ میں تحریر کیا ہے کہ میری ہمشیرہ جو اب رحیم یار خان رہائش پذیر ہیں شادی شدہ تھی اس کے ہاں جب بچہ ہونے کی امید ہوتی تو بچہ تین چار ماہ کے عرصہ ہی میں ضائع ہو جاتا۔ ہم سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دعا فرمائی اور تعویذ دیے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے میری ہمشیرہ کو صحت دے دی اور اولاد نرینہ بھی عطا فرمائی۔

صوبیدار حاجی مرزا اقبال حسین ساکن راولپنڈی چھاؤنی اپنے مکتوب میں تحریر کرتے ہیں کہ میں ۱۹۵۸ء میں سیدنا نذر محی الدین رضوان اللہ علیہ کا مرید ہوا۔ میری شادی ۱۹۶۱ء میں ہوئی ۱۹۶۲ء میں میرا پہلا بچہ سات ماہ کے بعد ضائع ہو گیا۔ میں نے ڈاکٹروں سے بہت علاج کرایا کیونکہ بیوی بیمار رہنے لگی۔ ۱۹۶۳ء میں پیر طریقت حضرت سیدنا بدر محی الدین رضوان اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے دعا فرمائی۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اولاد نرینہ عطا فرمائی۔ پہلا بچہ ۱۹۶۴ء میں پیدا ہوا اس کا نام مرزا شفقت سبحانی جناب سرکار نے خود رکھا اور بالترتیب میرے تینوں بچوں کے نام جناب سرکار نے خود رکھے ہیں۔

نوٹ: آپ کے ہزاروں مرید ہیں اگر ایسے واقعات لکھے جائیں تو ان کو احاطہ تحریر میں لانے کے لئے ایک دفتر کی ضرورت ہے۔ مزید اس دربار شریف میں روزانہ سینکڑوں حاجت مند اپنی اپنی حاجات لیکر آتے ہیں اور فیوض و برکات سے جھولیاں بھر کرلے جاتے ہیں اور اپنے دکھ تکلیفوں کا مداوا پاتے ہیں اگر کوئی ان کو قلمبند کرنا چاہے تو ناممکن ہے۔ مختصراً" یہ کہ لوگ سوئی کے گم ہونے سے لیکر ولایت کے حصول تک کی تمام نوعیت کی حاجات لیکر آتے ہیں اور جھولیاں بھر بھر کرلے جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ در غوث اعظم ہے۔

وصال: دربار عالیہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف کے حضرت سید بدر محی الدین قادری فاضلی رضوان اللہ علیہ ایسی ہی جلیل القدر ہستیوں میں سے تھے جو عیدالفطر ۱۴۰۹ھ کی شب بمطابق ۶ مئی ۱۹۸۹ء کو اس سلسلہ عالیہ کے ہزاروں مریدین اور معتقدین کو سوگوار چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ سوموار ۸ مئی کو ان کے فاتحہ سوم

کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے حضرت سید الطاف محی الدین قادری فاضلی سلمہ اللہ نے صاحب سجادہ کا منصب سنبھالا اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے قبلہ گاہی کو اپنی بے کراں رحمتوں اور برکتوں سے نوازے۔ امین المختصر حضور کی زندگی اسلاف کی زندگیوں کا پرتو تھی۔ آپ نے ہمیشہ جہد مسلسل کو اپنی زندگی کا مطمع بنایا۔ دن کو تبلیغ دین کا کام کرتے اور رات کو عبادت میں مشغول و منہمک رہتے انہی دن رات کی مصروفیتوں میں افسوس وہ دن آ ہی گیا جس سے کوئی بھی مبرا اور مستثنیٰ نہیں یکم شوال ۱۴۰۹ھ ہجری عید الفطر کی آمد آمد سے لوگوں نے ہلال عید دیکھا۔ ادھر سلسلہ قادریہ فاضلیہ کا یہ بدر کامل کل نفس ذائقہ الموت پر عمل کرتے ہوئے چھپ گیا۔ ان للہ وانا الیہ راجعون۔ ایک زمانہ آپ کے فیضان نگاہ سے فیض یاب ہوا ہے۔ آپ کی وفات سے عالم اسلام ایک ممتاز روحانی شخصیت سے محروم ہو گیا ہے۔

مخدوم و مکرم کی رحلت ایک عظیم سانحہ ہے۔ جس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ہی یہ خلا پر ہو سکتا ہے آپ کی فرقت و جدائی ہمیشہ محسوس ہوتی رہے گی۔ یہ ایک ایسا غم ہے جس کا درماں نہیں۔ اہل اللہ کا تذکرہ ان کی صحبت ہی کا آئینہ دار ہوتا ہے اس لئے آپ کا تذکرہ درحقیقت اس حسن صحبت و برکت کا نقش ثانی ہے۔ آپ کے فیضان کا ایک انعام یہ بھی ہے کہ حضرت الشیخ عارف کامل فاضل جلیل رہبر شریعت و طریقت حضرت مخدوم صاحب زادہ سید الطاف محی الدین قادری دامت برکاتہ جو آپ کے فضائل و خصائل و شمائل کے نقیب ہیں زیب سجادہ ہوئے ہیں اور ہم ان کی قیادت میں اسی کرم گستری کے فیضان و عرفان کے امیدوار ہیں جو حضرت مرحوم کے عہد کریم میں تھیں۔ ہم صاحبزادہ عالی شان کی زندگی، صحت، برکت اور ترقی کے لئے بصمیم قلب دعاگو ہیں۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو اپنے اسلاف کریم کے لئے باعث عزو شرف فرمائے اور آپ کا ظل کرم ہم پر ہمیشہ رہے۔ آمین

تاریخ وصال: یکم شوال المکرم ۱۴۰۹ھ بروز اتوار بمطابق ۷ مئی ۱۹۸۹ء ہے۔

مزار اقدس: قبرستان میانی شریف لاہور میں روضہ حضرت شیخ محمد طاہر بندگی قادری رضوان اللہ علیہ کے شمالی جانب اپنے مرشد امجد والد ماجد حضرت سیدنا نذر

محی الدین قادری رضوان اللہ علیہ کی درگاہ اقدس کے مشرقی پہلو میں آپ کی تدفین ہوئی۔ حضرت کی وفات کے بعد فخر العرفاء جمال الولایت حضرت سید الطاف محی الدین قادری مدظلہ عالی مسند آرائے دربار قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف لاہور ہوئے ہیں۔ باد صبا مدام ایں در عرفاں کشادہ باد

عرس مبارک : دربار قادریہ فاضلیہ فیروزپور روڈ لاہور کا سالانہ عرس مبارک مورخہ دو شوال منعقد ہوتا ہے۔

خلفاء کرام : آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ کی تجلیات فیض نے کثیر تعداد لوگوں کے قلوب کو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے سلسلہ قادریہ فاضلیہ کے وسیلہ سے قلب نبوی سے مربوط کر دیا۔ آپ کی جناب سے لاکھوں کے لئے دعائیں کی گئیں۔ آپ کی طفیل ہزاروں کو روحانی کمالات سے محظوظیت ملی۔ مریدین سلسلہ قادرہ فاضلیہ میں سے جن میں روحانی درجات کے لئے صلاحیت موجود تھی آپ کی نظر فیض اثر نے ان کو حسب قوت استفادہ نوازش ہائے بیکراں سے نوازا۔ حدیث نبوی یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے بعض وہ شخصیات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے کام کرنے کے لئے پیدا کیا ہوتا ہے۔ چنانچہ نیز صفوت سید مشتاق محی الدین صاحب قادری فاضلی منڈی شریف کوٹلی آزاد کشمیر حضور ہی کے لطف و کرم کا سبط ہیں۔ ان کے علاوہ متعدد ارباب محبت و خلت کو حضور نے درجات معنوی و باطنی کے اعتبار سے اپنی التفات کرم کا مورد بنا دیا۔ آپ کے تربیت یافتہ ہزاروں لوگ آپ کے روحانی احسانات کی وجہ سے سراپا سپاس گزار ہیں۔ آپ کے روحانی فیض یافتہ خلفاء کرام یوں تو ہزاروں میں ہیں مگر چند ایک کا ذکر یہاں کرنا بے جا نہ ہو گا۔ مثلاً" صاحبزادہ جناب کرنل جرار احمد خان جالندھر' جناب ڈاکٹر کرار احمد خان صاحب' پروفیسر سید مرتضیٰ اختر جعفری پشاور۔ صاحبزادہ میاں عنایت الرحمٰن صاحب موسیٰ زئی پشاور۔

مولوی محمد حنیف صاحب راجوری مقبوضہ جموں کشمیر حکیم سید منظور علی شاہ صاحب اوکاڑہ۔ پیر انور جیلانی صاحب کمالیہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ اس سلسلہ کی روایت ہی ایسی چلی آئی ہے کہ سجادہ پر بیٹھنے والا پیدائشی ولی ہوتا ہے اور کامل

واکمل روحانیت کا مالک۔ یہ حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی خاص توجہات اور عنایت کی برکت ہے۔

قرطاس التعارف میں حضرت سیدنا بدر محی الدین رضوان اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

"ان ہی شیون ایسہ میں محبت و وفا ہے۔ جو دربار عالیہ کی روایات سے وابستہ ہے۔ اسی محبت و وفا کی مداومت کی مختلف کثیرالوجود صورتیں ہیں ان میں سے ایک یہ بھی صورت اختیار کر گئی ہے کہ بانی سلسلہ حضرت سید ابوالفرح محمد فاضل الدین قادری رضوان اللہ کی شاخ اکبری کے فرزند اکبر کو ان روایات کے تحفظ کے لئے مامور کیا جائے چنانچہ میرے فرزند اکبر سید الطاف محی الدین قادری نے گورنمنٹ کالج لاہور میں اکتساب علم منازل طے کر کے پنجاب یونیورسٹی سے شعبہ فلسفہ میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔"

اس خاندان مقدس کی روایت کے مطابق آپ کے فرزند اکبر حضرت سید الطاف محی الدین قادری فاضلی زیب سجادہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ ہمارے اوپر قائم رکھے۔ آمین۔

چنانچہ سلسلہ عالیہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف قادریت کا ایسا سرچشمہ ہے جو بفضل الٰہی دسویں پشت میں داخل ہو کر بھی شروع دن کی طرح بڑی آب و تاب سے جاری و ساری ہے اور انشاء اللہ تاقیامت رہے گا کیونکہ اس کا صاحب سجادہ کامل صاحب نظر ہوتا ہے۔

اولاد مبارک: آپ کے درج ذیل صاحبزادگان ہیں۔

۱۔ فرزند اکبر سید الطاف محی الدین قادری ایم اے (سجادہ نشین دہم)

۲۔ سید اکرام محی الدین (بی۔ اے) ۳۔ سید فضیل احمد محی الدین (بی۔ اے)

ماخذ: (۱) قرطاس التعارف (۲) الفاضل (۳) مراسلہ مرتبہ دربار قادریہ فاضلیہ شریف (۴) قلمی نسخہ کیپٹن احسان اللہ خاں دانش قادری فاضلی پشاور ۱۹۸۰ء۔ (۵) از افادت پروفیسر قاری مشتاق احمد صاحب گورنمنٹ سائنس کالج لاہور (۶) مدینتہ الاولیاء (لاہور) (۷) روزنامہ نوائے وقت ادبی ایڈیشن ۲۳ نومبر ۱۹۸۹ء (۸) جواہر

تصوف۔

۴۲۔ حضرت سید الطاف محی الدین قادری فاضلی مدظلہ عالی
(سجادہ نشین دہم)

آپ حضرت سیدنا و مولانا و مرشدنا سید بدر محی الدین القادری الفاضلی کے فرزند اکبر ہیں۔

حضور سیدنا بدر محی الدین قرطاس ﷺ التعارف میں تحریر فرماتے ہیں۔

"چنانچہ میرے فرزند اکبر سید الطاف محی الدین قادری نے گورنمنٹ کالج لاہور میں اکتساب علم کے منازل طے کر کے پنجاب یونیورسٹی سے شعبہ فلسفہ میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے بعد پنجاب یونیورسٹی کے اورینٹل کالج لاہور کے عربی و فارسی کی تدریس کرنے والے جید علماء محققین اساتذہ کرام سے دینی علوم کے متعلق تلمذ کیا۔ سید الطاف محی الدین قادری موصوف نے دربار عالیہ کی روایات عالیہ اور خاندانی اوضاع اور حقوق کے ابقاء کے پیش نظر استکمال علم کے لئے استقصاء مساعی کیا ہے۔ وہ دربار عالیہ اور خاندان کے مفاخر کی تاریخ میں ہمیشہ روشن رہے گا۔ باوصف اس کے کہ ان کو دنیوی اعتبارات سے عالی قدر مقام حاصل آ سکتا تھا انہوں نے روایات الفقر فخری کی دل نوازیہائے غیر متناہیہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور مسابقت الی الخیر میں جو اہمیت معنویت مکنون اور مشہود ہے۔ وہ ناموس طریقت عالیہ اور خاندان کے عز و وقار کی بھی امین ہو سکتی ہے اس میں مسابقت الی الخیر کے لئے سید الطاف محی الدین نے سر تسلیم خم کیا اور سلسلہ عالیہ اور خاندان کی روایات کے تحفظ کے لئے عزم بالجزم کیا۔ انہوں نے تعلیم سے فراغت پا کر مسلم لیگ کی حمایت کی بنا پر تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ کے حلقہ سے پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی کی رکنیت کے لئے انتخابی مہم طے کی اور نہایت شاندار کامیابی فتح مبین ہزاروں ووٹوں کی اکثریت سے حاصل کی۔ پھر اس کے چند سال بعد مغربی پاکستان اسمبلی کے ممبر منتخب ہو گئے۔"

جناب احسان اللہ خاں دانش قادری فاضل پشاوری تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت سید الطاف محی الدین قادری فاضلی سلمہ اللہ تعالیٰ نے بھی دینی علوم

کی تحصیل کی ہے اور جدید علوم میں بھی پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے فلاسفی بھی کیا ہے۔ موجودہ سجادہ نشین وہم حضرت میاں سید الطاف محی الدین قادری فاضلی سلمہ اللہ تعالیٰ بھی پنجاب اور مغربی پاکستان اسمبلی کے ممبر رہے۔ لیکن اس دوران سیاست کچھ اور ہی چیز بن گئی جس کے باعث آپ نے یعنی حضرت میاں الطاف محی الدین قادری فاضلی سلمہ اللہ تعالیٰ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمانے پر سیاست سے کنارہ کش ہو گئے۔

آپ اپنے والد ماجد حضور سیدنا بدر محی الدین رضوان اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کر کے سلسلہ قادریہ فاضلیہ سے منسلک ہوئے۔

"سوموار ۸ مئی ۱۹۸۹ء کو ان حضرات سیدنا بدر محی الدین رضوان اللہ علیہ کے فاتحہ سوم کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے حضرت سید الطاف محی الدین قادری فاضلی سلمہ اللہ نے صاحب سجادہ کا منصب سنبھالا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے قبلہ گاہی کو اپنی بے کراں رحمتوں اور برکتوں سے نوازے۔

پروفیسر قاری مشتاق احمد فرماتے ہیں کہ آپ پر حضور سیدنا سید بدر محی الدین الگیلانی القادری الفاضلی سجادہ نشین نہم رضوان اللہ علیہ کے فیضان کا ایک انعام یہ بھی ہے کہ حضرت شیخ عارف کامل۔ فاضل جلیل۔ راہبر شریعت و طریقت حضرت مخدوم صاحبزادہ سید الطاف محی الدین قادری دامت برکاتہم جو آپ کے فضائل و خصائل و شمائل کے نقیب ہیں زیب سجادہ ہوئے ہیں اور ہم ان کی قیادت میں اس کرم گستری کے فیضان و عرفان کے امیدوار ہیں جو حضرت مرحوم کے عہد کرم میں تھی۔ ہم صاحبزادہ والا شان (حضور سیدنا الطاف محی الدین الگیلانی القادری الفاضلی سجادہ نشین دہم مدظلہ عالی) کی زندگی۔ صحت۔ برکت و ترقی کے لیے بصمیم قلب دعاگو ہیں اللہ تعالیٰ موصوف کو اپنے اسلاف کریم کے لئے باعث عزو شرف فرمائے اور آپ کا ظل کرم ہم پر ہمیشہ رہے۔ این دعا از من و جملہ امین باد۔

جناب دانش قادری فاضلی تحریر فرماتے ہیں "سلسلہ عالیہ کے سلف صالحین کی متعین کردہ روایات کے مطابق آپ نے بھی اپنے آپ کو دربار عالی وقار کی خدمت کے لئے وقف کیا ہوا ہے۔ نہایت اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ علوم فلسفہ میں ایم اے اور علوم مشرق میں عربی و فارسی کی تحصیل اورینٹل کالج لاہور کے جید اساتذہ

کرام سے کی۔ تعلیم سے فراغت پانے کے بعد ڈسکہ ضلع سیالکوٹ کے انتخابی حلقہ سے مسلم لیگ کی جانب سے رکن اسمبلی منتخب ہوئے۔ لیکن آپ کی شاندار کامیابی پارٹی کی نہیں ذاتی مقبولیت اور خاندانی عزو شرف کی بنیاد پر تھی۔ وحدت مغربی پاکستان کے دوران بھی رکن اسمبلی رہے۔ لیکن بعد میں سیاسی ادارے بگڑ کر اکھاڑے بن گئے تو سیاست میں حصہ لینے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ راقم الحروف کو ایک مرتبہ جناب میاں محمد شفیع م۔ ش۔ جو صحافت کے بقیہ السلف میں سے ہیں اور اسمبلی کی رکنیت میں حضرت قبلہ الطاف محی الدین القادری فاضلی کے ہم عصر ہیں نے بتایا کہ سید الطاف محی الدین صاحب اس زمانہ میں بھی باوقار، متین اور سنجیدہ شخصیت کے مالک تھے۔ جو کہ عام لوگوں کی بے پرواہی اور بے فکری کی عمر ہوتی ہے چنانچہ ہم لوگ ان کا احترام ملحوظ رکھتے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت قبلہ الطاف محی الدین حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ کے لطف و کرم خاص کا مظہر ہیں۔ چاہتے تو اعلیٰ ترین مناصب پر فائز ہو سکتے تھے لیکن اپنی خاندانی روایات کو ملحوظ رکھتے ہوئے دنیا کو دین پر ترجیح نہ دی اور سلسلہ عالیہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف کی عظمت و توقیر کو دنیاوی عہدوں اور اعزازات پر فوق رکھا۔"

اولاد مبارک: آپ کے چار فرزندان مبارک ہیں۔

۱۔ سید راغب محی الدین مدظلہ عالی (فرزند کبیر ولی عہد)

۲۔ سید ازہر حسین محی الدین رحمۃ اللہ علیہ (آپ عین جوانی میں وصال فرما گئے)

۳۔ سید رضا محی الدین مدظلہ عالی

۴۔ سید قمران محی الدین مدظلہ عالی

۴۳۔ حضرت سید راغب محی الدین قادری فاضلی سلّمہ اللہ تعالیٰ:

آپ حضرت سیدنا الطاف محی الدین قادری سلمہ اللہ تعالیٰ کے فرزند اکبر اور ولی عہد ہیں اور حضرت مرشد الوقت سلمہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ آپ اپنے والد ماجد سلمہ اللہ تعالیٰ کے دست مبارک پر بیعت ہیں۔ عربی میں ایم اے کر چکے ہیں اور علوم دینیہ کا مطالعہ بھی کرتے ہیں آپ کے صاحبزادے یعنی حضرت سید بدر محی الدین کے نبیرہ اکبر حضرت میاں راغب محی الدین قادری فاضلی نے بھی دینی

علوم کے علاوہ پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے کی ڈگری حاصل کی ہے۔

آپ حضرت سید طاہر محی الدین قادری فاضل کے بڑے بیٹے ہیں۔ سلسلہ عالیہ کے بزرگوں کی نگاہ آپ کی طرف ہے۔ حضور سید طاہر محی الدین قادری فاضل رضوان اللہ علیہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"سید طاہر محی الدین اپنی روایات خاندان کی اتباع میں علوم دینی کے اکتساب کے لئے بڑے بڑے علماء سے تعلیم حاصل کر رہے ہیں تاکہ راسخ العلم ہو سکیں اس کے علاوہ آج کل ایک انگریزی سکول میں بھی تعلیم پا رہے ہیں۔ حضرت عارف باللہ رضی اللہ علیہ نے مجھے اپنا خواب سنایا تھا کہ انہوں نے دیکھا کہ سید طاہر محی الدین حضرت موصوف سے باتیں کر رہے ہیں۔ ان دونوں کے بات چیت کے دوران سید طاہر محی الدین کی عمر ایک سال کی تھی۔ اساتذہ کی رائے ہے کہ یہ طالب علم بہت ذہین ہیں۔ جب اس مذکورہ خواب کو اس لحاظ سے غور کیا جائے تو یہ اخذ ہو گا کہ حسن ادراک و اکتساب میں جو علوم ہو سکتے ہیں سے منتقل کیا گیا تھا۔"

آپ نے فروری ۱۹۹۰ء میں بغداد شریف جا کر اپنے جد امجد حضور سیدنا غوث اعظم کی اور اپنے دادا جان [illegible] مدینہ منورہ میں اپنے نانا حضور سید الکائنات ختم المرسلین رحمۃ للعالمین ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ مولف کتاب ہذا نے بچشم خود دیکھا کہ حضور سیدنا غوث اعظم کی بارگاہ اقدس میں آپ کے دست مبارک پر بیعت ہونے کے لئے کئی لوگ حاضر خدمت ہوئے مگر آپ نے انہیں [illegible] حضور سیدنا الشیخ محی الدین الکیلانی القادری [illegible] کے دست اقدس پر بیعت ہونے کی ہدایت فرمائی۔ مزید بغداد شریف میں [illegible] حضور سیدنا غوث اعظم کے [illegible] حضرت سیدنا یوسف گیلانی [illegible] نے کمال شفقت سے آپ کو خوش آمدید کہا اور آپ کی ضیافت فرمائی۔ [illegible] اقدس کا غلاف مبارک بھی پیش کیا۔

اس ضمن میں ایک کمال کا [illegible] واقعہ یوں رونما ہوا جس کا یہاں ذکر [illegible] کتاب کے مولف کے ایک دوست چوہدری قربان علی صاحب جو [illegible] بغداد شریف میں سفارت [illegible] تھے اور حضور سیدنا غوث اعظم کی بارگاہ میں روزانہ حاضری کا شرف رکھتے تھے عراق کی زیارات کے سلسلے میں ان کے

ہاں قیام پذیر تھا ان کو ساتھ لیکر مزار اقدس حضور سیدنا غوث اعظم ﷜ حاضر ہوا اور وہاں حضور سیدنا راغب محی الدین الگیلانی القادری الفاضلی مدظلہ عالی سے ملاقات کا شرف حاصل کیا آپ بھی زیارات کے سلسلے میں عراق تشریف لائے ہوئے تھے۔ بعد از ملاقات چوہدری قربان علی صاحب نے حضرت قبلہ راغب محی الدین مدظلہ عالی کی ضیافت کرنے کے لئے مجھے خواہش کا اظہار کیا۔ میں نے حضرت صاحب سے عرض کیا تو آپ نے کمال شفقت فرماتے ہوئے اپنی دیگر ضیافتوں اور مصروفیات سے وقت نکال کر بوقت عصر چائے اور مختصر ضیافت کو قبول فرمایا۔ لیکن برادرم چوہدری قربان علی صاحب نے عقیدت و محبت سے ایک وسیع دستر خوان کا اہتمام کیا۔ جس میں جناب برگیڈیر خواجہ خالد بشیر صاحب پاکستان ایمبیسی نے شمولیت کا شرف حاصل کیا۔ چوہدری قربان علی صاحب نے آپ کے دست مبارک پر بیعت ہونے کے لئے درخواست کی۔ مگر آپ نے فرمایا کہ آپ ہمارے ہی مرید ہیں لیکن جب آپ پاکستان آئیں گے تو والد محترم کے دست اقدس پر بیعت ہونا۔ ان الفاظ نے ایسا شرف قبولیت حاصل کیا کہ اسی ہفتے میں پاکستان سے چوہدری صاحب کو ایک شادی میں ضروری شرکت کے لئے دعوت نامہ موصول ہوا جس میں ان کی شرکت ناگزیر تھی۔ لہٰذا اگلے ہی ہفتے پاکستان آئے اور ہم اکٹھے دربار فاضلیہ شریف فاضلیہ کالونی لاہور حاضر خدمت ہوئے اور چوہدری صاحب نے حضور سیدنا سید الطاف محی الدین الگیلانی القادری الفاضلی مدظلہ عالی کے دست اقدس پر بیعت ہونے کا شرف حاصل کیا۔ بعد از بیعت اگلے روز واپس بغداد شریف چلے گئے تو اس طرح برادرم چوہدری قربان علی صاحب کی حضور سیدنا غوث اعظم ﷜ کے خاندان اقدس میں بیعت ہونے کی خواہش قلیل ترین وقت میں پوری ہوتے دیکھی۔ اور ایسے لگ رہا تھا کہ حضور غوث اعظم ﷜ خود راہنمائی اور تصرف فرما رہے ہیں۔

تحقیق کے دوران فقیر پر تفسیر اسرار الحسین قادری فاضلی کو پنجاب یونیورسٹی لائبریری نیو کیمپس سے پروفیسر شیرانی و آذر کے ذخیروں سے بانی سلسلہ قادریہ فاضلیہ اور آپ کی اولاد مبارکہ کی تصانیف مخطوطات دستیاب ہوئے۔ تو میں نے دربار فاضلیہ شریفہ میں عرض کیا کہ تحقیق کے لئے یہ کتب بڑی ضروری ہیں

کیونکہ یہ سب کتب بزبان عربی و فارسی ہیں۔ حضرت قبلہ سیدنا راغب محی الدین مدظلہ عالی نے مجھے ساتھ چلنے کا حکم فرمایا اور پرو وائس چانسلر (ذوالفقار علی ملک) پنجاب یونیورسٹی لاہور کے پاس تشریف لے گئے۔ جناب ملک صاحب نے گرم جوشی سے آپ کا استقبال کیا۔ تمام ملاقاتیں اور کام چھوڑ کر آپ سے گرم جوشی سے آپ کا استقبال کیا۔ تمام ملاقاتیں اور کام چھوڑ کر آپ سے ہم کلام ہوئے۔ بے حد عزت اور تکریم کی۔ آپ نے مذکورہ کتب کا ذکر فرمایا۔ تو انہوں نے خوشی کے ساتھ چیف لائبریرین پنجاب یونیورسٹی لائبریری کو تحریری مورخہ ۱۹۔ ۱۔ ۳۱ حکم دیا کہ "راغب محی الدین صاحب اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی کے قدیم طالب علم ہیں اور ایک علمی خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں ان کے خاندان کے جو قلمی نسخے پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے پاس ہیں ان کی تفصیلات مہیا کریں۔"

جناب ذوالفقار علی ملک صاحب کی ذاتی دلچسپی اور مداخلت سے ہم نے ان کتب کی مائیکرو فلمنگ حاصل کیں۔ ترجمہ و تحقیق کا کام جاری ہے۔

راقم الحروف کو خادم دربار فاضلیہ نے بتایا کہ دوران زیارات عراق ایک دن حضرت قبلہ سیدنا راغب محی الدین الگیلانی القادری الفاضلی بغداد شریف میں درگاہ حضرت غوث الاعظم ؒ کے موجودہ سجادہ نشین حضرت سید یوسف گیلانی مدظلہ' عالی کے پاس تشریف فرما تھے ایک نوجوان جو کہ بنگلہ دیشی تھا اور ایک سابق وزیر کے صاحبزادہ تھے اور کچھ عرصہ سے درگاہ عالیہ میں قیام پذیر تھے وہ بھی موجود تھے اس نے حضرت قبلہ صاحب کی طرف مخاطب ہو کر عرض کیا کہ آپ کیا پڑھتے ہیں کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں آپ کے ہاتھ و پاؤں کا بوسہ لینے کا شرف حاصل کروں۔ آپ نے جواب دیا کہ میں ایسا وظیفہ نہیں پڑھتا۔ تاہم آپ نے فرمایا کہ یہ خدا داد عنایات ہوتی ہیں کہ جو بزرگوں کی دعاؤں سے یادداشت میں بھی ملتی ہیں تو اس ضمن میں آپ حضرت سیدنا احمد شاہ قادری فاضلی بٹالوی رضوان اللہ علیہ کا واقعہ سنایا کہ آپ نے والد ماجد رضوان اللہ علیہ کی دعا سے ماہ رمضان میں دن کے وقت پارہ پڑھتے اور رات کو نماز تراویح میں سنا دیتے۔ اس پر اس نوجوان بنگلہ دیشی نے اپنا واقعہ سنایا کہ مجھے قرآن پڑھنا نہ آتا تھا جبکہ میں بے حد خواہش مند تھا اور اکثر حضرت سید یوسف گیلانی مدظلہ عالی سے دعا کے لئے عرض کرتا رہتا تھا۔

ایک مرتبہ آپ مجھے دربار عالیہ شریف میں لے گئے اور مزار اقدس کے گرد طواف کرنے لگے۔ اچانک ایک نور ظاہر ہوا جس سے میں بے ہوش ہو گیا۔ خدام دربار شریف اس حالت مجھے میری قیام گاہ چھوڑ آئے۔ جب ہوش آیا تو ایک عجیب کیفیت محسوس کر رہا تھا۔ اور ہوا یہ کہ تمام قرآن زبانی یاد ہو چکا تھا اب میں حافظ قرآن ہوں۔ ترجمہ پڑھنے کی بھی خواہش تھی جب ترجمہ کی طرف دھیان کیا تو مجھے ترجمہ بھی یاد ہو چکا تھا جبکہ میں عربی سے بالکل ناواقف تھا۔ یہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی زندہ کرامت ہے اور بعد از وصال بھی آپ کے تصرف کا یہ عالم ہے۔

جناب ادیب کبیر ڈاکٹر سید ممتاز حسین بٹالوی ایم۔ بی۔ بی۔ ایس یوں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں:

عاشق رب علا ہیں بدر محی الدین پیر
سالک راہ ہدا ہیں بدر محی الدین پیر
مظہر فیض خدا ہیں بدر محی الدین پیر
گوہر بحر صفا ہیں بدر محی الدین پیر
قبلہ اہل یقین صاحب نظر روشن ضمیر
کعبہ اہل ولا ہیں بدر محی الدین پیر
زبدۂ اہل طریقت قدوۂ اہل سلوک
صدر بزم اصفیا ہیں بدر محی الدین پیر
عالم دین مبین و راز دان نکتہ رس
عارف رمز آشنا ہیں بدر محی الدین پیر
ماحی آثار ظلمت مطلع انوار حق
بے گمان بدرالدجیٰ ہیں بدر محی الدین پیر
پاک دل پاکیزہ سیرت خوش نہاد و خوش مزاج
پیکر صدق و صفا ہیں بدر محی الدین پیر
کاشف اسرار قرآں شارح قول رسول
فخر آل مصطفیٰ ہیں بدر محی الدین پیر
ہیں علی مرتضیٰ باب علوم معرفت

باب علم مرتضیٰ ہیں بدر محی الدین پیر
وارث فضل و کمال حضرت پیران پیر
صوفیوں کے پیشوا ہیں بدر محی الدین پیر
آستاں فیض ان کا مرجع خاص و عوام
منبع جود و سخا ہیں بدر محی الدین پیر
ذکر و فکر و یاد حق میں محو و مستغرق مدام
ماسوا سے ماورا ہیں بدر محی الدین پیر
مستجاب ان کی دعائیں جانفزان کا نفس
عیسیٰ معجز نما ہیں بدر محی الدین پیر
نور ایماں سے منور ان کا قلب مستنیر
مہر عرفاں کی ضیاہیں بدر محی الدین پیر
نور ایمان سے منور ان کا قلب مستنیر
مہر عرفاں کی ضیا ہیں بدر محی الدین پیر
ہیں ہمارے دور میں اولیائے حق مگر
سب سے رتبے میں سوا ہیں بدر محی الدین پیر
ہیں ولی باکرامت بلکہ ولیوں کے ولی
رہبروں کے رہنما ہیں بدر محی الدین پیر
فاضلیہ کالونی ہے کشتی اہل نجات
اور اس کے ناخدا ہیں بدر محی الدین پیر
کیوں نہ ہو ممتاز اس چشمے سے میم فیضیاب
چشمہ آب بقا ہیں بدر محی الدین پیر

چوہدری رحیم بخش سابق وائس پرنسپل یونیورسٹی لا کالج لاہور یوں رقم طراز ہیں:

آج سے کم و بیش تین سو سال قبل سلطان الاولیاء حضرت ابوالفرح سید محمد فاضل الدین ہجمہ نے سلسلہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف ضلع گورداسپور میں قائم فرمایا اور تاحال اس خاندان کے گرامی قدر خلفاء نے نسلاً بعد نسلاً قطب

الاقطاب حضرت جناب غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے عقائد کی تعلیم سے بے اندازہ ارادت مندوں کو دین اور دنیاوی فیوض اور برکات سے مالا مال کیا۔ آج کل اس خانوادہ کی نویں پشت کے خلیفہ حضرت سید بدر محی الدین مخزن علوم ظاہرو باطن مسند سجادہ نشینی کی زیب و زینت ہیں۔ حضرت بانی خاندان موصوف کی ایک مشہور فارسی غزل کے مطلع کا مصرعہ ہے۔

"از شراب غوث اعظم رضی اللہ عنہ گلشن و گلزار مست"

اس مصرعہ کے پیش نظر راقم الحروف نے شجرہ مبارک خاندان فاضلیہ قادریہ ذیل کے چند اشعار میں گزارش کرنے کی جسارت کی ہے۔ وماتوفیقی الا باللہ

ابوالفرح شاہ فاضل الدین انتخاب اولیاء
فاضلیہ قافلہ راساقی سالار مست
شاہ غلام قادر سید ولی ابن ولی
سراب خویش حقا کاشف اسرار مست
شاہ غلام غوث سید دستگیر بے کساں
از عطائے شاہ جیلاں مطلع انوار مست
شاہ محمد شاہ احمد حضرت سید حسین
کاملاں در زہد و عرفان سروراں بیدار مست
شاہ ظہور حسین سید نذر محی الدین شاہ
از مے ناب شہ بغداد بیں سرشار مست
ماہ کامل بدر محی الدین سجادہ نشین
صاحب آں باب علم حیدر کرار مست
ایں خاندان فاضلی بے مثل و بے ہمتاو فتاد
از ابتدا تا انتہا نہ پشت گوہر بارمست
مرشدی حافظ غلام قادر روشن ضمیر
سالکان را خضر دین قادری سرکارمست
وہ الٰہا جملہ شان را اعلیٰ علیین وہ

روز محشر رزق اوستان نعمت دیدار مست
اے خوشا صہبائے پاک قطب رب لم یزل
از خمارش اولیاء و اصفیاء ہم عالماں ہموار مست
مستی ایں میکدہ ہاں تا ابد پائندہ باد
صدہزاراں میکشان فاضلی دربار مست
مدح پیران عظام خویش گفتی اے رحیم
تو گدائے جرعہ از قادری خمار مست

ماخذ: (۱) قرطاس التعارف (۲) نوائے وقت۔ ادبی ایڈیشن ۲۳ نومبر ۱۹۸۹ء۔ روزنامہ مشرق پشاور ۲۵ جون ۱۹۸۹ء (۳) قلمی نسخہ کیپٹن احسان اللہ خاں دانش قادری فاضلی پشاوری۔ (۴) از افادت پروفیسر مشتاق احمد صدر شعبہ اسلامیات گورنمنٹ کالج آف سائنس لاہور (۵) خزینہ فکر جناب صدیقی ایم اے۔ (٦) خزیننہ فکر جناب ادیب کبیر ڈاکٹر سید ممتاز حسین بٹالوی ایم بی بی ایس۔ (۷) خزیننہ فکر چوہدری رحیم بخش سابق وائس پرنسپل یونیورسٹی لا کالج لاہور دین محمدی پریس لاہور۔

○